بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مُستند تفسیر

مواہبُ الرحمٰن

بحرُ العُلوم علّامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ — ۱۳۳۷ھ
۱۸۵۸ء — ۱۹۱۹ء

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتبنا ينطق عليكم بالحق

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ۱۲

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ-لاہور

نام کتاب ——— مواہب الرحمٰن
موضوع ——— تفسیر قرآن شریف (اردو)
تالیف ——— علامہ سید امیر علیؒ
ناشر ——— مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور
مطبع ——— کنول آرٹ پریس جان محمد روڈ انارکلی لاہور
صفحات ——— ۸۵۶
تعداد ——— ۱۱۰۰

جلد چہارم ——— بار اول ——— محرم ۱۳۹۸ھ دسمبر ۱۹۷۷ء ———

ھم نے اس تفسیر کے متن قرآن پاک کو لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ ہمارے علم میں اس میں کوئی لفظی یا اعرابی غلطی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی لفظ چھوٹا ہے

عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور

مولانا محی الدین۔ خطیب جامع گارڈن ٹاؤن

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ

اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر
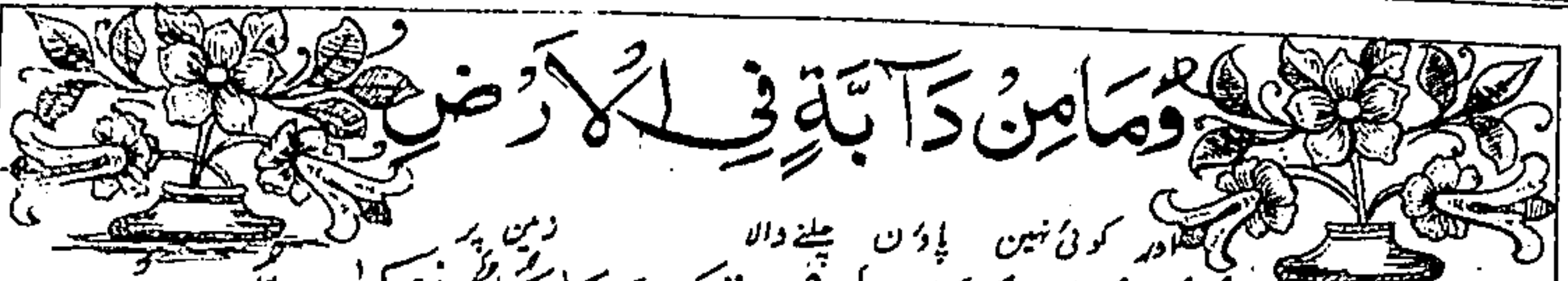
اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝

مگر اللہ پر ہے اُس کی روزی اور جانتا ہے جہاں ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے سب موجود ہے کھلی کتاب میں

دآبّہ بتشدید بار موحدہ ما دبّ علی الارض۔ جو چیز زمین پر رینگے یا حرکت و سیر کرے پس چیونٹی وغیرہ حشرات الارض کو بھی شامل ہے اور یہی یہاں مراد ہے اور عرف میں چارپایہ پر اور عرف خاص میں گھوڑے پر بولتے ہیں۔ وہ مراد نہیں ہے۔ ما نافیہ۔ اور مِن دابّہ میں مِن زائدہ بغرض استغراق نفی ہے۔ علی اللہ میں کہا گیا کہ علی وجوب کیلئے اور کہا گیا کہ نہیں وسیاق الکلام فیہ بیضاوی رح نے کہا کہ گویا اس آیت سے یہ بیان مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات سب کا عالم ہے جیسے مابعد میں تمام ممکنات پر قدرت والا ہونے کا بیان ہے تاکہ توحید خوب محقق ہو جاوے۔ فرمایا۔ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ اور نہیں کوئی دابّہ زمین میں اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر اَنکہ اللہ تعالیٰ پر ہے اُسکا رزق یعنی اُسکی غذا و معاش جو کچھ ہو وہ اللہ تعالیٰ پر ہے کیونکہ اُسنے تفضل و رحمت سے اُسکا تکفل فرمالیا ہے پس کوئی یہ وہم نہ کرے کہ او تعالیٰ پر بھی یہ امر واجب ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ علی اللہ بحرف وجوب فقط اسواسطے فرمایا کہ جب اُسنے تفضل و رحمت سے تکفل فرمایا تو ضرور ہر دابہ کو اسکا رزق پہونچے گا اور اسلیے کہ مخلوق اس بارہ میں اسپر توکل کریں۔ اور کمالین میں کہا کہ یہ اگرچہ محض تفضل ہے لیکن جب اُسنے یہ ضمانت کرلی کہ مخلوق پر تفضل فرمادیگا تو اس تفضل کا مرجع واجب ہوا جیسے بندوں کی نذر کرلینے کا حال ہے۔ امام رازی رح نے کہا کہ رزق تو اللہ تعالیٰ پر بسبب وعدہ و فضل و احسان کے واجب ہے تو یہ بندوں کی نذروں کے معنی میں نہوگا بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہے جیسا کہ ظاہر کلام بیضاوی ع ہے اور حاصل یہ ہے کہ وجوب یہاں وجوب اختیاری ہے نہ وجوب التزامی پس رزق اسکی مشیت پر موکول ہے چاہے دے اور چاہے نہ دے۔ اور بعض نے کہا کہ علی اللہ بمعنی من اللہ ہے۔ مجاہد رح نے کہا کہ دابہ کو جو رزق پہونچا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کبھی رزق نہیں دیتا کہ وہ بھوک سے مرجاتا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر وجوب تعبدی کے معنی متصور ہی نہیں ہیں ولیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے ارزاق کا متکفل نہ ہو کیونکہ اسکے سوائے کوئی رازق و رزاق نہیں ہے اور احادیث میں تصریح ہے کہ ہر ایک مخلوق کا رزق و اجل وغیرہ قبل پیدائش کے اللہ تعالیٰ مقدر فرماتا ہے ہاں جیسے ابتدائے آیت میں گذرا کہ باعتبار نیک و بد اعمال کے تمتع پاکیزہ و تمتع ناپاک سے فرق ہوتا ہے لہذا ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی کہ تمام دواب دے زمین صغیرہ و کبیرہ کا خواہ بری ہو یا بحری ہو ہر ایک کے ارزاق کا اللہ تعالیٰ متکفل ہے۔ وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا۔ اور وہ جانتا ہے ہر دابہ کے مستقر و مستودع کو یعنی کہاں اُسکا مستقر ہے کہ وہاں تک نے میں میں سیر کرے اور کہاں مستودع ہے کہ پھر وہاں بسیرا لیوے۔ علی بن ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ مستقرہا یعنی زندگی میں کہاں ٹھکانا لیتا ہے اور مستودعہا یعنی جہاں مرکر مدفون ہوگا۔ مجاہد رح سے روایت ہے کہ مستقر سے رحم کا محل قرار مراد ہے اور مستودع سے صلب کا نطفہ مراد ہے اور یہی ضحاک و ابن عباس و ایک جماعت سے مروی ہے پس یہ سورہ انعام کی آیت سے متوافق تفسیر ہوئی۔ الحاصل اللہ تعالیٰ ہر دابہ کو رزق دیتا ہے جہاں کہیں ہو بعد از انکہ وہ دابہ محتاج غذا ہو گیا ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ جب تم میں سے کسی کی موت کسی زمین میں مقدر ہوگی تو وہاں جانے پر اس کو کوئی ضرورت مجبور کریگی یہاں تک کہ جب وہ انتہائے مقام پر پہونچ جائے گا

تو وہاں اسکی روح قبض کی جائے گی پس قیامت کے روز زمین عرض کریگی کہ یہ وہ ہے جو تونے مجھے ودیعت سونپا تھا۔ رواہ الحاکم وصححہ۔
پھر اللہ تعالیٰ نے آیت کو ختم فرمایا بقولہ کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ ہر ایک ان دواب میں سے واس کا پورا حال مذکور ومثبت ہے لوح محفوظ میں بالجملہ
علم الٰہی ہے سطرح مخلوقات کو محیط اور سب اسطرح اسکے علم میں مسخر ومعلوم ہیں جیسے فرمایا۔ ومامن دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ما فرطنا
فی الکتاب من شیٔ ثم الی ربہم یحشرون۔ اور دوسری آیت میں فرمایا۔ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من
ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ پس وہی اللہ تعالیٰ وحدہٗ خالق رازق ہے جس کے علم
میں اسطرح مخلوق کے ارزاق ومستقر ومستودع کا انضباط ہے جس سے تجاوز نہیں ہو سکتا اور کفار مشرکین اپنی جہالت سے رزق وغیرہ کو
شرکا کی طرف سے سمجھتے اور خالق عزوجل سے کفر کرتے ہیں ف فی العرائس قولہ ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا جمہور کو زبان توحید
سے بلایا کہ متفرد ہو کر مقام رضا میں داخل ہوں اور مسند صفا پر بیٹھیں اور آئینہ قدر میں دیکھیں کہ سابقہ ازل میں جو رزق ہر ایک کے مقدر
ہوا انھیں اسباب ظاہری سے اسی قدر اس کو ضرور پہونچے گا پس ان کے اسرار مطمئن ہو جاویں اور معلوم کریں کہ ہر دابہ کا رزق بقدر اس کے
حوصلہ کے مقدر ہوا چنانچہ اشباح کے لیئے رزق ظاہری ہے اور ارواح کیلئے رزق مشاہدہ ہے اور اسرار کیلئے رزق وصل ہے اور نفس کیلئے
رزق ہیبت اور عقل کیلئے رزق رغبت اور قلوب کیلئے رزق قرب ہے اور ملائکہ کیلئے رزق خوف وذکر ہے اور جنون کیلئے رزق زجر ووعید ہے [خوف دلانا ۱۲]
رزق حیوان روح عنصر ہے۔ رزق حشرات خطرات تسبیح ہے۔ درندوں کا رزق یہ کہ افعال درندگی کی تاریکی میں کود پڑیں۔ طیور کا رزق
یہ کہ فرح اور تہلیل کریں [لا الٰہ الا اللہ کہنا ۱۲]۔ انسان کا رزق جس سے وہ زندہ رہتا ہے قبض فعل روح فعل ونور صفت ہے اور اسرار پر ظہور نور ذات ہے اور اللہ تعالیٰ
اپنے لطف سے مصابرت جمیع کو افعال وصفات سے جانتا ہے اور فرمایا۔ ویعلم مستقرہا ومستودعہا مستقر الارواح انوار ذات ہیں اور مستقر
القلوب انوار صفات ہیں ومستقر العقول انوار افعال ہیں اور مستودع العقول عبادات ہیں اور مستودع القلوب مشاہدات ہیں ومستودع الارواح
مکاشفات ہیں ومستقر الاشباح اکناف [جمع کنف یعنی گود ۱۲] آیات ہیں اور مستودع انکا قبور مجاہدات ہیں مستقر العقول اذکار اور مستودع انکا افکار ہیں مستقر القلوب محبت
اور مستودع انکا معرفت ہے مستقر الارواح توحید اور مستودع انکا فنا فی الوحدۃ ہے مستقران سب کا اصلاب عدم اور مستودع انکا انوار قدم ہے۔
روایت ہے کہ شیخ یوسف بن حسین نے اس آیت کو پڑھا پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے تمام بندوں کو اسی پر توکل واعتماد بتلایا ولیکن گویا
سبھوں نے اس سے انکار کیا اور چند عاریتی چیزوں پر جن کے وے درحقیقت مالک نہیں ہیں اعتماد کیا سوائے فقرائے مہاجرین رضی اللہ عنہم کے
کہ بالکل گھربار چھوڑ کر اسی پر متوکل ہوئے پھر یہ حرکت سچے فقرا رصوفیہ میں جو ان کے قدم بقدم چلے جاری رہے پس مخلوق نے تو اسباب ہی
پر اعتماد کیا اور اللہ تعالیٰ پر توکل سے منکر ہوئے اور اس فرقہ نے کسی سبب پر اعتماد سے انکار کیا بلکہ فقط مسبب عزوجل پر اعتماد کیا اور
یہی کشادہ راستہ چلنا لوگوں پر سخت ہے بعض نے کہا کہ مستقرہا یعنی ظاہر اسلام اور مستودعہا یعنی باطن ایمان بعض نے کہا کہ مستقرہا
یعنی مخلوق میں ہے اور مستودعہا یعنی از حق تعالیٰ بعض نے کہا کہ مستقر طاعات میں اور مستودع احوال میں کہا جاتا ہے کہ عابدوں کا مستقر
مساجد ہیں اور عارفوں کے مستقر مشاہد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نفوس مستودع التوفیق از حق تعالیٰ ہیں اور قلوب مستودع التحقیق از جانب حق تعالیٰ
ہیں بعض نے کہا کہ قلوب مستودع معرفت ہیں اور معرفت اسمیں ودیعت ہے اور ارواح مستودع محبت ہیں پس محبت اُن میں ودیعت ہے
اسرار مستودع مشاہدات ہیں پس مشاہدات اللہ تعالیٰ کی ودیعتیں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت ووحدانیت وکمال قدرت و
عجیب حکمت کو بیان فرمایا بقولہ

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

اور وہی ہے جنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین اور تھا تخت اُس کا پانی پر

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ

کہ تمکو آزماوے کون تم مین اچھا کرتا ہے کام اور اگر تو کہے کہ تم اُٹھوگے مرنے کے بعد

لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

تو البتہ کافر کہنے لگین یہ کچھ نہین مگر جادو ہے صریح اور اگر ہم دیر لگا وین اُن سے عذاب کو

اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ط اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ

ایک مدت گنے تک تو کہنے لگین کیا روک رہا ہے اُسکو سنتا ہے جس دن آویگا ان پر نہ پھیرا جاوے گا اُن سے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ع

اور اُلٹ پڑیگا اُن پر جس پر ٹھٹھے کرتے تھے

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر اپنی قدرت کا حال بیان فرمایا کہ وہ ہر چیز پر ابتدائی پیدایش مین قادر تھا تو انتہائی بعث مین بدرجۂ اولیٰ قادر ہے اور تعلیم خلق کے لئے مخلوقات سماوی وارضی کو چھ روز مین پیدا کیا جن مین سے اول سنیچر اور آخر جمعہ ہے اور قبل اس کے اُسکا عرش پانی پر تھا چنانچہ عمران بن حصین رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اقبلوا البشریٰ یا بنی تمیم الحدیث یعنی بنو تمیم دو اہل یمن آئے تھے پہلے آپنے بنو تمیم سے کہا کہ اے بنو تمیم بشریٰ قبول کرو۔ وے بولے کہ آپنے بشارت دی تو کچھ دیجئے۔ آپ نے اہل یمن سے فرمایا کہ اے اہل یمن تم بشریٰ قبول کرو۔ وے بولے کہ ہم نے قبول کیا اب آپ ہم کو اول للامر سے آگاہ فرمایئے کہ کیونکر تھا آپنے فرمایا کہ ہر چیز سے پہلے اللہ تعالیٰ تھا اور اُس کا عرش پانی پر تھا اور لوح محفوظ مین اُس نے ہر چیز کا ذکر لکھا۔ عمران کہتے ہین کہ اتنے مین ایک نے آکر مجھ سے کہا کہ تیرا ناقہ اپنے عقال سے کھل گیا ہے۔ مین اسکی تلاش مین پیچھے گیا پھر مجھے نہین معلوم کہ میرے پیچھے کیا ہوا رواہ احمد اور یہ حدیث صحیحین مین الفاظ کثیرہ سے مروی ہے بعض روایت مین ہے کہ اہل الیمن نے کہا کہ ہم آپکے پاس اول الامر کو پوچھنے آئے ہین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور ایک روایت مین ہے کہ اسکے سوائے کچھ نہ تھا اور ایک روایت مین اُسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی اور اُسکا عرش پانی پر تھا اور اُس نے ذکر مین یعنی کتاب لوح محفوظ مین ہر چیز لکھی پھر آسمانون وزمین کو پیدا کیا۔ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ان اللہ قدر مقادیر الخلائق الحدیث یعنی آسمانون وزمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مقادیر خلائق کو مقدر کیا اور اُسکا عرش پانی پر تھا۔ بخاری رحؒ نے اس آیت کی تفسیر مین حدیث ابو ہریرہ رضؓ کو روایت کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ انفق علیک الحدیث یعنی تو خرچ کر تجکو نفقہ دیا جائیگا اور کہا کہ ید اللہ بھرا ہوا ہے اسکو نفقہ سحاء اللیل والنہار کچھ کم نہین کرتا ہو کہا بھلا تم کو معلوم ہو تو مجھے بتلاؤ جب سے آسمانون وزمین کو پیدا کیا جو کچھ نفقہ دیا ہے تب سے اس کے یمین سے کچھ کم نہین ہوا اور اسکا عرش پانی پر تھا اُسکے ہاتھ میزان ہے کہ پست وبلند فرماتا ہے عرش کا پانی پر ہونا قول مجاہد ووہب بن ... وضمرہ وقتادہ وبہت سے علما کا ہے اور ربیع بن انس نے کہا کہ جب آسمانون وزمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے فرمائے ایک یہ عرش ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ عرش کا نام عرش اسکی اونچائی کے سبب سے ہوا۔ محمد بن اسحاق نے اس آیت مین کہا کہ ایسا ہی تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا کیونکہ سوائے

ع ۱

قولہ وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ کے معنی یہان سے خوب مرتبط ہین۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ وضع عرش مین اب بھی تغیر نہین جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب ہے۔ ابو رزین العقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہان تھا فرمایا۔ کان فی عماء ما فوقہ ہواء وما تحتہ ہواء وخلق عرشہ علی الماء یعنی عماء مین تھا جسکے اوپر ہوا اور نیچے ہوا تھی اور اپنا عرش پانی پر پیدا کیا رواہ الترمذی وحسنہ اور امام احمد نے کہا کہ عماء سے مراد یہ کہ اسکے ساتھ مین کچھ نہ تھا۔ بیہقی نے کہا کہ معنی اسکے یہ کہ کوئی چیز ثابت نہ تھی کیونکہ وہ خلق سے عمی تھا۔ الزہری رح وغیرہ نے کہا کہ ہم لوگ بلا کیفیت وصفت خیال کرنے کے اسپر ایمان لاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ جملہ احادیث صعود ونزول واستواء وغیرہ مین اہل السنۃ سلف صالحین و ائمہ فقہاء وعلماء ربانیین کا یہی قول ہے کیونکہ شان الٰہی عزوجل بقول معروف ؎ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ؛ وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم ؛ ہر فرد مخلوق کے قیاس و گمان وعقل وغیرہ سے اعلیٰ ہے لہذا ایمان بلا کیفیت وصفت فرض ہے اور اس سے کوئی تشبیہ یا جسمیت وغیرہ کا شبہہ اصلاً نہین ہوتا اور متاخرین نے جو اسمین تاویلین کین یہ طریقہ بہت ضعیف وخلاف سلف بلکہ کمال غلطیان پیدا کرنیوالا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سب کمال حکمت بالغہ سے پیدا فرمایا چنانچہ کہا۔ وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلاً ذلک ظن الذین کفروا الآیۃ۔ فرمایا۔ افحسبتم انما خلقناکم عبثاً۔ اور مدح فرمائی۔ ربنا ما خلقت ہذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار۔ بلکہ منجملہ حکمتون کے ایک اہم کو صریح بتلائی کہ یہ مخلوق واسطے نفع ان بندون کے ہے جن کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا کہ توحید کرین وشرک نہ کرین کما قال تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور یہان فرمایا۔ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ اے خلق لیبلوکم یعنی یہ سب اسواسطے پیدا کیا کہ تم کو امتحان مین ڈالے کہ کون تم سے احسن ہے از راہ عمل کے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ پیدا کیا مانند ایسے پیدا کرنے کے کہ امتحانی معاملہ کرنا چاہیے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو کیونکہ یہ سب اسباب مواد تمہارے وجود ومعاش وضروریات اعمال ہین اور دلائل وآیات ہین جن سے اپنے خالق پر استدلال ودنیا کے فنا ہونیکا اعتبار وجزاء وسزا وبعث وحشر کا اعتقاد حاصل کرو خصوص جبکہ وحی الٰہی سے ہدایت کی گئی کیونکہ حادث کیسے ہی کامل ہو حدوث کے نقص سے جو فی نفسہ بڑا نقص ہے قدیم عزوجل تک خود عقلی رسائی مین عاجز ہے اسیواسطے بحکم قولہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ بدون ارسال رسول وکتاب کے مواخذہ مرتفع فرمایا۔ اور یہ درحقیقت فضل وکرم ہے اگر کہا جائے کہ استفہام کا تعلق علم سے یا جو اسکے معنی مین ہو۔ ٹھیک ہوتا ہے تو بیضاوی رح نے جواب دیا کہ فعل بلاء دہلوی کی تعلیق اس سبب سے جائز ہے کہ اسمین علم کے معنی ہین اس رو سے کہ مانند نظر کرنے واستماع کے وہ طریقہ بجانب علم ہے اور احسن عمل مین صیغہ اسم تفضیل واختیار شامل بجمیع فرق مکلفین کو باعتبار حسن وقبح کے اس فائدے کیلئے ذکر فرمایا کہ سب عمدہ اعمال پر آمادہ ہون اور اختیار کرین اور ہمیشہ مراتب علم وعمل مین ترقی کرین اور عمل سے عام عمل مراد ہے جو فعل قلب وجوارح سب کو شامل ہے ایسی ہی حدیث مین آیا کہ ایکم احسن عقلا واورع عن محارم اللہ واسرع فی طاعۃ اللہ۔ اور آیت مین قصہ موسیٰ علیہ السلام مین فرمایا۔ وامر قومک یاخذوا باحسنہا الآیۃ۔ اور معنی یہ کہ کون تم مین سے از راہ علم وعمل کے اکمل ہے۔ پھر کفار پر تشنیع کی کہ ان کو اس خلق ونظام محکم سے کوئی پند ونصیحت حاصل نہ ہوئی بلکہ کمال جہالت سے تنبیہ وتصریح پر بھی منکر ہوئے چنانچہ فرمایا۔ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ۔ لام اسمین موطیۃ القسم ہے اور کلام مین شرط وقسم کا اجتماع ہوا اور قاعدہ یہ ہے کہ پچھلے کا جواب حذف اور اگلے کا جواب ذکر کیا جائے پس قولہ لیقولن جواب قسم ہے اور شرط کا جواب محذوف ہے اور ایسا ہی قولہ ولئن اخرنا۔ اور۔ لئن اذقنا الانسان اور لئن اذقناہ۔ چارون مواضع مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ ابتلاء وامتحان متضمن

جزا و سزا تھا جو بعث و حشر کو مقتضی ہے اور وہ مثل ابتدائی تخلیق کے بدرجۂ اولیٰ قدرت الٰہی مین شامل اور خود دنیا مین فنا و اعادہ ہوتا ہے تو کفار کی جہالت بیان فرمائی یعنی اور اگر اے محمد تو کافرون سے کہے کہ تم بیشک مبعوث ہو بعد موت کے ۔ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ تو کہتے ہین وے لوگ جو کافر ہوئے ہین کہ بیشک یہ کھلا جادو ہے یعنی جیسے جادو امر باطل ہے اگرچہ بتاثیر الٰہی موثر ہو ویسے ہی یہ قول باطل ہے ۔ اور احتمال ہے کہ کفار نے اس قول کو کلام معجز نظام قرآن سے سُنا اور متحیر ہوئے کہ یہ کلام تو امکان بشر سے خارج ہے ولیکن بعث بعد الموت ان کے اعتقاد مین کسی طرح ٹھیک نہ تھا پس تحیر مین کلام مجید کے جواب مین یہ خدعہ کیا کہ یہ تو جادو ہے لہٰذا اسمین جو بات مذکور ہے اسی قبیل سے ہو کہ کفار مسحور ہون اور ایک قراۃ مین ساحر ہے تو آنحضرت صلعم کو بلحاظ قرآن کے ساحر کہتے تھے پھر یہ کمال جہل تھا کہ عذاب موعود الٰہی کو یقین کرنے کیلئے مانگتے تھے حالانکہ بعد حلول کے ایمان کے کوئی معنی نہین ہین سوائے عذاب کے لہٰذا فرمایا ۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اور اگر ہم نے تاخیر کردیا اُن سے عذاب یعنی جسکو جلدی مانگتے تھے کہ سچے ہو تو لاؤ یا وہ عذاب جو قولہ اخاف علیکم عذاب یوم کبیر مین مذکور ہے اور بعض نے کہا کہ عذاب دنیاوی مانند روز بدر وغیرہ کے ۔ اِلٰٓی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ۔ الیٰ طائفة من الایام معدودة قلیلة ۔ ایک ٹکڑے ایام قلیل تک یعنی اگر چند روز تک ہم نے اُن پر سے عذاب مین تاخیر کی ۔ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ ۔ تو کہتے ہین کہ عذاب کو کون چیز روکے ہے یعنی سچے ہو تو کیون نہین وہ عذاب نازل ہوتا ہے ۔ اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْھِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْھُمْ ۔ خبردار ہو کہ دن جو آویگا اُنپر مانند عذاب یوم بدر کے دنیا مین و مانند روز موت کے کہ متصل متوالی عذاب آخرت ہو وہ نہین ہے پھیرا ہوا اُن سے یعنی خبردار ہون کہ اس تاخیر سے یہ نہوگا کہ عذاب موعود کا روز اُن سے دفع ہو جاوے بلکہ وَحَاقَ بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ اور گھیر لیگا اُن کو وہ جسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے یعنی جسکو جلدی مانگتے تھے پس بجائے یستعجلون کے یستہزؤن اسلئے فرمایا کہ انکا استعجال بطور استہزا تھا اور دے شک پر مجبول ہوئے تھے ۔ حاق بصیغۂ ماضی بھی اسی دلالت کیلئے ہے کہ ہوشیار ہو کہ گویا اُسنے تم کو گھیر لیا کیونکہ علم الٰہی پر خبر قطعی ہے پس یہ تہدید شدید ہے ف قولہ الی امة معدودة ۔ لے الی اجل معدود و امد محصور ۔ ایک مدت معدود اور انتہا محصور تک پس اُمت کا استعمال بیان مدت یا انتہا معلوم پر ہوا ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے افادہ فرمایا کہ اُمت کا لفظ قرآن و حدیث مین معانی متعددہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ایک معنی انتہائے مدت معلوم جیسے اس آیت مین اور قولہ وقال الذی نجا منہما وادکر بعد امة الآیة مین یعنی بعد مدت کے اُسنے یاد کیا ۔ دوم معنی امام پیشوا مانند قولہ ان ابراہیم کان امة قانتا للہ حنیفا ۔ سوم معنی ملت و دین کقولہ قالوا انا وجدنا آبائنا علیٰ امة لے علیٰ ملة و دین ۔ چہارم معنی جماعت کقولہ ولما ورد ماء مدین وجد علیه امة من الناس یسقون ۔ و قولہ ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ۔ و قولہ ولکل امة رسول الآیة ۔ یہان اُمت سے ہر وہ جماعت مراد ہے جنمین رسول مبعوث ہوا خواہ وے مومن ہوے یا کافر رہے ہون ۔ کما فی صحیح مسلم والذی نفسی بیدہ لا یسمع بی احد من ہذہ الامة یہودی ولا نصرانی ثم لا یومن بی الا دخل النار یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ نہین سنیگا میرے مبعوث ہونے کو اس اُمت مین سے کوئی خواہ یہودی ہو یا نصرانی ہو پھر مجھ پر ایمان نہ لاویگا تو ضرور آگ مین ڈالا جائیگا ۔ پنجم اُمت وہ خاص لوگ جو رسول پر ایمان لائے اور اتباع کی کقولہ تعالیٰ کنتم خیر امة اخرجت للناس الآیة ۔ وفی الصحیح فاقول امتی امتی ۔ اور حدیث صحیح ابن حبان وغیرہ مین آنحضرت صلعم کا اپنی اُمت کیلئے غمگین ہونا اور جبرئیلؑ کا بحکم الٰہی عزوجل آکر پوچھنا اور آپ کا عرض کرنا یارب امتی امتی پھر بشارت الٰہی کہ اے محمد ہم تمکو تمہاری اُمت کی طرف سے غمگین نکرینگے اور اُمت کا لفظ اسمین سے ایک فرقہ پر بھی بولا جاتا ہے کقولہ تعالیٰ

ومن قوم موسیٰ امة یہدون بالحق وبہ یعدلون وکقولہ من اہل الکتاب امة قائمة الآیة۔ ہذا ما افادہ الحافظ رح فائدہ ثانیہ آنکہ قولہ الا یوم یاتیہم لیس مصروفا عنہم مین یوم کو نصب بسبب خبر لیس کے ہو درحالیکہ خبر اسپر مقدم ہے اور یہ دلیل بصریون کی ہے کہ تقدیم خبر کا اسپر جواز ہے کیونکہ معمول تابع عامل ہے پس وہین واقع ہوگا جہان اسکا متبوع واقع ہو ورنہ اصل پر فرع کی تقدیم لازم آویگی۔ اسکا جواب یا گیا کہ یہان معمول ظرف ہی اسمین وہ بات جائز ہوتی ہی جو اور مین نہین جائز ہوتی ہے کیونکہ ظرف مین توسع وتسامح ہی اور یون بھی جواب یا گیا کہ کبھی معمول مقدم ہوتا ہی جہان تقدم عامل کو مجال نہین مانند قولہ تعالیٰ فاما الیتیم فلا تقہر واما السائل فلا تنہر۔ باوجودیکہ یتیم وسائل ہر دو منصوب بفعلین مجزومین ہین کہ دونون لا ناہیہ پر مقدم ہوئے باوجودیکہ تقدم فعلین کا اسپر ممتنع ہی۔ ابو حیان نحوی نے کہا کہ مین نے دواوین عرب کو تتبع کیا مگر مجھے لیس کی خبر اسپر مقدم نہ ملی اور نہ مین نے اسکے معمول کو اسپر مقدم پایا مگر ہان اس آیت کے ظاہر سے یہ بات ملی اور ایک شاعر کے قول مین بھی جسنے کہا ؎ فیابی فما یزداد الا لجاجة ۔ وکنت ابیا فی الخنا لست اقدم ۔ مترجم کہتا ہے کہ زبان عرب کیلئے کلام مجید اصل ہی لہذا بیضاوی رح وکشاف رح نے کہا کہ یوم منصوب بخبر لیس اسپر مقدم ہے اور یہ دلیل ہی کہ خبر لیس کا اسپر مقدم ہونا جائز ہے کیونکہ جب معمول خبر لیس کا اسپر مقدم ہونا جائز ہوا تو یہ دلیل اسکے خبر مقدم ہونے پر ہوئی اسواسطے کہ معمول تابع عامل ہے پس وہین واقع ہوگا جہان عامل واقع ہو انتہی کلام الکشاف۔ ولیکن اسمین وہی اعتراض ہوسکتا ہے کہ ظرف کے باب مین توسع ومسامحہ کیا جاتا ہے پس معمول ظرف کی تقدیم سے یہ استدلال تمام نہین ہے۔ فافہم۔ پھر اللہ عزوجل نے انسان کا تابع مظنون ہونا بے ثبات ہونا فرمایا۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ج اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ○ وَلَئِنْ

اور اگر ہم چکھا دین آدمی کو اپنی طرف سے مہر پھر وہ چھین لین اس سے تو وہ نا امید ناشکر ہو اور اگر ہم

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ط اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

چکھا دین اسکو انعام بعد تکلیف کے جو پہونچی اسکو تو کہنے لگے گئین برائیان مجھ سے تو وہ خوشیان کرے

فَخُوْرٌ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

بڑائیان کرتا مگر جو لوگ ثابت ہین اور کرتے ہین نیکیان اُن کو بخشش ہے

وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○

اور ثواب بڑا

ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت مین اللہ تعالیٰ نے انسان کی صفات ذمیمہ کی خبر دی سوائے ایسے بندون کے جن پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور وے مومنین ہین چنانچہ فرمایا۔ ولئن اذقنا الانسان منا رحمة۔ انسان سے مراد جنس انسان ہے جو کافر ومومن سب کو شامل ہے بدلیل استثناء قولہ الا الذین صبروا یعنی مومنین کو استثنا کیا ولیکن مفسر رح نے الا بمعنی لکن لیا ہے پس موافق اس قول کے ہے کہ انسان سے جنس کفار مراد ہین بتائید آنکہ یاس وکفران واترانا وفخر کرنا اوصاف اہل کفر ہین اسیواسطے حدیث صحیح مین فرمایا کہ میری امت سے فخر وطعن نسب یہ دونون کفر کی باتین لگی رہینگی اور جنس کفار مراد لینا منافی اسکے نہین جو مروی ہے کہ مراد انسان سے ولید بن المغیرہ یا عبداللہ بن امیہ مخزومی ہے کیونکہ سبب نزول مین وہ بدرجہ اولیٰ داخل ہے۔ المعنی اور جب چکھائی ہم نے انسان کو اپنی طرف سے رحمت یعنی نعمت ووسعت رزق

وصحت وسلامتی از محنت وغیرہ۔ ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۔ پھر ہم نے اس رحمت کو اس سے کھینچ لیا اور الگ کر دیا ۔ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ ۔ بیشک وہ نہایت نا امید از رحمت ۔ كَفُوْرٌ ۔ نہایت کفران والا ہے اور سخت منکر ہے ۔ واضح ہو کہ نزعناہا منہ مین نزع سے اشارہ ہے کہ وہ اس مال و دولت پر نہایت چپٹا ہوا حریص تھا کہ اس سے نزع کیا گیا اور یؤس و کفور ۔ ہر دو صیغہ مبالغہ مین دلالت ہے کہ انسان سے بعض نعمت سلب ہونے پر وہ بہت ہی مایوس و سخت کفران والا ہو جاتا ہے پھر اسکو عود کی اُمید نہین رہتی اور گذشتہ کا شکر نہین کرتا ۔ وفی الحدیث نعوذ باللہ من الحور بعد الکور ۔ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ اور جب ہم نے اسکو چکھائی نعمت بعد مضرت کے مثلاً فقیری کے بعد تونگری اور بیماری کے بعد صحت وغیرہ ۔ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۔ تو کہتا ہے کہ مجھ سے سیأت جاتی رہین یعنی جو مجھے ناگواری و اسارت دینی تھین وہ جاتی رہین یعنی شکر الٰہی و اسکے مقدرات پر نظر نہین کرتا بلکہ اترا کر مطمئن ہو جاتا ہے اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۔ بیشک آدمی اترانے والا فخر کرنیوالا ہے ۔ نعماء وہ انعام جسکا اثر انعام والے پر ظاہر ہوا اور ضراء ظہور اضرار اس کے مبتلا مین ہے ۔ واضح ہو کہ نعماء کو اللہ تعالیٰ نے اذقناہ کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا اور ضراء مسّتہ مین ضراء کو بفعل لازمی فرمایا تو اسمین مفسرین نے یہ نکتہ بیان کیا کہ نعمت کا صدور اللہ تعالیٰ سے اسکا فضل و انعام مقرری ہے چنانچہ حدیث صحیح مین یہ مضمون آیا کہ کوئی اپنے عمل سے جنت مین نہین داخل ہوگا یعنی بلکہ بفضل الٰہی داخل ہوگا اور کہا کہ مین بھی اپنے اعمال سے نہین بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت مین مجھے ڈھانپے اور ضرر کا صدور بندہ کی کمائی ہے کیونکہ غالباً وہ معاصی سے اسکو اپنی طرف کھینچتا ہے بقولہ تعالیٰ ما اصابک من حسنة فمن اللہ وما اصابک من سیئة فمن نفسک ۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ قل کل من عند اللہ فما لہؤلاء القوم لایکادون یفقہون حدیثا ۔ تو جواب یہ ہے کہ بیشک ایجاد و خلق اُسی کی طرف سے ہے فرق اتنا کہ نیکوئی تو احسان و امتحان ہے اور مصیبت مجازات و انتقام ہے وفی الصحیح عبادی انما ہی اعمالکم احصیہا علیکم الحدیث ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نیک بندون کو جنمین یہ اوصاف ذمیمہ نہین ہین بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۔ افراء نے کہا کہ استثناء متصل ہے کیونکہ انسان سے جنس مراد ہے اور اخفش نے کہا کہ منقطع بمعنی لکن ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا یعنی لیکن وے بندے انسان جنھون نے صبر کیا یعنی سختی کے وقت صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوئے اور نعمت کے وقت امتحان پر صبر و شکر کیا ۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور ہر حال مین صالحات اعمال کیے ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ایسے بندون کے لئے مغفرت ہے گناہون سے اگرچہ کیسی کثرت سے ہون ماسوائے شرک کے ۔ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۔ اور اجر ہے جو کبیر ہے اور وہ جنت ہے جہان رضوان الٰہی و دیدار حق سبحانہ تعالیٰ ہے باوجود سلامتی از آفات و دوام نعمت کے ۔ بالجملہ اہل ایمان کی یہ صفت ہے کہ شدائد و مکارہ مین صابر رہتے ہین اور آسانی و عافیت مین شکر و اعمال صالحہ کرتے ہین حدیث مین یہ مضمون ہے کہ قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ نہین پہونچتا مومن کو کوئی ہم و نہ غم اور نہ وصب و حزن حتیٰ کہ کانٹا جو اسکے لگ جاوے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسکے عوض اُسکے گناہون کا کفارہ کر دیتا ہے ۔ صحیحین کی حدیث مین مضمون ہے کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے لئے کوئی حکم قضاء جاری نہین فرماتا مگر یہ کہ اس بندہ کے حق مین بہتر ہوتا ہے اگر اسکو آسانی و فراخی پہونچے پس اُسنے شکر کیا اسکے لئے بہتر ہوا اور اگر اسکو مضرت پہونچی پس اسنے صبر کیا تو اُسکے لئے بہتر ہوا اور یہ بات کسی اور کے لئے نہین سوائے مومن کے ۔ ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولئن اذقنا الانسان منا رحمة الخ اسمین اشارات سے بعض ناقصین کے احوال پر استدلال ہے چنانچہ اس شخص کا بیان حاصل ہوا جو امتحان مین ڈالا گیا اور اُسنے حال عارفین و محبین و مریدین کے طعم سے

مذاق پایا تھا پھر حظوظ نفس اسکے ہوا وہوس مین پڑگیا تھا اور بعض سے مراتب ذاکرین وصالحین سے محجوب ہوگیا اور اوقات وانفاس کی فوت ہونے پر کچھ تدارک نہین کیا بلکہ حجاب مین رہ کر احوال اصلاح پانے سے مایوس ہوکر بتابعت نفس مین زیادہ خوض کرنے لگا پس ہلاک ہوجاتا ہے اور بہتیرے گروہ اسی ورطہ مین ڈوب گئے۔ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ جس کسی کو یاد آلہی کی حلاوت اور صفائی سر باطن عطا ہوئی پھر مقامات واحوال مین سے اُس سے سلب کر دیا گیا تو اپنے قلب کے لئے موت کا اور سر باطن کیلئے راہ ہدایت سے اندھے ہونیکا حکم لگاوے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولئن اذقنا الانسان منا رحمۃ الخ اور یہی محل قربت تھا پھر اسکا نزع کر لینا حجاب نقمت ہی پھر دوسری آیت یعنی قولہ ولئن اذقناہ نعماء بعد ضراء الخ مین محنت فراق سے اور قہر سے نجات پاکر ایام سعادت پر پہونچنے والے کو بیان کیا پس اشارہ ہے کہ بعد فراق کے اسکو نعمت وصال دے پس اسکو وجد وسکر ہوتا ہے اور قلب کو ہیجان فرح ہوتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ اوقات اسپر باقی ہین پس خلق کے سامنے بمقتضائے بشریت مقامات واحوال کے دعوے کرتا ہے اور یہ اسکی بڑی غلطی ہے لہذا بعد وقت کے جیسا تھا ویسا ہی ہوجاتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ انہ لفرح فخور۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل استقامت وثبات کو جو انوار تجلی قدم مین خشوع وفنا کے ساتھ مستقیم رہتے ہین ذکر فرمایا بقولہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات پس باوجود اعلیٰ منزلت وارفع قرب کے صابر رہتے ہین اور دعوے کے ساتھ مخلوق کے نزدیک ان اسرار کو افشا نہین کرتے ہین۔ اعمال صالحہ انکے یہ ہین کہ ہوا وہوس پر قدم صدق رکھکر اپنے اوقات کی تلافی کرتے اور انفاس کی رعایت رکھتے اور اس کو خطرات سے بچاتے ہین انھین کو اللہ تعالیٰ نے زمانہ فترۃ و غفلت کے گناہون سے مغفرت کا اور اپنی طرف سے مزید فضل کا وعدہ دیا بقولہ اولئک لہم مغفرۃ واجر کبیر مغفرت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جل جلالہ نے ان پر قبول کر لینے سے توجہ فرمائی اور اجر کبیر یہ کہ اگلے زمانہ فراق کو یاد کرکے موجودہ حالت پر شکر کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ اسمین ترقی وازدیاد فرماتا ہے۔ استاد رح نے قولہ ولئن اذقناہ نعماء بعد ضراء۔ مین کہا کہ جس نے تفرع وتذلل اختیار کیا اسپر آفتاب اقبال طلوع فرماتا ہے اور دنیاوی احوال کو تحقیق کے نزدیک کچھ منزلت نہین اور نہ اسکے تکدر کو مرتبہ ہے ہان بڑا خطرہ اسکا ہے کہ شاخ وصال خشک ہوجاوے تو یہی اُن کیلئے قیامت ہے اور جب درمیان مین فراق کا نام آیا تو یہی اُن کیلئے گریہ وزاری ہے۔ فافہم پھر اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهِۦ صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا۟ لَوْلَآ أُنزِلَ

سو کہین تو چھوڑ بیٹھیگا کوئی چیز جو وحی آئی تیری طرف اور خفا ہوگا اُس سے تیرا جی اُسپر کہ وے کہتے ہین کیون نہ اترا

عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَآءَ مَعَهُۥ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَآ أَنتَ نَذِيرٌ ۚ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ وَكِيلٌ ۝

اسپر خزانہ یا آتا اُسکے ساتھ فرشتہ تو تو ڈرانے والا ہے اور اللہ ہے ہر چیز پر ذمہ رکھنے والا

أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِۦ مُفْتَرَيَٰتٍ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن

کیا کہتے ہین باندھ لایا ہے اُسکو تو کہہ تم لے آؤ ایک دس سورتین ایسی باندھ کر اور پکارو جس کو پکار سکو

دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۝ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا۟ لَكُمْ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَآ أُنزِلَ

اللہ کے سوائے اگر ہو تم سچے پھر اگر نہ کرین تمہارا کہنا تو جان لو کہ یہ اُترا ہے

بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
اللہ کی خبر سے اور کوئی حاکم نہین سوائے اُسکے پھر اب تم حکم ملنتے ہو

اہل کفر اپنی جہالت وسرکشی سے آنحضرت صلعم کے حق مین رسول ہونے کا تعجب کرکے عجیب بے تکے معجزات بطریق ٹھٹھول کے مانگتے تھے اور اُن کا قول اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا بقولہ وقالوا مالہذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا اُنزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منہا وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ پس یہان اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعنت سے اپنے رسول کو تسلی فرمائی بقولہ۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ ۔ اُمید کی جاسکتی ہے کہ تو چھوڑنے والا ہے بعض اُسکو جو تجھے وحی کیا گیا۔ یعنی بعض وحی کی تبلیغ اور بندون کو پہونچانا تو ترک کرے اور یہ وہی ہے جو مشرکین کی رائے سے بالکل مخالف تھا بخوف آنکہ لمبے کمبخت وحی صریح کو بسبب مخالفت اپنے ظنون کے رد کرین اور اس سے ٹھٹھول کرین اگر کہا جاوے کہ کیا آپ نے بعض وحی کی تبلیغ چھوڑی اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا۔ یاایہا الرسول بلغ ما اُنزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ الآیۃ۔ تو جواب بیضاوی وغیرہ یہ ہے کہ ہرگز نہین اور یہان کلام مین حرف لعل ہے جو امید کیواسطے آتا ہے پس جب ایسی بات موجود تھی جو بعض وحی کی تبلیغ چھوڑنے پر داعی تھی تو اس حرف سے فرمایا ولیکن داعی موجود ہونے کے سبب توقع سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ بات جسکی طرف داعی موجود ہے وہ واقع بھی ہو جائے کیونکہ وہان اس سے مانع قوی موجود ہوسکتا ہے چنانچہ یہان یہ بات موجود ہے کہ رسول آلٰہی تبلیغ رسالت مین تقیہ کرنے سے اور وحی مین خیانت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معصوم ہین اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا واللہ یعصمک من الناس پس کوئی خوف بھی نہ تھا وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ ۔ اور عارض ہونیوالا ہے تجھے اسکے سبب ضیق صدر بھی کبھی یعنی کبھی تو دل تنگ ہو کہ وحی کو ایسے منکر بیہودہ قوم کو جو حق کو باطل سمجھین وبرعکس کیونکر سنایا جائے پس ترک کی اُمید وضیق صدر کی۔ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ لئے مخافت ان یقولوا بخوف آنکہ کہین کفار کہ کیون نہین نازل کیا گیا اسپر خزانہ جسکو وہ تابعین بنانے مین بادشاہون کی طرح خرچ کرتا۔ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۔ یا کیون نہین آیا اسکے ساتھ مین فرشتہ جو اسکی تصدیق ظاہر کرتا۔ بعض نے کہا کہ ضائق بہ کے ضمیر کو جملہ ان یقولوا تفسیر کرتا ہے بالجملہ تسلی فرمائی کہ تو اسکا خیال مت کر اور دل تنگ مت ہو۔ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۔ تو فقط انذار وڈر سنانیوالا ہے اس سے جو تجھ پر وحی کی جاوے پس اگر وے رد کرین یا تعنت سے اقتراح وہٹ کرین تو تجھ پر کچھ ڈر نہین پھر تیرا سینہ کیون تنگ ہو۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر وکیل ہے پس وکالت کفار تجھ پر نہین بلکہ یہ مخصوص بحق عزوجل ہے پس تو بھی اسی پر توکل کر کہ وہی تیری تبلیغ رسالت کا اور منکرون کے تفصیلی احوال وافعال واقوال کا عالم ہے پس وہی اُن کے اقوال وافعال کی اُن کو جزا دیگا۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۔ ام منقطعہ بمعنی بل ہے اور یہ اضراب از بیان سابق ہے کہ کفار مشرکین اپنے خالق سے منکر لوگ فقط رسول ووحی سے تہاون ہی نہین کرتے اور معجزات کاملہ ظاہرہ سے اعراض ہی نہین کرتے بلکہ اس سے بڑھکر قبیح فعل کے مرتکب ہین کہ رسول کو مفتری بناتے اور وحی کو افترا وسحر کہتے ہین قولہ افتراہ مین ہا کا مرجع وحی ہے والمعنی بلکہ کفار کہتے ہین کہ افترا کرلیا اسکو محمد صلعم نے یعنی اپنی طرف سے بنا لیا ہو پس بدلیل سکت اسکو رد کیا جسمین انکا اُن کے شرکا کا عجز بھی کھل گیا بقولہ۔ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ ۔ اے مثل کل سورۃ۔ مُفْتَرَيٰتٍ مختلقات۔ تو کہدے اے محمد صلعم کہ پھر تم بھی لے آؤ دس سورتین کہ ہر ایک اسکے مثل ہو ایسی مفتریات یعنی گڑھی وبنائی ہوئی۔ حاصل آنکہ اگر ایسے حسن نظم و

بیان احکام پاک و توحید و اخبار غیب وغیرہ مین بھے بنانے کی قدرت ہے اور مین نے اپنی طرف سے تمھارے زعم مین بنا یا تو مین اکیلا ہون
اور امی ہون تم بھی فصحاء عرب ایک جماعت ہو اور تم کو قصص و اشعار و بلاغات نظم مین بڑا توغل رہا پس تم بھی ایسی ہی دس سورتین جمع
ہو کر بنا لاؤ۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اور بلا لو مدد کیلئے جسکی تمھین استطاعت ہو سوائے اللہ تعالی کے یعنی اپنے
معبودون و شرکار کو بھی اپنی مدد پر پکار لو اور سب مل کر بناؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ یہ قرآن آدمی
کا بنایا ہوا ہے۔ سراج مین لایا کہ ابن عباس رض نے کہا کہ یہ سورتین جن سے یہ تحدی واقع ہوئی معین ہین اور وہ سورہ بقرہ و آل عمران
و نساء و مائدہ و انعام و اعراف و انفال و توبہ و یونس و ہود ہین اور بعض نے کہا کہ تحدی مطلق سورتون سے واقع ہوئی ہے اور
یہی اظہر ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہان دس سورتون سے تحدی فرمائی پس سورہ بقرہ وغیرہ مین جو ایک سورہ سے تحدی فرمائی کہ ایک سورہ
کے مثل لاؤ تو دس سورہ کی تحدی جیسے یہان ہے یہ مقدم ہے پس سورہ بقرہ پر اس سورہ کا تقدم ظاہر ہے کیونکہ یہ سورہ مکیہ ہے اور بقرہ
مدنیہ ہے اور سورہ یونس اور یہ سورہ دونون مکیہ ہین اور سورہ ہود کا نزول سورہ یونس پر مقدم ہوگا جیسا کہ امام رازی کا قول ہے
ولیکن مبرد رح نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ نہین بلکہ سورہ یونس مقدم ہے اور کہا کہ معنی یہ ہین کہ سورہ یونس مین ایک سورہ کے مثل
تحدی فرمائی تھی کہ اخبار غیب و احکام صادقہ و وعدہ و وعید مین ایک سورہ کے مثل لاؤ پھر جب عاجز ہوئے تو ہود مین یہان
تحدی کی کہ خالی فصاحت و بلاغت مین دس سورتون کے مثل لاؤ۔ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ۔ خط مصحف مین یہان مخصوص فان لم
بدون نون کے فالم لکھا جاتا ہے۔ المعنی پھر اگر نہ استجابت کرین تمھاری یعنی جو تم اُن سے مانگتے ہو اگر اسکو لا کر تمھارا کہنا پورا نکرین
اور جواب نہ دے سکین۔ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ تو یقین کر لو کہ یہ تو اللہ تعالی کے علم ہی کے ساتھ اُتارا گیا۔ وَاَنْ لَّآ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اور یقین کر لو کہ کوئی الٰہ نہین مگر وہی کیونکہ اسمین یہی توحید کی تعلیم ہے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اب تو تم مسلم
ہو یعنی اسلام پر ثابت و راسخ ہو اور پورے مخلص ہو جبکہ تمھارے نزدیک اُسکا اعجاز ہر طرح متحقق ہوگیا۔ واضح ہو کہ اس تفسیر پر
فاعلموا کا خطاب اہل اسلام کو ہوا اور فالم یستجیبوا لکم۔ مین خطاب جمع یا تو رسول اللہ صلعم کی تعظیم ہے یا مومنون کو شامل ہے کیونکہ
وے بھی کافرون کو تحدی کرتے تھے اور امر رسول صلعم مومنون کو اس راہ سے شامل تھا کہ مومنون پر آپ کی اتباع ہر امر مین
واجب تھی سوائے بعض امور کے جو بدلیل خاص مستثنی ہو کر آنحضرت صلعم سے مخصوص ثابت ہوئے اور نیز اسمین تنبیہ ہے کہ تحدی
سے اہل اسلام کے ایمان کا رسوخ اور اُنکے یقین کو قوت ہے پس اس سے غافل نہ ہون اسی واسطے اس کلام پر فاعلموا الخ
کو بالفاء مرتب فرمایا۔ نزول بعلم اللہ سے یہ مراد کہ اسمین ایسے اخبار و علوم بحد اعجاز ہین کہ ان کو سوائے اللہ تعالی کے نہ کوئی
جانتا اور نہ اسپر قدرت رکھتا ہے بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ جائز ہے کہ یہ سب خطاب مشرکون کو ہو اور تبیان مین کہا کہ بنظر
سیاق یہی اظہر ہے پس اس صورت مین تفسیر اسطرح ہو کہ قولہ فالم یستجیبوا لکم۔ پھر اگر قبولیت کا جواب تم کو نہ دین یعنی اے اہل کفر اگر تمھارے
آلہہ و جن کو شرکار بناتے ہو وہ معارضہ مین تمھاری مدد نہ کر سکین بسبب اپنے عجز کے اور تم اپنے آپ کو تو معارضہ سے عاجز جان چکے ہو
فاعلموا انما انزل بعلم اللہ۔ تو جان لو کہ یہ تو اللہ تعالی ہی کے علم سے متلبس نازل ہوا اور ایسا کلام ہے کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی
اسپر قادر نہین اور وہ اسی کی طرف سے منزل ہے۔ وانہ لا الہ الا ہو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالی واحد ہے کوئی اسکا شریک نہین پس اس
کلام وحی مین جس توحید کی طرف تم کو بلایا گیا وہ حق ہے فہل انتم مسلمون۔ اب بھلا تم ایسی قطعی حجت قائم ہونے کے بعد اسلام مین

داخل ہونیوالے ہو۔ ایسے استفہام مین ایک ایجاب بلیغ ہے کیونکہ اسمین طلب کے معنی ہین اور تنبیہ ہو کہ موجب موجود اور عذر زائل ہے واضح ہو کہ مجاہدؒ سے روایت ہو کہ یہ خطاب اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے پس یہ مرجح وجہ اول ہے اور مؤید اُس کا دوسری آیت ہے جسمین فرمایا فان لم یستجیبوا لک فاعلم الآیۃ ۔ کیونکہ یہ خطاب آنحضرت صلعم کو متعین ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے راس الخطیۃ حب دنیا پر ہمت مقصور کرنے والون کو وعید فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○

جوکوئی ہو چاہتا دنیا کا جینا اور اسکی رونق بھردین ہم اُن کو اُن کے عمل اسی مین اور اُنکو اسمین نقصان نہین

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا

وہی ہین جنکو کچھ نہین پچھلے گھر مین سوائے آگ کے اور مٹ گیا جو کیا تھا اُس جگہ

وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

اور خراب ہوا جو کماتے تھے

علما تفسیر نے اس آیت مین اختلاف کیا اور فی الحقیقت کچھ خلاف نہین ہے ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی ریاکار لوگ دنیا ہی مین اپنی نیکیون کا بدلا پا جاوین گے اور یہ اس سبب سے کہ ان پر بقدر نقیر بھی ظلم نہ ہوگا پس قولہ تعالیٰ ۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔ جو شخص چاہتا ہے زندگانی دنیا کو ۔ وَزِيْنَتَهَا اور اسکی زینت کو نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا ۔ بھرپور دیدین گے ہم ان کو اُنکے اعمال اسی دنیا مین ۔ وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۔ اور وے دنیا مین کمی نہین کئے جاوین گے ۔ ابن عباسؓ نے کہا یعنی جس نے دنیا کی التماس سے کوئی نیک کام کیا مثلاً روزہ یا نماز یا تہجد اس کی کوئی غرض اس سے نہین سوائے دنیا کی طلب کے تو اللہ تعالیٰ اسکو دنیا مین اسکا ثواب دیتا ہے پھر جو کام اُسنے بطلب دنیا کیا تھا وہ مٹ گیا اور آخرت مین وہ بالکل خسارہ والون مین سے ہوگیا ۔ ایسا ہی مجاہد و ضحاک و بہتون سے روایت ہے ۔ انس بن مالکؓ و حسنؒ نے کہا کہ اسکا نزول یہود و نصاریٰ کے حق مین ہے ۔ مجاہد وغیرہ نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ریاکارون کے حق مین قتادہؒ نے کہا کہ جس شخص کی تمام ہمت و نیت و خواہش یہی دنیا ہو اللہ تعالیٰ اسکی نیکیون کا عوض دنیا ہی مین اسکو دیدے گا ۔ پھر آخرت مین ایسے حال سے پہونچے گا کہ اسکے پاس کوئی نیکی نہین جسکا ثواب پاوے اور مومن کو اسکی نیکیون کا عوض دنیا مین بھی ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ آخرت مین بھی اسکو ثواب عطا فرماتا ہے ۔ قال الحافظ ۔ اور ایک حدیث مرفوع مین آنحضرت صلعم سے بھی اسی کے مانند مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح سے یہ مضمون ثابت ہے کہ ریا شرک اصغر ہے اور آپنے اُمت پر ریا سے بہت خوف کیا اور سراج مین کہا کہ ریا یہ ہے کہ آدمی نیک اعمال ظاہر کرے تاکہ لوگ اسکی تعریف کرین اور اسمین صلاح ہونیکا اعتقاد کرین مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین اسکی خواہش یہی شہرت و تعریف ہوئی چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ پہلے آگ تین گروہ سے بھڑکائی جائے گی ازانجملہ ایسے عالم و حافظ کو شمار کیا جس نے نام و شہرت کے واسطے علم سیکھا تو اُسکو کہا جائیگا کہ تو جھوٹا ہے تونے اللہ تعالیٰ کے لئے نہین کیا بلکہ نام و شہرت کیلئے کیا تھا وہ تجھے دیدیا گیا ۔ اور یہان مناسب ریا کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے خلوص نہو بلکہ مقصود فقط دنیا جیسے حدیث ہجرت کی نیت مین ہو من کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او الی امرأۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ ۔

یعنی جسکی نیت میری طرف ہجرت کرکے آنے مین یہ ہو کہ کوئی متاع دنیا لے جسکو پادے یا کوئی عورت ہے جس سے نکاح کرے تو اسکی ہجرت اسی چیز کی طرف ہوگی جسکی طرف اسنے ہجرت کی نیت کی ہے۔ علیٰ ہذا یہان اعمال صالحہ سے قصد فقط دنیا ہو خواہ اس سبب سے کہ آخرت کا اعتقاد نہین جیسے اس زمانہ مین نصاریٰ مین دیکھا جاتا ہے۔ سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ آیت کا نزول اہل الکفر کے حق مین ہے بخلاف مومن کے کہ وہ دنیا مین عافیت سے بسر ہونا چاہتا اور آخرت اسپر غالب ہوتی ہے پس بفضل الٰہی دونون جگہ ثواب پاتا ہے بعض نے کہا کہ آیت کا نزول منافقون کے حق مین ہے۔ حق یہ ہے کہ نیک اعمال جس کا نفع غیر کو پہونچے یا مانند اس کے جو کوئی دنیا ہی کیلئے کرے خواہ عمداً قصد کرکے یا بسبب عدم اعتقاد آخرت کے اسکو اس کا نفع دنیا ہی مین جسقدر ہو مل جائے گا اسی واسطے بعض نے کہا کہ جب یہ نیات پر ہے تو جو فرقہ مختلفہ مفسرین نے بیان کئے وے اسمین شامل ہین اور آیت عام وارد ہے اسمین سب آدمی شامل ہین کوئی کیون نہ ہو پس عموم پر محمول کرنا اولیٰ ہے کہ ہر ایک اپنی نیت پر بدلا پاویگا پھر واضح ہو کہ آیت مین خالی ارادہ مذکور ہے اور یہی مراد نہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ نیک اعمال کے کرنے سے ارادہ اسکا حظ دنیا ہو اور اسکی زینت اور مراد زینت سے ہر وہ چیز جس سے زندگی دنیاوی مزین ہوتی ہے مانند صحت و تندرستی و امن و کشائش رزق و کثرت اولاد و ریاست و مانند انکے۔ پھر قولہ من کان یرید۔ مین حرف کان داخل کرنے سے افادہ فرمایا کہ اُن کو اس ارادہ پر استمرار ہے کہ آخرت کو چاہتے ہی نہین ہین اور بعض نے فرمایا کہ آخرت مین خالی ہاتھ ہی نہین بلکہ عذاب پاوینگے کیونکہ انھون نے آخرت کیلئے کچھ نہین کیا بلکہ بالکل ہمت دنیا ہی پر مقصور کرکے منصوص الٰہی کے خلاف کیا مترجم کہتا ہے کہ قولہ اولئک لیس لہم فی الآخرۃ الا النار صریح ہے کہ آخرت مین انکے لئے فقط دوزخ ہے وہذا کقولہ تعالیٰ من کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب اور ظاہر آیت مقتضی ہے کہ طالب دنیا اپنے اعمال کا بدلا خواہ مخواہ یہان پاتا ہے اسیواسطے قاضی وغیرہ نے لکھا کہ معنی اس آیت کے یہ ہین کہ جو کوئی اپنے عمل نیک سے زندگی دنیا و اسکی زینت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا مین بدون کمی و نقصان کے ان کے اعمال بھرپور دیدیتا ہے اور یہ مانند صحت و کفاف و دیگر لذات و طیبات و منافع کے ہیں پس بدلا ایسے ہی مذکورہ چیزون سے مخصوص ہوا اور یہ جزا ہر شخص کو جو دنیا کے لئے عمل کرے حاصل ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض نے کہا کہ ہر متمنی دنیا اپنی خواہش نہین پاتا لہذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت پر مقید ہے۔ قرطبیؒ نے کہا کہ اکثر علما اسطرف گئے ہین کہ یہ آیت مطلقہ ہے اور ایسے ہی قولہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا الآیۃ جو سورۂ شوریٰ مین واقع ہے اور ایسے ہی قولہ من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا الآیۃ سے پھر اُن کی تقلید و تفسیر اس آیت سے ظاہر ہوئی جو سورۂ سبحان الذی مین ہے۔ قولہ من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید الآیۃ۔ الحاصل جو اعمال خیر سے دنیا ہی فقط طلب کرتا ہے اسکو دنیا ہی ملیگی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے اور اُن کے اعمال اگرچہ فی الواقع ریا وغیرہ ہین لیکن کمال کرم سے صورت اعمال پر اُن کو بدلا دیدیا پھر وہ مٹ گئے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ۔ ایسے ہی لوگ ہین کہ نہین ہے اُن کیلئے آخرت مین کچھ سوائے آگ کے مراد اولئک سے وہی لوگ ہین جنھون نے استمراراً سوائے دنیا کے کسی عمل سے آخرت کا قصد نہین کیا یا یہ آیت مخصوص بحق کفار و مشرکین ہے۔ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا۔ اور مٹ گیا جو کچھ انھون نے دنیا مین کیا تھا کیونکہ وہ کوئی عمل ثابت و صالح نہ تھا بلکہ صورت مین خیر کہ نفع غیر کو پہونچانے وغیرہ سے خیر قرار دیکر اسکا بدلا اُن کو دنیا مین متاع حقیر جو انکی مراد تھی دیدیا گیا لہذا فرمایا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور جو وے کرتے تھے باطل ہے یعنی اُن کے اعمال فی نفسہ باطل تھے

کسی شمار مین نہ تھے کیونکہ اُن کا عمل کسی ایسے صحیح طریقہ پر نہ تھا جو موجب جزا ہو ۔ واضح ہو کہ جس نے آیت مین تعمیم کی کہ مومن و کافر سب کو شامل ہے اسپر اشکال ہی کیونکہ آخر آیت مومن کے حال سے لائق نہین ہے اور مرجع اُسکا آخر یہی ہے کہ آیت اہل کفر کے حق مین متعین ہے اسلئے کہ جس مومن نے اپنے اعمال سے استمراراً فقط دنیا کا قصد کیا وہ درحقیقت کچھ مومن نہین ہی بلکہ مرتد ہے یا درحقیقت ایمان ہی نہین لایا تھا اور کبھی جواب دیا جاتا ہے کہ جب یہ اعمال باطلہ سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کے واسطے ہوئے تو ان کا کرنیوالا مستحق وعید شدید ہوا کہ اولٰئک لیس لھم الخ اور اسی کا مؤید ہے جو ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا من تعلم علما لغیر اللہ الخ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کے سوائے غیر کے لیے علم سکھایا اس سے غیر اللہ کا ارادہ کیا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا دے ۔ اخرجہ الترمذی ۔ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلعم کو سنا کہ فرماتے تھے قال اللہ تعالیٰ انا اغنی الشرکاء عن الشرک الخ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مین مشرکون کے اعمال شرک سے بالکل مستغنی ہون جسنے کوئی ایسا کام کیا جسمین میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کیا تو مین اسکو واسکے شرک کو چھوڑتا ہون ۔ اخرجہ مسلم اور اسمین ایسی ہی بہت احادیث ہین اور یہ ریا شرک اصغر ہے وظاہر نظم القرآن الکریم یہ ہی کہ اس مین مطلقاً کفار داخل ہین اور جو ان مین سے قرآن عظیم مین قدح کرتے و خالی دنیا ہی چاہتے اور عذاب مین استعجال کرتے وے بدرجۂ اولےٰ داخل ہین اور اُن کو تفہیم ہے کہ بسعت رحمت و کمال کرم سے حق تعالیٰ نے خالی دنیا چاہنے والون کو موافق اپنی مشیت کے ایک وقت تک دنیا دیدی ہے ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ من کان یرید الخ ۔ اسمین اللہ تعالیٰ نے دکھلانے سنانے کو کام کرنیوالون کی خبر دی جو اپنے اعمال سے فقط ترفع و جاہ و زینت و مال چاہتے ہین اور آخرت سے اُن کی آنکھون پر پردہ پڑا ہے اور اگر اُنھون نے دیدار آخرت کا مزہ چکھا ہوتا اور معرفت پائی ہوتی تو کیونکر حظوظ نفس کی طرف التفات کرتے اور یہان تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی چیزین دینا جو ان کو دنیا مین آخرت سے محجوب رکھین ۔ واضح ہو کہ اگر عارف متمکن نے دنیا و اُسکی زینت سے کام لیا تو اے برادر اسکو بھی تو انھین لوگون مین سے مت شمار کیجیو وہ اللہ تعالیٰ ہی کو چاہتا ہے اور دنیا کو اپنے کفاف و عفاف کے لیے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو دنیا مین پاکیزہ زندگانی سے رکھتا ہے اسطرح کہ دنیا کو اسکا خادم کر دیتا ہے پس مخلوق کی آنکھ مین اسکی تبجیل اور لوگون کے دلون مین اسکی ہیبت ہوتی ہے کما قال تعالیٰ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ الآیۃ ۔ اور مروی ہے کہ جو بندہ مرتبہ احسان پر پہونچا تو عاجل دنیا اور آجل الآخرۃ مین اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واقع ہوا ۔ اور یہ عارف ان ریاکارون کی طرح نہین ہی جو شرف آخرت سے محروم ہین چنانچہ ریاکارون کو فرمایا ۔ اولٰئک لیس لھم فی الآخرۃ الخ ابو بکر الوراق رحنے کہا کہ حیات دنیا وی نام ہے ارتکاب تمنا و اتباع شہوات کا اور اُمیدون کے جنگل مین غافل رہنا اور موت سے بے فکر کہ کبھی یاد نہ آوے اور حرام و حلال سے جس طرح ملے مال جمع کرنا اور زینت دنیا وی مین پڑنا کہ جسمین غافل کرنے والے علائق ہین جن کو اللہ تعالیٰ نے قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیۃ مین بیان فرمایا ہے ۔ بعد ذکر اہل کفر و شرک دریا کے اہل ایمان و ان کے درمیان بڑا فرق ہونا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً

بھلا ایک شخص جو ہے نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور پہونچتی ہو اُسکو گواہی اُس سے اور پہلے اُس سے کتاب موسیٰ کی راہ ڈالتی اور مہربانی

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ

وہی لوگ مانتے ہین اُس کو اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقون مین سو آگ ہے وعدہ اُسکا سو تو مت رہ شبہہ مین

مِّنْهُ ق اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

اُس سے یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن بہت لوگ یقین نہین رکھتے ہین

اللہ تعالی مومنون کے حال سے آگاہ فرماتا ہے جو اس فطرت پر ہین جسپر اللہ تعالی بندون کو پیدا کرتا ہے یعنی اپنے خالق کے معرفت کہ لا الٰہ
الا اللہ۔ چنانچہ فرمایا فاقم وجہک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ اور صحیحین مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ یعنی ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے والدین اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر ڈالتے ہین جیسے چوپایہ پورے
اعضا کا بچہ جنتا ہے بھلا تم اسمین کوئی کان وغیرہ کٹا ہوا پاتے ہو پھر الخ صحیح مسلم مین عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یقول اللہ تعالی انی خلقت عبادی حنفاء الخ یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا
پھر ان کے پاس شیاطین آئے اور انکو ان کے دین سے بہکا دیا الحدیث اور سنن و مسانید مین مروی ہے کہ ہر مولود اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے
یہان تک کہ اسکی زبان پھوٹے اور وہ اپنا عقیدہ بیان کرے۔ **قال ابن کثیرؒ** بالجملہ مومن تو اسی فطرت پر ہوتا ہے اور کفار اس سے برگشتہ
ہو گئے لہذا فرمایا۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ بینہ برہان یعنی روشن دلیل جو اسکو راہ حق دکھلاوے یعنی کیا بھلا وہ شخص جو روشن دلیل
پر ہے اپنے پروردگار کی طرف سے۔ ہمزہ اسمین انکار کا ہے یعنی ایسا نہین کہ جو ایسی روشن دلیل پر ہے وہ بمنزلہ ان لوگون کے ہو جن کی
ہمتین محض دنیا پر مقصور ہین۔ **قال البیضاویؒ** اسی نے ذکر خبر سے مستغنی کر دیا اور تقدیر کلام یون ہے کہ بھلا جو شخص اپنے پروردگار کی
طرف سے روشن دلیل پر ہو کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسکی ہمت فقط دنیا پر مقصور ہے یعنی ہرگز نہین بلکہ دونون مین بڑا فرق ہے اور
یہ حکم ہر مومن مخلص کو شامل ہے اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے آنحضرت صلعم ہین اور بعض نے کہا کہ اہل کتاب مین سے ایمان لانیوالے
قول اول پر معنی یہ ہین کہ آنحضرت صلعم کی اتباع مین اللہ تعالی پر ایمان لانے والا مومن مخلص کیا ویسا ہے جو حیوۃ دنیا و اسکی زینت
چاہتا ہے۔ قول دوم پر یہ معنی ہین کہ کیا آنحضرت صلعم جو اللہ تعالی کی طرف سے بیان و معجزات پر ہین نظر کفار ین حیات دنیا و اسکی زینت
چاہنے والون کے مثل ہین ہرگز نہین۔ اور حکم عام اولی ہے کہ بھلا جو شخص بینہ پر ہو اپنے پروردگار کی طرف سے۔ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ
قال ابن کثیرؒ یعنی اور آیا اسکے پاس شاہد اللہ تعالی کی طرف سے اور وہ وحی آلہی ہے جو اللہ تعالی نے انبیاء کی طرف بھیجی جسمین شرائع
مطہرہ مکملہ کا بیان ہو اور اسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا اسی واسطے ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و ابو العالیہ و ضحاک و ابراہیم نخعی و سدی
وغیرہم نے کہا کہ قولہ یتلوہ شاہد منہ یعنی جبرئیل علیہ السلام اور حضرت علیؓ و حسن بصریؒ و قتادہ سے روایت ہو کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہین اور ہر دو قول قریب المعنی ہین کیونکہ دونون مین سے ہر ایک نے ر... نت آلہی کو پہونچایا چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کو اور
آنحضرت صلعم نے اُمت کو پوری تبلیغ کی بعض نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ قریش مین سے کوئی ہو ہر ایک کے حق مین کچھ قرآن نازل
ہوا تو ایک شخص نے پوچھا کہ آپکے حق مین کیا نازل ہوا فرمایا کہ کیا تو سورہ ہود نہین پڑھتا قولہ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ۔ پس
آنحضرت صلعم بینۃ من ربہ ہین اور مین شاہد ہون۔ اخرجہ ابونعیم و ابن ابی حاتم۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ یتلوہ شاہد منہ علی ہو۔ اخرجہ ابن عساکر۔ حافظ **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ بعض کے قول مین یتلوہ شاہد کی تفسیر مین علیؓ ہین مگر یہ قول
ضعیف ہو اسکا کہنے والا کوئی ثابت نہین ہوتا اور حق وہ قول اول و ثانی ہے اور اسکی وجہ یہ ہو کہ مومن تنگے پاس فطرت خود شاہد شریعت ہو
مگر بالاجمال پھر شریعت سے اسکی تفاصیل لیجاتی ہین اور فطرت اسکی تصدیق کرتی اور اسپر ایمان لاتی ہے اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا۔ افمن کان

علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ یعنی قرآن جسکو جبرئیلؑ نے آنحضرت صلعم کو اور آنحضرت صلعم نے اُمت کو پہونچایا۔ پھر فرمایا۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ۔ اور پہلے قرآن سے كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً۔ موسیٰ کی کتاب یعنی توریت ہو درحالیکہ وہ اس اُمت کے لئے امام پیشوا اور رحمت الٰہی تھی کہ دے اسکی اقتدار مین رحمت الٰہی پاتے لہذا جو اسپر ایمان لایا اسکا ایمان خواہ مخواہ مجبر ہوا کہ قرآن پر ایمان لاکر سعادت دارین حاصل کرے۔ الحاصل یتلوہ شاہد منہ ویتلوہ شاہد آخر وہو کتاب موسیٰؑ۔ یعنی ایک تو اسکا شاہد از جانب حق ہے اور دوسرا شاہد کتاب موسیٰ ہے کیونکہ اُسنے محمد صلعم کی رسالت عامہ وختم رسالت کی شہادت دی ہے زجاج رح نے کہا کہ المعنی ویتلوہ من قبلہ کتاب موسیٰؑ کیونکہ آنحضرت صلعم کا وصف بلیغ توریت مین اور انجیل مین مذکور ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بنابرینکہ یتلوہ تلاوت کرتا ہے اسکو یعنی بینۃ وحی کو۔ شاہد منہ۔ شاہد از حق یعنی محمد صلعم اور من قبلہ کتاب موسیٰ۔ مرلوط باینکہ آنحضرت صلعم کا وصف اسمین مذکور تھا۔ اظہر قول یہ ہو کہ افمن کان عام ہے آنحضرت صلعم اصل واول ہین اور مومنین مخلصین آپکے مقتدی ہین چنانچہ فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بینہ پر ہین وہی ایمان لاتے ہین اسپر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یا قرآن کی تصدیق کرتے ہین وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ۔ اور جس نے کفر کیا اسکے ساتھ یعنی نبی صلعم یا قرآن کے ساتھ احزاب مین سے۔ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ۔ تو دوزخ اسکا وعدہ گاہ ہے۔ دوزخ کو موعد قرار دینا تہویل ہو کہ اسمین طرح طرح کے عذاب الیم ہین۔ احزاب جمع حزب ایک جھنڈا ور وے تمام روے زمین کے لوگ تا قیامت ہین۔ حافظ رح نے کہا کہ تمام بنی آدم جن کو قرآن پہونچا بقولہ تعالیٰ لانذرکم بہ ومن بلغ۔ وبقولہ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا پھر وہ حدیث ذکر فرمائی قال والذی نفسی بیدہ لایسمع بی احد من ہذہ الامۃ الخ یعنی صحیح مسلم مین ابوموسیٰ اشعری رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ نہین سنیگا مجھے کوئی اس اُمت مین سے خواہ یہودی ہو یا نصرانی ہو پھر مجھ پر ایمان نہ لاویگا تو بیشک دوزخ مین داخل ہوگا۔ سعید بن جبیر سے روایت ہو کہ مین جب کوئی حدیث سنتا تو اسکا مصداق یا تصدیق قرآن مجید سے پاتا پھر جب مجھے یہ حدیث والذی نفسی بیدہ لایسمع بی الخ پہونچی تو مین نے ڈھونڈھا کہ اسکا مصداق کلام الٰہی مین کہان ہین یہانتک کہ مجھے یہ آیت ملی ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ کہا کہ احزاب تمام ملتون والے کوئی ہون۔ فَلَا تَكُ دراصل تکن تھا نون خلاف قیاس حذف ہوتا ہے فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ۔ مریہ بالکسر لغت اہل حجاز وہی جمہور کی قرأۃ ہے اور بالضم لغت اسد وتمیم وغیرہ اور سلمی وغیرہ کی یہی قرأۃ ہے۔ والمعنی پس نہو جیو تو کسی طرح کے شک مین قرآن سے۔ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ۔ بیشک وہ حق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے۔ آنحضرت صلعم تو قرآن مین واسکے وعدہ ووعید مین شک کرنے سے معصوم تھے پس قولہ فلاتک اگرچہ ظاہر خطاب آپکو ہے مگر یہ تعریض ہے اور لوگون کو جو شک کرتے وکفر کرتے ہین لہذا فرمایا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ ولیکن بہتیرے لوگ ایمان نہین لاتے ہین خواہ اسوجہ سے کہ مانند علماء یہود کے حق جان کر عناد کرتے یا کفر پر مطبوع ہوئے کہ ان کے دلون مین اسکا حق ہونا باوجود کھلے دلائل کے نہین سماتا ہے۔ اسمین تنبیہ ہے کہ قرآن وراہ ہدایت کے منکر بہت ہون گے اور مومنین تھوڑے چنانچہ آیندہ وگذشتہ آیت ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ الآیۃ۔ مین اسکی تصریح ہے فافہم ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ افمن کان علی بینۃ الخ آیت کی تقدیر بطریق استفہام کے اس معنی مین ہو کہ جو کوئی اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ وبرہان پر ہو کیا وہ ایسا ہے جو اختیار دنیا وضلالت وجہالت مین پڑا ہے جس شخص کو اپنے رب سے معرفت وولایت وکرامت حاصل ہو وہ محض بندہ دنیا کے مثل نہین ہے اور ہر عارف جب حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنے قلب وروح وعقل وسر باطن سے مشاہدہ کر لیتا ہی اور انوار جمال وقرب پاجاتا ہے تو یہ اسکی صورت تک مین اثر کرتا ہے یہان تک کہ اسکے چہرہ سے نور الٰہی ظہور کرتا ہے جسکو ہر نظر والا دیکھتا ہے

قولہ تعالیٰ ویتلوہ شاہد منہ۔ بینہ تو بصیرت معرفت ہے اور شاہد اسکے ساتھ ظہور نور مشاہدہ ہے اور نیز بینہ کلام معرفت ہے اور شاہد اسکے لئے قرآن وحدیث ہیں پس جو شخص اس مرتبہ پر ہو وہ چشم حق سے مکنون غیب اسرار قلب دیکھتا ہے اور اسکا مشاہدہ اسکے یقین پر اور اسکا یقین اسکی بصیرت پر اور بصیرت عقل پر اور عقل اسکے نفس پر غالب ہوتے ہیں حتیٰ کہ اسکا نفس اپنی ہوا و ہوس سے اس کا مزاحم نہیں ہو سکتا بلکہ واردات حق از کشف وعیان وبیان کے تحت میں اسکا نفس فانی ہوتا ہے تصدیق اسکی قولہ تعالےٰ فلاتک فی مریۃ منہ انہ الحق من ربک جو کچھ حق سے وارد ہو وہ حق ہے جبکہ معارضہ نفس زائل ہو گیا پھر اگر اول نزول انوار میں کوئی خطرہ آیا تو یہ امتحان حق ہے پھر اسپر واردات حقیقیہ ایسے آتے ہیں کہ اس خطرہ کو بالکل زائل کر دیتے ہیں شیخ ابو عثمان رحؒ نے کہا کہ جو کوئی بینہ پر ہو گیا پھر اسپر کوئی بھید چھپا نہیں رہتا ہے۔ رویم رحؒ نے کہا کہ بینہ یہ ہے کہ بندہ کو اپنے قلب پر اطلاع نصیب ہو اور عیوب پر حکم ہو جنید رحؒ نے کہا کہ بینہ حقیقت ہے اور مؤید اسکا ظاہر علم ہے۔ ابوبکر بن طاہر رحؒ نے کہا کہ جو کوئی بینہ پر ہو اس کے اعضاء ظاہری اپنے پروردگار کی درگاہ پر طاعت میں حاضر رہتے ہیں اور اسی کے حکم سے موافقت کرتے ہیں اور زبان اسکی یاد میں تر رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دنیا میں پھیلاتا ہے اکثر زبان سے اور اسکا قلب منور بانوار توفیق ہوتا ہے اور اسمیں تحقیق کی روشنی بھری ہوتی ہے اور اسکے سر وروح کو تمام اوقات میں حق کا مشاہدہ ہوتا ہے اور مکنون عیوب و مستور سے جو ظاہر ہو سکتا ہے اسکو وہ جانتا ہے اور اشیاء کو یقین کی نظر سے دیکھ لیتا اور اسکا حکم اسکی مخلوق پر مانند حکم حق کے ہے کہ نہیں نطق اسکا مگر بحق اور نہیں دیکھتا مگر بحق کیونکہ وہ مستغرق فی الحق ہے پس اسکا مرجع نہیں مگر الی الحق۔ پھر اہل الحق کے بیان کے بعد زبان اشارت میں خاطین مدعین کے جو بہتان و فریب کرتے ہیں مذمت فرمائی قلت یعنی آگے کی آیت میں فافہم۔ پھر اللہ تعالےٰ پر افترا کرنیوالوں کا خسران بیان کر کے فرمایا

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ

اور کون ظالم ہے اُس سے جو باندھے اللہ پر جھوٹ وہ لوگ روبرو آوینگے اپنے رب کے اور کہیں گے

الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

گواہی والے یہی ہیں جنھوں نے جھوٹھ بولا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم

جو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہیں اُس میں کجی اور وہی ہیں

بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم

آخرت سے منکر وہ لوگ نہیں تھکانے والے زمین میں بھاگ کر اور نہیں ہے ان کو

مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ

اللہ کے سوائے حمایتی دونا ہے ان کو عذاب نہ سکتے تھے

السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا

سُننا اور نہ تھے دیکھتے وہی ہیں جو ہار بیٹھے اپنی جان اور گم ہو گیا اُن سے جو

يَفْتَرُوْنَ ۝ لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝

جھوٹھ باندھتے تھے ضرور ہُوا کہ یہ لوگ آخرت مین یہی ہین سب سے خراب

اللہ تعالیٰ نے منکرین کفار کے چودہ ذمائم بیان فرمائے۔ ذم اول یہ کہ وہ مفتری ہین بقولہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ اور کون
بڑھکر ظالم ہے یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہین اس شخص سے جسنے افترا کیا اللہ تعالیٰ پر کَذِبًا۔ دروغ۔ یہ زیادہ فضیحت ومبالغہ ہے کیونکہ
افترا خود کذب ہے، تو یہ لوگ افترا وکذب کے جامع ہین پھر انکا افترا ظاہر ہے کہ بتون کو اپنا شفیع بتلاتے اور ملائکہ کو دختر بناتے اور
قرآن کو کلام مخلوق کہتے اور قولہم واللہ امرنا بہا۔ ایسے افعال کی نسبت کہتے جو فحش تھے غرضکہ خالق عزوجل کی جناب مین خلاف واقع
لکھکر افترا کرتے اور ایسے ہی عزیرؑ کو بیٹا اور مسیح کو بیٹا کہتے۔ واضح ہو کہ ظاہر لفظ سے نکلتا ہے کہ ان سے اظلم کوئی نہین ولیکن مقام مقتضی
ہے کہ اُن کے برابر ظالم بھی نہین ہے۔ دوم آنکہ یہ لوگ مقام ذلت وخواری مین پیش ہون گے بقولہ۔ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ۔
یہی لوگ پیش کیے جاوین گے اپنے پروردگار کے سامنے یعنی قیامت کے روز جسمین کچھ شک نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس پیش ہونے مین
یہی لوگ مختص نہین بلکہ عرض عام ہے سب بندے پیش ہون گے۔ بقولہ وعرضوا علی ربک صفا۔ جواب دیا گیا کہ فضیحت کے لئے پیش ہونا انہین
سے مخصوص ہے کیونکہ اُن کے مخالف فقط ایک فریق مومنین کا ہے پس وے فضیحت نہین کئے جاوینگے بلکہ یہی سب احزاب فضیحت ہونگے
بقولہ تعالیٰ۔ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ۔ اور اشہاد کہین گے کہ یہی ہین وے لوگ جنھون نے جھوٹ باندھا
اپنے پروردگار پر۔ اس سے اُنکو نہایت ذلت وخواری حاصل ہوگی مع اُن کی بدصورتون کی شناخت وتشہیر کے اور یہ تیسری صفت مذمت
ہے۔ اَشہاد جمع شہید اسی کو فارسی رحمہ نے ترجیح دی کیونکہ قرآن مین کثرت سے اسکا ورود ہے بمانند قولہ ویکون الرسول علیکم شہیدا۔
قولہ من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا۔ بعض نے کہا کہ وہ جمع شاہد ہے مانند اصحاب صاحب کے پھر ان اشہاد مین اختلاف
ہے کہ کون لوگ ہون گے۔ مجاہدؒ نے کہا کہ وہ ملائکہ ہون گے جو دنیا مین اُن کے اعمال کے حافظ تھے۔ مقاتل نے کہا کہ الناس جیسے
کہتے ہین کہ علی رؤس الاشہاد یعنی علی رؤس الناس اور ایک قوم نے کہا کہ انبیاء ہون گے بقولہ تعالیٰ فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن
المرسلین۔ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور بعض نے کہا کہ ملائکہ ومرسلین وعلماء جنھون نے دنیا مین اُن کو دین الٰہی پہونچایا تھا اور قتادہؒ
نے کہا کہ جمیع خلائق۔ مترجم کہتا ہے کہ سوائے فرقہ مومنین کے جملہ خلائق یہی کذاب ہین ماسوائے ملائکہ کے۔ فافہم۔ اسکے تعیین کی حاجت
نہین بلکہ اسی قدر کافی ہے کہ جو اشہاد ہون گے وہ اُن کو فضیحت وخوار کرین گے کہ انھین نے دنیا مین اپنے پروردگار پر دروغ باندھا
تھا اگر کہا جاوے کہ اللہ کے سامنے پیش ہونا مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مقام پر ہے حالانکہ وہ تعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے جواب دیا گیا کہ
یہ لوگ ان مقامات مین پیش ہون گے جو حساب کے لیے مقرر ہین۔ حق جواب یہ ہے کہ اسکی تاویل وکیفیت عقل بشری سے باہر ہے اور
قدرت الٰہی اس سے اعلیٰ واجل ہے پس اسمین کوئی مشکل نہین کہ ہم ایمان لاتے ہین کہ وے پیش ہون گے مگر اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے
کوئی کیفیت اسکے خیال مین نہین لاتے ہین بالجملہ دار آخرت مین مفتریون کی فضیحت ہوگی ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ ملائکہ ورسولون وباقی
آدمیون وجنون کے روبرو اور اشہاد کہین گے کہ انھین نے دنیا مین اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔
خبردار ہو کہ ظالمون پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ منجملہ کلام اشہاد سے ہے اور بعض نے کہا کہ محتمل ہے کہ بعد اشہاد کے اللہ تعالیٰ
نے اُن کے حق مین رحمت سے دوری ولعنت فرمائی۔ سراج مین کہا کہ یہ اُن کی چوتھی مذمت ہے اور عقاب قیامت سے آگاہ کرنیکے بعد

فی الحال وے جس طرح ہین وہ بیان کیا یعنی فی الحال ظالمین ملعون ہین۔ پھر ان کی پانچوین مذمت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ یہ ایسے لوگ ہین جو روکتے ہین راہ آلہی یعنی اُسکے دین سے لوگون کو اس راہ راست پر چلنے نہین دیتے چھٹی مذمت یہ کہ
وَیَبْغُوْنَهَا اور چاہتے ہین اس راہ کو عِوَجًا کج معوجۃ۔ یعنی چاہتے ہین کہ راہ ایسی ہو جیسے اُن کے نفوس چلتے ہین جو سراسر ظلم و برائی
سے محض کج ہے راہ مستقیم نہین ہے۔ پھر ساتوین مذمت فرمائی بقولہ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔ لفظ ہم کی تکرار اُنکی تاکید کفر و توغل
کیلیے ہو والعنی حالانکہ وے آخرت سے کافر ہین۔ جملہ حالیہ ہی۔ آٹھوین مذمت یہ کہ اُولٰٓئِكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ۔ ایسے لوگ
نہ تھے عاجز زمین مین۔ یعنی اگر دنیا مین اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب کرنا چاہتا تو یہ اسکو عاجز کرنیوالے نہ تھے کہ کہین بھاگ جاتے کیونکہ عذاب آلہی
اُسکی مشیت ہو تو ہر جگہ و ہر طرح بندہ کو پہونچے۔ بعض نے کہا کہ معجزین اے سابقین یعنی دنیا مین کچھ سبقت نہین کر گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے
اُن کو ایک وقت تک عذاب سے مہلت دی تھی۔ بعض نے کہا معجزین اے فائتین و بعض نے کہا مفلتین۔ یعنی دنیا مین اگر عذاب چاہتا تو یہ اسکو
فوت نہین کر سکتے یا اس سے اُچک کر بھاگ نہ سکتے تھے سب کے معنی قریب قریب ہین کیونکہ عذاب آلہی سے چھٹکارا بندے کو اپنی طاقت سے
محال ہی۔ نوین مذمت وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ۔ اور نہین اُن کیلیے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اولیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُنکا
ولی نہین تو اسکے سوائے کوئی غیر انکا ولی نہین ہو سکتا جو اُن کو عذاب آلہی سے بچا لیوے۔ دسوین مذمت دونا عذاب ہونا۔ یُضٰعَفُ
لَهُمُ الْعَذَابُ۔ دونا کیا جائے گا اُن کیلیے عذاب۔ کہا گیا کہ خود گمراہ ہوے اور دوسرون کو گمراہ کیا۔ کہا گیا کہ اُنھون نے اللہ تعالیٰ
سے کفر کیا اور اُس پر افترا باندھا۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ اولئک لم یکونوا الخ دنیا مین اُنسے انتقام پر قادر ہے مگر ان کو ایک ایسے دن تک
مہلت دی جسمین آنکھین پتھرا وینگی اور صحیحین مین ہو کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہان تک کہ جب پکڑ لیتا ہے تو پھر اس کو
چھٹکارا نہین ہوتا اور قولہ یضاعف لہم الخ یہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کان آنکھین دل دیا تھا کہ پہچانین مگر وے صم بکم عمی رہے
لہذا قیامت مین اقرار کرین گے۔ لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ دوسری آیت مین فرمایا زدناہم عذابا فوق العذاب الآیۃ۔
اسیواسطے ہر امر آلہی جسکو ترک اور ہر نہی جسکا ارتکاب کیا ہے سب پر عذاب کے بھادین گے اسی واسطے اقوال مین سے اصح قول یہ ہو کہ کافر لوگ
بلحاظ دار آخرت کے فروع اعمال سے بھی مکلف ہین مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک کافر نماز، روزہ زکوۃ وغیرہ کا قبل ایمان کے
مکلف نہین بلکہ اول ایمان لاوے پس ان اعمال کا مکلف ہوگا کیونکہ یہ اعمال بدون ایمان کے باطل ہین اور مشہور مذہب شافعی رح
یہ ہو کہ کفار فروع اعمال سے مکلف ہین پھر جو قول شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا وہ ظاہر حدیث صحیح مسلم اخذ بالاول والآخر یعنی عدم ایمان
کی صورت مین اگلے و پچھلے گناہون مین ماخوذ ہوگا موافق ہے پس ظاہر اس قول پر احکام دنیاوی ان پر جاری نہ ہون گے بلکہ آخرت
مین ضعف عذاب کیواسطے ہے اور فائدہ اسکا یہ ہو کہ مثلاً رمضان مین کسی کافر تندرست مقیم نے جو بہت پیاسا ہے کسی مسلم سے پانی
مانگا تو اسکو پلاوے یا نہین پس بنا بر قول مذکور کے ہر دو مذہب کے موافق پلا دینے مین مضائقہ نہین ہے۔ فافہم۔ گیارہوین مذمت۔ مَا كَانُوْا
یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ نہ تھے کہ استطاعت رکھتے سمع کی یعنی سننے کی۔ قتادہ رح نے کہا کہ سماع حق سے بہرے تھے پس بھلائی کو سنکر اُس سے
انتفاع نہین لیتے تھے۔ وَمَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ۔ اور نہین تھے کہ دیکھین یعنی بھلائی کے دیکھنے سے اندھے تھے دیکھتے نہ تھے۔ ابن عباسؓ سے
مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل الشرک اپنی طاعت میں بیچ مین روک کر دی پس دنیا میں اسطرح کہ ما کانوا یستطیعون السمع الخ اور آخرت
مین اسطرح کہ فلا یستطیعون خاشعۃ ابصارہم الآیۃ۔ پھر بارھوین مذمت قولہ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ۔ یہی لوگ ہین جنھون نے

خسارہ مین ڈالا اپنی جانون کو۔ کیونکہ انھون نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بدل کر آلہہ کی عبادت کی پس ہمیشگی کی آگ مین پڑے اور یہ بڑے خسارہ کی وجہ ہی تیرھوین مذمت قولہ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۔ اور گم ہوگیا اُن سے وہ کچھ جو افترا کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک کا دعویٰ کرتے اور کہتے کہ یہ بت وغیرہ آلہہ انکے سفارشی ہین اور مسیح اُن کے گناہون کا کفارہ ہوگئے ہین یہ سب باطل دعوی گم ہوجاوین گے چودھوین مذمت لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۔ لامحالہ وہی عاقبت مین نہایت خسارہ والے ہین خلیل وسیبویہ نے کہا کہ لاجرم بمعنی حق ہے پس ان کے نزدیک یہ گویا کلمۂ واحدہ ہے و فراء رح نے کہا کہ بمنزلہ لابد ولامحالہ کے ہے پھر کثرت استعمال سے بمعنی حق ہوگیا۔ زجاج رح نے کہا کہ جرم بمعنی کسب اور فاعل مضمر ہے اے کسب ذلک الفعل لہم الخسران۔ اور ان کو نصب بوجہ جرم کے ہے والمعنی اس فعل نے ان کو خسران کما دیا۔ ازہری رح نے کہا کہ یہ اس لغت مین احسن توجیہ معقول ہے۔ بالجملہ اس آیت سے من کان علی بینۃ من ربہ مین اور من کان یرید الحیوۃ الدنیا مین فرق وتفاوت ظاہر ہوا خصوص جبکہ اگلی آیات مین مومنون کے درجات بیان ہون گے تو ان مین کمال تفاوت ظاہر ہوجاویگا ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن افتری الخ اسمین اشارے ثابت ہو کہ ریاکار و مکار بھی عذاب مین ماخوذ ہون گے یعنی کون بڑھکر ظالم ہے اس شخص سے جو ولایت کا دعوی کرے اور سابق الحکم مین وہ کذاب ٹھہرا ہے گویا وہ چاہتا ہے کہ وہ حکم ازلی جو اسکے کفر وبہتان کا جاری ہوا اسکو توڑے اور اولیاء صدیقین جن کے حق مین سابق عنایت ہو اُن کو اہل شقاوت سے مقابلہ و مماثلہ کرے پس ظلم اس کا اس راہ سے کہ اپنے آپ کو ولایت کے دعوی پر لاکر اللہ تعالیٰ پر دروغ باندھتا ہے حالانکہ وہ کاذب ہو اور ان مفسدون کی غرض اس فعل سے یہ ہوتی ہے کہ ریا وسمعہ وجاہ کے لئے مخلوق کے منہ اپنی طرف پھیرلاوین پس اللہ تعالیٰ ان کو قیامت مین تمام خلائق کے روبرو فضیحت فرمادیگا پس جو کوئی اپنے پروردگار سے سچا معاملہ رکھتا تھا وہ اُن کے کذب پر گواہی دیگا پھر قرب ووصال سے دور کرکے نکال ووبال مین ڈالے جاوین گے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کرنیوالا وہ شخص بھی ہے جو اپنے واسطے ان احوال کا دعوی کرے جو بزرگان دین وصلحاء کو حاصل تھے اور اپنے نفس سے ایسے مقام کا مشاہدہ ظاہر کرے جہان اسکو شہود نہین ہوا ہے پس ایسے لوگون کو اللہ تعالیٰ دنیا مین بھی فضیحت کردیتا ہے کہ ان کے کذب پر وے لوگ مطلع ہوجاتے ہین جو حقائق اشیاء کو بنور حق دیکھتے ہین پس وے ظاہر کردیتے ہین کہ ہؤلاء الذین کذبوا علی ربہم ۔ کیونکہ اُنھون نے اپنے لئے ایسے احوال ظاہر کئے جو درحقیقت ان مین نہین ہین ۔ اور اپنے آپ کو لباس صلحاء سے آراستہ کرلیا لہذا یہ فضیحت تو ان کو مجالس اہل الحق مین ہے یہان تک کہ جب قیامت مین مشاہد الحق مین جاوین گے تو عام فضیحت اُٹھاوینگے ۔ قولہ تعالیٰ ما کانوا یستطیعون السمع الآیۃ ۔ یہ لوگ خطاب حق کو دل کے کانون نہین سنتے تھے اور مشاہدۂ حق کو روح کی آنکھون نہین دیکھتے تھے کیونکر سنتے و دیکھتے کہ ازل مین اُن کے حق مین عنایت نہین جاری ہوئی ۔ بعض نے کہا کہ سماعت کی استطاعت ایسے شخص کو کیا ہو جس کے کان امر حق کی سماعت کے لئے نہین کھلے ہین اور کیونکر دیکھے جس کی آنکھ مین توفیق کا سُرمہ نہین ہے کیونکہ بغیر سُنائے اور بغیر دکھلائے کچھ دیکھتا وسنتا نہین ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل الخسران کے نکال ووبال کے بیان کے بعد اہل درجات از اہل ایمان کے فضائل وکرامات کو بیان فرمایا بقولہ ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

البتہ جو یقین لائے اور کین نیکیان اور عاجزی کی اپنے رب کی طرف وہ ہین جنت کے لوگ

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ

وہ اُس میں رہا کرینگے مثال دونوں فریقوں کی جیسے ایک اندھا اور بہرا اور ایک دیکھتا اور سنتا کیا برابر ہے

مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

دونوں کا حال پھر کیا تم دھیان نہیں کرتے

ع ۲

اب اہل ایمان وطاعت کا حال اور ہردو فریق کی مثال بیان فرمائی بقولہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ بیشک وہ بندے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے یعنی رسول الٰہی وکلام الٰہی سے معرفت صحیحہ حاصل کرکے سب جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسپر یقین کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کئے نیک یعنی جو طاعات نماز روزہ وغیرہ اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ بتلائے ہیں اور رسول صلعم نے سکھلائے ہیں سب بجالائے مگر خالی اعضاء وجوارح ظاہرہ سے نہیں بلکہ اسکے ساتھ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ۔ اور خشوع وخضوع کیا اپنے رب کی طرف۔ اصل اخبات یعنی مستوی ہونا جنت یعنی زمین ہموار میں پس خشوع واطمینان کے معنی سے مناسب ہے اسی واسطے کہا گیا کہ واخبتوا ای انابوا مطمئن ہوئے اپنے رب کی طرف۔ فراء نے کہا کہ الیٰ ربہم اور لربہم واحد ہیں اور سراج وغیرہ میں کہا کہ اخبت الیہ کے معنی مطمئن ہوا اسکی جانب اور اخبت لہ کے معنی اسکے لیے خاشع وخاضع ہوا بعض نے کہا۔ انابوا یعنی پروردگار کی طرف دل سے جھکے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ خافوا یعنی اپنے پروردگار سے خوف وتقویٰ کیا۔ بالجملہ اشارہ ہے کہ آخرت میں اعتبار اعمال جوارح کے ساتھ اعمال قلب کا ہے یعنی نماز وغیرہ خشوع وخضوع سے ہو اور خود بندہ دیگر اوقات میں خاشع رہے۔ اُولٰٓئِكَ یہ بندے جن کا وصف ایمان وطاعت وخشوع وخضوع مذکور ہوا۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے ہیں هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ۔ وے اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ اہل سعادت جنھوں نے جوارح سے قولی وفعلی اعمال صالحہ کئے ومنکرات کو ترک کیا اور دل سے خشوع وخضوع کیا وہی جنت کے وارث ہونگے جسمیں غرف عالیہ وسرر مصفوفہ وقطوف دانیہ وفرش مرتفعہ وخیرات حسان وغیرہ نعیم باقیہ دائمہ ہیں اسمیں انکو خلود ہوگا نہ کبھی مرینگے نہ بوڑھے ہوں گے نہ بیمار ہوں گے نہ نیند میں اونگھیں گے نہ پخانے میں بیٹھیں ہوں گے نہ وہاں تھوک رینٹھ ہو وہاں تو صرف مشک کی خوشبو ہو۔ واضح ہو کہ جنت واسکی نعمتوں کا بیان بہت دراز ہے وہاں ایک رضوان الٰہی ودیدار جیسے نعمت ہو کہیں ممکن نہیں ہے پھر دونوں فریق کی مثال فرمائی بقولہ تعالیٰ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ۔ فریق کفار کی تشبیہ اعمیٰ یعنی اندھے واصم یعنی بہرے سے فرمائی۔ خواہ علحدہ علحدہ یا اسمیں دونوں ہوں اور مومن کی تشبیہ بھی اسی طرح سمیع یعنی سننے والے وبصیر یعنی آنکھوں دیکھنے والے سے فرمائی پس اگر مثال مجموع ہو تو عطف صفت بر صفت ہو۔ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا۔ ای حالاً وصفۃً بھلا دونوں فریق برابر ہیں از راہ حال وصفت کے یعنی ہرگز نہیں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ کیا تم سوچ نہیں کرتے ہو کہ اُن میں بڑا تفاوت ہے پس تم بھی مومن ہو جاؤ۔ دوسری آیت میں فرمایا لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ الآیۃ۔ اور فرمایا۔ ما یستوی الاعمیٰ والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات الآیۃ۔ بالجملہ دونوں میں صاف فرق کردیا اب حجت تمام ہوگئی ف۔ فی العرائس قولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات الآیۃ۔ اشارت ہو کہ آمنوا یعنی مواعید غیب کو بصفت دیدار یقین کیا اور وعملوا الصالحات یعنی اپنی جانیں قرب حاصل ہونے میں فدا کر دیں اور صفا ذکر سے اپنے سرائر پاک کئے اور فکر کو آیات الٰہی میں جولان کیا واخبتوا الیٰ ربہم یعنی اسرار کی بصیرت سے سلطان کبریائی کے انوار دیکھکر اسکے تحت میں فنا ہوگئے یہی

اپنے آپ کو صفات قدم مین فنا کر کے اصحاب مشاہدہ صفات بقا رہین اور بدون مزن فنا رکے باقی ہین کیونکہ اب بعد محو کے ہمیشہ اصحاب
الصحو ہین گئے۔ شاہ کرمانی رح نے کہا کہ اخبات تین طرح ہے عزم ایاس مع توبہ کے کیونکہ گناہون کی طرف کثرت سے عود ہوتا ہے اور خوف
استدراج کا بندہ مین یعنی شاید باوجود ان گناہون کے انعام فقط استدراج ہون کہ ناگہانی عذاب مین پکڑا جاوے اور سوم توقع
عقوبت کی ہر وقت بخوف کیونکہ وہان عدل ہے اور عدل مین یہان گناہ بہت ہین استاد رح نے کہا کہ اخبات یہ ہے کہ ہمیشہ انکسار کے
ساتھ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف خشوع ہو اور مخبتین کے علامات مین سے یہ ہے کہ ہمیشہ پوشیدہ استعانت کے ساتھ احکام تقدیر کے
تحت مین گھلتے رہتے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ازلی مقبول بندون اور ازلی مطرودین فرق بیان فرمایا کہ فریق اول کو نعمت ولایت سے
اور دوم کو حجاب بقولہ مثل الفریقین کالاعمی آہ یہان اشارت سے ثابت ہے کہ باطنی حالت کے اعتبار سے جو حقیقت مین مشاہدہ و وصال
مین پہونچا وہ محقق مانند سمیع و بصیر کے ہے اور جو حقیقت مین کچھ نہین مگر ظاہر مین مکار ہے وہ اندھا و بہرا ہے۔ پھر سمیع کی یہ کیفیت
ہے کہ حق تعالیٰ سے اُس کے کلمات کو اسی کی قوت سے سنتا ہے اور انھین کلمات سے اُسکو خواطر ملکوتی اور ہواجس شیطانی و نفسانی مین فرق
معلوم ہوتا ہے اسی طرح جمال حق تعالیٰ کو قوت حق سے دیکھتا ہے اور یہ کوئی کرامت اپنی قوت سے نہین ملتی ہے وہی پاک پروردگار سبحانہ
اپنے کرم سے عارفون کے دل اور محبون کی آنکھین روشن کر دیتا ہے جس سے اُن کو آدمیون کے دلی خطرات اور غیب کے حقائق ظاہر ہو جاتے ہین
اور جو شخص مکار جاہل ہے وہ الہامی ہواتف کو نہین سنتا کیونکہ اسکو خاص سننا جو بقوت حق ہے حاصل نہین ہوا اور اسپر بشری شہوات
و عوارض غالب ہونے کی وجہ سے اسکو معرفت کے انوار نظر نہین آتے۔ یہ صریح مثال دونون کی فرما کر اہل عقل سے دونون کے
مساوات پوچھی بقولہ ہل یستویٰن یعنی ہرگز دونون یکسان نہین ہین۔ بعض نے کہا کہ بصیر وہ شخص ہے کہ تقدیر الٰہی مین جو کچھ اُس سے مراد ہے
اور جو اس کے نفع و ضرر کے لئے جاری ہو تمام اوقات مین اسکو دیکھے اور سمیع وہ شخص ہے جو خطاب کے تمام اقسام کو خواہ تادیب ہون یا
تقریع ہون یا حث و ندب ہون تمام اوقات مین سنے پھر بعض مشائخ نے کہا کہ اندھا وہ شخص بھی ہے جو عبرت کی باتین نہ دیکھے
اور بہرا وہ شخص بھی جو لطائف خطاب سے محروم ہو اور بصیر وہ شخص جو نظر حق سے اشیا کو دیکھے تو کسی کا انکار نہ کرے اور کسی چیز سے
تعجب نہ کرے۔ جنید رح نے کہا کہ اندھا وہی ہے جو حقائق اشیا کو نہین دیکھتا۔ اُستاد رح نے کہا کہ اندھا وہ ہے جسکو ہدایت کی بینائی
نہ ہو ایسے ہی بہرا وہ جسکے دل کے کان بہرے ہون پس نہ وہ افعال مین تقدیر کا بھید دیکھتا ہے اور نہ نور فراست سے مکاشفات غیب
پاتا ہے اور فرمایا کہ بصیر وہ ہے جو افعال کو علم الیقین سے دیکھے اور صفات کو عین الیقین سے اور ذات کو حق الیقین سے پس جو چیزین
غائب ہین اُن کو ایک قسم کا حضور ہے اور جو مستور ہین ان مین کشف ہے۔ پھر جو شخص کہ صفت حق سے سنتا ہے اسکو ہواجس
نفسانی و وساوس شیطانی نہین سنائی دیتے ہین پس دواعی علم سے شرعاً سنتا ہے اور خواطر تعریف سے براہ تقدیر سنتا ہے اور خطاب
حق سے براہ اسرار سنتا ہے پس یہ جاہل و عارف کسی طرح مساوی نہین ہو سکتے ہین۔ پھر انواع دلائل کے بعد بعض قصص و وقائع
اُمم سابقہ و اُن کے بد انجام کو شاہد یقینی بیان فرمایا بقولہ۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّيْٓ

اور ہم نے بھیجا نوح کو اُسکی قوم کی طرف کہ مین تم کو ڈر سنانا ہون کھولکر کہ نہ پوجو سوائے اللہ کے مین

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ○ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ

ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک دکھ والے دن کے پھر بولے سردار جو منکر تھے اسکی قوم کے ہم دیکھتے نہیں تجھکو

إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ج وَمَا نَرَى لَكُمْ

مگر آدمی جیسے ہم اور دیکھتے نہیں کوئی تابع ہوا تیرا مگر جو ہم میں نیچ قوم ہیں اوپری عقل سے اور دیکھتے نہیں تم کو

عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ○

اپنے اوپر کچھ بڑائی بلکہ ہم کو خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو

وَلَقَدْ واو ابتدائیہ ولام موطئہ القسم ہے۔ اَرْسَلْنَا نُوْحًا نوح علیہ السلام اول رسول ہیں جو کافر بت پرستوں کی طرف بھیجے گئے بعد آدم علیہ السلام کے لوگوں کے گمراہ ہونے کے وقت۔ اِلٰی قَوْمِہٖ۔ یہ قوم بت پرست تھی اور بعد آدم کے دس قرن تک لوگ توحید پر رہے پھر ان میں کفر پھیلا۔ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ بعض نے کہا کہ تقدیر کلام بانی لکم ہے پس ان مفتوحہ کی قراۃ ابو عمرو وابن کثیر وکسائی پر صحیح ہے اور باقی قرّاء نے بالکسر پڑھا تو قول مضمر ہے یعنی قال انی۔ یا قائلا انے۔ والمعنی او قسم ہے کہ بیشک ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم پاس کہتا ہوا کہ میں بے شبہ تمہارے لیے کھلا ڈرسنانے والا ہوں۔ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ۔ ان مصدریہ یا مفسرہ متعلق بارسلنا یا نذیر یا مبین ہے اور لا ناہیہ ہے۔ سراج میں کہا کہ انی لکم الخ سے یہ جملہ بدل ہے یعنی میں تمہیں ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کی عبادت مت کرو۔ یا مبین کا مفعول ہے یعنی صاف بیان کرنے والا ہوں اس امر کو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو مت پوجو۔ علی ہذا مبین بمعنی بیّن نہیں بلکہ افعال متعدی معنی میں ہے۔ خالی انذار پر اکتفا کیا اسلئے کہ نوح کی دعوت محض انذار تھی بشارت نہیں۔ یہ قول ضعیف ہے بعض نے کہا کہ بشارت ان میں کارگر نہیں ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ قوم بدافعال میں مبتلا تھی اس سے باز رہنے کا حکم دیا اور نہ ماننے کی صورت میں ڈر سنایا۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ۔ بے شبہ مجھے تم پر عذاب روز الیم کا خوف ہے۔ روز کو الیم کہنا باعتبار اسکے عذاب کے ہے اور مراد روز طوفان ہے یا روز قیامت اور ظاہر یہ ہے کہ قیامت مراد ہو یا مخالفت پر عذاب کا یقین کرکے فرمایا کہ ایک نہ ایک روز تم پر عذاب آویگا اسلئے کہ غرق کی وحی پیچھے ہوئی ہے ہاں محتمل ہے کہ پہلے سے قوم کا انجام معلوم ہو واللہ اعلم فی السراج۔ ابن عباس رض نے فرمایا کہ حضرت نوح چالیس برس کی عمر ہونے پر رسول ہوئے اور ساڑھے نوسو برس قوم کو راہ راست کی طرف بلایا۔ مقاتل رح نے کہا کہ سو برس کی عمر میں اور بعض نے کہا کہ پچاس برس اور بعض نے کہا کہ دوسو پچاس برس کی عمر ہونے پر رسول ہوئے اور ساڑھے نوسو برس دعوت کی اور بعد طوفان کے ڈھائی سو برس زندہ رہے تو اُن کی عمر ایک ہزار چار سو پچاس برس کی ہوئی اور نوح اسم عجمی ہے لہذا جس نے کہا کہ کثرت گریہ کی وجہ سے نوح بالفتح سے ماخوذ ہے اُسنے سہو کیا کیونکہ عربی اشتقاق نہیں ہوسکتا۔ اس سورہ میں سات قصے ترتیب وار جس طرح زمانہ میں واقع فرمائے ہیں ذکر کئے از انجملہ پہلے ہی قصہ نوح ہے۔ الحاصل حضرت نوح نے قوم بت پرست سے کہا کہ اگر تم نے سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کو پوجا تو مجھے تم پر عذاب الیم واقع ہونے کا خوف ہے لہذا تم باز رہو۔ مترجم کہتا ہے کہ جو کوئی مشرک مرے اسپر عذاب آخرت یقینی ہے پس ظاہر کلام اسکو مشعر ہے کہ آنحضرت نے قوم کو دنیاوی عذاب کا خوف دلایا قوم نے اُن کے جواب میں صاف انکار کیا اور تین شبہے پیش کئے چنانچہ اُن کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ فَقَالَ الْمَلَاُ ملاء جماعت اشراف جنکو دنیا کی ریاست ومنزلت حاصل ہے۔ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جملہ صفت ملاء مِنْ قَوْمِہٖ۔ بیان ملاء یعنی اسکی قوم کے اشراف نے جو کافر تھے۔ کہا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اشراف قوم کا فر تھی لیکن اظہر یہ ہے کہ جملہ الذین کفروا محض مذمت کیلئے ہے یعنی ان ملاء کی یہ صفت تھی کہ خبیث کافر تھے اسلئے کہ کلام مابعد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان لانیوالے دنیا کی راہ سے حقیر لوگ تھے۔ بالجملہ یہ کفار قوم نوحؑ نے کہا کہ۔ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا۔ پہلا اعتراض و شبہہ یہ کہ ہم نہیں دیکھتے تجھکو مگر ایک آدمی مانند اپنے یعنی اللہ تعالیٰ کا رسول کوئی فرشتہ ہوتا آدمی کیا ہوگا اور تو ہمارے مثل آدمی تجھے یہ فوقیت ہم پر سارے بڑھکر نہیں ہوسکتی جیسے کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتے تھے وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا۔ جمع ارذل بضم ذال معجمہ اور ذل جمع رذل بسکون ذال جیسے کلب و اکلب و اکالب پس اراذل جمع الجمع ہے اور بعض نے اسم تفضیل رذل بروزن اشرف کے جمع قرار دی جیسے اساود جمع اسود پھر اراذل مانند جولاہے موزہ دوز وغیرہ کے آدمیوں میں سے اور گھٹیا ہر چیز میں سے۔ بَادِيَ الرَّاْيِ۔ ظاہر الرائے یعنی بدون خوض و تعمق کے۔ اور نصب اسکو بنا بر ظرف کے یعنی وقت ظہور اول رائے کے۔ یہ دوسرا شبہہ جما یا اور معنی یہ کہ اور ہم نہیں دیکھتے کہ تیری پیروی کی ہو کسی نے سوائے ایسے لوگوں کے جو ہم میں سے اراذل ہیں انھوں نے بھی بدون غور و تعمق کے سرسری نظر سے اتباع کرلی۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کافروں کا یہ اعتراض اُن کی جہالت و بے عقلی پر دلیل ہے اسلئے کہ جو امر حق ہے وہ ہمیشہ حق ہے چاہے اراذل اسکی پیروی کریں چاہے اشراف۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ جو بندے امر حق و حکم آلٰہی کی پیروی کرتے ہیں وہی اشراف ہیں اگرچہ فقیر ہوں اور جو اُس سے منہ موڑتے ہیں وہی رذل ہیں چاہے تونگر ہوں پھر اکثر ایسا واقع ہوتا ہے کہ امر حق وانبیاء و اولیاء کی پیروی کرنیوالے فقیر و ضعیف لوگ ہوتے ہیں ان میں کچھ غرور نہیں ہوتا اور وے حق کے تابع ہو جاتے ہیں اور رؤسا اکثر مخالف ہوتے ہیں اسیواسطے ہرقل بادشاہ روم نے جب آنحضرت صلعم کا حال پوچھا اور آپ کی اتباع دریافت کئے اور ابوسفیان نے کہا کہ ضعیف لوگوں نے اُنکی پیروی کی اور کسی شریف نے پیروی نہیں کی تو بادشاہ نے کہا کہ تم یہ مت سمجھو بلکہ رسولوں کی پیروی کرنیوالے ضعیف ہی ہوتے چلے آئے ہیں زجاجؒ نے کہا کہ کافروں نے اتباع نوحؑ کو جولاہے وغیرہ ارذل کہا اور بیوقوفی سے یہ نہیں جانا کہ دین کی بزرگی اور رسول کی پیروی میں شرافت ہے مال و مناصب کو کچھ دخل نہیں اور کوئی پیشہ جائز ہو اس سے دین میں کچھ نقصان نہیں آتا بلکہ جب دین میں اُنکی سبقت بہتر ہے تو بیدینوں سے دین میں افضل ہیں ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بادی الرائے کا اعتراض بھی محض جہالت ہے کچھ عیب نہیں اسلئے کہ حق جب کھلگیا تو نہیں ان کو فکر کو کوئی مجال نہیں رہتی بلکہ اس حال میں امر حق کی اتباع فرض ہے ایسی حالت میں سوائے غبی گمراہ جاہل کے کوئی بدی و برائی لگانے میں نہیں پڑیگا اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہمیشہ امر واضح لائے ہیں اور صحیح حدیث میں آیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے جس کسی کو اسلام کی طرف بلایا اُسنے کچھ نہ کچھ گردن موڑائی سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ اسنے کچھ بھی توقف نہ کیا یعنی فوراً ایمان لائے پھر کافروں نے تیسرا شبہہ حضرت نوحؑ و ان کی اتباع سب پر پیش کیا یعنی قولہ۔ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ۔ اور ہم تو تمہارے لئے اپنے اوپر کچھ فضیلت نہیں دیکھتے۔ یعنی دنیاوی مال و دولت میں تم ہم سے اچھے نہیں ہو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ لوگ اندھے تھے بہرے تھے گونگے تھے اُن کو بھلا حق و اُسکی بزرگی کیونکر نظر آتی پھر حضرت پیغمبر کی فضیلت کہاں سے دیکھتے لہذا دنیاوی غرق کے سوائے آخرت میں بھی ارذل خوار ہونگے جو دنیا میں اندھے ہوکر امر حق میں متردد اور جہالت کے اندھیرے میں ٹاپتے تھے آخرت میں دوزخ کے اندھیرے میں جلینگے پھر ان کافروں نے حضرت نوحؑ کے مقابلہ میں خوض و تردد بھی چھوڑا اور اپنی اصل کی طرف جو تمام کافروں میں ہمیشہ موجود ہے رجوع کیا اور وہ خالی گمان ہے چنانچہ کہا۔ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ۔ بلکہ ہم تو تم کو جھوٹا گمان کرتے ہیں۔ اسی گمان پر جم گئے اور کسی طرح آنحضرتؐ کی نصیحت نہ سنی۔ حالانکہ گمان سے حق نہیں ملتا ہے آخر غرق کے عذاب میں پڑے یہی حال کفار مکہ کا تھا کہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کے

یہان اپنا سفارشی سمجھے اور گمان کرتے کہ وہان ہم کو نفع دینگے حالانکہ یہان نہ منہ سے بولین اور نہ ہاتھ ہلاوین اور نہ اشارے سے راہ بتاوین اور نہ اپنے اوپر سے ایک مکھی ہانک سکین ایسے ہی نصاریٰ نے حضرت مسیح کو اپنے تمام گناہون کا چاہے کیسی ہی بدکرداری کرین کفارہ سمجھ لیا اور یہ خلاف عقل و تمام انبیاء سے مخالف ہے اور جب ان لوگون کو امر حق دیا جاتا ہے تاکہ دنیائے فانی سے منہ موڑ کر عاقبت درست کرین تو دل سے عاقبت پر یقین نہین کرتے اور اسپر بھی حق بات مین مانند قوم نوح کے بالکل واہی شبہہ پیدا کرتے ہین ف۔ فی العرائس قولہ ما نراک اتبعک الآیۃ کمینہ جاہلون بیوقوفون کی یہی عادت ہے جو اپنی فاسد رائے پر انبیاء کے حالات کو قیاس کرتے ہین اور اگر کاش ایک ذرہ اُن کے حالات سے مشاہدہ کیا ہوتا تو اسکے شوق و حسرت مین مرجاتے ولیکن شقاوت ازلی نے ان کو ان بزرگون کے انوار سے محجوب و محروم کیا اور اپنے گمان و قیاس مین پڑے ٹھوکرین کھایا کئے پس ان کو شکل و صورت نظر پڑی اور ارواح دیکھنے سے اندھے رہے اور بسبب جہالت کے اولیاء الٰہی پر تحجر کرتے رہے۔ ابن العربی رح نے کہا کہ جس نے انبیاء سے مخالفت کی اسکو فقط بشری صورت نظر پڑی اور جو اختصاص و فضائل اُن کو عطا ہوئے ہین مخالف کو نظر نہ آئے کیونکہ حقائق باطن ہین اور اُن کی ظاہری صورت کا باقی رہنا خلق پر رحمت ہے کہ فیض پاوین اسی ظاہری شکل کو اپنی طرح کھاتا پیتا دیکھکر ان کو اپنے مثل سمجھنے لگے اور یہ نہ جانا کہ وہ مشاہدہ قدس مین حضرت حق عزوجل کے قرب مین ہین اگر اُن کے قرب و منزلت کو دیکھ پاتے تو ایسے جواب گونگے رہجاتے اور اُن کے عیش کی تمنا مین حسرت کیساتھ جان دیدیتے ولیکن تقدیر العزیز العلیم ہے کہ وہ اسی عذاب مین خوش ہین پھر مجمل جواب نوح ع ذکر فرمایا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مین ہوا نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور اُسنے دی مجکو مہر اپنے پاس سے پھر وہ

عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ○

تمہاری آنکھ سے چھپا رکھی کیا ہم لگا دین وہ تم کو اور تم اُس سے بیزار ہو

حضرت نوح ع نے خصائل نبوت کے موافق نہایت حلم و تلطف سے بیوقوف قوم کو جواب دیا۔ قَالَ يٰقَوْمِ۔ کہا کہ اے قوم اَرَءَيْتُمْ مجھے آگاہ کرو۔ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ۔ کہ اگر مین کھلی دلیل و معجزہ پر ہون اپنے پروردگار کی طرف سے۔ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ اور دی اُسنے مجکو رحمت یعنی نبوت اپنے پاس سے یعنی اپنے فضل سے تو بھی کیا مجھے جھوٹا کہو گے یعنی مین جھوٹا نہین ہون مجھے حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بدون دعوی و استحقاق کے اپنی طرف سے معجزے و برہان دی اور اپنے پاس سے رحمت و نبوت دی۔ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ۔ پس ہر ایک بینہ و رحمت تم پر اندھر آگئی کہ تم اُس کو نہین دیکھتے و انکار کرتے ہو حفص و حمزہ و کسائی نے عمیت بضم اول و تشدید ثانی پڑھا یعنی یہ رحمت تم پر اندھرائی کر دی گئی اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے فضائل و کرامات دیکھنے سے اندھا کر دیا۔ دلیل ہے کہ ہدایت و ضلالت کو اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے۔ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کیا مین تمپر لازم کر دونگا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ۔ حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو یعنی زبردستی مین تمھارے اوپر لازم نہین کر سکتا ہون۔ قتادہ رح نے کہا کہ واللہ اگر اللہ تعالیٰ کے نبی کو استطاعت ہوتی تو لازم فرماتا ولیکن اس کے امکان مین نہ تھا ف۔ حلم رکھنا جاہلون کے جواب مین اخلاق انبیاء مین سے ہے اور قولہ فعمیت بنابر قراءۃ حفص و حمزہ کے دلیل ہے کہ ہدایت و ضلال از جانب حق تعالیٰ ہے۔ قولہ تعالیٰ

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ
اور اے قوم نہین مانگتا مین تم سے اسپر کچھ مال میری مزدوری نہین مگر اللہ پر اور مین نہین ہانکنے والا ایمان والون کو

اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ
اُن کو ملنا ہے اپنے رب سے لیکن مین دیکھتا ہون تم لوگ جاہل ہو اور اے قوم کون چھڑا دے مجکو اللہ سے

اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝
اگر اُن کو ہانک دون کیا تم دھیان نہین کرتے ہو

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ ضمیر علیہ راجع اس نصح کی طرف ہو جو پہلے ان کو فرمائی تھی - مَالًا - اور اے قوم مین نہین مانگتا اس نصح پر تم سے کچھ مال یعنی خالص اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسکے واسطے تم کو اسکی سیدھی راہ پر بلاتا ہون اور تم سے کچھ چاہتا نہین کہ تم تہمت کرو کہ اسی مال کیلئے ایسا کیا - بلکہ تم سے بے غرض نصیحت ہو - اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ - نہین میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ پر - یعنے اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے مجھے اس کام پر ثواب جزیل دینے کا وعدہ فرمایا ہے تو میرا ثواب تو وہی ہے پھر کافرون کے تکبر و غرور کی درخواست کا جواب دیا بقولہ - وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - اور مین کبھی نہین ہانک دینے دُور کرنے والا ہون ان لوگون کو جو ایمان لائے - روایت ہو کہ کافرون نے صریح درخواست کی تھی کہ ان رذیل لوگون کو دور کرو تو ہم تمہارے پاس بیٹھین اور بعض نے کہا کہ انکی گفتگوئے سابق سے یہ بات نکلتی تھی بہرحال جواب دیدیا کہ مین کبھی ایسا نہین کرونگا - یہ ویسا ہی ہے جیسے کفار مکہ نے آنحضرت صلعم سے ضعفاء مومنین کو ہٹانے اور خاص اپنے لئے مجلس بنانے کی درخواست کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے قولہ لاتطرد الذین یدعون ربهم الآیۃ - سے صریح ممانعت فرمائی - پھر حضرت نوحؑ نے جن کو کافر رذیل کہتے تھے انکا مرتبہ مع اپنے فعل کی دلیل کے بیان کیا بقولہ - اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ - یہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہین - انکا مرتبہ یہ ہو کہ پروردگار عزوجل ان سے ملاقات فرماویگا اور اُن کو اُن کے ایمان و نیکیون کا اچھا ثواب عطا کریگا کیونکہ ایمان و اعمال نیک کسی کے ضائع نہین ہوتے اور وہی حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہین - دنیائے فانی و دولت بالکل ہیچ و باطل ہے - اسی واسطے فرمایا - وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ - لیکن مین تم کو ایسی قوم دیکھتا ہون کہ تم جہالت کرتے ہو یعنی صاف بات ہیچ جسکو ہر عقل والا جان لیتا ہے اس سے تم جاہل ہو پھر زیادہ انکا مرتبہ بڑھایا اور طرد کا جائز نہ ہونا بتلایا بقولہ - وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ - اور اے قوم کون مدد کرکے مجھے بچاویگا اللہ تعالیٰ سے اگر مین ان لوگون کو مطرود کرون یعنی اُن کا مطرود کرنا خلاف مرضی الٰہی ہے اگر مین بالفرض طرد کرون تو اللہ تعالیٰ مجھ پر عذاب فرماویگا پھر اُسکے عذاب سے بچانے والا کوئی نظر آتا ہے ہرگز کوئی ممکن نہین ہو پھر اُن کو اُن کی جہالت پر تنبیہ کی بقولہ - اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ - کیا بھلا تم غور نہین کرتے ہو بعض نے کہا کہ افلا بمعنی ہلا یعنی حرف تحضیض ہو یعنی کیون نہین غور کرکے سمجھ حاصل کرتے ہو کہ ایمان و طاعت سے کوئی ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو جاتا ہے کسی کو اُسکے رد کرنے کی مجال نہین ہو اور دنیاوی دولت سے قرب الٰہی و شرف نہین حاصل ہوتا - ف - **فی العرائس** قولہ وما انا بطارد الذین آمنوا الخ حضرت نوح علیہ السلام نے بیان کردیا کہ مین ایسے لوگون کو مطرود نہین کرسکتا جنھون نے دنیا کو جو محل امتحان تھا چھوڑا اور خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور دار آخرت پسند کیا اور حق تعالیٰ نے ازل سے اُن کو اپنے دیدار و مجلس اُنس

وسماع کلام ومعرفت صفات وذات کیلئے برگزیدہ کر دیا تھا پھر دلیل فرمائی بقولہ انہم ملاقوا ربہم یعنی انکا مقبول کرنا یا مطرود کرنا میرے حوالہ نہیں ہے بلکہ جس پاک خالق جل سلطانہ نے مجھے پیدا کرکے رسول بنانے کو چھانٹا اسی نے اپنے ان بندون کو ولایت کیلئے مخصوص کیا اور اسکو اختیار ہے کہ اپنی رحمت سے جسکو چاہے سرفراز کرے اور تم لوگ اندھے جاہل ہو تم کو چاہیئے کہ انکی شکستگی کو مت دیکھو اور دنیا سے اعراض کرنیسے اُنکے پھٹے کپڑون و زرد رنگ کو لائق ملامت کرو کیونکہ ملکوت و جبروت مین بسر کرنیوالے یہی لوگ ہین شیخ ابو حمان ؒ نے اس آیت مین کہا کہ مین تمہین منھ موڑ دونگا ایسے لوگون سے جنہون نے اللہ تعالیٰ کی طرف منھ کیا کیونکہ جو کوئی اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ لائے اللہ تعالیٰ اُسپر توجہ فرماتا ہے پس جو کوئی ایسے شخص سے منھ موڑے اُس نے اللہ تعالیٰ سے منھ موڑ لیا پس مین ایسا نہین کرونگا

پھر حضرت نوح علیہ السلام نے کافرون کے بعض اقوال کا جواب فرمایا کما قال تعالیٰ۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ

اور مین نہین کہتا تم کو کہ میرے پاس ہین خزانے اللہ کے اور نہ مین خبر رکھون غیب کی اور نہ مین کہون کہ فرشتہ ہون اور نہ کہون گا

لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ

کہ جو تمہاری آنکھ مین حقیر ہین نہ دیگا اُن کو اللہ بھلائی اللہ بہتر جانے جو اُن کے جی مین ہے

اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

یہ کہون تو مین بے انصاف ہون۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ۔ اور مین تم سے یہ نہین کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہین یعنی رزق کے خزانے یا اموال کے خزانے۔ یہ جواب کفار ہے کہ رسول ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے خزانے رکھتا ہوتا۔ یعنی رسول کیلئے یہ شرط نہین ہے اور بعض نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ جیسے مین تم سے مال نہین مانگتا ویسے ہی یہ بھی نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانون کا مالک ہون بلکہ مجھے مال سے دینے یا لینے کی کچھ غرض متعلق نہین ہے کیونکہ یہ اموال دنیاوی سب فانی ہین ان کے حاصل ہونے سے کچھ آبرو نہین اور نہ ہونے سے کچھ ذلت نہین ہو اور اُن کی جستجو مین عمر برباد کرنا عذاب کی گرفتاری ہے۔ ہان دار الآخرۃ کی نعمتین البتہ باقی و دائم ہین وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور یہ بھی نہین کہتا کہ مین غیب جانتا ہون۔ بلکہ مین نے وحی الٰہی پہونچنے پر تم سے یہی کہا تھا کہ انی نذیر مبین۔ مین کھلا ڈرسنانے والا ہون۔ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ۔ اور یہ بھی مین نہین کہتا کہ مین فرشتہ ہون تاکہ تم کہو ہم تو تم کو اپنے مثل آدمی دیکھتے ہین بیشک آدمی ہون اور آدمیت و نبوت دونون جمع ہوتے ہین کوئی شک نہین بلکہ تمہارے لئے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہو وہ آدمی ہونا چاہیئے۔ اس کلام سے بعض نے استدلال کیا کہ آدمی سے فرشتہ افضل ہوتا ہے کیونکہ اپنے سے افضل کی اسطرح نفی کیا کرتے ہین اور جواب دیا گیا کہ یہ استدلال نہین صحیح ہے کیونکہ حضرت نوحؑ نے کافرون کے جواب مین یہ کہا جو کہتے تھے کہ تم تو ہمارے سے آدمی ہو پس جواب دیا کہ مین اپنے کو فرشتہ کب کہتا تھا جو تم مجھ پر طعن کرتے ہو اور حق اس بحث مین یہ ہے کہ سرے سے ہم بحث ہی نہ کرین کیونکہ ہم کو طاعات الٰہی و عافیت کی راہ چلنے سے کام ہے اس بحث سے کیا کام کہ کون افضل ہے وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا۔ اور جن لوگون کو تمہاری آنکھین حقارت سے دیکھتی ہین اُن کے حق مین مین یہ نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ کبھی اُنکو بھلائی و بہتری نہ دیگا کیونکہ ثواب و درجات کا مدار دل کے ایمان و سلامتی پر ہے مجھ ان کے دل کا حال

کیا معلوم۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے پس اگر ایمان و تصدیق و معرفت ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے لیے آخرت میں مہیا کیا وہ نہایت افضل ہے تمہارے دنیاوی اموال بلکہ تمام روئے زمین کی سلطنت زمین کے خزائن و دریا کے جواہرات سب بمقابلہ ایک بالشت جنت کی جگہ کے کچھ چیز نہیں ہیں۔ جب یہ بات ہو تو پھر میں کیونکر ان کو دور کروں اور کیونکر ان کے حق میں ایسی بات کہوں۔ اِنِّیْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ بے انی اذا فعلت ذلک صرت من الظالمین یعنی اگر میں ایسا کروں تو میں بھی ظالموں میں سے ہو جاؤں اور یہ بڑا گناہ ہے اگر کہا جاوے کہ جب ایسا گناہ ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر مطرود کیا تھا جس پر قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ۔ اتری ہو جواب دیا گیا کہ ایک تو حضرت نوحؑ سے کفار کہتے تھے کہ غریبوں کو بالکل اپنے پاس سے دور کر دو اور آنحضرت صلعم نے اپنے ضعفاء صحابہ کو بالکل دور نہیں کیا اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ جواب اس تقدیر پر تھا کہ آنحضرت صلعم نے دور کیا اور اصح قول یہ ہے کہ خالی قصد کیا تھا جبکہ بعضے اکابر صحابہ نے مشورہ دیا کہ خیر کافروں کی یہ ہٹ بھی کیوں نہ لیجیے اسپر جب آیت اتری تو آپنے یہ قصد دور کر دیا کیونکہ حق تعالیٰ نے کافروں کے تکبر اور مومنوں کی دلشکنی کو پسند نہ فرمایا اور اپنے رسول صلعم کو اس قصد سے قبل اسکے کہ واقع ہووے منع فرما دیا۔ پھر کافروں نے ٹھیک جواب پا کر جدال شروع کیا بقولہ تعالیٰ

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○

بولے اے نوح تو ہم سے جھگڑا پھر بہت جھگڑ چکا اب لے آ جو وعدہ دیتا ہے ہم کو اگر تو سچا ہے

قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْکُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ○ وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ

کہا کہ لاوے گا تم پر اسکو اللہ ہی اگر چاہے گا اور نہ تم تھکا دو گے بھاگ کر اور نہ کام کریگی تم کو میری نصیحت جو میں چاہوں

اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اِنْ کَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ هُوَ رَبُّکُمْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

تمکو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہوگا کہ تم کو بیراہ چلاوے۔ وہی ہے رب تمہارا اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے

قَالُوْا کفار قوم نے کہا کہ یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا۔ اے نوحؑ تو نے ہم سے جدال کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید و نبوت و معاد ثابت کرنے میں غلبہ کا کلام لایا۔ فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا۔ بس ہم سے جدال میں اکثار کیا یعنی طول کلام سے تو نے سب باتوں پر دلائل پیش کئے ولیکن کافروں کے گمان سے یہ سب باہر تھا لہذا کہا۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔ سو لے آ جو کچھ تو ہم کو وعدہ دیتا ہے یعنی عذاب کے وعید دیتا ہے وہ عذاب لے آ۔ بما میں با تعدیہ ہے۔ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اگر تو سچوں میں سے ہے۔ جزا اس شرط کے محذوف ہے جسپر جملہ ماقبل دلالت کرتا ہے یعنی ان کنت صادقا فاتنا بما تعدنا۔ یہ اس مذہب نحویین کے طور پر جو جزا کو شرط پر مقدم ہونا جائز نہیں کہتے ورنہ دوسرے مذہب پر جزا۔ مقدم ہے۔ حاصل آنکہ تیرا مناظرہ ہم میں کچھ موثر نہیں اب اگر تو سچا ہے تو وہ عذاب جس سے ڈراتا ہے لا۔ قال فی السراج اس آیت میں دلیل ہے کہ دلائل کو صاف بیان کرنا اور کافروں کے شبہات دور کرنا یہ انبیاء علیہم السلام کا پیشہ ہے اور تقلید و جہالت کرنا کافروں کا پیشہ ہے حضرت نوحؑ نے ان کے جواب میں کہا۔ اِنَّمَا یَاْتِیْکُمْ بِهِ اللّٰهُ اسکو تو اللہ تعالیٰ ہی تم پر لاویگا۔ اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے گا یعنی تم جو عذاب مجھ سے جلدی مانگتے ہو تو مجھے کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اگر چاہے گا تو تمہاری موت سے پہلے ہی تم پر عذاب لاویگا اور چاہیگا تاخیر فرماویگا۔ وہ مختار ہے۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۔ اور تم لوگ اس عذاب سے بچنے والے نہیں ہو یا تم عذاب میں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے کہ تم پر عذاب نہ کر سکے پھر حضرت نوحؑ نے کلام کو قطعی طور پر ختم کر دیا

بقولہ وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ ـ اور نہین نفع دیگی تم کو میری نصیحت اگر مین چاہون کہ تم کو نصیحت دون ـ اِنْ کَانَ اللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ ـ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہوگا کہ تم کو گمراہ کرے ـ تقدیر کلام یون ہو ان کان اللہ یرید ان یغویکم فان اردت ان انصح لکم فلا ینفعکم نصحی ـ پس بمذہب عدم جواز تقدیم الجزاء ان اردت الخ کی جزا بقبل جملۂ اول محذوف ہو اور بمذہب جواز تقدیم جملہ شرط وجزا ر اول جزا رشرط ثانی ہو اور ایسے شرائط مین حکم ثابت ہونے کیلیے یہ شرط ہو کہ ثانی قبل اول کے واقع ہو اور مفاد خلاف ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہو کہ ایک مرد نے جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہو اگر تو گھر مین داخل ہوئی اگر تو نے زید سے بات کی پس اگر وہ داخل ہو کر بات کرے تو طلاق نہ پڑے گی اور اگر بات کر کے داخل ہو تو طالقہ ہو جائے گی ـ ہذا ما ذکرہ فی السراج اور تمام یہ بحث مترجم کے ترجمہ عالمگیریہ سے تلاش کرو فی السراج اس آیت مین دلیل ہو کہ اللہ تعالیٰ کبھی بندہ سے کفر کو ارادہ کرتا ہے پس جب اُس نے ارادہ کیا تو بندہ سے ایمان کا صادر ہونا ممکن نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ ازلی ختیاری ہو چنانچہ ازل مین اگر اسکو کافر مقدر کیا تو وہ کبھی مومن نہین مریگا اگرچہ مثل بلعم باعور کے درمیان مین مانند ابلیس کے بظاہر کسی کرامت کو پہونچے ـ بالجملہ ارادۂ آلہی مقدم ہے لہذا وہ خالق پاک قادر مختار ہو جو چاہے کرے اسپر کسی کا کچھ حق نہین ہو اسیواسطے حضرت نوحؑ نے ان کافرون کو ان کے خالق عزوجل کے حوالہ کیا ـ بقولہ تعالیٰ ـ ھُوَ رَبُّکُمْ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ وہی تمہارا رب ہے اور اسی کیطرف تم لوٹائے جاؤگے ف فی العرائس قولہ ولا ینفعکم نصحی ان اردت الخ یعنی کیونکر میری نصیحت تم کو فائدہ دیگی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قبول نصیحت کی استعداد پر پیدا نہین کیا اور یہ شقاوت ازلی تمہارے حق مین ہے اور نصیحت تو اسی کو کارگر ہوتی ہے جسکے دل مین اسکے رب کی طرف سے کوئی ایسی استعداد ہو جو اسکو معصیات سے جھڑکے اور روکے اور نصیحت سننے پر آمادہ کرے شیخ حمدون القصار رحؒ نے کہا کہ نصیحت ایسے شخص کو مفید نہین جو اپنے آپ کو نصیحت نہ کرے ـ پھر اس ذکر قصہ کے درمیان مین بطریق جملہ معترضہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتان کفار رفع فرمایا بقولہ تعالیٰ ـ

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ؏

کیا کہتے ہین کہ بنا لایا قرآن کو تو کہہ اگر بنا لایا ہون تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور میرا ذمہ نہین جو تم گناہ کرتے ہو

مقاتل رحؒ نے کہا کہ یہ کفار مکہ کا کلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطریق جملہ معترضہ درمیان قصہ نوحؑ مین ذکر فرمایا اسی قول کو شیخ ابن کثیر رحؒ نے اختیار کیا اور رازی رحؒ نے کہا کہ یہ بہت بعید ہے بلکہ یہ کلام منجملہ کلام نوح علیہ السلام کے ہو یعنی اُنکی قوم انکو اس وحی مین مفتری بتلاتی تھی تو کہا کہ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ـ بلکہ کہتے ہین کہ اُسنے افترا کر لیا یعنی اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے ـ ضمیر افترا راجع بجانب وحی ہے جو قوم کو پہونچائی تھی ـ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ تو کہدے کہ اگر مین نے اسکو گڑھ لیا تو مجھ پر اسکا اجرام ہے ـ اجرام کسی ممنوع بات مین پڑ جانا پس مضاف محذوف ہو یعنی گناہ اس اجرام کا وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ـ اور مین بری ہون اس چیز سے جسکا تم اجرام کرتے ہو یعنی تمہارے اجرام کے عقاب سے مین بری ہون کہ ناحق تم مجھ پر افترا کرتے ہو ـ بعض نے لکھا کہ ان افتریتہ فعلی اجرامی ـ ایک محذوف جملہ پر دلالت کرتا ہو اسی سے وہ حذف کیا گیا یعنی وان کنت صادقا وکذبتمونی فعلیکم عقابہ لک یعنی اور اگر مین سچا ہون اور تمہین نے مجھے جھوٹا بتلایا تو اس کا عذاب تم پر ہے ـ مترجم کہتا ہے کہ قولہ وانا بری الخ اسی معنی پر دلالت کرتا ہے اور یہ حسن بیان ملیح ہے ـ پھر انجام قوم نوح علیہ السلام بیان فرمایا ـ بقولہ تعالیٰ ـ

ع ۳ / ۲

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور حکم ہوا طرف نوح کے کہ اب ایمان نہ لاویگا تیری قوم مین مگر جو ایمان لاچکا سو غمگین نہ رہ اُن کامون پر جو کر رہے ہین

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَيَصْنَعُ

اور بنا کشتی روبرو ہمارے اور ہمارے حکم سے اور نہ بول مجھ سے ظالمون کے واسطے یہ البتہ غرق ہونگے اور وہ

الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۗ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا

کشتی بناتا ہے اور جب گذرتے ہین اُس پر سردار اُس کی قوم کے ہنسی کرتے اُس سے ۔ بولا اگر تم ہنستے ہو ہم سے تو ہم ہنستے ہین تم سے جیسے

تَسْخَرُوْنَ ۗ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

تم ہنستے ہو اب آگے جان لوگے کس پر آتا ہے عذاب کہ رسوا کرے اسکو اور اُترتا ہے اُس پر عذاب ہمیشہ کا

پہلے بعض ترکیب و معانی معلوم کرلو۔ قولہ انہ لن محل رفع مین نائب فاعل ہے۔ قولہ لن یومن بعض نے کہاکہ وقت موت کفار تک اُن کے ایمان سے مایوسی دلانے کو حرف لن آیا۔ قولہ الا من قد آمن اے الا من قد سبق ایمانہ۔ یا مراد یہ کہ الا من استعد للایمان۔ ظاہر مراد نہین ہو ورنہ معنی یہ ہون گے الا من آمن فانہ یومن۔ اور اسکا فساد ظاہر ہے۔ قال المترجم اللہم الا ان یقال ان المعنی انہ لا یتصف بالایمان من قومک الا من قد آمن فانہ متصف بہ دائما۔ اور بعض نے کہاکہ استثناء منقطع ہو بمانند قولہ الا ما قد سلف چنانچہ پارہ پنجم وغیرہ مین گذرا قولہ فلا تبتئس بوس بمعنی حزن اور ابتیاس حزن آگین ہونا۔ بائس مسکین۔ قولہ باعیننا اے بمرآی منا یعنی ہماری نظر روبرو کہ وہان ہم دیکھتے ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ سب دیکھتا ہے اور یہ مجاز ہے مراد اس سے حفظ آلہی ہے اور عین سے تعبیر کیا حفظ کو کیونکہ وہ دیکھنے کا آلہ ہے جس سے حفاظت ہوتی ہے بعض نے کہاکہ باعیننا یعنی بعلمنا۔ ہمارے دیے علم سے اور اعین کی جمع بغرض مبالغہ و تعظیم ہے ورنہ کثرت سے مقصود نہین ہے اور بعض نے کہاکہ مضاف الیہ محذوف ہو اور تقدیر یہ کہ باعین ملائکتنا یعنی ہمارے ملائکہ کی نگاہ روبرو بعض نے کہاکہ مراد اس سے حکم آلہی ہے اور ایک جماعت نے کہاکہ عین صفت آلہی ہے اسکو بدون تاویل و تمثیل و تشبیہ و تعطیل و تقدیر کے رکھنا اور اسپر ایمان لانا مذہب سلف صالحین ہو اگر کہا جاوے کہ پھر اعین جمع کیون آئی تو جواب یہ کہ جیسے ضمیر جمع متکلم واسطے وحدہ لاشریک کے ہے اسی رعایت سے جمع ہو چنانچہ نفسنا غیر مستحسن اور انفسنا صحیح ہو۔ قال تعالیٰ ۔ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ ۔ اور وحی بھیجی نوح کو اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ ۔ کہ ہرگز نہین ایمان لاویگا تیری قوم مین سے کوئی سوائے اُن کے جو ایمان لاچکے اسمین پیغمبر کو قوم کے ایمان سے تا دم موت مایوس کر دیا اور معلوم ہوگیا کہ یہ لوگ برابر کفر پر اڑے رہین گے حالانکہ اس سے پہلے آنحضرت اپنی قوم کے ایمان نہ لانے پر غمگین ہوتے ۔ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۔ سو تو ان پر غمگین سست مت ہو بسبب اُن کے فعل کے یعنی کفر و بت پرستی و انکار توحید و رسالت جو اُن سے صادر ہوتا ہے اس سے غمگین مت ہو ۔ قتادہ رح نے کہاکہ اسی وقت نوح نے دعا کی کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا الآیۃ ۔ اور حسن رح سے روایت ہو کہ نوح نے اپنی قوم پر بددعا نہین فرمائی یہان تک کہ جب یہ وحی ہوئی تو اُن سے اُمید منقطع ہوئی تب بددعا فرمائی ۔ محمد بن اسحاق نے عبید بن عمیر اللیثی سے روایت کی کہ عبید رح کو خبر پہونچی کہ نوح کے قوم والے آنحضرت کو پکڑ کر گلا گھونٹ دیتے یہان تک کہ ان پر غشی طاری ہوتی پھر جب ہوش آتا تو کہتے کہ پروردگار میری قوم نادان ہو اسکو معاف کردے یہان تک کہ قوم نے معصیات مین بہت دور

باندھا اور نوح پر زیادہ سختیاں شروع کین اور آنحضرت پشت پشت و قبیلہ و قبیلہ دیکھے کہ شاید کوئی مومن ہو جاوین مگر
جو صدی آتی وہ اگلوں سے بھی زیادہ ناپاک نکلتی آخر آنحضرت نے جناب باری تعالیٰ مین شکایت کی کما قال تعالیٰ۔ رب انی
دعوت قومی لیلا ونہارا الآیات۔ اور دعا مانگی لقولہ رب انی مغلوب فانتصر۔ پس قوم پر عذاب کا حکم ہوا اور آنحضرت کو وحی ہوئی کہ
وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا۔ اور کشتی بنا ہماری نظر روبرو۔ وَوَحْيِنَا اور ہمارے حکم سے یعنی جس طرح بنانے کا ہم حکم فرماوین
وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا۔ اور مت خطاب کیجیو مجھ سے ان لوگوں کے حق مین جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا یعنی کافروں
مین سے کسی سے عذاب دور ہونے مین مجھ سے کچھ التجا مت کیجیو۔ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ۔ بیشک وے ڈوبنے والے ہین بعض نے کہا
کہ الذین ظلموا سے مقصود انکا بیٹا کنعان اور انکی جورو واعلہ ہے یعنی یہ دونوں بھی قوم کے ساتھ ہلاک ہونیوالے ہین۔ روایت ہے
کہ حضرت جبرئیل نے آکر حکم الٰہی پہونچایا کہ کشتی بناؤ۔ آنحضرت نے کہا کہ مین کیونکر بناؤن مین بڑھئی نہین ہوں کہا کہ پروردگار تعالیٰ
فرماتا ہے کہ تو بنانا شروع کر ہماری نظر روبرو ہے بس بسولا لیکر تراشنا شروع کیا تو برابر ٹھیک بنتی چلی جاتی تھی اور ان کا فعل برائے نام
تھا پھر روغن سے مالش کر کے سب تیار کر لی۔ اس حال مین ان کی قوم ان پر استہزا کرتی کما قال تعالیٰ۔ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ اور بناتا ہے
کشتی علیٰ ہذا یہ صیغۂ حال کا اسوقت کی حکایت ہے یعنی اسوقت آنحضرت ایسا کر رہے تھے بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ کہ فاقبل
بصنع الفلک یعنی بعد اس حکم کے متوجہ ہو کر کشتی بنانے لگا۔ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ اور ہر بار جب گذرتی اسکے پاس سے
کوئی جماعت اسکی قوم سے سَخِرُوا مِنْهُ۔ تو یہ جماعت والے اس سے مسخرہ پن کرتے۔ کہتے تھے کہ اے نوح تم تو پیغمبر بنتے تھے اب
بڑھئی ہو گئے اور دریا سے دور خشکی مین اتنی بڑی کشتی کیونکر چلے گی تم مجنون ہو گئے ہو۔ روایت ہے کہ کافروں کی عورتین اس جرم
مین بانجھ ہو گئین۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو سال مین کشتی بنائی اسکا طول تین سو گز اور ساٹھ کی تھی اسمین تین درجے
تھے نیچے درجہ مین جانور وحشی و کیڑے وغیرہ تھے اور بیچ مین چارپایہ اوپر درجہ مین خود مع مومنین و طعام۔ صاوی نے ذکر کیا کہ دو سو
برس مین بنائی۔ سراج مین لکھا کہ زید بن اسلم نے کہا کہ ایک درخت جمایا سو برس بعد اسکو کاٹ کر سو برس مین پوری کشتی تیار
کی۔ اور ابو السعود نے چار سو برس ذکر کیے بعض قول مین تیس برس ہین اور ظاہر یہ کہ ان اقوال کی کوئی ضرورت نہین ہے اور
اہل کتاب یہود سے یہ مختلف روایتین لی گئی ہین اسی طرح اس کے طول و عرض مین بھی چنانچہ کہا گیا کہ تین سو گز لمبی اور پچاس گز
چوڑی اور تیس گز اونچی تھی۔ امام بغوی نے اسی کو مشہور قول لکھا ہے اور بعض قول مین طول بارہ سو اور عرض چھ سو مذکور ہے اور تمام
اسکے دیگر اقوال مین اور لکڑی اسکی ساکھو کی اور بعض نے کہا کہ توریت مین صنوبر کی آئی ہے اسکی اونچائی مین روایات متفق ہین
کہ تیس گز اونچی تھی اور اسکے اوپر چھت تھی۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیخ ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے یہان ایک اثر روایت کیا کہ حواریوں
نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ اچھا ہوتا اگر آپ کسی ایسے مردہ کو بحکم الٰہی زندہ فرماتے جنے اس کشتی کو آنکھوں دیکھا اور اسمین حاضر ہوا ہوتا کہ وہ
ہم سے حال بیان کرتا پس آپ ان کو لیکر چلے یہان تک کہ ایک تودۂ خاک کے پاس ٹھہرے اور ایک مٹھی خاک اٹھا کر فرمایا کہ تم جانتے
ہو یہ کون ہے انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کو معلوم ہے فرمایا کہ یہ حام بن نوح کا گٹا ہے پھر اس تودہ مین اپنا عصا مار کر
کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھو اسی وقت حام بن نوح اپنے سر سے خاک جھاڑتے اٹھ بیٹھے کہ انکا سر سپید ہو گیا تھا حضرت عیسیٰؑ
نے کہا کہ کیا آپ اسی عمر مین سپید بال ہے تھے کہا کہ نہین بلکہ مین جوان مرا تھا و لیکن مجھے اب گمان ہوا کہ قیامت قائم ہوئی اسی

خوف سے میرے بال سپید ہوگئے کہا کہ ہم سے کشتی نوح کا حال بیان کیجئے۔ کہا کہ بارہ سوگز لمبی اور چھ سوگز چوڑی تھی اسمین تین درجے تھے
ایک مین چارپایہ و وحشی جانور تھے اور دوسرے مین انسان اور تیسرے مین پرندے تھے۔ پھر جب جانورون کی لید بہت ہوئی تو اللہ تعالیٰ
نے وحی فرمائی کہ ہاتھی کی دُم کو دباؤ پس حضرت نوح نے دبائی تو جوڑا سور کا پیدا ہو کر لید کی طرف دوڑا اور سب صاف کر دی
پھر جب کشتی مین چوہے رسیان وغیرہ کاٹنے لگے تو وحی کی گئی کہ شیر کی دونون آنکھون کے درمیان عصا مارے پس جوڑا بلی کا
پیدا ہو کر چوہے پر دوڑے پھر حضرت عیسیٰ نے پوچھا کہ حضرت نوح کو کیسے معلوم ہوا کہ روئے زمین غرق ہوگئی کہا کہ کوّے کو خبر کیلئے
بھیجا تھا وہ راہ مین مردار دیکھکر اسپر گر پڑا تو اسپر بددعا فرمائی کہ خوفناک رہے اسی واسطے گھرون مین نہین ملتا پھر کبوتر کو بھیجا وہ
زیتون کا پتہ چونچ مین اور کیچڑ پنجون مین لایا تو معلوم کر لیا کہ شہر و بلاد غرق ہوگئے پس سبزی اسکی گردن مین ڈالی اور اسکے
لئے انس و امان کی دعا فرمائی جبھی سے گھرون سے اُلفت رکھتا ہے پھر حواریون نے کہا کہ یارسول اللہ آپ ان کو ہمارے گھرون مین
نہین لے چلتے کہ بیٹھکر باتین سنا دین آپ نے فرمایا کہ کیونکر ایسا شخص تمھارے ساتھ رہیگا جس کا یہان رزق نہین ہے پھر کہا کہ باحام عود
کرو بحکم الٰہی پھر وہ مٹی ہوگئے۔ قال ابن کثیر رح۔ یہ اثر ضعیف ہے کیونکہ اسکے بعض راوی ثقہ نہین ہین۔ امام رازی رح نے لکھا کہ ایسے مباحث
و امور جو انبیاء کے قصص مین بغیر صحیح روایات کے نقل کئے جاتے ہین مجھے کچھ پسند نہین اسلئے کہ ایسی باتون کے جاننے کی ہم کو کچھ
حاجت نہین اور نہ اسکا کوئی فائدہ ہے پس ایسے مباحث مین خوض کرنا محض فضول ہے خصوصاً جبکہ یہان کوئی ایسی بات نہین
نکلتی جس سے معلوم ہو کہ ان اقوال و روایات مین سے کون صحیح ہے ہان اسقدر ہم جانتے ہین کہ وہ کشتی اتنی چوڑی بنی تھی کہ
اسمین نوح علیہ السلام کی قوم سے ایمان والے مع ہر جاندار کے جوڑے و ضروریات کے بخوبی سما گئے اور بحکم الٰہی ہر آفت سے محفوظ
تھے اور قرآن مین اسی قدر مذکور ہے اور ان کے ساتھ ایمان والے بہت تھوڑے تھے پھر انکی مقدار کہ چالیس تھی یا اسی تھی
وغیرہ ذلک تو یہ ہمکو معلوم نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ ایسے مقامات مین یہی قول صواب ہے۔ بالجملہ جب قوم نے مسخرہ پن کیا تو آنحضرت
نے انکا جواب دیا بقولہ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۔ حضرت نوح نے کہا کہ اگر ٹھٹول کرو تم ہم سے تو
ہم بھی تم سے سخریہ کرینگے جیسے تم تمسخر کرتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ سخریہ کرنا منصب نبوت کے لائق نہین ہے۔ جواب دیا گیا کہ یہ بطریق
مشاکلت ہے جیسے قولہ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی۔ و قولہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ اور مراد یہ کہ اگر تم ہم سے مسخرہ پن کرتے ہو تو اسکا
انجام دیکھوگے کہ تم غرق ہو جاؤگے اور ہم نجات پاوینگے چنانچہ مصرح کر دیا بقولہ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ
عنقریب جانوگے کہ کس پر آتا ہے ایسا عذاب کہ خوار کر دے اسکو دنیا مین یعنی غرق۔ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ اور نازل ہوگا اسپر آخرت
مین عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ عذاب مقیم کہ کبھی دور نہ ہوگا ہمیشہ طاری رہیگا اور وہ آتش دوزخ ہے ف فی العرائس قولہ واصنع
الفلک باعیننا۔ اس کلمہ مین عین الجمع کا اشارہ ہے اور یہ استعارہ عین ربوبیت از عیون ازلیہ ہے تاکہ نوح کو اس سے خالق صنعت
جو علم الٰہی مین ہین نظر آوین پس کشتی کو انہی نقش پر جو علم الٰہی مین ہین بناوین یعنی کشتی کو ہمارے دید سے بنا جیسے مین نے ازل مین
کشتی کا وجود چاہا ہے اور اعین بلفظ جمع مین اشارہ عیون صفات ہے کہ ذات حق ان کے انوار کا معدن ہے والحاصل فی قولہ
باعیننا یعنی تاکہ متصف ہو تیری آنکھ اس کشتی کے بنانے مین عیون صفاتیہ سے جس سے تو وہ ہیئات و ترکیب دیکھے جو ہمنے
ازل مین ارادہ فرمائی ہے۔ یہ اشارہ حدیث حبیب الٰہی صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ مین موجود ہے حیث قال

فی حدیث قدسی فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بی وبصرہ الذی یبصر بی الحدیث ۔ نیز اسمین تقاضا جریان عبودیت اور مشاہدہ ربوبیت ہے مانند قولہ علیہ السلام الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ الحدیث ۔ نیز یہ معنی ہین کہ کن فی عیون رعایتنا وحفظنا یعنی ہماری نظر رعایت وحفاظت مین ہو جا اور اپنے فعل کو مت دیکھیو اور نہ اسپر اعتماد کیجیو کیونکہ غیر کی طرف نظر کرنے والا مجھ سے محجوب ہو جاتا ہے ۔ بعض نے کہا یعنی تدبیر کو اپنے نفس سے ساقط کر دے اور جو کچھ کرنے والا اسکو ہمارے مشاہدہ مین پورا کر اور کسی مخلوق کو یا اپنے نفس کو مت دیکھیو ۔ بعض نے کہا یعنی کشتی تیار کر و لیکن اسپر اعتماد مت کیجیو بلکہ تو ہماری حفاظت ونگہداشت مین محفوظ ہی اور اگر کشتی پر اعتماد کرے تو ہماری حفاظت سے ساقط ہو جائیگا قولہ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا ۔ اللّٰہ تعالی نے اسمین اپنے پیغمبر نوح علیہ السلام کو ادب سکھلایا اور اپنے علم قدیم سے آگاہ فرمایا کہ قوم سب غرق ہوگی اُسکے حق مین سفارش کارآمد نہ ہوگی اور بتلا دیا کہ تھین اول ان پر بد دعا کر چکے ہو وہ قبول ہوئی اور اب سفارشی دعا قبول نہ ہوگی کیونکہ دعائے اول تو موافق تقدیر واقع ہوئی اور بندۂ عارف کی دعائین مقبول ہونے مین یہی ہوتا ہی کہ وہ موافق تقدیر دعا کرتا ہی اور جو خلاف تقدیر ہو اُسکی زبان سے نہین نکلتی اور اگر نکلی تو قبول نہین ہوتی ہے اور ذی النون رحمہ اللّٰہ کا قصہ تونے سنا ہوگا کہ اپنے اوپر سختی کرنیوالون کیلئے دعا کی جب وہ بزرگی کو پہونچے تو پھر توبہ کی کہ پروردگار اب تیرے کسی بندے پر دعا نہ کرونگا ۔ آیت مین حضرت نوحؑ کے قلب کی رقت ظاہر ہے کہ قوم سے اتنی ایذا وتکلیف اُٹھانیکے بعد انکے حق مین بھلائی کے خواہان تھے اور سچے بندون کی یہی شان ہوتی ہے شیخ ذو النون رح نے فرمایا کہ اگر مجھے ازل مین کچھ عنایت مل چکی ہو تو مین نے نجات پائی ورنہ خالی مستجاب الدعوۃ ہونے سے کچھ کام نہین چلتا ہی قال تعا ۔

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ

یہان تک کہ جب پہونچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے کہا ہم نے لادلے اسمین ہر قسم سے جوڑا دوہرا اور اپنے گھر کے لوگ

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

مگر جسپر پہلے پڑ چکی بات اور جو ایمان لایا ہو اور ایمان نہ لائے تھے اُسکے ساتھ مگر تھوڑے

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْــرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور کہا سوار ہو اسمین اللّٰہ کے نام سے اُسکا بہنا اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان

حَتّٰى ۔ ابتدائیہ ہی جو جملۂ شرطیہ پر داخل ہوا یا غائیہ ہے پس یصنع الفلک کی انتہا بیان کرتا ہے اور درمیان مین جو کلام ہی وہ اُسکی ضمیر سے حال ہی کذا فی السراج وقیل درمیانی کلام معترضہ ہی ۔ اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا ۔ مراد امر سے عذاب ہی یا وقت اسکا اور یہ اوامر کا واحد نہین ہی یعنی امر بمقابلہ نہی نہین ہی بلکہ امور کا واحد ہی یعنی منجملۂ امور کے یہ امر آیا اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ مقابل نہی کا لیا جاسکے یعنی حکم اس قوم کے ہلاک کرنے کا ۔ یا حکم حضرت نوحؑ کو کشتی مین سوار ہونیکا ۔ المعنی حتی کہ جب آگیا ہمارا حکم ۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۔ اور ابلا تنور ۔ واضح ہو کہ تنور کی تفسیر مین اختلاف ہی لہذا پہلے ان اقوال کو بیان کرتا ہون ۔ اول آنکہ تنور سے مراد زمین کا اوپری رُخ ہی اور اہل عرب لوگ زمین کو تنور یا اسمین سے بہتر مقام کو تنور کہتے ہین اور یہ قول ابن عباس وعکرمہ وزہری وابن عینیہ سے روایت بھی کیا گیا ۔ دوم تنور وہ مقام ہی جہان کشتی مین پانی مجتمع ہوتا ہی یہ حسن بصری رح سے مروی ہی ۔ سوم تنور طلوع فجر ہی فقال طلوع الفجر ۔ وعلی ہذا معنی یہ ہونگے کہ نور کا ترکا ہوا اور یہ قول علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ وجہہ سے مروی ہی ۔ چہارم تنور مسجد کوفہ ہی یہ بھی حضرت علیؓ ومجاہد سے مروی ہی اور مجاہد رح نے کہا

کہ ناحیۃ التنور کوفہ میں داخل ہونیوالے کے داہنی جانب باب کندہ کے متصل تھا اور شعبی رح قسم کھایا کرتے کہ ناحیہ کوفہ ہی سے تنور ابلا ہے۔ پنجم
تنور اونچی زمین کو کہتے ہیں قالہ قتادہ رح ششم وہ شام کے جزیرہ میں ایک چشمہ تھا بنام عین الوردہ۔ یہ عکرمہ سے مروی ہے اور یہی مقاتل رح کا قول
ہے ہفتم تنور ہندوستان میں ایک مقام تھا۔ ہشتم آنکہ تنور سے مراد روٹی پکانے کا تنور ہے اس سے برخلاف عادت پانی ابلنے لگا اور یہی قول
مجاہد و عطیہ و حسن وغیرہم کا ہے اور اسی کو اکثر مفسرین نے اختیار کیا اور وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں تنور کے لفظی یہی معنی ہیں اور دیگر معانی مجازی ہیں
پس جب حقیقت و مجاز کے درمیان تامل ہو تو معنی حقیقی لینا اولیٰ ہے۔ قلت ہذا ذکرہ بعضہم۔ ابن عباس رض نے کہا کہ آدم کا تنور ہندوستان میں تھا
اسمیں حوا رض روٹی پکاتی تھیں پھر وہ نسلاً بعد نسل حضرت نوح کو پہونچا تھا اور نحاس رحمہ اللہ نے کہا کہ ان اقوال میں باہم تخالف و تناقض نہیں ہے اسلیے
کہ تنور کا ابلنا فقط حضرت نوح کے واسطے علامت و نشان طوفان مقرر کیا گیا تھا کہ فوراً آدمیوں و جانوروں کو کشتی پر لادیں ورنہ پانی آخر تمام
روئے زمین سے ابلا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ففتحنا ابواب السماء بماء منہمر و فجرنا الارض عیونا یعنی آسمان سے جھاجھم پانی برسنے کے دروازے کھولدیے اور
زمین کے چشمے پھوڑ دیے پس خلاصہ یہ کہ تنور در اصل حضرت نوح کے مقام سکونت میں ہوگا جسکے ابلنے سے انکو نشان معلوم ہوا پھر آسمان و زمین سے برابر
پانی کا ریلا آگیا پس ہر روئے زمین سے پانی نے جوش کیا اور شاید وقت طلوع فجر کا ہو اور کوفہ میں اس مقام سے جہاں مسجد ہے اور جزیرہ میں
عین الوردہ سے بکثرت پانی کا طوفان اٹھا لہذا ہر ایک مفسر نے اپنے مقام یا اسکے قریب کا حال کہ طوفان نوح کے وقت اس نواح میں کہاں سے
جوش ہوا تھا بیان فرمایا۔ یہ سب اسوقت کہ ان روایات کے اسانید صحیح ہوں ورنہ اقوال صحاح کی توفیق اسی طرح ظاہر ہے پھر تنور لفظ عربی ہے یا عجمی
ہے بعض نے کہا عربی بعض نے کہا کہ فارسی و بعض نے کہا کہ دونوں زبانوں میں یہ لفظ متفق واقع ہوا۔ واضح ہو کہ مترجم نے آٹھ اقوال موافق ذکر بعض کے نقل
کر دیے ورنہ در حقیقت تنور کے معنی میں ایک اختلاف اور اس کے مقام میں کہ کہاں تھا دوسرا اختلاف ہے جیسا کہ سراج وغیرہ میں تہذیب
کے ساتھ بیان کیا۔ بالجملہ یہاں اہل تفسیر موافق قول حسن رح کے یہ ہے کہ یہ تنور پتھر کا تھا اسمیں حضرت حوا اپنے وقت میں روٹی پکاتی تھیں پھر
وہ نسلاً بعد نسل حضرت نوح کو پہونچا جب طوفان کا وقت آیا تو حضرت نوح سے کہا گیا کہ اسکا ابلنا تیرے لیے طوفان آنے کی نشانی ہے
چنانچہ فرمایا حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا یا عذاب آیا اور تنور ابلا۔ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا۔ ہم نے نوح کو
وحی فرمائی کہ کشتی میں سوار کر لے۔ مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ ہر ایک جنس سے جوڑا دو۔ زوجان ہر چیز میں سے ایک نر اور ایک مادہ
اور قصہ میں ہے کہ حضرت نوح نے دعا کی کہ پروردگار کیونکر میں ہر جنس سے جوڑا لے سکتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے جانوروں و کیڑوں وغیرہ
کو جنکی نسل باقی رکھنے کا حکم تھا حضرت نوح کی طرف فوج فوج بھیجدیا پس داہنے ہاتھ سے جسکو پکڑتے وہ نر ہوتا تھا اور بایاں ہاتھ مادہ پر پڑتا تھا۔
اس طرح ہر جنس سے ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیا۔ من کل زوجین۔ باضافت سوائے حفص کے باقیوں کی قراۃ ہے اور حفص رح نے کل کو تنوین
پڑھا و علی ہذا کہا گیا کہ اثنین تو زوجین ہیں پھر اس لفظ کا کیا فائدہ ہے جواب دیا گیا کہ یہ وہم نہو کہ جوڑے جوڑے کئی ایک رکھیں بلکہ صرف دو جانور
جوڑا۔ اور نیز جواب دیا گیا کہ یہ تاکید ہے مانند قولہ لاتتخذوا الٰہین اثنین۔ یا قولہ نفخۃ واحدۃ۔ ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ ابلیس بھی گدھے کی دم میں
لپٹ کر کشتی میں گھس گیا کہ ڈوب جاوے تو یہ خبر قرآن یا حدیث میں وارد نہیں ہے اور امام رازی نے کہا کہ ابلیس کا جسم ناری یا ہوائی ہے
وہ غرق کیونکر ہوگا پس ایسی باتوں میں خوض نہیں کرنا چاہیے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر بالفرض واقع ہوا ہو تو ابلیس کا یہ فعل بخوف غرق نہیں بلکہ بخوف
عذاب الٰہی ہوگا جیسے بدر کی لڑائی میں بھاگ کر دریا میں گرا تھا اور طوفان نوح کے وقت عذاب الٰہی عام تھا لہذا ممکن ہے کہ اسوقت ابلیس کو
خوف شدید ہو و لیکن قول رازی رح صحیح ہے کیونکہ شرع میں قیاسات کو دخل نہیں ہے۔ فافہم۔ وَاَهْلَكَ اور سوار کرے اپنے اہل کو یعنی اولاد کو جو

ایمان والے ہیں اور جو دو کو جو مومن ہو۔ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ۔ مگر اہل میں سے سوائے ایسے شخص کے جسکے حق میں ازل سے ہلاک ہونے کا
قول مقدر ہو چکا یعنی کنعان بیٹا اور راعلہ اسکی ماں کیونکہ یہ دونوں کافر ہے بخلاف سام وحام ویافث وانکی بی بیوں اور حضرت نوحؑ کی مومنہ
بی بی کے کہ یہ ایمان والے تھے وَمَنْ اٰمَنَ اور سوار کرے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۔ اور نہیں ایمان لائے تھے
اس کے ساتھ میں مگر تھوڑے۔ علماء نے انکی تعداد میں اختلاف کیا چنانچہ سابق میں گذر چکا ہے اور طبریؒ و رازیؒ نے لکھا کہ صواب یہ ہے کہ ان کی
تعداد بیان کرنے میں خوض نکرے اور جسقدر اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ قلیل تھے اسی پر اکتفا کرے کیونکہ قرآن یا حدیث میں انکی تعداد وارد نہیں ہوئی
حسن بصریؒ نے کہا کہ حضرت نوحؑ نے اپنے ساتھ وہی جانور سوار کرلئے جو بچہ یا انڈا دیتے ہیں اور جو جانور کہ مٹی سے پیدا ہوتے مانند کیچوے وغیرہ
وغیرہ کے انہیں سے کوئی ساتھ نہیں لیا پس حضرت نوحؑ نے ان سب کو موافق حکم الٰہی کے سوار کرلیا اور کشتی تیار ہوئی تو ساتھیوں سے کہا
وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا ۔ اور کہا نوحؑ نے کہ سوار ہو اس کشتی میں۔ رکوب کے معنی حقیقۃً یہ ہیں کہ کسی متحرک چیز پر سوار ہو جیسے رکب الفرس اور مجازًا مانند
رکب الدین یعنی اسپر قرضہ چڑھ گیا بعض نے کہا کہ رکب خود متعدی ہے تو فیہا بحرف جار کی ضرورت نہیں اور جواب دیا گیا کہ سواری در اصل سطح پانی پر
منظور ہے بذریعہ کشتی کے پس تقدیر کلام یہ ہے کہ ارکبوا الماء فی السفینۃ اور بعض نے کہا کہ حرف فی زائدہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ کشتی کے اندر سوار ہونا
مقصود ہے نہ پشت پر اور بعض نے کہا کہ ظرفیت کی رعایت سے زائد ہوا جیسے قولہ فاذا رکبوا فی الفلک قولہ حتی اذا رکبا فی السفینۃ ۔ پھر یہ قول
حضرت نوحؑ نے سب کے سوار کرنے کے بعد کہا ہے اور مقصود یہ کہ سب کے سب بسم اللہ کہکر سوار ہوا اور بعض نے کہا کہ شاید پہلے کہا ہو اور رہا یہ وہم کہ جانور
کیونکر اسکو سمجھے تو جواب یہ کہ اصل خطاب مومنوں سے ہے اور جانور انکے تابع تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بحکم الٰہی جانوروں نے بھی انکا کلام سمجھا ہو۔
بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا متعلق ارکبوا ہے یا اس فعل کے فاعل سے حال ہے یعنی ارکبوا مسمین اللہ او قائلین بسم اللہ اور مجراہا و مرساہا میں
ایک قراۃ دونوں کے میم مضموم سے پس اجراء و ارساء سے مشتق ہے اور نصب بنا بر ظرفیت کے یعنی وقت اجراہا و ارساہا ولیکن اجراء
کے معنی جاری و روان کیا جانا تو وہ قریب ہے اور ارساء بعد طوفان فرو ہونیکے جودی پر ہوا اسوقت بسم اللہ کہنے کا حکم دیا۔ بعض نے کہا کہ دونوں
مصدر ہو سکتے ہیں دوسری قراۃ میں بفتح میم اول وضم دوم ہے اور یہ دونوں قراۃ سبعیہ ہیں اور شاذ قراۃ میں دونوں میم مفتوح کے ساتھ اور دوسری
شاذ میں دونوں بوزن اسم فاعل پڑھے گئے پس مجری و مرسی صفت اللہ ہے پھر معنی ظرفیت زمانی کی شاہد تفسیر حضرت مجاہد ہے کہ فرمایا لے
میں تجری و ترسوں۔ اور ضحاکؒ نے کہا کہ آنحضرت علیہ السلام کو یہ عطا ہوا تھا کہ جب کشتی چلنا چاہتی تو بسم اللہ کہتے پس روان ہوتی اور جب
ٹھہرنا چاہتے بسم اللہ کہتے تو ٹھہر جاتی پھر بعض نے زعم کیا کہ قال ارکبوا حکم الٰہی ہے ولیکن صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ قول نوحؑ ہے بدلیل قولہ اِنَّ
رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ بیشک میرا رب غفور ہے یعنی گناہوں کا بخشنے والا ہے اور رحیم ہے یعنی مومنوں پر رحم فرماتا ہے اور یہ بھی اسکی رحمت
ہے کہ اس گروہ کو اپنے فضل سے باقی رکھا اور غرق سے نجات دی۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ امان لامتی من الغرق الحدیث یعنی میری امت جب کشتی پر سوار ہوں تو ان کے لئے یوں پڑھ لینا بسم اللہ الملک الرحمن۔
بسم اللہ مجراہا و مرساہا الآیہ۔ وقولہ ما قدروا اللہ حق قدرہ والارض الآیۃ۔ غرق سے امان ہے رواہ ابو یعلی والطبرانی وابن السنی وفی تفسیر الحافظ
ذر الحدیث فی تخریج الطبرانی عن ابن عباسؓ پھر اللہ تعالیٰ نے کشتی کی روانی اور حضرت نوحؑ کی بعض درخواست و عدم ایمان کفار کو فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰي نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ

اور وہ لئے بہتی ہے اُن کو لہروں میں جیسے پہاڑ ۔ اور پکارا نوحؑ نے اپنے بیٹے کو ۔ اور وہ رہا تھا کنارے ۔ اے بیٹے

ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ

سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت ہو ساتھ منکروں کے کہا میں لگ رہوں گا کسی پہاڑ کو کہ بچا لے گا مجکو پانی سے بولا

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ○

کوئی بچانیوالا نہیں آج اللہ کے حکم سے مگر جسپر وہ رحم کرے اور بیچ آپڑی دونوں میں موج سو رہ گیا وہ ڈوبنے والوں میں

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ - واؤ حالیہ ہو تو یہ جملہ حال ہو باین طور کہ کلام کی تقدیر یہ ہو۔ فرکبوا مین السفینۃ وہی تجری بہم اے تجری وہم فیہا یعنی جاری ہوئی کشتی درحالیکہ نوحؑ مع اہل و عیال مومنین و اتباع مومنین کے اسمین تھے اور محتمل ہو کہ جملہ مستانفہ ہو۔ فِيْ مَوْجٍ جمع موجہ اور موجہ اس پانی کو کہتے ہین جو ہوا کے تھپیڑے سے چڑھ کر اوپر اچھلے۔ كَالْجِبَالِ جمع جبل یعنی پہاڑ۔ المعنی اور وہ کشتی ان کو لئے چلتی تھی موجون مین جو پہاڑون کے مانند تھین۔ ہر موج کو پانی سے اونچے ہونے مین پہاڑ سے تشبیہ دی جیسے وہ زمین سے اونچے ہوتے ہین پس یہ بیان طوفان کے ہولناک ہونیکا ہے کہ اسکی موجین بلند مانند پہاڑون کے اٹھتی تھین اور یہ کشتی ان موجون مین بدون ہالے ڈولے کے مومنون کو لئے چلتی تھی۔ اہل تواریخ نے لکھا کہ پانی پہاڑون سے چالیس گز اونچا یا پندرہ گز اونچا ہوا حتی کہ کل چیز غرق ہوئی اور جہان کے سارے بندے ہر ملک کے ڈوب گئے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ آسمان و زمین کے بیچ مین سب پانی بھر گیا اور کشتی اسکے اندر مانند مچھلی کے پیرتی چلتی تھی تو سراج وغیرہ مین لکھا ہے کہ یہ ثابت نہین ہو۔ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ - اور پکارا نوحؑ نے اپنے پسر کو۔ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ - اور وہ تھا معزل مین معزل اسم ظرف عزل ہو ایسی جگہ کو کہتے ہین جہان آدمی اپنی قوم و قرابتیون کو چھوڑ کر یا کسی اور چیز سے جدا ہوکر تنہا ہو جاوے پس یہان مراد یہ کہ دین الٰہی سے الگ تھا یا کشتی سے علیحدہ تھا اور بعض نے کہا کہ جسوقت نوحؑ نے لوگون کو حکم کیا کہ بسم اللہ پڑھکر سوار ہوا اسوقت ایسی جگہ الگ تھا کہ اسکو یہ خبر نہین پہونچی اسیواسطے بعض نے کہا کہ نوح علیہ السلام کا یہ پکارنا کشتی چلنے سے پہلے خالی تنور ابلنے کے وقت تھا جسوقت لوگون کو غرق کا یقین نہین ہوا تھا مترجم کہتا ہے کہ یہ قول مستبعد ہو کیونکہ اسنے پہاڑ سے بچاؤ حاصل ہونیکا جواب دیا اور درمیان مین موج حائل ہو گئی پھر ظاہر یہی ہے کہ وہ کشتی والے قرابت دار مومنین سے علیحدہ ہو رہا تھا جبکو نوح علیہ السلام نے پکار کر کہا کہ يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا اے میرے چھوٹے پسر تو ہمارے ساتھ سوار ہو۔ وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ - اور کافرون کے ساتھ مت رہ۔ یا بنی سے یہ غرض نہین کہ ان کی اولاد مین سب سے چھوٹا تھا بلکہ پیار سے اپنے فرزند کو بصیغہ تصغیر یاد کیا کرتے ہین اور قولہ ہمارے ساتھ سوار ہو۔ اس سے یہ مراد ہو کہ تو مسلمان ہوکر ہمارے ساتھ ہو جا چنانچہ توضیح کی کہ کافرون کے ساتھ مت ہو کیونکہ اسوقت تک غرق نہین ہوا اور نہ غرق کا یقین رکھتا تھا پس اسوقت مسلمان ہو جانا حالت اختیاری مین قرار دیا جاتا۔ ملا علی جیلانی نے کہا کہ ظاہر معنی یہ ہین کہ تو مسلمان ہو جاتا کہ ہمارے ساتھ سوار ہونے کا مستحق ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو کسی کافر کے سوار کرنیکا حکم نہین دیا تھا پھر واضح ہو کہ اس پسر کا نام ایک قول مین کنعان تھا اور دوسرے قول مین یام تھا پھر کہا گیا کہ یہ لڑکا مع اپنی مان کے کافر تھا اسپر اعتراض کیا گیا کہ خود حضرت نوحؑ نے دعا فرمائی کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ باوجود اسکے مستبعد ہو کہ کافر کو آواز دیتے۔ یہ جواب دیا گیا کہ مراد کافر سے منافق ہو اسکے نفاق سے آنحضرت نے اسکو مومن گمان کیا۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس صورت مین قولہ تعالیٰ واہلک الا من سبق کے وقت اسکو کیون نہین سوار کیا جواب دیا گیا کہ اسی وقت اسکا نفاق ظاہر ہوا و فیہ ما فیہ پھر اسمین بھی اختلاف کیا گیا کہ کیسا بیٹا تھا بعض نے کہا کہ نوح کی بی بی سے حرام و زنا سے پیدا ہوا تھا در حقیقت انکا بیٹا نہ تھا یہ قول مردود اور مخالف نص ہو بقولہ ونادى نوح ابنہ۔ وبقولہ ان ابنی من اہلی۔ اور کیونکر وہ

خبیثہ فاحشہ ایسے پاک پیغمبر اولوالعزم کے ساتھ رہ سکتی تھی اور دلی کفر امر دیگر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس کافرہ سے نکاح کیونکر صحیح ہوا۔ جواب دیا گیا کہ شاید اسوقت مباح ہوا اور صحیح جواب یہ ہے کہ یہ عورت و اسکا بیٹا دونون منافق تھے جو کافرون کیسا تھ ہو گئے اور کشتی پر سوار نہ ہوئے بدین زعم کہ طوفان پہاڑون تک نہین پہونچے گا بعض نے کہا کہ اسی عورت کا بیٹا پہلے خاوند سے تھا اور قراۃ علی کرم اللہ وجہہ اسکی مؤید ہے کہ اُنھون نے قولہ ونادی نوح ابنہا پڑھا ولیکن صریح نص مذکور اسکی مخالف ہے لہذا صحیح نہین معلوم ہوا۔ اور ابن عباس رض وغیرہ جمہور نے فرمایا کہ درحقیقت وہ حضرت نوح کا چوتھا بیٹا تھا ولیکن اُسنے کفر قبول کیا اور حضرت نوح کا اسکو پکارنا بوجہ شفقت پدری کے تھا پس اس حالت مین جبکہ کشتی روان تھی اور پانی چڑھتا آتا تھا اس سے کہا کہ اب بھی نفاق چھوڑ کر اسلام لاکر ہمارے ساتھ ہو جا اور آخر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرے اہل کو بچانے کا حکم ہے تو یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اسکو بھی ایمان دیکر نجات دی جاوے لیکن کمال شفقت سے تقدیر ازلی سے نظر چوک گئی کہ وہ بھی استثنائے قولہ الا من سبق علیہ القول مین داخل ہوا اور وعدہ الٰہی حق ہے اسمین خلاف نہین ہو سکتا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے جاہل ہونے سے منع فرمایا یعنی جبکہ وہ ازلی حکم مین کافر مطبوع ہوا تو اب اسکے ایمان کی درخواست منصب نبوت کے لائق نہین ہے اور یہی حکم ازلی پورا ہوا چنانچہ جب نوح نے اسکو پکارا کہ مومن ہوکر کشتی پر ہمارے ساتھ ہو جا تو اسنے باوجود اس تلاطم طوفان کے قبول نہ کیا اور جواب دیا قَالَ سَاٰوِیۡۤ بولا کہ عنقریب مین ٹھکانا لونگا اِلٰی جَبَلٍ کسی پہاڑ پر یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ جو مجھے پانی کے صدمہ سے بچا لیگا اسنے اندھی آنکھون سے یہ طوفان بھی مثل پانی کی بہیا کے گمان کیا۔ لہذا آنحضرت نے اسکو اس خیال محال سے پھیرا بقولہ قَالَ نوح علیہ السلام نے فرمایا لَا عَاصِمَ کوئی بچانیوالا نہین الۡیَوۡمَ۔ آج کے روز مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ حکم الٰہی سے یعنی حکم الٰہی کو آج کوئی پھیرنیوالا نہین یا امر سے عذاب مراد ہے یعنی عذاب سے آج کوئی نہین بچا سکتا کیونکہ حق تعالیٰ نے آج کے روز عذاب کو کافرون پر مسلط کیا کہ سب ہلاک ہو جاوین اور قلم تقدیر حکم جاری ہو چکا اب نہین مٹ سکتا پس تو نے پہاڑ پر بچانے کا گمان دوڑایا حالانکہ پہاڑ وغیرہ کوئی چیز بھی نہین بچا سکتی۔ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ۔ اے لکن من رحمہ اللہ فہو معصوم منہ لیکن جسپر اللہ تعالیٰ ہی نے رحم کیا تو وہ البتہ بچیگا اور رحم اسپر ہے جو ایمان لایا لہذا تو مومن ہوکر اس کشتی مین داخل ہو۔ استثنا اس صورت مین منقطع بمعنی لکن ہے اسی کو زجاج نے بیان کیا اور سفاقسی ح نے اسی کی تائید کی ہے اور استثنا متصل بھی ہو سکتا ہے جبکہ عاصم بمعنی معصوم ہو مانند ماء دافق وعیشۃ راضیۃ کے یعنی لا معصوم الیوم من عذاب اللہ الا من رحمہ اللہ۔ یعنی آج عذاب الٰہی سے کوئی بچا ہوا نہین ہو سکتا سوائے اسکے جسپر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اسی کو ابن جریر و زمخشری و قاضی بیضاوی نے اختیار کیا و حاصل کلام وہ ہے جو عکرمہ رض نے فرمایا اے لا ناج الا اہل السفینۃ کوئی نجات پانیوالا نہین سوائے کشتی والون کے۔ وَحَالَ بَیۡنَہُمَا الۡمَوۡجُ۔ اور حائل ہوگئی موج دونون کے بیچ مین۔ یعنی امر الٰہی سابق دائمی غالب کا ظہور ہوا کہ اسی درمیان مین ان دونون کے بیچ مین موج کا پہاڑ آگیا اور کچھ فائدہ مترتب ہوا فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ۔ پس وہ غرق ہونے والون مین سے تھا۔ یعنی علم الٰہی مین۔ یا کافرون مین ہوگیا اور ڈوبا جیسا کہ تقدیر مین تھا۔ ف۔ **فی العرائس** بیان اشارات قولہ تعالیٰ بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا بحر جسمین کشتی روان ہے بحر القدم والابد ہے سفینہ قلب عارف ہے جو موافق ہوائے عنایت کیساتھ بقوت روح ناطقہ جو قدرت ربانیہ کا مظہر ہے بکلمہ بسم اللہ مجریہا۔ دریائے قلزم صفات مین جاری اور بکلمہ مرسٰہا۔ قاموس الذات مین راسی ہے۔ یہ کمال کرم ہے کہ اس سفینہ کو باوجود حدوث کے صفات مین جاری ہونے مین رکا اور ذات مین فنا نہین کیا و ہذا قولہ ان ربی لغفور رحیم کشتی کو بحر صفات مین روان ہونے کیلئے

حق تعالیٰ انوار جمال مشاہدہ سے منبسط فرماتا ہے اور سطوات عظمت کے سکون سے ذات مین منقبض فرماتا ہو قال المترجم یعنی قلب
عارف جو کشتی ہو اسکی روانی یہ ہو کہ صفات کے مشاہدہ مین انوار جمال سے اسکو انبساط ہوتا ہو بس یہی انبساط اسکی روانی ہو اور ذات
مین بوجہ ظہور عظمت کے انقباض ہوتا یہی ٹھہراؤ ہو۔ قولہ لا عاصم الیوم الخ یعنی بحر قہریات کے تلاطم مین کوئی حافظ نہین سوائے انوار
لطف کے لہذا جسنے الطاف کی طرف التجا کی وہ قہریات سے بچ گیا۔ ازقلی رح نے کہا کہ کسی مخلوق کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اعتصام نہین
ہے بعض نے کہا کہ جسکو توفیق دے کہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لے اسی کو اس موج خیز طوفان سے نجات دیتا ہو۔ القصہ سب کافر ہلاک
ہوگئے اور پانی کا جوش اترا اور کشتی ٹھہری چنانچہ بیان فرمایا بقولہ۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا۔ اور سکھا دیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری

عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○

جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہون قوم بے انصاف

وَقِيلَ۔ یہ حکم طوفان پورا ہونے اور قوم کافر کے ہلاک ہونے پر ہو اور کہا گیا کہ قیل یہان دونون مقام پر قدرت تنجیزی کا تعلق ہو یعنی
پانی کا جاتا رہنا اور قوم کا ہلاک ہوجانا جیسے قولہ تعالیٰ ان یقول لہ کن فیکون مین خاصۃ قول مراد نہین بلکہ تعلق قدرت و وقوع
ارادت ہو۔ وعلیٰ ہذا اس آیت مین استعارہ مکنیہ و تخییلیہ یا تمثیلیہ ہو جیسا کہ خفاجی رح نے عنایہ مین بسط سے مع انواع بلاغت ذکر
کیا اور حق یہ ہو کہ ہر مقام پر ایسے قول مین حقیقی معنی مراد ہین اور ضرورت تاویل کچھ نہین ہو ہان کیفیت صفات الٰہی عز سلطانہ و جل
برہانہ بالکل طوق بشری سے باہر ہو بس نہین معلوم کہ کیونکر کہا گیا لیکن ہم ایمان لاتے ہین کہ کہا گیا۔ یَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ۔ کہ اے
زمین نگل لے اپنے پانی کو۔ بلع پی لینا اور پانی زمین وغیرہ مین دھنس جانا اور اسی سے بالوعہ وہ چہ بچہ جسمین پانی جمع کرتے ہین کہ وہین خشک
ہوجائے ویقال بلع ما فی فمہ من الطعام یعنی طعام مین سے جو کچھ اس کے منہ مین تھا وہ نگل گیا۔ پھر آیت مین زمین کیلئے بلع استعارہ ہو کیونکہ
یہ لفظ حیوان کیلئے ہو اسکو زمین کے چوس لینے مین استعارہ فرمایا بدین معنی کہ سمجھ لیا جاوے کہ زمین کا یہ چوسنا ویسا نہ تھا جیسا از راہ عادت
دیکھا جاتا ہو کہ آہستہ آہستہ ہوتا ہے بلکہ کہان یہ طوفان پانی کا اور کہان حکم ہوتے ہی زمین نے خشک کر دیا گویا منہ کا نوالہ نگل گئی خفاجی
وغیرہ نے کہا کہ بلع نشف ہو جیسے کپڑا پسینے کو چوس لیتا ہو اور علامہ مدقق نے کہا کہ سکاکی رح نے جو بلع کو پانی زمین کے اندر ہوجانے کا استعارہ
قرار دیا تاکہ دلالت کرے کہ زمین کا یہ پانی چوس لینا مانند حیوان کے نگل لینے کے واقع ہوا تو اسکے بہ نسبت نشف الثوب کے استعارہ بہتر ہو کیونکہ
نشف فعل زمین ہو اور غائر ہوجانا پانی کا کام ہو بس ظاہر ہوا کہ علامہ کو حقائق معانی پر خوب اطلاع تھی۔ پھر ابن عباس و عکرمہ وغیرہ سے
روایت کیا جاتا ہے کہ بلع لغت ہندی یا حبشی ہو ولیکن اسکے ثبوت مین کلام ہے علاوہ برین لفظ بلع لغت عرب مین مع مشتقات کے
فصیح معروف ہو کہان کی ہندی اور کہان کی حبشی ظاہراً یہ روایات ضعیف راویون کا وہم ہو اور آیت کے معنی یہ ہین کہ زمین کو حکم ہوا
کہ اپنا پانی چوس لے یعنی دریا و نہر وغیرہ کے سوائے جو پانی بطریق عذاب طوفان نکلا و چڑھا ہو تاکہ کفار غرق ہو کر جہنم واصل ہون اور
ہوگئے اب اسکو چوس لے۔ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي۔ اور اے آسمان روک لے۔ اقلاع امساک یقال اقلع المطر اذا انقطع یعنی آسمان
کو حکم ہوا کہ پانی برسانے سے روک لے اور مہائمی رحمہ اللہ نے لکھا کہ اے آسمان جو تو اتارتا ہو اسکو اوپر کی طرف جذب کر لے بعض نے کہا

کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی وزمینی پانیون مین فرق کر دیا کہ جو کچھ زمین کا ہو اسکو زمین چوس لے اور جو آسمانی تھا وہ دریا و نہرین ہوگیا مترجم
کہتا ہو کہ اگر یہ مراد ہو کہ اسیوقت سے دریا و نہرون کا وجود ہوا تو مسلم نہین کیونکہ حدیث تخلیق مین ابتدا سے انکا پیدا کرنا مذکور ہے اور اگر یہ مراد
ہے کہ آسمانی پانی دریاؤن سے بہا تو غیر منصوص ہو علاوہ برین مقام مقتضی قدرت عجیبہ ہو کہ باوجود اس کثرت کے کفار کے مرتے ہی تمام
روئے زمین پھر پاکیزہ ہوگئی کہ زمین نے تمام اپنے اوپر کا چوس لیا اور آسمان سے برسنا منقطع ہوگیا۔ وَغِيضَ الْمَآءُ۔ اور گھٹ گیا پانی۔
غاض الماء یغیض۔ لازمی وغاضہ یغیضہ متعدی۔ و قولہ تعالیٰ۔ ما تغیض الارحام۔ اے تنقص یعنی لازمی ہے اور یہان کہا گیا کہ متعدی ہو
کیونکہ لازمی کا مجہول بلا واسطہ حرف الجر نہین آتا ہے۔ مراد یہ کہ زمین و آسمان نے سنا حکم کو مانا اور پانی گھٹ گیا۔ خفناوی رح نے کہا کہ
ناقص ہونا اسلئے فرمایا کہ آسمانی پانی باقی ہے بالکل نہین گیا اور یہ قول ظاہر اس بنا پر ہو کہ غیض الماء مخصوص طوفان آسمانی ہو
وَقُضِيَ الْأَمْرُ۔ اور پورا ہوگیا امر یعنی حکم ہلاک قوم نوح پورا ہوگیا۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ۔ اور ٹھہری وہ کشتی اس پہاڑ پر جسکو
جودی کہتے ہین۔ روایت ہو کہ آنحضرت علیہ السلام دسوین رجب کو کشتی پر سوار ہوے اور دسوین محرم کو چھ مہینہ روئے زمین پر سیر کرکے
جودی پر اترے اور اس روز شکر کا روزہ رکھا اور جودی قریب موصل کے ایک پہاڑ ہے اور بعض نے کہا کہ شام مین ہو یا جبلہ آمین
اقوال ہین اور حدیث مین آیا کہ اس کشتی مین سے کچھ باقی رہ گیا تھا کہ اس امت کے اگلون نے اسکو پایا ہو۔ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
اور کہا گیا کہ دوری واسطے ظالم قوم کے یعنی ہلاکت ہوجیو اور رحمت سے تا ابد دوری ہوجیو۔ یہ لفظ بددعا کیلئے مخصوص ہو اور ظالم
سے کافرون کو تعبیر کیا تاکہ ظاہر ہو کہ یہی سبب ہلاک ہو اور قیل کا فاعل بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہو اور بعض نے کہا
کہ یہان نوح علیہ السلام مع اصحاب ہین بخلاف ابتدائے آیت کے ولیکن مناسب قول اول ہو۔ واضح ہو کہ عبدالرحمن بن خلدون نے
تاریخ مین لکھا کہ لوگون نے اتفاق کیا ہو کہ جو طوفان زمانہ نوح ع مین انکی بددعا سے آیا اس سے روئے زمین کی تمام آبادی جاتی رہی جو لوگ
کشتی مین سوار تھے وے بھی اپنے وقت موت پر بغیر اولاد چھوڑے مرے پھر تمام روئے زمین والے حضرت نوح ع کی نسل سے ہوے اسی سے آنحضرت ع
کو آدم ثانی کہتے ہین۔ انتہی کلامہ اور ابن الاثیر نے کامل مین فرمایا کہ مجوسی لوگ اس طوفان سے آگاہی نہین بیان کرتے ہین مگر بعضے انمین
سے اقرار کرتے ہین وہ بھی اسطرح کہ طوفان مذکور اقلیم بابل مین آیا تھا اور کیومرث کی اولاد مشرق مین رہا کرتی تھی ان تک طوفان
پہونچا اور اسی طرح اہل ہند و فارس و چینین والے اس طوفان کا اقرار نہین کرتے ہین لیکن بعضے فارسی مقر ہین اور یون کہتے ہین کہ طوفان عام
نہ تھا اور عقبہ حلوان سے آگے نہین بڑھا اور صحیح یہ ہو کہ طوفان عام تھا تمام روئے زمین کے حیوانات آدمی وغیرہ مر گئے پھر اولاد
نوح علیہ السلام سے بڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجعلنا ذریتہ ہم الباقین پس تمام آدمی اولاد سام و حام و یافث سے ہین انتہی کلامہ اور
مقریزی نے خطط مین لکھا کہ انبیاء کے متبعین خواہ یہود ہون یا نصاری یا مومنین مسلمین ہون سب متفق ہین کہ تمیع اولاد آدم فقط از نوح
علیہ السلام کی اولاد سے باقی ہین لیکن قبطی و مجوس و ہند کن و چینیون نے طوفان سے انکار کیا اور بعض ان مین سے کہتے ہین کہ طوفان
فقط اقلیم بابل اور اسکے ادھر والے مغربی ملکون مین آیا ہو اور فارسیون کے نزدیک کیومرث آدم اول ہو جو مشرقی ملکون مین رہتا
تھا وہ طوفان سے غرق نہین ہوا۔ تم کلامہ ملخصا۔ وفی الفتح علماء بلاغت نے اتفاق کیا ہو کہ اس آیت مین اس مرتبہ بلاغت و فصاحت
ظاہر ہو کہ جہان کے فصیح و بلیغ اسکے بیان وصف سے عاجز ہین بھلا اسکا مقابلہ کرنے کا کیا ذکر ہے حالانکہ یہ وے لوگ ہین جو میدان
فنون بلاغت مین راسخ القدم و خطباء عرب و اشعار الشعراء ہین علوم بیان سے مزا منزل وہ عربیت کے اسرار سے خوب واقف کہ تمام عمر اسی مین

گذاری ہے۔ عمادی رح جمل رح نے لکھا کہ ایسے بلغاء و فصحاء کا قول ہو کہ قرآن مجید کی اس آیت میں خالی انیس ۲۱ الفاظ ہیں اور اسپر اکیس ۲۱ اقسام علم بدیع موجود ہیں پھر معاصر موصوف نے لکھا کہ ایک جماعت ائمہ فن رحمہم اللہ نے جہان تک امکان بشر ہے اس آیت کے علوم بیان کرنے مین خوب خوب لکھا۔ انھین اماموں میں سے شیخ امام ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی نے کتاب نہر الماد میں اور سید امیر محمد بن اسمعیل بن الصلاح نے رسالہ نهر المورود فی تفسیر آیہ ہود میں بیس اکیس ۲۱ انواع یہ لکھے ہیں۔ المناسبۃ والمطابقۃ۔ المجاز۔ الاستعارہ۔ الاشارہ التمثیل والارداف۔ التعلیل صحۃ التقسیم۔ الاحتراس۔ الایضاح۔ المساوات حسن النسق۔ الایجاز۔ التسهیم۔ التهذیب۔ حسن البیان۔ التمکین۔ التجنیس۔ المقابلہ۔ الذم۔ الوصف۔ پھر امام سید امیر محمد رح نے ہر نوع کو بسط سے بیان کیا اور پھر لکھا کہ یہ سب اصناف بلیغ معجز جو مذکور ہوئے اس آیت کریمہ کی مثالی بلاغت پر نظر کرنے سے ظاہر ہوئے ہیں اور اگر فصاحت معنویہ پر نظر کرو تو کیا عجائب کہ معانی کیلئے نظم لطیف سدید ملخص مہذب ہو نہ اسمین تعقید کہ فکر کے پاؤن پھسلین اور نہ التواء کہ مقصد میلے بلکہ معانی پر الفاظ سبقت کرتے ہین اور معانی الفاظ پر۔ پھر اگر فصاحت لفظیہ پر نگاہ کرو تو سبحان اللہ تعالی پاکیزہ مستعملہ الفاظ پانی کے مانند روان و موتی کے مانند آبدار و شہد سے شیرین و نسیم سے خوشگوار ہین۔ قال المعاصر رح۔ بالجملہ اسمین چار طور سے نظر ہے اول از راہ علم البیان دوم از جہت علم المعانی سوم و چہارم از جہت فصاحت لفظی و معنوی علامہ نسفی رح نے مدارک میں بعد ذکر بعض انواع از ہر جہات کے فرمایا کہ بہین سے اہل العناد از یہود و نصاری و مجوس وغیرہ جو زبان عرب میں مہارت رکھتے و علوم بدیع و بیان سے واقف ہین ناچار متفق ہوگئے کہ بیشک کسی بشر کی طاقت نہین کہ اسقدر کم الفاظ مین ایسی بلاغت و فصاحت لاسکے اور عجیب قدرت الہی اس کلام مجید مین ظاہر ہے کہ جہانتک عالم اسمین فکر و تامل کرتا جاتا ہے عجیب عجیب لطائف نکلتے چلے آتے ہین کہ عالم باوجود تبحر و ہمہ دانی کے اسکے سامنے اپنے کو طفل مکتب سے زیادہ نادان دیکھتا ہو اور خبردار رہو کہ کبھی تم یہ گمان مت کرنا کہ آیت کریمہ مین اسی قدر ہو جتنا بیان کیا گیا بلکہ جو ادراک بشر سے باہر ہو غالباً وہ مذکور شدہ سے زائد ہو۔ قاضی بیضاوی رح نے کہا کہ یہ آیت کریمہ بلاغت کی انتہا سے بڑھ گئی اسکے الفاظ عجیب فخیم ہین و نظم نہایت خوب و کثیر المعانی پر دلیل باوجود اعجاز کے جو خلل سے خالی ہو۔ خفاجی رح نے لکھا کہ یہ آیت کریمہ عجیب بلاغت کو گھیرے ہوئے ہو کہ غایت تعجب سے دل اسکے لئے خوشی مین رقص کرنے لگتے ہین اور کچھ اسکے نکات شرح مفتاح میں بیان ہین۔ ابو السعود رح نے لکھا کہ سبحان اللہ تعالی شانہ یہ آیت کریمہ اعجاز کے مراتب مین سے انتہا کو پہنچ گئی اور کمالات فن کی پیشانی کے بال اسکے قبضہ قدرت مین ہین اور اسکی تفصیل مین ماہرین کاملین نے کوشش کی اور مین قسم کھاتا ہون کہ اسکے اوصاف کسی وصف کرنیوالے کے حیطہ قدرت مین نہین ہین جہان تک بشر کا امکان ہو بیان کرے ورنہ فی الحقیقت اسکا وصف کرنا طاقت بشری سے باہر اور بالاتر ہی مترجم ضعیف کہتا ہے کہ مین نے ان کاملین علماء متقدمین متبحرین کے نکات کو بیان درج نہین کیا اسلئے کہ یہ تفسیر جس سے حضرت رب العزۃ جلشانہ وعز برہانہ اپنے فضل عمیم سے اہل عالم کو فیضیاب فرماوے بطفیل سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین زبان اردو مین علم کیلئے ہو جن کو ان نکات کے ادراک مین کمال دقت بلکہ امکان نہین ہو لہذا یہ شہادات مذکورہ ان کے جزئی بیان کیلئے سچی گواہیان عین الیقین کے مرتبہ پر ان کو علم اجمالی عطا فرماتی ہین اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین بعضے احمق جاہل کندہ ناتراش جنکو بلاغت عربیت سے ادنی مس نہین ہو زبان درازی کے ساتھ سوال کرتے ہین کہ اسمین کوئی بلاغت بیان کرو اور ضرور اسکے مثل ہم لاسکتے ہین پس قسم ہو اس پاک وحدہ لاشریک تعالی شانہ کی کہ جسکو زبان عربیت کے بلاغات سے ذرہ برابر بھی مس ہو وہ ان احمقون پر بیساختہ ہنستا ہو کہ یہ جاہل جنکو گدھے ہوتے

مثال دینا چاہئے گدھون سے بھی زیادہ بیوقوف ہین مرد عاقل ایسے احمقون کی طرف لحاظ بھی نہین کرسکتا ہی لیکن افسوس ہو کہ اہل اسلام ہمہ تن
دنیاوی کار آمد زبانون کے سیکھنے مین ایسے سرگرم ہین کہ گویا انکو عاقبت کا بالکل یقین نہین ہی اور یہ درحقیقت کفر ہی اسیوجہ سے انکو ان علوم سے
کچھ نصیب نہین بلکہ ان احمقون کی بات پر لحاظ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ معترض صاحب تو عربی خوب جانتے ہین لاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم
اے لوگو عاقبت کو دیکھو آخر انجام موت و فنا ہے دنیا کی تھوڑی تکلیف پر صبر کرو اور دنیا کے حاصل کرنے مین دل مت لگاؤ بلکہ آخرت کیلئے
اگر تم کو مزدوری کھانے پینے وغیرہ کی احتیاج ہو تو اس نیت سے دنیا کی اتنی چیزین حاصل ہوجانے کا ذریعہ سمجھکر شرعی جائز زبانون وکامون و
نوکریون کیلئے کوشش کرنا امید ہو کہ مباح ہو لہذا عاقبت کیلئے علوم دین و عربیت مین کمال حاصل کرو واللہ تعالیٰ ہو الموفق وہو الذی یفعل
ما یشاء ویحکم ما یرید ف ـــ فی العرائس قولہ تعالی وقیل یا ارض ابلعی ماءک الآیۃ جب سفینہ قلوب بحر علوم غیوب مین بہری یا در عظمت کے گرداب
مین پہونچے تو عزت القدم سے ڈوبنے کے قریب ہوئی پس سابقہ عنایت ازلیہ جسنے اب تک سطوات ربوبیت مین فنا ہوجانے سے محفوظ فرمایا
ہے ارادت قدیمہ سے بچادیا اور زبان وصال نے آسمان کمال الذات و زمین صفات کو آواز دی کہ یا ارض ابلعی الی آخرہ پس ذات وصفات
ادراک عبودیت سے باہر ہوئے اور لطف سے اسکو مشاہدہ افعال و آیات کی طرف راجع فرمایا اور مسالک ازل و ابد اس روح المقدس پر بند
ہوئی چنانچہ آخر آیت کریمہ سے یہ اشارہ لیا گیا ہی پس احکام معارف ذات وصفات اسپر جاری ہوئے اور سوائے ذات وصفات کے جو کچھ
اس روح کاملہ پاس تھا وہ ذات وصفات مین غرق ہوگیا یعنی نفس و اسکے ہواجس و شیطان و اسکے وساوس اور عقول و اس کے مراتب
حتی کہ ہر دو جہان و جملہ عوالم سب اس سے مستغرق ہوئے اور وہ تمکین کیساتھ جودی طریقت و حقیقت پر متمکن ہوگئی چنانچہ اضطراب کے بعد اسکو
مواجید مین سکون ہوا اور قولہ تعالی فکان قاب قوسین او ادنی مین یہ اشارہ خوب ظاہر ہی پس و تو الدنو سے بحر ازل و فنا مین غرق ہوئے
سے جسکا خوف میدان ابد کے قہری طوفان سے تھا جو قلزم کبریا و عظمت سے اُٹھا تھا بچ گیا کیونکہ حسن عنایت ازلی نے بصفت رضا
اسکو قبول فرمایا لہذا آنحضرت علیہ السلام دعا فرماتے کہ اللہم انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بمعافاتک من عقوبتک و اعوذ بک
منک الحدیث۔ آنحضرت علیہ السلام بادراک صفات در آئینہ انوار ذات مین حقائق ازلیت مین شناور تھے پس نکرت کے قہر سے
خائف ہو کر کبھی صفت سے صفت کی طرف اور کبھی فعل سے فعل کی طرف اور کبھی ذات سے ذات کی طرف گریز فرمایا پس معنی یہ کہ
مین پناہ ڈھونڈھتا ہون تیرے رضوان عنایت کیساتھ تیرے خشم غیرت سے اپنے اوپر اس بات مین کہ تیرے سوائے کوئی اور تجکو
پہچان لے اور نیز مین پناہ ڈھونڈھتا ہون تیرے رضوان جمال کے ساتھ تیرے سطوات جلال سے تاکہ تیرے ساتھ تجھ مین فنا ہون
اور مین پناہ ڈھونڈھتا ہون تیرے رضوان بقا کے ساتھ صولت تجلیات قدم سے پھر جب صفت مین دوران سے زوال کا خوف کیا
تو وہان سے افعال کی طرف فرار فرمایا کہ دل کو راحت پہونچا دین جو عظمت الوہیت کا بار اُٹھا چکا ہے لہذا فرمایا اعوذ بمعافاتک
من عقوبتک یعنی ازلی عنایت دعوت کے معافات مین تیرے ابدی ہجر کی عقوبت سے پناہ لیتا ہون پھر جب راحت حاصل
ہوگئی تو مکرر مشاہدہ ذات کی طرف رجوع لائے بقولہ اعوذ بک منک یعنی تیرے فردانیت کی پناہ مین آتا ہون حلاوت جمال مشاہدہ
سے جہان عاشق تیری وحدانیت مین ہوجاتا ہو تاکہ تیری ہی بقا و وحدت کی پاکی بیان کرنے مین دعوی انانیت سے بچا رہے۔ اور
مین پناہ لیتا ہون اس مقام کی پردگی و مکر سے حتی کہ مین نہون اور تو ہی ہو اور مین نابود ہون جیسے تو نہین اور تو ہی ہو جیسے تھا پھر جب اسکو
عبودیت سے فانی اور مشاہدہ ربوبیت از افعال و صفات مین باقی ہو کر استقامت کیساتھ انوار الوہیت سے توحید و افراد القدم عن الحدث کے

موازی ہو کر حضرت حق عزوجل سے زبان ازلی پائی تو تعریف بیان فرمائی بقولہ لااحصی ثناءً علیک۔ اپنے حدوث وعبودیت کا اقرار باقی رکھا پھر قولسانت کما اثنیت علی نفسک۔ یہان نفس و ثنا، وعبودیت وتکلیف و وجود اور قرب وبعد اور تعاریف علل سب کو درگاہ حضرت رب العزت سے بدر کیا اور اسی پاک حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ مین تمام کمالات کو رجوع کیا۔ فافہم۔ اب ہم ظاہری آیت کی طرف رجوع کرتے ہین کہ حضرت نوح علیہ السلام اذیت قوم سے ضیق انقباض مین تھے پس وصل بلافرقت اور بسط بلاقبض اور انس بلاوحشت کی خواہش کی لہذا حضرت پروردگار سبحانہ سے دعا کی کہ اس سے نجات فرما دے پس اوتعالیٰ نے قوم کو غرق کیا ولیکن بشریت سے اپنے پسر کے حق مین مناجات کی تو موج آئی اور اسکو غرق کیا تاکہ پیغمبر کے دل مین سوائے حق کے کچھ باقی نہ رہے۔ استاد رح نے کہا کہ پسر کنعان کے غرق ہوتے ہی محبت بشری اپنی جذب و منقطع ہوا گویا اسی کا غرق مقصود تھا۔ پھر حق تعالیٰ نے انبساط نوح علیہ السلام سے آگاہ فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

وَنَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَهۡلِیۡ وَاِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو۔ بولا اے رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والوں مین اور تیرا وعدہ سچ ہے

وَاَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِیۡنَ ۝ قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ

اور تیرا حکم سب سے بہتر ہے فرمایا اے نوح وہ نہین تیرے گھر والون مین اسکے کام ہین

صَالِحٍ ۫ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَكَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ۝ قَالَ

ناکارہ سو مت پوچھ مجھ سے جو تجھکو معلوم نہین مین نصیحت کرتا ہون تجھکو کہ ہو جاوے تو جاہلون مین بولا

رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَتَرۡحَمۡنِیۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۝

اے رب مین پناہ لیتا ہون تیری اس سے کہ پوچھون تجھ سے جو معلوم نہو مجھکو اور اگر تو نہ بخشے مجھکو اور رحم نہ کرے تو مین ہون خرابی والون مین

وَنَادٰی۔ اور پکارا یعنی دعا کی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ نوح نے اپنے رب سے۔ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَهۡلِیۡ۔ پس کہا کہ اے رب میرے میرا بیٹا میرے اہل مین سے ہے وَاِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ۔ اور بیشک تیرا وعدہ حق یعنی صدق ہے۔ گویا قولہ احمل فیہا من کل زوجین اثنین واہلک۔ کی طرف اشارہ کی یعنی تو نے میرے اہل کو نجات کا حکم دیا ہے وَاَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِیۡنَ۔ اور تو احکم الحاکمین ہے یعنی سب حاکمون سے افضل ہے یا عدل و علم مین سب سے بڑھکر ہے اور اولیٰ قول یہ کہ تو بڑے اتقان والا ہے کہ تیرے حکم مین کوئی نقص و خلل نہین ہو سکتا کیونکہ تجھے اسکا خوب علم ہے اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قولہ اہلک الامن سبق علیہ القول مین اہل سے ازلی کافرون کو استثنا کر دیا تھا پھر نوح نے کیونکر اسکے لئے دعا کی تو جواب یہ کہ نوح کو اسوقت تک یہ یقین نہ تھا کہ وہ ازلی کافر ہے پھر کہا گیا کہ دعائے مذکور کشتی روان ہونے سے پہلے تھی کیونکہ اسوقت تک نجات کا امکان تھا اور بعض نے کہا کہ پسر مذکور کو فہمائش کرنے واسکے انکار کرنیکے بعد یون دعا فرمائی ولیکن اس قول پر ضرر ہے کہ قولہ حال بینہما الموج کے یہ معنی ہین کہ موج حائل ہوگئی اور پردہ ہوگیا اور یہ نہین کہ وہ اسی تحت غرق ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے نوح کو جواب فرمایا کہ اہل مین تیرا بیٹا داخل نہین ہے بقولہ قَالَ یٰنُوۡحُ فرمایا کہ اے نوح اِنَّہٗ یہ تیرا بیٹا جسکی تو نجات مانگتا ہے لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ۔ نہین ہے تیرے اہل مین سے یعنی ایسے مومنون مین سے جنھون نے ایمان لاکر تیری پیروی کی ہے اگرچہ قرابت کی راہ سے تیرا بیٹا ہے اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ وہ نہین ان لوگون مین سے جنکی نجات کا مین نے تیرے ساتھ مین وعدہ فرمایا ہے نہین سے بعض نے کہا کہ قولہ لیس من اہلک تنصیص ہے کہ یہ لڑکا حضرت نوح کے نطفہ سے نہین تھا اور استبعاد کیا کہ نبی کا لڑکا کافر ہوے اور جواب یہ ہے کہ اہل سے مراد اُن کی اتباع

مومنین مین سے ایسے اہل سے نہ تھا اگرچہ قرابتی پسر تھا بلکہ قولہ۔ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ انہ ذو عمل غیر صالح۔ یہ لڑکا بے نیکوئی کے عمل والا ہی پس عمل مصدر کو بمبالغہ محمول کیا گویا وہ نرا بدکاری ہو اور حق یہ ہو کہ کافر آدمی اتنی کوئی نیکی نہیں رکھتا اگر باعتبار صورت کے بعض نیک اعمال اس قابل ہوتے ہین کہ دنیا دی دولت اسکا عوض ہو اور نکوئی درحقیقت وہ ہو جسکا بدلا نعمت کاملہ آخرت ہو سکے بالجملہ بدکاری و کفر کی جہ سے اسکو اہل نہیں قرار دیا ورنہ صریح قولہ نادی نوح ابنہ۔ اور قولہ یا بنی۔ دلیل ہو کہ وہ بیٹا تھا اور عکرمہ و سعید بن جبیر و ضحاک و اکثر مفسرین نے کہا کہ وہ نوح کا بیٹا اُنکے نطفہ سے تھا اور یہی صحیح ہو اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ کسی نبی کی جورو نے زنا نہیں کیا بالجملہ کلام کو حقیقی معنی سے مجاز کی طرف پھیرنا بلا ضرورت نہیں جائز ہو اور اسمین شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا فرماتا ہو چنانچہ آدمؑ سے قابیل کو اور آزر سے ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ ایسے ہی کنعان کو پشت نوحؑ سے پیدا کیا وہ قادر مختار ہے جو چاہے جسطرح چاہے کرے۔ واضح ہو کہ قولہ انہ عمل۔ مین جمہور کی قرأت عمل مصدر ہو اور انہ ضمیر مین دو قول مین ایک یہ کہ راجع بجانب پسر ہو پس عمل اسکی خبر بطریق زید عدل ہو اور یہی ارجح ہو اور صاوی نے کہا کہ شیخ سیوطیؒ نے اشارہ کیا کہ یہان مضاف محذوف اور ضمیر راجع بجانب نوحؑ ہو یعنی ان سوالک عمل غیر صالح لے غیر مقبول یعنی تیرا یہ سوال کرنا ایسا کام ہو جو مقبول نہیں ہو اور ابن عباسؓ سے جو تفسیر مروی ہو اسکی تائید کرتی ہو کہ کہا کہ معنی یہ ہین کہ اے نوح تیرا مجھ سے یہ سوال کرنا عمل غیر صالح ہو مین پسند نہیں کرتا ہون پھر اس سوال سے منع فرمایا بقولہ۔ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ پس تو مجھ سے مت مانگ وہ چیز کہ جسکا تجھکو علم نہیں ہو یعنی جب تجھے نہیں معلوم کہ اسکا مانگنا ٹھیک ہو تو مانگنا چاہیئے یا نہیں ٹھیک ہو کہ ترک کرنا چاہیئے اور یہ حکم عام ہو ہر شخص جو اپنی درخواست کو مطابق شرع نہ جانے وہ سوال نہ کرے بعض نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ اے نوح تجھکو نہیں معلوم کہ وہ ازلی کافر ہے اور قولہ الا من سبق علیہ القول مین داخل ہو اور بعض نے کہا کہ تجھکو نہیں معلوم کہ وہ منافق ہو مومن نہیں ہو ولیکن اول ارجح و اوفق ہو۔ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔ لے انہاک من ان تکون من الذین یجہلون فیسئلون ما لا علم لہم بہ۔ مین تجھکو نصیحت کرتا یعنی منع کرتا ہون اس امر سے کہ تو جاہلون مین سے ہو جائے یعنی اُنکے مانند ہو جو جہالت کرتے پس مانگتے ہین وہ چیز جسکا اُنکو علم نہیں ہو۔ یہان سے بھی کہا گیا کہ حضرت نوحؑ کو اُسکے قطعی کافر ہونے کا علم نہ تھا بلکہ ظاہری اقرار منافقانہ سے مشتبہ تھے ورنہ معلوم ہے کہ مشرک کافر کے واسطے مغفرت نہیں ہو یا جو ازلی مطرود ہو وہ حسب تقدیر کبھی مومن نہ ہوگا۔ کرخیؒ نے کہا کہ نوحؑ کے سوال کو جہل سلئے فرمایا کہ فرزند کی محبت مین اُنکو استثنار قولہ الا من سبق علیہ القول۔ یاد نہ رہا۔ ابن العربیؒ نے کہا کہ یہ نصیحت و موعظت از جانب الٰہی تمام ایک فضل ہو جس سے نوحؑ کو مقام جاہلین سے خارج اور بلند مرتبہ کر کے مقام علماء عاملین پر پہونچایا جب نوحؑ کو اپنا سوال غیر مطابق تقدیر و رضائے الٰہی و غیر موافق منصب نبوت عظمیٰ معلوم ہوا تو فوراً مغفرت و رحمت کی درخواست کی بقولہ۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ۔ نوحؑ نے کہا کہ اے رب میرے مین تیری پناہ مین آیا اور التجاو عذر لایا من ان اسئلک اس امر سے کہ مین تجھ سے مانگون مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ۔ ایسی چیز جسکا مجکو علم نہیں ہو خوفناک ہوئے کہ یہ سوال اس صورت مین تقدیر و علم الٰہی سے معارضہ ہوا اگرچہ دعا مین کوئی گناہ نہیں ہو لہذا زیادہ خوفناک ہوکر التجا کی وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وان لا تغفر لی ذنب ما دعوت کذلک۔ وَتَرْحَمْنِیْۤ۔ بقبول توبتی بالرحمۃ الواسعۃ اور اگر تو نہ بخشے مجکو میرا یہ گناہ جو مین نے اسطرح سوال کرنے سے کیا اور اگر تو نہ رحم فرمائے مجھ پر اپنی وسیع رحمت سے اسطرح کہ میری توبہ قبول کرلے۔ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ تو مین خسارہ والون مین سے ہوجاؤن۔ واضح ہو کہ یہ شان نبوت تھی کہ خالی ایسی دعا سے اسقدر خوفناک ہو کر گڑگڑانے لگے

اور نہ آیت کریمہ مین کوئی امر ایسا مذکور نہین کہ جو نوحؑ سے گناہ و معصیت صادر ہونے پر دلالت کرے سوائے اس بات کے کہ ایک ایسے
امر کی دعا مانگی جو علم الٰہی مین تقدیر سے موافق نہ تھا اور یہ کچھ معصیت نہین ہے سراج مین ہے کہ نوح سے اجتہاد مین چوک ہوئی جیسے
آدم علیہ السلام سے درخت کا پھل کھانے مین چوک ہوئی۔ و قال المترجم و فیہ نظر لان ما وقع من آدم علیہ السلام کان سہواً منہ لصریح
قولہ تعالیٰ فنسی و لم نجد لہ عزماً۔ و اما نوح علیہ السلام فلم ینس و کان من اولی العزم غیر انہ سأل ما لا علم لہ بہ من شقاوۃ ابنہ ہذا و اما استغفار
فشان الانبیاء کما قال تعالیٰ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ہم بامرہ یعملون و قولہ تعالیٰ و ہم من خشیۃ ربہم مشفقون۔ اولا تری الی
ما اجاب اللہ تعالیٰ بحیث وعظہ و ذکرہ و لم یؤاخذہ بشیٔ و اما ما وقع لآدم علیہ السلام بعد اکل الشجرۃ من ہبوطہ من الجنۃ الی الارض فلیست بعقوبۃ ایضاً
بل من قبیل ما اودعہ اللہ تعالیٰ من خواص الاشیاء کانہ اکل شیئاً قدر اللہ تعالیٰ من اثرہ ما وقع معہ فلیتامل ف۔ و فی العرائس قولہ
و نادیٰ نوح ربہ الآیۃ یہ تحرک سر بشریت بمقام امتحان الٰہی ہے کہ نوحؑ کی شان سے تھا کہ اسرار کو اغیار کی طرف نظر سے پاک رکھکر موجود
و مجود کو فلاکرین لہذا انہین دخلیلؑ کے امتحان مین غرق رہا کہ آگ مین ڈالے جانے کے وقت ملائکہ مقربین وغیرہ کسی سے مدد نہ چاہی اور
اپنے آپکو مسلم کر دیا اور صحیح ہوا قولہ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ پس معارضہ قلب حول و قوت و نفس و تمام عالم سے بیزار
ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھک گئے اور نوح علیہ السلام نے غرق فرزند کی طرف التفات کر کے سوال کیا حالانکہ مقام توحید مین اور تسلیم و رضا
و شرط معرفت مین فرزند کا کیا ذکر ہے اور انبساط کیساتھ مناجات مین حکم کیا کہ میرا پسر میرے اہل مین سے ہے حالانکہ وہ اہل مین سے نہ تھا
اسلواسطے یہ جواب پایا کہ انہ لیس من اہلک اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نوحؑ فرزند کی طرف نظر کرنے سے تقدیر سابق سے غافل ہوئے اور یہ
انبساط تھا جو کمال رحمت سے حضرت نوحؑ کے اسرار پر وارد ہوا اور جو انبساط کہ مقام امتحان مین حکم سابق کے دیدار پر ہو وہ مراد
ملنے سے دور رہتا ہے حسین رحؒ نے کہا کہ انبساط قدرت الٰہی قہر و جبروت کی وجہ سے مقام انبساط نہین ہے ورنہ رد کر دیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے
نوح علیہ السلام کو جتوادیا کہ جیسی اہلیت ظاہری ان کے اور بیٹے کے درمیان مرتفع ہے ویسی ہی ان کی روح و پسر کی روح مین اہلیت
مرتفع ہے کیونکہ ازل مین انکے بیٹے کو معرفت و محبت و تقویٰ کی اہلیت عطا نہین ہوئی بقولہ انہ عمل غیر صالح۔ جو تجکو معرفت دی گئی
اسکی اہلیت تیرے پسر مین نہین ہے وہ کسی طرح وصل نہین ہو سکتا فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم۔ ادب سکھلایا کہ وہی دعا مانگو جو موافق تقدیر
ہو ورنہ جو مشیت الٰہی سے ناموافق ہو وہی مراد نہین ملتی ہے اور یہ جو فرمایا انہ عمل غیر صالح۔ اسکے معنی یہ ہین کہ اسکے اعمال موافق سنت
نبیؑ نہین ہین پھر وعظ فرمایا بقولہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین۔ جاہل اسکو کہتے ہین جو تقدیر الٰہی کو بھولا اور اسکی لیاقت و اوزان کو
نجانا مراد یہی کہ مین تجھے نصیحت کرتا ہون کہ تو سوال کرنے مین خلاف ادب راہ چلے بلکہ ارادہ الٰہی کے موافق ہونا واجب ہے، اسمین خواص
عارفین کو تہدید ہے کہ بارگاہ حق مین غیر کی طرف التفات کرنے سے اپنے خواطر کو صاف رکھین تاکہ مقام احتشام مین مراد الٰہی کے لیے
سر تسلیم جھکائے ہوئے ہون قاسم رحمہ اللہ نے کہا کہ اہلیت دو طرح کی ہوتی ہے اہل قرابت اور اہل ملت پس پسر نوحؑ کو اہل ملت ہونے سے
منفی کر دیا اور قرابتی ہونے سے نفی نہین فرمائی ہے قولہ۔ انی اعظک بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہے کہ کیا تو نے نہ جانا کہ مین نے نیک بختون و
بدبختون کو ازل مین مقدر کر دیا ہے پھر میرا حکم قضا رد نہین ہو سکتا اب مین تجھے نصیحت کرتا ہون کہ تو ان احکام کو کھونے والا مت ہو حیدر بعض
نے کہا کہ نوحؑ نے مخصوص کر کے اپنے بیٹے کیلئے دعا فرمائی تو گونہ عتاب کیا کہ میرے تمام بندون کے درمیان سے خالی اپنے پسر کیلئے دعا فرمائی
پھر نوحؑ نے تضرع و عاجزی کے ساتھ بارگاہ کبریائی مین رجوع کیا بقولہ قال رب انی اعوذ بک ان اسئلک آہ۔ اسمین بیان ہے کہ جو مانگنے اسکے جاننے بغیر

اسکا سوال کر بیٹھنا خوب نہین ہی اور جب آنحضرت ؐ کو چوکنا معلوم ہوا تو خضوع وخشوع سے ملتجی ہوے کہ اے رب اگر یہ ترک ادب تو نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ فرماوے کہ عبودیت مین ربوبیت آسان کرے تو مین ایسے لوگون مین سے ہو جاؤنگا جنھون نے عبودیت مین حقائق معرفت کو گم کیا۔ ابو سعید الخرازؒ نے کہا کہ نوح علیہ السلام نے جو انبیاء اولوالعزم مین سے تھے ساڑھے نوسو برس اللہ تعالیٰ کی بندگی مین نہایت کوشش و نصیحت کی اور طرح طرح کی ایذائین اُٹھائین پھر اس کہنے پر کہ رب ان ابنی من اہلی جب عتاب کئے گئے تو خوف کبریائی سے ساری باتین بھول گئے اور سال بھر اس ترک ادب سے رویا کئے یہان تک کہ کہا والا تغفرلی وترحمنی الخ پھر اس بات کہنے سے مدت تک نادم رہی پھر جب نوح علیہ السلام نے کبریا آلہی کیلئے خشوع وخضوع کیا تو حق عز وجل نے اُن کو لباس انوار امن وعافیت پہنایا و فرمایا۔

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ
حکم ہوا اے نوح اُتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتون کیساتھ تجھپر اور کتنے فرقون پر تیرے ساتھ والون مین اور کتنے فرقون کو فائدہ دینگے پھر

يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ
پہونچے گی اُنکو ہماری طرف سے دکھ کی مار یہ بعضی خبرین ہین غیب کی کہ ہم بھیجتے ہین تیری طرف اُن کو جانتا نہ تھا تو

وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ع
اور نہ تیری قوم اس سے پہلے سو تو ٹھہرا رہ البتہ آخر بھلا ہے ڈر والون کا

معانقہ ۱۴ ع ۴ عند المتاخرین

قِيلَ يٰنُوحُ۔ کہا گیا اے نوح یعنی حق تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔ اُتر کشتی سے یا جودی پہاڑ سے ہماری طرف سے سلامتی و امن کے ساتھ۔ کما قال تعالیٰ سلام علی نوح فی العالمین۔ بعض تفاسیر مین مذکور ہی کہ غرق چونکہ تمام روئے زمین مین عام تھا تو کشتی سے اُترنے مین گویا حضرت نوحؑ کو خوف ہوگا کہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہین ملیگی لہذا حق تعالیٰ نے سلامتی وعافیت کی بشارت دی۔ اور فرمایا۔ وَبَرَكٰتٍ اور برکتون کے ساتھ یعنی امن و عافیت جسمانی اور برکات انواع رزق وغیرہ سے عَلَيْكَ تجھ پر۔ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ۔ اور امتون پر تیرے ساتھ والون سے۔ اگر کہا جائے کہ ممن معک مین من تبعیضیہ ہی پس ساتھ والون مین سے بعض امن و برکت مین داخل رہی جواب دیا گیا تین طرح سے۔ اول آنکہ کشتی مین وحوش و طیور و بنی آدم سب تھے انہین سے وحوش و طیور وغیرہ اُمم کو چھوڑ کر سلام کیساتھ بنی آدم کو مکرم فرمایا۔ اور اطلاق اُمت کا اقسام وحوش و طیور وغیرہ پر قرآن وحدیث مین شائع ہی پھر بنی آدم کو بلفظ اُمم تعبیر کرنا اسوجہ سے کہ یہ جماعات متفرقہ تھے دوم آنکہ ممن معک سے انکی پشت کی اولاد سمیت مراد ہی اور مشہور ہی کہ جو لوگ کشتی مین ان کے ساتھ تھے انکے اولاد نہین رہی اور نوع انسانی اولاد نوحؑ مین منحصر ہوئی اسی سے اُن کو آدم دوم و آدم صغیر کہتے ہین اور وہ آدم سے ہزار برس بعد آٹھوین پشت بعد ہوئے ہین پس مراد اس سے اولاد نوحؑ کی تقسیم بجانب مومن و کافر ہے ورنہ اُن کے ساتھ والے سب مومن تھے سوم ابو السعود رح نے کہا کہ من بیانیہ ہو سکتا ہی یعنی اُن اُمم پر جو تیرے ساتھ ہین اور جماعات متفرقہ ہونے سے اُن کو بلفظ اُمم تعبیر فرمایا۔ واضح ہو کہ مشہور یہ ہی کہ دعوت نوح عام تھی تمام روئے زمین کے لوگون کو ایمان لانے کا حکم تھا اسی واسطے کفر و اصرار سے عام طوفان آیا و لیکن مترجم نے سابق مین بعض مقام پر اشارہ کیا ہی کہ عموم دعوت کا کوئی ثبوت نہین اور بعض محققین نے اسی کو مصرح بیان کر کے صحیح قرار دیا ہی اور کلام آلہی مانند قولہ ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ شاہد ہی کہ دعوت مخصوص بقوم نوحؑ تھی لیکن قوم مذکور کو اسقدر ترقی ہوئی کہ روئے زمین کے پہاڑون و ملکون مین پھیل گئی لہذا طوفان محیط ہو گیا۔ وعلی ہذا ممکن ہی کہ بعض اقوام جن کی طرف اُنکی بعثت نہین تھی عام عذاب طوفان سے بچے ہون

لہذا چین و ہندوستان و فارس والے جنکو طوفان سے انکار ہے یعنی قائل ہیں کہ عموماً ہم لوگ غرق نہیں ہوئے بلکہ ارض بابل وغیرہ ممالک مغرب غرق طوفان ہوئے ہیں تو شاید ایسا ہوا و معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ قوم نوح میں سے نہ تھے اور قولہ تعالیٰ وجعلنا ذریتہ ہم الباقین یعنی فی تلک البلاد التی غرقت۔ یا آنکہ من ذلک القوم پس اس صورت میں اقوام فارس و ہندوستان و چین وغیرہ شاید اولاد نوحؑ سے نہ ہوں لیکن جمہور اہل ادیان اسپر متفق ہیں کہ طوفان عام تھا اور قوم نوح تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی تھی لہذا انکے مقابلہ میں ان چند اقوام کا اعتبار نہیں ہو سکتا خصوص اس صورت میں کہ یہ اقوام ان ملکوں میں بعد طوفان کے اولاد نوحؑ سے موجود ہو کر یہاں آباد ہیں پس انکو شبہ ہوا کہ یہاں کبھی طوفان نہیں آیا حالانکہ ان کے بسنے سے پہلے جب طوفان آچکا تو ان کے اگلوں کی کتابوں میں کہاں سے مذکور ہوتا فتدبر واللہ تعالیٰ اعلم۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو سلام و برکات دیں اور ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ میں تھے بنابر آنکہ من بیانیہ ہو پس ساتھ والے یا تو یہی مراد ہیں جو کشتی میں سوار تھے اور اس صورت میں کہا جائیگا کہ مشہور یہ ہے کہ ان کے اولاد باقی نہیں رہی اور یا حضرت نوح کی پشت میں انکی اولاد سے قیامت تک کے امم مراد ہیں اور اس صورت میں من تبعیضیہ اولیٰ ہے یعنی ان امتوں میں سے قلیل بعض امم پر برکت و سلامت فرمائی اور یہ امم مسلمہ ہیں پھر باقی امم کافرہ کو بیان فرمایا بقولہ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ۔ اے ومنہم امم آہ او البواقی امم۔ اور امم ہیں کہ ہم ان کو متاع دیں گے جس سے وے دنیاوی حیات پوری کریں۔ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ پھر پہونچے گا ان کو ہماری طرف سے عذاب دکھ دینے والا یعنی آخرت میں بعد موت کے۔ اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہوں کہ ان میں سے بعض امم ہیں کہ ہم اُن کو دنیاوی عیش و آرام دینگے پھر بسبب کفر و شرک و معاصی کے اُن کو دنیا و آخرت میں عذاب پہونچے گا اور مصداق اسکے اقوام حضرت صالحؑ و ہودؑ وغیرہ ہیں واللہ اعلم۔ اور یہاں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اگر طوفان عام نہ ہو تو حضرت نوحؑ کے ساتھ والوں پر سلامت و برکت کا حکم دیا اور انکو آگاہ فرمایا کہ بقایا دیگر امم ہیں جنکو چند روزہ معاش دنیاوی کے بعد عذاب پہونچیگا اسلئے کہ وے کافر اقوام ہیں مانند اہل چین و فارس وغیرہ کے ولیکن مبنی اسکا ضعیف ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حضرت ضحاک رح سے روایت ہے کہ قولہ علی امم ممن معک آہ یعنی من لم یولد یعنی مراد وہ لوگ ہیں جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکے لئے برکات واجب فرمائیں کیونکہ علم الٰہی میں انکا جنتی ہونا مقرر تھا اور قولہ امم سنمتعہم یعنی متاع حیات دنیا کے بعد ان کو عذاب ملیگا کیونکہ علم الٰہی میں یہ لوگ بدبخت شقی تھے۔ محمد بن کعب نے کہا کہ اس سلام و برکات میں قیامت تک کے ایمان والے مرد و عورتیں داخل ہیں جیسے عذاب الیم میں قیامت تک کے کافر مرد و عورتیں شامل ہیں۔ ابن زید رح سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے ساتھ انکو نزول کا حکم دیا اور انسے نسل پیدا فرمائی جنمیں سے بعض پر رحمت فرمائی اور بعض پر عذاب کیا بعض نے کہا کہ امم سنمتعہم سے اقوام ہود و صالح و لوط وغیرہ مراد ہیں جو چندے متاع کے بعد عذاب میں گرفتار ہوئے۔ یہاں تک قصہ نوحؑ تمام ہوا پھر فرمایا۔ تِلْكَ اے قصہ نوح مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ انباء جمع نبا بمعنی خبر اے من اخبار الغیب۔ یہ قصہ از اخبار غیب ہے۔ نُوحِيهَا إِلَيْكَ جس کو ہم تیری جانب وحی فرماتے ہیں۔ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ جسکو نہ جانتا تھا تو اور تیری قوم یعنی اہل عرب۔ مِن قَبْلِ هَٰذَا۔ پہلے اس وحی سے یا قرآن سے یا اسوقت سے۔ اسمیں تنبیہ ہے کہ یہ بڑی قوم جب اس سے غافل تھی تو اکیلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو وحی سے جانا اور کسی سے نہیں سنا ہے لہذا کفار جو آنحضرت صلعم پر بہتان باندھتے کہ لوگوں سے یا جنوں سے قصے سنکر نظم کرتے ہیں اول تحدی و معارضہ رد فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اسکے مثل ایک ہی سورہ بناؤ اور فرمایا کہ اخبار غیب بکثرت مذکور ہیں کوئی لاؤ پھر جب عاجز ہو کر شرارت و عناد پر آمادہ ہوئے تو انجام کار کی غیبی خبر کے ساتھ حکم دیا بقولہ۔ فَاصْبِرْ صبر کر اے محمد صلعم کافروں کی ایذا پر جیسے نوحؑ نے صبر کیا تھا۔ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ۔ بیشک نیک

انجام دنیا و آخرت میں انھیں لوگون کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ پر تقویٰ کرتے ہیں چنانچہ انجام کار حضرت نوح و مومنین کو سلامتی و برکات حاصل ہوئیں و کفار عذاب دنیا و آخرت میں دائمی گرفتار ہوئے اسمیں آنحضرت صلعم کو تسلی اور خوشخبری ہے کہ انجام کو فتح و ظفر آنحضرت صلعم کے واسطے ہے ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ قیل یانوح اہبط بسلام الخ ۔ اشارہ ہے کہ اہبط بسلام یعنی ہبوط او صاف سلام ہو یعنی ہماری صفات و خلق سے متصف ہو کر کشتی حقیقت سے بسلامت نازل ہو کر پھر اسکے بعد تیرے واسطے سوائے سلامتی کے یہ نہ ہوگا کہ سطوات عظمت میں فنا ہو جاوے کیونکہ ہمارے وصل کی برکت سے تجھے اور تیری برکت سے تیری ساتھی قوم کو عذاب فراق سے نجات ہے پھر آنحضرت صلعم کو کشف انبار الغیب سے تشریف فرمائی بقولہ تلک من انبار الغیب الخ کشف و انبار کے دو مرتبہ ہیں ۔ اول ارواح کیلئے اشباح سے پہلے دیوان غیب میں کشف ہے کہ نور غیب سے اسرار مکتوم کو یہ ارواح دیکھتے ہیں دوم اشباح میں ارواح کے ہو جانے بعد انکشاف ہے پس اسکو دیکھنا و سننا اس جنبہ کا حاصل ہوتا ہے جو اشباح میں آنے سے پہلے ارواح نے غیب میں دیکھا تھا پس اسکا کشف تجدید عہد ہے اور مشاہدہ تذکیر عہد ہے اور یہ جو فرمایا ما کنت تعلمہا یعنی وجود روح سے پہلے نہ جانتا تھا اور رہا بعد وجود روح کے جو ہوا اور ہونے والا تھا سب تعلیم الٰہی جان لیا اور اسمیں آنحضرت صلعم کو تسلی ہے کہ اولوالعزم انبیاء کی اقتدا میں اہل شقاوت سے ایذا برداشت کریں کما قال تعالیٰ فاصبر ان العاقبۃ الخ یعنی تقویٰ کے میدان میں جو لطائف بلاء و حقائق وجود عظمت و کبریاء کا ظہور ہو اسکی برداشت میں صابر رہو اور ہمت بلند رکھو اور کسی غیر کی طرف نظر و التفات مت کرو کیونکہ جنھون نے میرے سوائے سب سے انقطاع کیا انجام کار انکو میرا وصال و دیدار جمال ہے ۔ شیخ جنید رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول کیواسطے ایک طرف غیب کو کشف فرمایا اور ہمارے پیغمبر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انبار الغیب کو کشف فرمایا اور یہ انتہا کشف ہے چنانچہ آنحضرت صلعم پر غیب سے وہ امور مکشوف تھے کہ مخلوق میں سے کسی پر کشف ہونا روا نہیں ہے اور یہ اسوجہ سے کہ آپ کو امانت عظمیٰ بدرجہ کمال حاصل تھی کیونکہ اسرار کا انکشاف انھیں لوگون کو ہوتا ہے جو امین ہیں پس جتنا زیادہ امین ہو اتنا زیادہ کشف پاویگا نصرآبادی رحمہ نے کہا کہ عاقبت کی نجات اُسکو ملیگی جو ازل میں زیور تقویٰ سے آراستہ ہوا ہے پھر حق تعالیٰ عز وجل نے اپنے رسول ہود علیہ السلام کا و انکی قوم کی ضلالت و عذاب کا حال بیان فرمایا ۔ بقولہ تعالیٰ

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنتُمْ

اور عاد کی طرف ہم نے بھیجا اُنکا بھائی ہود بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہیں سوائے اسکے تم سب

إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝ يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي

جھوٹ کہتے ہو اے قوم میں تم سے نہیں مانگتا اسپر مزدوری میری مزدوری اسی پر ہے جسنے مجھکو پیدا کیا

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا

پھر کیا تم نہیں بوجھتے اور اے قوم گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اسکی طرف چھوڑ دیگا تم پر آسمان کی دھاریں

وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

اور زیادہ دیگا تمکو زور پہ زور اور نہ پھرے جاؤ گناہگار ہوکر

یہ قصہ بشارت قوم عاد و اُسکی ہلاکت کا ہے اور عاد نام ایک شخص کا ہے اُسکے نام سے اس قبیلہ کا نام ہو گیا جیسے تمیم و بجر وغیرہ قبائل عرب کا نام ہے اور کہتے ہیں کہ عاد کا نام دو قوم کا ہے اول یہی عاد جو اولاد سام بن نوح سے بت پرست تھے جنکی طرف ہود علیہ السلام مبعوث

ہوئے اور نہایت قوی ہیبت ڈیل ڈول کے مغرور تھے اور دوم عاد جنہیں شداد مطرود اور لقمان مقبول وغیرہ تھے جنہیں صالح علیہ السلام
مبعوث ہوئے پھر نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کے درمیان آٹھ سو برس کا فرق تھا اور ہودؑ چار سو چونسٹھ برس زندہ رہے فرمایا اللہ تعا
لے۔ وَاِلٰی عَادٍ ۔ وارسلنا الی قوم عاد ۔ اَخَاهُمْ ای فی النسب لا فی الدین هُوْدًا ۔ اور بھیجا ہم نے قوم عاد کی طرف اُنکے بھائی کو یعنی اُنکے نسبی
بھائی کو نہ دینی بھائی کو اور وہ ہود علیہ السلام ہیں۔ قَالَ یٰقَوْمِ ہودؑ نے کہا کہ اے میری قوم۔ اعْبُدُوا اللّٰهَ ۔ بندگی کرو اللہ تعالیٰ
کی یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانکر اسی کی عبادت کرو اور بت وغیرہ سے شرک مت کرو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ نہیں تمہارا کوئی
معبود سوائے اسکے یعنی درحقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہارا کوئی معبود نہیں ہے مگر تم نے اپنے گمان پر بتوں وغیرہ کو شرکا و معبودات بنالئے
ہیں۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۔ نہیں ہو تم مگر افترا کرنیوالے یعنی شریک و معبودات بنانے میں اور اس کہنے میں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے
یہاں ہمارے سفارشی و مستحق عبادت ہیں تم اللہ تعالیٰ پر افترا و بہتان دروغ باندھتے ہو۔ بالجملہ میں نے جو دل سے تم کو نصیحت کی وہی
حق و تمہارے واسطے بہتر ہے۔ یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ اے قوم میں تم سے نہیں مانگتا عَلَيْهِ اس تبلیغ و نصح خالص پر اَجْرًا کچھ اجرت۔ بلکہ محض
خلوص سے اللہ تعالیٰ کیواسطے تم کو سمجھاتا اور راہ راست بتلاتا ہوں تو ایسی بے غرض نصیحت ضرور سچ و صحیح و ضرور ماننے کیلئے لائق ہے۔ اِنْ اَجْرِيَ
اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۔ نہیں میری مزدوری واجرت مگر اُسی رب پر جس نے مجھے پیدا کیا یعنی جس نے فضل سے مجھے پیدا کیا اُسی سے مجھے
ثواب کی اُمید ہے اور تم لوگوں سے میں کچھ نہیں چاہتا ہوں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ بھلا تم کو سمجھ نہیں ہے اگر سمجھو تو صاف نصیحت نیک ہے کیونکہ
اچھی بات جو کوئی سمجھاتا ہے اور کسی طرح کی طمع نہیں رکھتا وہ کیوں جھوٹ بات کہیگا تو عقل والے کو صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ شخص بیشک
رسول صادق ہے نہ مکار کاذب۔ پھر قوم کے دلوں پر جو تاریکی چھائی تھی جسنے انکی عقل مٹائی اسکو دور کرنے کیواسطے توبہ و استغفار کی طرف ارشاد
کیا بقولہ تعالیٰ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۔ اے قوم تم مانگو مغفرت اپنے پروردگار سے پھر اُسکی طرف رجوع لاؤ یعنی اگلے
گناہوں اور اُنکی سیاہی دور ہونے کی درخواست کرو اسطرح کہ تم کو طاعات الٰہی کی توفیق دیدی جاوے پھر اسکی طرف صفائی دل سے
رجوع لاؤ چونکہ اُنکو متاع دنیا کی طرف رغبت زیادہ تھی اور طاعات سے یہاں بھی بھلائی ملتی ہے تو ترغیب دلائی کہ تمہاری اس اطاعت
وطاعات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۔ یہ جواب امر ہے اور معنی یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار و توبہ کرو وہ ارسال فرمائیگا
تم پر سما یعنی سحاب کو مدرار یعنی کثرت سے در در والا یعنی پے در پے کثرت سے برسنے والا پانی تم پر برسادیگا۔ واضح ہو کہ قوم ہود کھیتی و باغوں کی
کثرت کھتی اور یمن و شام کے درمیان بستی تھی ضحاکؒ نے کہا کہ تین برس مینھ نہیں برسا جس سے قحط ہو گیا پس ہودؑ نے انکو استغفار و توبہ کی
نصیحت کی یعنی ایمان و طاعت کی مگر وے اور زیادہ سرکش ہوئے اگر کہا جاوے کہ سما مؤنث ہے تو مدرارۃ بتانیث چاہیے جواب یہ کہ مدرار
صیغہ مبالغہ ہے جسمیں تذکیر و تانیث یکساں ہے بدون تا کے یا سما سے مراد سحاب و مطر ہے جو مذکر ہے۔ وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ ۔ اور
بڑھادیگا تمہاری قوت پر قوت۔ یہ لوگ بڑے قوی تھے تو زیادہ قوت کا وعدہ دیا۔ یا مراد یہ کہ فراخی پر فراخی یا عزت پر عزت بڑھائے گا
عکرمہؒ سے روایت ہے کہ مراد اولاد پر اولاد ہے کہ تیس برس سے اُنکی عورتیں بانجھ ہو گئی تھیں اُنکے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ بالجملہ اُنکو اپنے پروردگار
کی بندگی و طاعت پر دین و دنیا کی بہتری کا وعدہ فرمایا اور گنہگاری سے منع فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ اور منہ مت موڑو
اس حال میں کہ تم مجرم ہو یعنی کفر پر اڑے ہوئے رہکر میری نصیحت سے منہ موڑو وایسا مت کرو۔ **فی العرائس** فی اشارات قولہ ویقوم
استغفروا ربکم الآیۃ یعنی استغفار کرو اپنے پروردگار کو چھوڑ کر غیر کی طرف نظر رکھنے سے اور رجوع ہو اسکی طرف اپنے نفوس کو چھوڑ کر اور اپنی

طاعت پر نظر کرنے سے تو باران قدم سے انوار تجلیات تمھارے دلون پر برسین گی اور تمھاری ارواح کو بستان قدس و ریاض انس مین طیران کی قوت حاصل ہوگی اور یہ قوت اسطرح ہوتی ہو کہ روح کو بحر سرمدیت وازلیت سے اور مشاہدہ ذات وصفات پاک سے زلال دوام بقا رحاصل ہو کر لیاقت و قوت مشاہدہ حاصل ہو جاتی ہے حاصل آنکہ نفس جبتک فانی ہو کر باقی بقاء حق عزوجل نہوجاوے تب تک بے قوت ومردہ ہے۔ قوم نے نہایت غباوت وجہالت سے جواب دیا کما قال تعالیٰ۔

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝

بولے اے ہود تو ہم پاس کچھ سند سے نہین آیا اور ہم نہین چھوڑنیوالے اپنے ٹھاکرون کو تیرے کہے سے اور ہم نہین تجکو ماننے والے

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا

ہم تو یہی کہتے ہین کہ تجکو جھپٹ لیا ہے کسی ہمارے ٹھاکرون نے بُری طرح بولا مین گواہ کرتا ہون اللہ کو اور تم گواہ رہو

اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ

کہ مین بیزار ہون اُنسے جنکو شریک کرتے ہو اُسکے سوائے سو بدی کرو میرے حق مین سب ملکر پھر مجکو فرصت نہ دو مین نے بھروسہ کیا

عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمھارا کوئی نہین پاؤن دھرنیوالا مگر اُسکے ہاتھ مین ہے چوٹی اس کی بیشک میرا رب ہے سیدھی راہ پر

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ

پھر اگر تم پھر جاؤگے تو مین پہونچا چکا جو میرے ہاتھ بھیجا تھا تم کو اور قائم مقام تمھارے کریگا میرا رب کوئی اور لوگ

وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ۝

اور نہ بگاڑ سکوگے اُسکا کچھ تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگاہبان

قالوا ۔ کافرون نے عناد و بدبختی سے کہا کہ یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ ۔ اے ہود تو نہین آیا ہمارے پاس کوئی روشن دلیل اپنے ساتھ لیے ہوئے یا تو نہین لایا کوئی کھلی حجت ہمارے پاس یعنی اس امر کی واضح دلیل نہین لایا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اُسی کی عبادت فرض اور بتون وغیرہ کا ترک فرض ہے۔ تمام معجزات سے منھ موڑ لیا اور خالی حضرت ہود کا زبانی دعوی قرار دیا وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا اور ہم نہین ہین ترک کرنیوالے اپنے آلہہ معبودون بتون کو عَنْ قَوْلِكَ تیری بات کے سبب یا تیری بات سے وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۔ اور ہم نہین ہین ایمان لانیوالے تجھ پر یعنی تیری تصدیق کبھی نہین کرین گے اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ یقال عراہ الامر واعتراہ اذا الم بہ اصابہ یہم کچھ اور نہین کہتے مگر یہی کہ پہونچا یا تجکو بَعْضُ اٰلِهَتِنَا ۔ ہمارے بعضے معبودون نے ۔ بِسُوْٓءٍ برائی یعنی جنون کو یعنی ہم کو یہی یقین ہو کہ تو نے جو ہمارے آلہہ کو برا کہا تو اُن مین سے کسی نے تجکو مجنون کر دیا ہو جس سے تو خلاف عقل باتین کرتا ہو جو ہمارے نزدیک بغیر حجت مین ہو کہ اللہ عزوجل جب کسی کو مطرود فرماتا ہو تو وہ اپنی رائے وگمان کو جوایکے اندر مین محیط ہو ایسا اندھا دیتا ہو کہ تمام حکمت آلہیہ کو محیط ہو جاوے اور یہی مکر قدیم ہے حالانکہ قوم ہود کے احمق تو بالکل عقل کے دشمن تھے جو بتونکو مجنون کرنیوالا اور نفع و ضرر دینے والا خیال کرتے تھے لہذا حضرت ہود نے جواب ایسا دیا کہ تجکو سوائے حق تعالیٰ کے کسی پر بھروسہ نہین کیونکہ وہی نفع وضرر دینے والا ہو لہذا تم یقین کے طور پر میرے ضرر کی فکر کر دیکھو چنانچہ کہا بقولہ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ فرمایا کہ میں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہون وَاشْهَدُوْۤا اور تم بھی گواہ رہو کہ اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۔ بیشک مین بری ہون اُس چیز سے جو تم

شرک کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اگر مما مین ما مصدریہ ہو تو یہ معنی کہ تمہارے شرک کرنیسے اللہ تعالیٰ کیساتھ غیر کو۔ فَكِيدُونِي جَمِيعًا سو تم مکر و فریب کرو میرے ساتھ میرے قتل کرنے و برائی پہونچانے پر تم و تمہارے آلہہ سب کے سب۔ ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ۔ پھر تم مجھے کچھ مہلت مت دو بلکہ فوراً کر گزرو جو تمہارے خیال مین آوے یہ صاف معجزہ ہے کہ تم کو یا تمہارے آلہہ کو کچھ قدرت نہین ہے۔ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم۔ مین نے بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ قادر قاہر ذوالجلال پر جو میرا رب و تمہارا رب ہے۔ اُسی کے بھروسے پر مین نے یہ دعوی کیا ہے ورنہ مجھ مین بھی کوئی قدرت نہین ہے کیونکہ اسنے فرمایا ہے کہ من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ اسلئے کہ ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت مین ہے لہذا فرمایا مَا مِن دَآبَّةٍ من زائدہ بغرض استغراق نفی۔ نہین کوئی دابہ۔ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ مگر وہی رب قاہر پکڑے ہے اُنکی پیشانی کو یعنی ہر دابہ کی پیشانی اسکے قبضۂ قدرت مین ذلیل ہے کسی کو طاقت نہین کہ اسکے حکم سے سرتابی کر سکے پھر تمہارے یا تمہارے معبودون یا تمام عالم کی کیا طاقت ہے کہ اسکے بندۂ مطیع کو بدون اسکی مشیت کے ستاوین۔ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے یعنی حق عادل ہے جو چیز جسطرح پیدا فرمائی ہے بعدل و انصاف ہے اور اس چیز سے وہی صادر ہوگا جسکے لیے اسکو پیدا کیا اسیواسطے تم ایمان سے انکار کرتے ہو اور صاف کہتے ہو کہ ہم کبھی ایمان نہین لاوین گے۔ فَإِن تَوَلَّوْا۔ پس اگر تم اعراض کرو یعنی ایمان سے منہ موڑے پڑے رہو اور کبھی نہ مانوگے تو مجھے تمہارے ایسے رہنے پر اپنے حق مین کچھ ڈر نہین۔ فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ۔ کیونکہ بیشک مین نے تم کو پہونچا دیا وہ پیغام الٰہی جسکے ساتھ مین تمہارے پاس بھیجا گیا تھا اور یہی مجھ پر واجب تھا اب تم نے جو اصرار کیا ہے تو حجت الٰہیہ تمام ہونیکے بعد کیا لہذا عذاب مین مبتلائے جاؤگے۔ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ اور میرا رب لاویگا بجائے تمہارے کسی دوسری قوم کو جو تمہارے دیار و اموال کے مالک ہونگے اور خبردار رہو کہ تم کچھ نہین کر سکتے ہو وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا۔ اور تم اسکا کچھ نہین بگاڑوگے بلکہ اپنی دنیا اور آخرت خراب کر کے دائمی عذاب اُٹھاؤگے اور اگر عذاب آیا تو بیشک تم اسی لائق ہو۔ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ۔ میرا رب ہر چیز پر حفیظ ہے۔ وہی رقیب و مہیمن ہے ہر چیز اسکے حفظ و علم مین ہے جو جس لائق ہے اُسکو وہی پہونچاتا ہے۔

ف۔ **فی العرائس** قولہ قال انی اشہد اللہ واشہدوا الخ مین جلال ازل مین ڈوبا ہوا ہون وہی میرا مشہود و معبود ہے پس مین اسکے سوائے ہر ایسی چیز سے بری ہون جو اسکے سوائے بتلاتے ہو اور اپنی قوت و طاقت سے بھی اور تمہاری طرف نظر کرنے سے بھی بری ہون تم اسکی بادشاہت مین ایک ذرہ قدرت نہین رکھتے ہو اور اگر تم کو کچھ دعوی ہے تو ہر حیلہ سے مجھ پر اپنا مکر پھیلاؤ دیکھو کہ کچھ بھی کر سکتے ہو اور مجھے تو اپنی نبوت و رسالت مین اپنے رب پر وثوق ہے کہ مین اسکی طرف سے معجزات پر ہون اور وہ پاک تعالیٰ ہر بندۂ صادق کیلئے اپنا فضل فرماتا ہے اسیواسطے کہا۔ انی توکلت علی اللہ ربی و ربکم۔ میری پرورش انوار مشاہدہ و لطائف وصل سے فرماتا ہے اور تمہاری پرورش تمہارے ایجاد کرنے و ظاہری غذاؤن سے فرماتا ہے۔ پھر وصف کیا کہ میرا رب ذوالجلال قادر ہر ذرہ پر محیط ہے بقولہ ما من دابۃ الا ہو آخذ بناصیتہا۔ ید القدم سے ہر مخلوق کا ناصیہ پکڑ کر اسکو جبروت کیساتھ عدم سے وجود مین لایا اور پھر قدرت قہاری سے ہر چیز کو وجود سے عدم مین لیجاتا ہے اور ہر چیز کو اسکی لیاقت کے موافق غذا ظاہری سے یا تجلی افعال و آیات و صفات و ذات سے غذا دیتا ہے پس ارواح کو غذا تجلی ذات اور قلوب کو مشاہدہ صفات اور عقول کو مشاہدۂ انوار افعال و آیات سے ہے اور نفوس کو عنصریات غلیظ سے غذا ہے۔ ان ربی علی صراط مستقیم یعنی راہ ربوبیت پر ہے جسکی مبادی صحارای ازل و ابد ہین اور مجھے آسان طریقہ پر جو کہ طریقہ علم ذات و صفات ہے اور وہی طریق مستقیم ہے روان کرتا ہے کیونکہ جمیع احوال مین قلوب اولیاء پر تجلی فرماتا ہے اور وے اسی راہ سے چلتے ہین۔ علی صراط مستقیم وہی ہادی راہ مستقیم

ہے کیونکہ حوادث وکائنات کی کمی و تغیر سے پاک ہے۔ واسطی رح نے قولہ فکیدونی جمیعا مین کہا کہ ہود علیہ السلام پر اسوقت مین صولت قرب غالب تھی اور بہت خوب مقام ہے کیونکہ وہ محل حضور و مجلس قرب ہے۔ اسیواسطے بالکل اس مشاہدہ وحدت مین کسی غیر کی پروانہ فرمائی اور قصہ لوط علیہ السلام مین ہے لو ان لی بکم قوۃ او آوی الی رکن شدید - یہ نطق لوط علیہ السلام نطق طبعی تھا انھون نے اسوقت مین اپنا حال و وقت و ان سے اشتغال دیکھا قال المترجم حدیث مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے رحم اللہ لوطا الحدیث فلیتامل بعض مشائخ نے کہا کہ جو بندہ قبضۂ حق و سرادق عزت و ہیبت مین ہو اسکو کسکی طاقت ہے کہ ایذا پہونچا سکے بلکہ ایذا اسی کو پہونچتا ہے جو مخالفت کے راستہ پر چلتا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ قولہ ما من دابۃ بھلا تجکو کیا قوت و قدرت ہوسکتی ہے جبکہ تیری ہستی و بقا ر قبضۂ قدرت حضرت ذوالجلال مین ہے بعض کا قول ہے کہ جسنے انا کہا یعنی مین ہون تو اُسنے قبضۂ قدرت حق سے منازعت کی۔ بالجملہ جب ہود علیہ السلام سے کافرون نے امر الٰہی

انکار کیا تو انھون نے جان لیا کہ یہ سب ہلاک ہون گے چنانچہ ان کے جواب مین اشارہ کیا اور وہی واقع ہوا بقولہ تعالیٰ۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا هُوۡدًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيۡنٰهُمۡ مِّنۡ

اور جب پہونچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے ہود کو اور جو یقین لائے تھے اُسکے ساتھ اپنی مہر سے اور بچا دیا اُن کو

عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ۝ وَتِلۡكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَعَصَوۡا رُسُلَهٗ

ایک گاڑھی مار سے اور یہ تھے عاد منکر ہوے اپنے رب کی باتون سے اور نہ مانے اُس کے رسول

وَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ ۝ وَاُتۡبِعُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا لَعۡنَةً وَّيَوۡمَ

اور مانا حکم اُنکا جو سرکش تھے مخالف اور پیچھے پائی اُس دنیا مین پھٹکار اور

الۡقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوۡا رَبَّهُمۡ ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّعَادٍ قَوۡمِ هُوۡدٍ ۝

قیامت کے دن سُن لو عاد منکر ہوئے اپنے رب سے سُن لو پھٹکار ہے عاد کو جو قوم تھی ہود کی

وَلَمَّا جَآءَ اور جب آیا اَمۡرُنَا حکم ہمارا قوم ہود کے ہلاک ہونے کا یا ہمارا امر یعنی دنیاوی عذاب جو متصل بعذاب آخرت ہے اور وہ ہوائے تند سے قوم ہود کا ہلاک ہوکر دار البوار مین پڑنا نَجَّيۡنَا هُوۡدًا نجات دی ہم نے ہود علیہ السلام کو وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور ان لوگون کو جو اُسکے ساتھ مین ایمان لائے اور وے چار ہزار تھے بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا اے برحمۃ عظیمۃ کائنۃ منا۔ اپنی طرف سے بڑی رحمت کیساتھ کیونکہ عذاب نازل ہونے پر وہی بچتا ہے جسپر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو بعض نے کہا کہ وہ ایمان تھا جو ان لوگون کو توفیق سے عطا ہوا تھا اور اشارہ ہے کہ نجات محض رحمت انپر دی ہے کسی کو اپنے افعال پر کیسے ہی نیک ہون کچھ بھی گھمنڈ نہین کرنا چاہئے وَنَجَّيۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ۔ اور نجات دی ہم نے انکو عذاب سخت شدید سے اور وہ عذاب آخرت ہے یہان مختصر قصہ ہود تمام ہوا اور پہلے تفصیل سے گذر چکا ہے پھر قوم عاد سے عبرت کو بیان فرمایا بقولہ وَتِلۡكَ عَادٌ ۔ اسم اشارہ مؤنث اس اعتبار سے کہ عاد قبیلہ ہے چنانچہ کسائی نے کہا کہ بعضے عرب لفظ عاد کو قبیلہ کا نام کرکے غیر منصرف رکھتے ہین مراد اس سے قوم عاد کے آثار و قبور و شہر ہین جہان قریش عرب کا گذر ہوتا تھا تو عبرت حاصل کر لینے کو فرمایا کہ یہی عاد ہین جَحَدُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ جنھون نے انکار کیا اپنے رب کی نشانیون و آیات سے یعنی ایسی واضح آیات کا انکار کرنا گویا جان بوجھکر انکار و جحد ہے بعض نے کہا کہ آیات معجزات ہین وَعَصَوۡا رُسُلَهٗ اور نافرمانی کی اُسکے رسولون کی یعنی اکیلے ہود علیہ السلام سے انکار گویا تمام رسولون سے انکار ہے کیونکہ رسول باہم رسالت مین یکسان ہین اور

ع ۵ / ۵

عہد ازل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی اتباع کرنے کا عہد لیا تھا بالجملہ رسل جمع فرمایا حالانکہ سوائے ہودؑ کے دوسرا رسول اسوقت نہ تھا تو اسکی دو وجہ اولین ہیں ایک یہ کہ ہود سے انکار گویا سب رسولوں سے انکار ہے دوسرے یہ کہ ہود کیلئے ضمیر جمع بطریق تعظیم ہے بعض نے کہا کہ ہود اور اُن سے پہلے سب رسولوں سے انکار کیا اور بعض نے کہا کہ اس حالت پر تھے کہ اگر اُن کے پاس متعدد رسل بھیجے جاتے تو سب انکار کرتے لہذا رسولوں سے منکر ہوئے وَاتَّبَعُوٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔ جبار تکبر کرنیوالا اور عنید سرکش جو حق بات نہ ماننے اور ظلم کرے قتادہؒ نے کہا کہ عنید مشرک ظاہر اشرک بدرجۂ اولیٰ عنید میں شامل ہے یہاں ان کی مراد بیان فرمائی ہے یعنی پیروی کی عوام قوم عاد نے ہر متکبر مشرک کے حکم کی یعنی ان میں کے رذیلوں نے اپنے مالداروں و ثروت و قوت والوں کی پیروی کی وَاُتْبِعُوْا اور پیچھے لگا دیئے گئے قوم عاد کے رذیل و مالدار سب کے سب۔ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً اس دنیا میں لعنت وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے روز یعنی اس دنیا میں اور آخرت میں ان پر لعنت یعنی رحمت سے دوری لاحق ہوئی اور مراد یہ کہ دنیا و آخرت میں لعنت اُن سے کبھی جدا نہ ہوگی۔ سدیؒ نے کہا کہ عاد کے بعد جو نبی مبعوث ہوا اُس نے اس قوم پر لعنت فرمائی۔ قتادہؒ نے کہا کہ لعنت دنیا اور لعنت آخرت سے ان پر پے در پے لعنت ہوئی۔ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ۔ خبردار ہو کہ عاد نے ناشکری کی اپنے پروردگار کی۔ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ۔ خبردار ہو کہ رحمت سے دوری یا ہلاکت ہے عاد کیلئے جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی دو مرتبہ تکرار میں مبالغہ و تاکید ہے

پھر عاد دوم کا حال فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ

اور ثمود کی طرف بھیجا اُنکا بھائی صالح بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہیں تمہارا اسکے سوائے اُسی نے بنایا تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ

زمین سے اور بسایا تم کو اُسمیں سو بخشواؤ اُس سے اور اُسکی طرف رجوع لاؤ تحقیق میرا رب نزدیک ہے

مُّجِيْبٌ ۝ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ

قبول کرنیوالا بولے اے صالح تجھ پر ہم کو امید تھی اس سے پہلے تو ہمکو منع کرتا ہے کہ پوجیں جن کو پوجتے رہے

اٰبَاۗؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

ہمارے باپ دادے اور ہم کو تو شبہ ہے اُسمیں جس طرف تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں ٹھہرتا

عاد ثانیہ یہی قوم صالح ہے جسکا نام ثمود ہے اور حجر میں جو شام و مدینہ منورہ کے درمیان ہے رہا کرتے تھے کما قال الشیخ المحلی فی سورۃ النجم اور قراء نے ثمود کی قراۃ میں اختلاف کیا پس بعض مقام پر ثمود کو قبیلہ کا نام قرار دیکر غیر منصرف اور بعض مقام پر گروہ و قوم کے معنی میں منصرف پڑھا۔ پھر حضرت ہود اور حضرت صالح کے درمیان سو برس کا زمانہ گذرا تھا اور صالحؑ دو سو اسی برس زندہ رہے اور اُنکی قوم بھی عذاب سے ہلاک ہوئی چنانچہ یہاں سے زیادہ تفصیل اسکی سورۂ اعراف میں گذری ہے بیان فرمایا۔ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اور بھیجا ہم نے ثمود کی طرف اَخَاهُمْ اُنکے بھائی کو جو نسبتی رشتہ سے انکا بھائی تھا اور وہ صٰلِحًا صالح علیہ السلام تھے۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ کہا کہ اے قوم توحید کرو اللہ تعالیٰ کی اسکے سوائے تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے کیونکہ اسکے سوائے کوئی تمہارا خالق و مالک و منعم و سب کمال و قدرت والا نہیں ہے۔ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔ اُسی نے تم کو پیدا کیا زمین سے کیونکہ آدم علیہ السلام کا جسم

زمین سے بنایا پھر آدم سے سب آدمی پیدا ہوئے۔ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا اور بسایا تم کو اس مین یعنی تم کو زمین مین اور کر دیا تم کو اس زمین کے آباد کرنے اور بسنے والے۔ ضحاک نے کہا کہ تم کو دراز عمر دی زمین مین چنانچہ تین سو برس سے ہزار تک جیتے تھے بعض نے کہا کہ استعمرکم یعنی تم کو زمین مین عمارتین بنانے و درخت لگانے سے عمارت کا حکم دیا۔ حاصل آنکہ تم کو پیدا کرنے و نعمتین دینے والا وہی ہے فَاسْتَغْفِرُوهُ سو تم اس سے مغفرت مانگو کیونکہ جہالت سے تم نے خالق کو چھوڑ کر بتون وغیرہ کی عبادت کی اور یہ جائز نہ تھا لہٰذا اس سے درخواست کرو کہ اے رب ہمارے جو کچھ ہم نے جہالت کی کہ غیر کو پوجا اسکو تو اپنے کرم سے معاف کر دے تاکہ تم پاک ہو جاؤ۔ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ۔ پھر تم اسکی طرف رجوع لاؤ تاکہ تم کو کمالات انسانی و نعمت دنیا و آخرت کی پاکیزہ زندگانی ملے۔ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ۔ بیشک میرا رب قریب مجیب ہے یعنی استغفار و توبہ و دعا کا قبول کرنیوالا اور جلد قبول کرنیوالا ہے یا علم اسکا قریب محیط ہے سب کی دعا سنتا ہے اور بڑا قبول کرنیوالا ہے۔ قَالُوا يَا صَالِحُ۔ قوم والے بولے کہ اے صالح قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا۔ تو تھا ہم مین اُمید لگایا گیا یعنی ہم تیری نیکی و سچائی و خوبی دیکھکر اُمید لگائے تھے کہ دنیا حاصل کرنے اور بتون کے پجاری بنلنے مین تجھ سے قوت و مدد پاوینگے یعنی دنیا حاصل ہونے مین ہم کو تجھ سے مدد کی اُمید تھی کیونکہ صالح علیہ السلام اسی قوم مین سے ضعیفون کی خبر گیری کرنیوالے و فقیرون کی حاجتین روا کرنیوالے تھے لہٰذا ان لوگون نے کہا کہ تو ہم مین اُمید کیا گیا تھا قَبْلَ هَٰذَا اس سے پہلے یعنی نبوت کا دعویٰ کرنے اور فقط ایک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دینے سے پہلے ہمکو تجھ سے صلاح قوم کی اُمید تھی جب حضرت صالح نے ان کے بتون کی مذمت فرمائی تاکہ یہ بت پرستی چھوڑین تو اُنھون نے نہ مانا اور اُن سے اُمید توڑلی اور تعلیم توحید و بتون کے ترک سے انکار کیا بقولہ۔ أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا۔ بھلا تو ہم کو منع کرتا ہے اس بات سے کہ ہم وہی پوجین جو ہمارے باپ دادے پوجتے تھے یعنی جو کچھ وہ کرتے آئے انھین کی تقلید کرنے مین ہمارا اطمینان ہے وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ۔ اور ہم تو بڑے شک مین پڑے اس چیز سے جسکی طرف تو ہم کو بلاتا ہے مریب از ارابہ یعنی ایسا کام کرنا جو ریب کو پیدا کر دے یعنی جس سے اطمینان نہین بلکہ اضطراب ہو۔ کفار ثمود کو حضرت صالح کا توحید سکھلانا ایسا کام معلوم ہوتا تھا جو ان کو شک مین ڈالے باوجودیکہ توحید کھلی ظاہر ہے اور شک بھی ایسا کہ جو مریب ہو یعنی اضطراب و بے اطمینانی مین ڈالنے والا ہو اور باپ دادے کی تقلید بت پرستی کرنے مین بڑا اطمینان تھا حالانکہ شرک بہت ظاہر بدی ہے یہی حال تمام دنیا چاہنے والون کا ہے جنکو ہدایت نصیب نہین ہوئی اگرچہ اپنے نزدیک بڑے لوگ بڑے عقلمند ہین پھر حضرت صالح کا جواب فرمایا۔

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ

بولا اے قوم بھلا دیکھو تو اگر مجھ کو سوجھ مل گئی اپنے رب کی اور اُسنے مجھکو دی مہر اپنی طرف سے پھر کون میری مدد کرے اللہ کے سامنے

إِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ

اگر اسکی بیحکمی کرون سو تم کچھ نہین بڑھاتے میرا سوائے نقصان کے

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ رویت سے یہان رویت قلبی مراد ہے جو متعدی بدو مفعول ہوتی ہے مانند رأیت زیداً فاضلاً یعنی مین نے زید کو فاضل دیکھا پس یہان آگے جملہ شرط و جزا بجائے اسکے دو مفعول کے ہے۔ شیخ وغیرہ نے فرمایا کہ أرأیتم بمعنی اخبرونی ہے یعنی متضمن معنی اخبار ہے ورنہ جملہ شرطیہ قائم مقام دو مفعول نہین ہوتا ہے۔ المعنی حضرت صالح نے کہا کہ اے قوم مجھے آگاہ کرو کہ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي۔ اگر مین اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ پر ہون یعنی روشن و اضح حجت لایا ہون۔ وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً۔

اور اُسنے دی ہو مجھے اپنی طرف سے رحمت یعنی نبوت۔ کافرون کے شک، دور کرنے کا جواب دیا کہ تمھین ایسی صورت مین بھی شک ہوگا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات و نبوت حاصل ہی اگر کہا جائے کہ حرف ان کنت مستعمل بمقام شک ہوتا ہی تو جواب یہ ہی کہ بیشک حضرت صالح کو یہ باتین بالیقین حاصل تھین مگر بحرف شک بیان کرنا دو وجہ سے ہی یا تو کافرون کی رسی ڈھیلی کرنے کے طور پر تھا کما قال الخفاجی اور یا اسلئے کہ قوم کی حالت پر اعتبار کیا کیونکہ اُنھون نے اپنا شک صاف بیان کر دیا تھا۔ فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ پھر کون مدد کرکے بچا دیگا مجھے اللہ تعالیٰ سے یعنی عذاب الٰہی سے مجھے کوئی بچانے والا نہین۔ اِنْ عَصَيْتُهٗ۔ اگر مین اسکی نافرمانی کرون یعنی اسطرح کہ مثلاً اُسکا پیغام اسکی مخلوق کو نہ پہونچاؤن اور تمھارا ساتھ دون۔ ینصرنی مستعمل اپنے معنی کے لازم مین یعنی منع کے معنی مین مستعمل ہوا لہذا حرف من سے متعدی ہوا۔ ان عصیتہ۔ اگر مین نے اسکی نافرمانی کی یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کا پیغام توحید تم کو پہونچانے اور اشراک سے تمکو منع کرنے مین۔ الحاصل اگر تم کو توحید پہونچانے اور اشراک سے منع کرنے کا کام جسکے واسطے مین بھیجا گیا ہون نہ کرون تو مجھے عذاب الٰہی سے کون بچاویگا۔ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ۔ سو تم مجھے کچھ نہین بڑھاتے ہو اپنے قول سے غَيْرَ تَخْسِيْرٍ۔ سوائے تخسیر کے یعنی نافرمانی سکھلاتے ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی نعمت قبولیت جو مجکو حاصل ہی وہ جاتی رہے اور مین سخت خسارہ اُٹھاؤن۔ فی السراج اور شیخ حسن بن الفضل نے کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام کچھ بھی خسارہ مین نہ تھے جو یہ معنی ٹھیک ہون کہ خسارہ کے سوائے نہین بڑھاتے ہو بلکہ بیان تو فقط یہی ہین کہ تم مجھے کچھ نہین بڑھاتے سوائے اسکے کہ مین تم کو کہون کہ تم سخت خسارہ مین ہو۔ المترجم توجیہ یہ کہ تخسیر باب تفعیل سے بمعنی نسبت بماخذ کے مصدر معروف ہی اے انسبکم الی الخسران یعنی سوائے اس بات کے کہ مین تمھین خسران کی جانب نسبت دون اور بیضاوی وغیرہ نے دونون معنی ذکر کیے کیونکہ شیخ کا اعتراض ساقط ہی اور معنی یہ ہین کہ تم اپنی حکمی باتون سے مجھے کچھ فائدہ نہین دیتے سوائے اسکے کہ اگر مانون تو مجھے خسارت پہونچے اگرچہ ابھی تک بفضل الٰہی تعالیٰ نعمت ہی فائدہ۔ امر معروف اور نہی منکر عموماً انبیاء علیہم السلام پر جن کے لئے بھیجے گئے تھے فرض تھا خواہ مانین یا نہ مانین اور اب مومنین پر اس تفصیل کے ساتھ ہی جو فتاوی ہندیہ مین مذکور ہی اور اصح یہ ہی کہ جو مومنین وارث انبیاء یعنی علماء ہین ان پر بھی مطلقاً واجب ہی بدلیل قولہ تعالیٰ یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر الآیۃ بمقابلہ منافقین کے جو اسکے برعکس ہین غیر از ینکہ ان مین سے جو ہاتھ و زبان سے منع نہ کر سکے اسکا دلی انکار بوجہ عدم معجزہ کے گویا وہان موجود نہ ہونیکے مثل ہے علیٰ ما جاء فی الاحادیث المرفوعۃ وقد مر البحث فی مواضع مما سبق فتذکر چونکہ قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے ایک پہاڑ سے اونٹنی معجزہ مانگی تھی جو آخر باعث ہلاک قوم ہوئی اشارہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

اور اے قوم یہ اُنٹنی ہی اللہ کی تم کو نشانی سو چھوڑ دو اُسکو کھاتی پھرے اللہ کی زمین مین اور نہ چھیڑو اسکو

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ

بُری طرح تو پکڑے گا تم کو عذاب نزدیک کا پھر اُسکے پاؤن کاٹے تب کہا برت لو اپنے گھرون مین

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا

تین دن یہ وعدہ ہے جھوٹا نہ ہوگا پھر جب پہونچا حکم ہمارا بچا دیا ہم نے

صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ

صالح کو اور جو یقین لائے اُسکے ساتھ اپنی مہر کرکر اور اُس دن کی رسوائی سے تحقیق

رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا

تیرا رب وہی ہے زور آور زبردست اور پکڑا اُن ظالمون کو چنگھاڑنے پھر صبح کو رہ گئے

فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا

اپنے گھرون مین اوندھے پڑے جیسے کبھی رہے نہ تھے اُسمین سن لو ثمود منکر ہوئے

رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝

اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے ثمود کو

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً ۔ نصب آیہ بنابر حالیت و عامل معنی اشارہ اور لکم اُسکا حال اور بسبب نکرہ ہونے کے مقدم ہے۔ کذا قال البیضاوی رح والکواشی والعکبری۔ اور بعض نے اُس کے ذو الحال ہونے سے انکار کیا اور واحدی رحمہ اللہ نے کہا کہ آیہ بمعنی واتہ ہوکر ذوالحال ہو سکتی ہے اور بعض نے کہا کہ اولی یہ کہ لکم مین معنی اشارہ نے عمل کیا اور آیہ اسکی ضمیر مستتر سے حال ہو الپس ہر دو حال متداخل ہوئے۔ تفصیل اس ناقہ کے نکلنے اور اسکے قد و قامت و علف و مسکن و مشرب وغیرہ حالات کی سورۂ اعراف مین مذکور ہو چکی ہے۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ جزم تاکل بجواب ذروا صیغۂ امر ہے ارض اللہ باعتبار حقیقت کے ہے کیونکہ کل مخلوقات آلہی ہر طرح اسی کی ہے اور مخلوق کو اسکے حکم کے موافق ان اشیاء سے انتفاع کی اجازت ہے اور اصل یہ ٹھہری کہ جن اشیاء کی ممانعت نہین فرمائی خواہ صریح یا بقاعدۂ شرعی تو وہ مباح ہین اسی سے تنباکو پینا و کھانا مباح کہا جاتا ہے کیونکہ کراہت پر دلیل قائم نہین ہوتی بخلاف افیون و بھنگ وغیرہ کے المعنی اور کہا کہ اے قوم یہ ناقۃ اللہ ہے درحالیکہ تمھارے لئے وہ ایک نشانی ہے سو اسکو چھوڑ دو کہ اللہ تعالی کی زمین مین چرے اور پانی پئے۔ کہتے ہین کہ نہایت دراز قد و جسیم سے لگے جانور اُسکی صورت دیکھکر بھاگتے اور ایک نالے سے تالاب پر جاکر سب پانی پی جاتی کہ پھر بغیر دوسرے روز سوتون سے پانی جمع ہوئے اُن لوگون کو پانی نہ ملتا ولیکن سب کو اُسکا دودھ کافی ہوتا غرضکہ ایک روز پانی اُسکا اور دوسرے روز لوگون کا تھا اور ناغہ کے روز دودھ پاتے اسیواسطے بلفظ لکم فرمایا یعنی اگرچہ یہ ناقۃ اللہ معظم مکرم ہے کہ بطریق معجزہ اسکا ظہور ہوا مگر نفع اسکا تمھارے لئے اور نشانی بھی تمھارے لئے ہے اسکو اللہ تعالی کی زمین مین چرنے پھرنے دو۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ ۔ اور ایسا مت کرو کہ اسکو کوئی بُرائی چھو جاوے۔ یہ ممانعت مین ان کو بہت احتیاط سکھلائی کہ اس سے ایذا رکا برتاؤ کرنا تو دور ہے اسکو بُرائی چھونے نہ پاوے اور یہ حضرت صالح کا لطف تھا کیونکہ معجزہ مانگنے والی قوم کو اگر معجزہ دیا گیا پھر ایمان نہ لائے تو ضرور ہلاک ہوتے ہین اسیواسطے جب کفار قریش نے آنحضرت صلعم سے وسعت مکہ اور سونا ہوجانا کوہ صفا کا مانگا اور حق عزوجل نے آگاہ فرمایا کہ پھر اگر نہ ایمان لائے تو عذاب دونگا تو آنحضرت صلعم نے شفقت کو کام فرماکر معجزہ مذکور نہ لیا ایسے ہی حضرت صالح نے جانا کہ یہ لوگ شیطانی وسواس سے باوجود اس نفع کے اسکے ساتھ بدی چاہتے ہین جس سے ضرور عذاب آویگا لہذا انکو باحتیاط منع فرمایا اور صاف کہدیا۔ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۔ کہ تم کو عذاب قریب گرفتار کرے یعنی اگر تم نے بُرائی پہنچائی

تو نزدیک عذاب مین پکڑے جاؤگے باوجود اس تصریح کے جلدی کا زمانہ نہین بتلایا اور وہ تین روز مہلت کے تھے۔ عذاب قریب باعتبار ظاہر کے فرمایا کیونکہ عذاب آخرت کو وہ دور سمجھتے تھے حالانکہ بحکم قولہ تعالی ونراہ قریبا۔ وہ بھی نزدیک ہی خصوص بحکم حدیث صحیح من مات فقد قامت قیامتہ۔ جو مرا اُسکی قیامت آگئی پس مراد یہ کہ ہلاک ناقہ سے عذاب تک دیر نہوگی چونکہ اس قوم مخذول نے انکو ہر بات مین جھٹلایا اور بالکل شیطانی وساوس و شہوات کو قبول کیا۔ فَعَقَرُوهَا۔ پس ناقہ کو عقر کیا۔ روایت مین ہی کہ سب سے شقی وہ تھا جس نے ناقہ صالح کو عقر کیا کہتے ہین کہ ایک نے کمینگاہ سے تیر مارا اور ایک ہی تیر سے گر پڑی۔ دوسرے تے دوڑکر تلوار سے کونچین کاٹین پھر سبھون نے اسکے گوشت کے حصے لگائے اور اسکا بچہ بھی اسکے برابر تھا وہ بھاگا اور پہاڑ پر جا کر اسنے تین بار آواز سے اپنی مان کو پکارا اور پہاڑ شق ہوا وہ اسمین سماگیا جب حضرت کو خبر پہونچی تو آئے اور ناقہ کو دیکھکر روئے اور قوم شقی نے مضحکہ کیا کہ ہم نے تو مارا اب کہان ہی وہ عذاب۔ فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ۔ تو فرمایا کہ اب زندگی کرلو اپنے گھر مین تین روز۔ کہتے ہین کہ چہارشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ۔ تین روز تھے اور مراد اپنے گھر سے خواہ وہ بستی ہو جسمین رہتے تھے یا مراد دنیا کا گھر ہو۔ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ۔ یہ وعدہ غیر مکذوب فیہ ہی یعنی اس وعدہ مین کچھ جھوٹ نہین ہی یا جیسے اور وعدون مین بھی دروغ نہین اور مین نے عذاب قریب کہا تھا سو تین روز بعد آویگا۔ اول روز تمھارے منہ زرد دوسرے روز سرخ تیسرے روز سیاہ اور چوتھے روز عذاب ہوگا۔ علما نے کہا کہ تین دن کی مہلت بھی رحمت تھی کہ اب توبہ کرین مگر ان بدبختون نے نہ مانا آخر جب چہرے اسی طرح نیلے پیلے ہوئے تو موت کا یقین کرکے رات بھر دو زانو کفن پہنے بیٹھے رہے۔ کہتے ہین کہ تڑکے سے تاخیر ہوئی یہانتک کہ سورج نکل آیا اور پھر یہ لوگ خوش ہوئے اور سمجھے کہ شاید کچھ نہین ہوگا کہ ناگاہ عذاب الصیحۃ آگیا ولیکن اہل ایمان بچائے گئے چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا۔ پھر جب آیا ہمارا امر یعنی عذاب تو ہم نے نجات دیدی صالح کو۔ وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ اور ان بندون کو جو صالح کے ساتھ ہمپر ایمان لائے تھے۔ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا۔ یہ نجات ہم نے اپنی رحمت و فضل سے انکو دیدی ورنہ اُنکا کچھ حق ہمپر واجب و لازم نہ تھا کہ ہم اسپر مجبور ہون۔ وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ۔ اور ہم نے ان سب کو نجات دی اس دن کی خواری و ذلت سے یا قیامت کی خواری سے بھی اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ۔ بیشک تیرا پروردگار وہی قوی عزیز ہی حتی کہ کافرونکو کچھ بھی قوت نہ تھی کہ اپنے اوپر سے عذاب ہٹادین یا صالح کو بھی آزار پہونچادین اور کرخت آواز سے مومنون کو کچھ بھی صدمہ نہوا۔ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا۔ اور پکڑ لیا اُن لوگون کو جنھون نے اپنی جانون پر خود کفر کرکے اور ناقہ قتل کرکے ظلم کیا تھا۔ الصَّيْحَةُ۔ سخت کرخت مہیب آواز نے۔ کہتے ہین کہ سورج نکلتے جب پھر دل خوشی مین اترانے لگے ناگاہ حضرت جبرئیل نے سخت کرخت مہیب آواز دی کہ کافرون کے دل پارہ پارہ پھٹ گئے اور سب گھٹنون کے بل مرے رہگئے چنانچہ فرمایا فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ۔ پس رہ گئے اپنے گھرون مین گھٹنون کے بل مرے ہوئے۔ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا۔ ای کانہم لم یسکنوا فی دیارہم من قولہم غنی بالمکان وفی المکان اذا سکن بہا۔ گویا وے ان گھرون مین کبھی نہ بستے تھے یعنی وہ خواہشین و اُمیدین و عمارات و اسباب سب چھوڑکر بالکل نابود ہوگئے گویا کبھی یہان انکا وجود ہی نہ تھا۔ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ۔ آگاہ رہو کہ بیشک ثمود یعنی قوم صالح نے اپنے پروردگار سے کفر کیا یعنی جس بزرگی و عظمت کی صفات سے پیغمبر نے بتلایا اسطرح نہ مانے اور خلاف حکم اعمال کئے آخر عذاب کفر مین پڑے۔ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ۔ خبردار رہو کہ ثمود کیلئے رحمت الٰہی سے دوری ہی پھر حضرت ابراہیم کا حال ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ

اور آچکے ہین ہمارے بھیجے ابراہیم پاس خوشخبری لیکر بولے سلام وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا

بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ

ایک بچھڑا تلا ہوا پھر جب دیکھا اُن کے ہاتھ نہین آتے کھانے پر اور اوپری سمجھا اور دل مین اُن سے ڈرا

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا

وہ بولے مت ڈر ہم بھیجے آئے ہین طرف قوم لوط کے اور اُسکی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اُسکو

بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ

اسحٰق کی اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی بولی اے خرابی کیا مین جنون گی اور مین بوڑھیا ہون اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ

یہ تو ایک عجب چیز ہے وہ بولے کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر ہے اور برکتین تم پر

اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اے گھر والو وہ ہے سراہا بڑائیون والا

قال المترجم حضرت ابراہیمؑ کا قصہ اس مقام پر مستقل طور پر نہین بلکہ حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب کفر بیان کرنے کا توطیہ ہے اسیواسطے مثل سابق کے بمانند وارسلنا ابراہیم الی قومہ وغیرہ اسلوب سے نہین فرمایا اور ابراہیم خلیل اللہ اولاد نوحؑ سے دو ہزار چھ سو چالیس (۲۶۴۰) برس بعد ملک بابل مین بزمانہ نمرود مبعوث ہوئے اور بلاد فلسطین شام مین سکونت اختیار کی اور ایک سو پچہتر (۱۷۵) برس زندہ رہے اور ان کے بیٹے اسحٰق ایکسو اسی برس اور یعقوب ایکسو پینتالیس (۱۴۵) برس جئے اور لوط علیہ السلام بھی پیغمبر مگر تابع ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بھتیجے تھے اور قوم لوطؑ کی بستیان نواحی شام مین تھین پھر جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوطؑ پر عذاب بھیجا تو ملائکہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس ہوتے و بشارت دیتے ہوئے گئے لیکن چونکہ خوبصورت لڑکون کی صورت مین متمثل تھے حضرت ابراہیمؑ نے انکو مہمان سمجھا عطاءؒ نے کہا کہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل تھے ضحاکؒ نے کہا کہ نو تھے سدیؒ نے کہا کہ گیارہ تھے مقاتلؒ نے کہا بارہ تھے اور محمد بن کعب القرظی نے کہا کہ جبرئیلؑ کے ساتھ آٹھ تھے **قال المترجم** ان روایات کی تحقیق مشکل ہے اور کوئی ضرورت داعی نہین ہان اتنا ضرور ہے کہ تین سے کم نہ ہون بوجہ اسکے کہ رسلنا جمع ہے فی قولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا۔ نحویون نے کہا کہ لقد لام تاکید خبر کیلئے اور قد واسطے توقع کے ہے کیونکہ انبیاءؑ کے قصص مین ایک بعد دوسرے کے سننے کی توقع رہتی ہے اور حاصل یہ کہ قسمیہ نہین ہے اور رسل بضم سین اصل ہے اور جب ضمیر کی طرف مضاف ہو تو سکون سین بھی مانند قفل کے جائز ہوتا ہے اور یہ لفظ جمع ہے کمتر تین عدد ہونا چاہیے اسیواسطے عطاء و ابن عباسؓ نے کمتر عدد سے تفسیر فرمائی اور اس بات پر اجماع ہے کہ انمین جبرئیلؑ اصل تھے المعنی اور البتہ لائے ہمارے بھیجے ہوئے یعنی ملائکہ۔ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى۔ ابراہیم ہمارے پیغمبر پاس بشارت کو یعنی جن ملائکہ کو جبرئیلؑ کے ساتھ ہم نے قوم لوطؑ پر عذاب کیلئے بھیجا تھا وے پہلے حضرت ابراہیم پاس بشارت لیکر آئے جب داخل ہوئے تو قَالُوْا سَلٰمًا بولے کہ ہم تمپر سلام کرتے ہین اے سلمنا علیکم سلامًا۔ یا قالوا بمعنی ذکروا لیا جائے تو سلامًا اسکا مفعول منصوب ہوگا۔ قَالَ سَلٰمٌ۔ ابراہیمؑ نے کہا وعلیکم سلام یا امرکم سلام۔ بہرحال سلام مرفوع ہے تو جملہ اسمیہ ہوگا اور علماء نے بیان کیا ہے کہ جملہ اسمیہ ہمیشگی کے معنی دیتا ہے تو گویا یون کہا کہ تم پر

ہمیشہ سلامتی ہے حالانکہ ملائکہ نے سلاماً منصوب کہا تھا جسکا جملہ فعلیہ تھا اور علمارح نے کہا کہ فعلیہ مین ہمیشگی نہین ہوتی ہی لہذا حضرت ابراہیمؑ کا جواب انکے سلام سے احسن ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہی کہ اذا حُیِّیتم بتحیۃ فحیوا باحسنَ منہا اَوْ رُدُّوْہا۔ جب تمکو تحیہ یعنی سلام کیا جاوے تو اُس سے اچھا جواب دو یا وہی جواب مین کہدو۔ مسئلہ آداب سلام مین مذکور ہی کہ چھوٹا بڑے کو اور کھڑا بیٹھے کو اور راہ چلتا اور آنیوالا بیٹھے کو اور سوار پیادہ کو سلام کرے اور پورا سلام یہ ہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور بعض روایت مین ومغفرتہ زیادہ ہی تو جب کسی بزرگ کو سلام کرے تو چاہیے کہ فقط السلام علیکم کہے تاکہ وہ جواب مین بڑھاوے اور صحیح حدیث مین ہی کہ ایک صحابی نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ بڑھایا تو آنحضرت صلعم نے آگاہ فرمایا کہ اُسنے ذرّیں کیان بڑھائین اسی طرح ہر لفظ پر دس فرمائین اور آخر مین جسنے پورا سلام کیا اُسکو فقط وعلیکم کہا اور فرمایا کہ تمنے میرے بڑھانے کو کچھ باقی نہین چھوڑا۔ اب سمجھو کہ ملائکہ نے شاید حضرت ابراہیمؑ کے جواب کی توقع کی کہ اپنی زبان سے اچھی دعا دین اور دوسرے مقام پر ہی قال سلام قوم منکرون۔ ابراہیمؑ نے اچھا جواب دیا حالانکہ ان لوگون کو انجان بتایا لہذا احادیث مین عمدہ نیکی یہ بتلائی کہ سلام کرے ہر آدمی پر خواہ جان پہچان ہو یا انجان ہو۔ واضح ہو کہ سلام اکثر قرا سبعہ کی قرأت ہی اور یہی ہمارے یہان معروف ہی اور حمزہ وکسائی نے سِلْم پڑھا اور یہ بھی قرأۃ متواترہ ہی فرا و غیرہ نے کہا کہ دونون قراۃ مین کچھ فرق نہین جیسے حلال کی جگہ حِل و حرام کی جگہ حِرم اور بعض نے کہا کہ سِلم بمعنی صلح ہی۔ مسئلہ اگر کوئی نماز مین السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی جگہ سلام علیکم کہے تو مکروہ ہی اور شافعیہ مین سے امام نووی رح نے اسی پر جزم کیا اور وجہ یہ ہی کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ سنت متبعہ ہی اسمین تغیر نہین ہو سکتا۔ **فائدہ** یہان سے ثابت ہوا کہ ملائکہ بصورت آدمی متمثل ہو سکتے ہین اور ممکن ہے کہ نبی وولی کسی چیز کو نہ پہچانے چنانچہ ابراہیمؑ کی عادت تھی کہ بغیر مہمان کے تنہا نہین کھاتے تھے جب ملائکہ خوبصورت آدمی کی شکل مین آئے تو انکو مہمان سمجھا اور خوش ہو کر ضیافت کا جلد سامان کیا چنانچہ حق تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ۔ یعنی لَبث دیر کرنا۔ اَن بمعنی حتیٰ عِجل گوسالہ حنیذ بھونا ہوا اور بعض نے کہا کہ گرم پتھرون پر بغیر آگ کے آدھ کچا کرنا اور بعض نے کہا کہ حنیذ موٹا تازہ۔ کہا گیا کہ بھونا ہوا چکنائی ٹپکتا لائے تھے المعنی پھر کچھ دیر نہین لگائی حتیٰ کہ بھونا بچھڑا موٹا تازہ لے آئے قتادہ رح نے کہا کہ اکثر اُنکے پاس یہی گائین تھین اور روایت ہی کہ پندرہ روز انتظار کے بعد ان کو یہ مہمان ملے تھے تو خوشی خوشی لائے کہ آج انکے ساتھ اچھی طرح کھاؤنگا مگر یہ فرشتے تھا کیا کھاتے اُنھون نے ہاتھ نہ ڈالا۔ فَلَمَّا رَآ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَکِرَهُمْ۔ سو جب ابراہیمؑ نے انکے ہاتھون کو دیکھا کہ اس خوش مزہ غذا تک نہین پہونچتے تو اُنسے استنکار کیا۔ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً۔ اور انکی طرف سے اپنے دل مین کچھ خوف لائے یعنی خیال کیا کہ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے کیا نعمت نازل فرمائی ہی۔ قتادہ رح نے کہا کہ یا اسوجہ سے تھا کہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ جب مہمان نان و نمک نہ کھاتا تو یہ دلیل تھی کہ وہ بھلائی نہین بلکہ کوئی برائی لایا ہی۔ یہ ڈر ان بندون کی طرف سے نہ تھا کیونکہ کمال یقین سے وہ نمرود بادشاہ سے نہین ڈرے تو ان چند آدمی سے کیا ڈرتے جبکہ بالیقین جانتے تھے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مین کچھ قدرت نہین ہی بلکہ امتحان الٰہی تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے جب ملائکہ نے انکو دیکھا کہ کچھ خائف ہین یا کہدیا کہ انا منکم وجلون ہم تم سے ڈرتے ہین جیسا کہ سورہ حجرات مین ہی قَالُوْا لَا تَخَفْ۔ بولے کہ کچھ خوف مت کرو۔ روایت ہی کہ جبرئیل نے اپنے ساتھیون کو ابراہیمؑ کا ہر کام مین اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص ظاہر کرنے کو کہا کہ ہملوگ بغیر دام نہین کھاتے تو فرمایا کہ اسکے دام تم دیدوگے بولے کیونکر فرمایا کہ اول بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا شروع کرو اور فارغ ہو کر الحمد للہ یعنی شکر کرو اور اسکی قوت سے طاعت وعبادت کرنا کوئی گناہ نہ کرنا۔ تو جبرئیل نے ساتھیون سے کہا کہ دیکھو اسی سے اللہ تعالیٰ نے اسکو خلیل بنایا ہی پھر صاف ظاہر کردیا۔ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ۔ کہ ہم ملائکہ ہین قوم لوط کی طرف عذاب لیکر بھیجے گئے ہین اسواسطے ہم نہین کھاتے ہین کیونکہ ہم حقیقت مین آدمی نہین ہین۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِکَتْ۔ اور ابراہیمؑ کی جورو یعنی حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی تھی یعنی

مہمانون کی خدمت کر رہی تھی اگر پردہ نہ ہو یا پردہ کے پیچھے باتین سنتی تھی وہ یہ سنکر ہنس پڑی - ہنسنے کی وجہ صاف مذکور نہین مگر شاید اسوجہ سے کہ یہ عجیب معاملہ ہوا کہ اتنے دنون بعد مہمان ملے جنکا یہ سامان ہوا پھر وے فرشتے نکلے یا اسوجہ سے کہ قوم لوط نے عورتون کو خوار کیا اور لڑکون کو بیجا بدکار بنایا تھا انکا عذاب سنکر خوش ہوئین - فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ - پس ہم نے اسکو اسحاق فرزند کی بشارت دی یعنی ملائکہ کی زبان سے اسکو خوشی سنائی کہ تجھ سے اس سن مین لڑکا پیدا ہوگا اسکا نام اسحٰق ہو پھر تو اسکا بیٹا یعنی پوتا بھی دیکھے گی وہ یعقوب ہو جنانچہ فرمایا - وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ - اور علاوہ اسحٰق کے یعقوب کی بھی بشارت دی اور دوسرے مقام پر ہو دیعقوب نافلة یعنی اسحاق سے علاوہ زائد اسکا لڑکا یعقوب یا بعض علما نے کہا کہ حضرت سارہؓ نے حکم آلہی پر خوشی کی تو اسکے بدلے یہ انعام عطا ہوا - واضح ہو کہ قوم لوط علاوہ کفر کے لڑکون سے اغلام کرنیکے سخت گناہ مین مبتلا تھے اسیواسطے یہ ملائکہ مبعوث لڑکون حسین کے بھیجے گئے اور شاید کہ سارہؓ اسی پر ہنسی ہون کہ عذاب با تمام حجت ہو اور قدرت آلہیہ کیسی اعلیٰ و اجل ہو کہ ملائکہ کو لڑکون کی شکل کر دی اسکی قدرت بہت بڑی ہو اور شاید کہ اپنے بانجھ ہونے سے بغیر فرزند ہونیکا خیال دل سے دور کر دیا ہو اور اس شکریہ مین بشارت عطا ہوئی یا اس قدرت عجیبہ کو دیکھکر ان لڑکون کی صورت سے اپنے واسطے خواہش کی ہو اور یہ مقام لطیف ہو جہان تک آدمی اپنے دل کو خواہش سے پاک کرے لطائف صنعت آلہی سے محظوظ ہوگا ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ فرزند کا فرزند تا یعنی اسحاقؑ فرزند کا ہونا ایک بشارت اور یعقوبؑ فرزند کا فرزند دو بشارت ہین کیونکہ پوتا ہونا اور دادی کو بشارت کہ یہانتک زندہ رہیگی کہ پوتا دیکھے گی - قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰٓى ءَاَلِدُ - بولی اے مین موئی اب جنونگی وَاَنَا عَجُوۡزٌ - اور مین اب بڑھیا ہون وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ - اور یہ میرا شوہر ہو شَيۡخًا - حالانکہ بالکل بوڑھا ہو - اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ - یہ تو بیشک تعجب کی بات ہو - ویل کے معنی تو اصل مین ہلاک کے ہین لیکن ان معنون کا لحاظ نہین کیا جاتا بلکہ جب کوئی بڑا سانحہ ہو تو یہ لفظ بول اٹھتے ہین اور اکثر عورتون کی بول چال مین محاورہ ہو جیسے اُردو مین موئی دنگوڑی وغیرہ بولا کرتی ہین حضرت سارہ کی عمر اسوقت بقول مجاہدؒ ننانوے سال کی اور بقول ابن اسحٰق نوے سال کی تھی اور حضرت ابراہیمؑ ایکسو بیس برس کے تھے اور بعل جو دوسرے پر بلند مرتبہ ہو اسی واسطے شوہر کو عورت بعل کہتی ہو اور ابراہیمؑ کا ایک بیٹا حضرت اسمٰعیلؑ پہلے حضرت ہاجرہ سے ہو چکا تھا جنکو دیکھکر حضرت سارہؓ متمنی ہوئی تھین لیکن فرزند عطا نہ ہوا یہانتک کہ بڑھیا مایوس ہوئین تب یہ بشارت دی گئی اور اسکو انھون نے عجیب سمجھا - قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ - ملائکہ بولے کہ کیا تو تعجب کرتی ہو حکم آلہی سے یعنی قدرت آلہی بہت بڑی ہو وہ جو چاہے ہوجاوے یہ کچھ تعجب کی بات نہین بلکہ نبی کے اہلبیت کو ایک نعمت عطا فرمائی ہو - رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ - اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکتین ہین تمپر اے اہلبیت ابراہیم - اِنَّهٗ - بیشک اللہ تعالیٰ حَمِيۡدٌ - محمود ہو ہر حال مین وہر فعل مین جو کرتا ہو لائق حمد ہو مَّجِيۡدٌ - بہت احسان و بھلائی والا ہو مسئلہ علیکم خطاب جمع مذکر کا بطور تعظیم کے عرب کی زبان مین واحد مؤنث کو روا ہو مسئلہ زوجہ بھی اہلبیت مین ہوتی ہو اور یہی آیت حجت قطعی ہو اور قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا مین علما کے دو قول ہین ایک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت فقط حضرت علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ حسینؓ ہین اور انکی دلیل صحیح مسلم کی روایت ہو جسکا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک کمل مین ان سب کو اڑھا کر فرمایا کہ اے میرے پروردگار یہ سب میرے اہلبیت ہین اور دوسرا قول یہ ہو کہ آیت مین اہلبیت آپکی ازواج مطہرات کیلئے ہو اور یہی قول صحیح ہو اسواسطے کہ وہان اوپر سے ازواج ہی کا بالکل ذکر ہو ولیکن آنحضرت صلعم نے ان سب ائمہ مذکورین کو بھی اہلبیت مین شامل کر کے حدیث مذکور سے اعلام فرما دیا اور حدیث مین کوئی تخصیص اس امر کی نہین ہو کہ اہلبیت کا انحصار انھین چار ائمہ مین ہو - پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا حلم و ترحم اور قوم لوط کا عذاب بیان فرمایا -

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ

پھر جب گیا ابراہیم سے ڈر اور آئی اسکو خوشخبری جھگڑنے لگا ہم سے قوم لوط کے حق مین البتہ ابراہیم

لَحَلِيْمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝ يٰٓإِبْرٰهِيْمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ إِنَّهٗ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ

تحمل والا نرم دل ہی رجوع رہنے والا اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال وہ تو آچکا حکم تیرے رب کا

وَإِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝

اور اُن پر آتا ہے عذاب بے پھیرا نہین جاتا

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ ۔ روع بالفتح خوف وبالضم دل اور یہان بالفتح ہی۔ المعنی پھر جب جاتا رہا ابراہیم سے خوف یعنی جو ملائکہ کی طرف سے پیدا ہوگیا تھا۔ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى۔ اور اسکو خوشخبری ملی یعنی اسحاق ویعقوب پیدا ہونے کی یا ملائکہ کی تسلی کرنے کہ خوف مت کرو۔ يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۔ لگا ہم سے جھگڑنے درباره قوم لوط کے **فائدہ** جملہ یجادلنا۔ جزاء فلما ہی لیکن عربیت مین معلوم ہوچکا کہ لما کا جواب فعل ماضی ہوتا ہی نہ مضارع تو مفسرین نے کہا کہ یہان تقدیر عبارت قولہ اخذ یجادلنا ہی یعنی شروع کیا کہ جھگڑتا تھا اور یہ قول فراء کا ہی اور اخفش کسائی نے کہا کہ ماضی کی جگہ مضارع کردیا گیا جیسے مضارع کی جگہ ماضی کردیا جاتا ہی اور بلاغت یہ ہی کہ مضارع سے اسی حالت کا تصور آگیا جو اسوقت واقع ہوئی اگر کہا جاوے کہ یجادلنا فعل جدال ہی تو جدال کرنا پیغمبر کی شان نہین ہی اسکا جواب یہ دیا گیا کہ فصحاء عرب ایسے مقام پر جدال کے لفظ سے یہ مراد لیتے ہین کہ بہت اچھی طرح سفارش کی باتین کرنا جیسے حدیث شفاعت مین مومنون کا اللہ تعالیٰ عزوجل سے جدال کرنا مذکور ہی کہ اسقدر جدال کرین گے جو کبھی نہین ہوا یعنی اپنے پروردگار ارحم الراحمین کی درگاہ مین گنہگارون کیلئے نہایت عاجزی و تضرع سے الحاح ومبالغہ کیساتھ سفارشی ہونگے پھر واضح ہو کہ قولہ یجادلنا یعنی یجادل رسلنا یعنی ہمارے فرشتون سے بہت گفتگو شروع کی۔ ایسا ہی مفسرین نے کہا ہی چنانچہ روایت ہی کہ جب ملائکہ نے کہا انا مھلکوا اھل ھذہ القریۃ۔ ہم اس ملک کے والون کو ہلاک کرنیوالے ہین جیسا کہ دوسری آیت مین مصرح ہی تو ابراہیم نے اُنسے کہا کہ بھلا اگر اسمین پچاس مسلمان ہون تو کیا تم اُنکو مار ڈالوگے وہ بولے کہ نہین پھر کہا کہ اگر چالیس ہون تو وہ بولے کہ نہین پھر کہا بیس ہون تو وہ بولے تو بھی نہین یہان تک کہ دس یا پانچ کے جواب مین بولے کہ نہین پھر کہا کہ اگر ایک ہو تو بولے کہ تو بھی نہین تو کہا کہ پھر اسمین تو لوط علیہ السلام موجود ہی قالوا نحن اعلم بمن فیھا لننجینہ واھلہ الا امرأتہ الآیۃ۔ یعنی بولے کہ جو مومن اسمین ہی ہم اسکو جانتے ہین ہم اسکو اور اسکے لوگون کو نجات دینگے سوائے اسکی کافرہ جورو کے۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ ملائکہ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ اگر اسمین پانچ مسلمان نمازی ہوتے تو سب پر سے عذاب دور کردیا جاتا بالجملہ اس گفتگو سے مقصود اللہ تعالیٰ کی طرف التجا تھی مگر بواسطہ ملائکہ کے کہ وہ واسطہ تھے بہرحال خواہ موافق جمہور کے یجادلنا یعنی یجادل رسلنا۔ لیا جاوے یا بمعنی یکلمنا ویسالنا یعنی ہم سے درخواست کرنے لگا۔ کوئی لیا جاوے جدال کے دونو معنی مین جو مترجم نے اوپر ذکر کئے اور جمہور مفسرین نے یجادل رسلنا کی جو روایت مؤید ہیش کی اسکے علاوہ خود آیت مین دلیل موجود ہی یعنی قولہ یا ابراہیم اعرض عن ھذا انہ قد جاء امر ربک کیونکہ یہ آخری جواب ملائکہ کی طرف سے صاف ہی لہذا معلوم ہوا کہ قوم لوط کے بارہ مین حضرت ابراہیم کا کلام ملائکہ سے تھا لیکن چونکہ ملائکہ بذات خود مقصود نہ تھے بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس التجا کو قبول فرماوے اور مومن کی وجہ سے کافرون سے عذاب دور فرماوے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی تعریف فرمائی إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ بیشک ابراہیمؑ بندہ حلیم ہے یعنی کسی خطا کار پر جلدی عقوبت نہین چاہتا اور یہ حضرت حق عزوجل کی صفت کاملہ حلم کا ظہور تھا۔ أَوَّاهٌ بہت نرم دل مہربان ہی مُّنِيْبٌ اپنے پروردگار

کی جانب بندگی وطاعت سے رجوع لانے والا ہے۔ اَوّاہ کے معنی میں کہا گیا کہ جو آہ واوہ سے اپنے دردو سوز دل کے گناہوں پر متاسف ہو۔
قتادہ رحمہ نے فرمایا کہ منیب وہ نیک بندہ جو اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اسمین اشارہ ہو کہ ابراہیم جو اس الحاح پر آمادہ ہوئے
اسکا باعث یہ صفات حمیدہ یقین کہ دل کے بہت نرم اور بندون پر ترس کھانے والے مہربان تھے لہذا چاہا کہ عذاب مین تاخیر کی جائے شاید
وے لوگ ایمان لے آوین اور اس گناہ سے توبہ کر لین کیونکہ عذاب سے ہلاک ہونے مین پھر امید ان کو نہو گی اور ہمیشہ اسی سختی مین پڑے رہین گے
لیکن آخر کار ملائکہ نے انکو حکم قضا وقدر سے آگاہ کر دیا بقولہ۔ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ اے ابراہیم تم اس بہت سفارش و الحاح
سے درگزر کرو۔ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ج بیشک آگیا حکم تیرے پروردگار کا یعنی اللہ تعالیٰ جو سب بندون کے حال سے آگاہ ہو اس نے
جو کچھ ازل مین ان کے لیے مقدر کیا تھا وہ حکم آگیا اسی واسطے حدیث مین وبعض آیات مین صریح ہو کہ جب عذاب آجاتا ہو تو پھر مرتفع نہین ہوتا
وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۔ اور بیشک ان لوگون پر آویگا ایسا عذاب جو کسی طرح رد نہ ہوگا یعنی یہ قوم ازلی کافر ہو کسی طرح
توبہ کی طرف رجوع نہ کریگی ہم آپکو حکم لوح محفوظ بتلائے دیتے ہین کہ ان پر ضرور عذاب آویگا چنانچہ آخر یہی واقع ہوا اور ہر چند پیغمبر نے عاجزی و الحاح
سے فہمایش کی مگر ان بدبختون نے کسی طرح نہ مانا اور پیغمبر کو تنگ کیا جیسا کہ عنقریب یہ حال آگے معلوم ہوگا اب کچھ اشارات عرائس سننا چاہیے اور
غور سے سمجھنا چاہیے ف **المترجم** چونکہ اشارات لطیف ہین لہذا مترجم انکی فہمایش کیلئے بقدر فہم کے توضیح کریگا۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالے
ولقد جاءت رسلنا ابراہیم بالبشرٰی۔ فرشتون نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم خلیل کو دوام وصال اور کشف جمال بلا حجاب عتاب کی
بشارت دی اور یہ کہ خلت ابراہیمی کسی فعل حادث کا نتیجہ نہین بلکہ ازلی قبولیت کا ظہور ہو۔ **قال المترجم** حبیب کو حبیب سے بشارت ہی مقدم ہو
جسکے لیے شدت محبت ہو لہذا بشارت مذکورہ بدین معنی متضمن ہو۔ فافہم اور یہ بشارت دی کہ نبوت تمہاری اولاد مین باقی رہیگی اقول ہو اسطے
کہ خالی فرزند ہونا امر آخرت مین سے نہین اور نہ اہل آخرت کیلئے موجب سرور ہو جبتک کہ وہ صالح نہ ہو فافہم اور یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ
اپنے محبوب و خلیل بندون کا مشتاق ہو اور یہ بشارت دی کہ تمام مخلوقات مین سے برگزیدہ آپکی اولاد مین سے تشریف لائیگا اور وہ حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور اولاد کی بشارت بدین معنی یہ بشارت ہو کہ شریعت ابراہیمی یعنی اصل حقیقت کا فیضان ہمیشہ باقی رہیگا چنانچہ تاقیامت
یہی واقع ہوا اور فرشتون کا سلام کرنا اخبار ہو کہ یہ فرشتے لیاقت رکھتے ہین کہ خلیل کیطرف ایلچی ہون اور لطیفہ یہ ہو کہ باہم کوئی نکرت یعنی انجان پن نہین
ہے اور معاوضہ خطرات ازلی ہونیکے ساتھ عہد ازل کی شناخت ہو اور فرشتون کا سلام ممزوج بسلام حبیب ہو اور خلیل کا سلام اظہار اکرام ضیف ہو
اور فرشتون کا سلام خلیل کے سلام سے موافق ہونا علامت ہو کہ سر خلیل نے انکے اسرار کو پہچانا یعنی یہان مقام کرامت اور عیوب سے سلامت ہے
اور دیکھو کہ حبیب کا سلام حبیب کو کیسا خوشگوار اور پیغام کیسا مزہ دار اور بشارت کیسی پاکیزہ ہو اگرچہ بواسطہ ہو ۔ سلام علی سلمی ان شطدارہا ٭
سلام علی ارض قدیم بہا العہد ٭ سلام علی جارا تہا بجوارہا ٭ سلام حزین و امق شفہ الصدر ٭ سلام علیہا دائما متواترا ٭ سلام علی ارض الیہا اما القصد
اذا نزلت سلمی بہا وفنادہا ٭ دلال وسلسال وسحابہا ورد ٭ ۔ منزل سلمی کہ بادش ہر دم از من صد سلام ٭ پر صدائے ساربانان بینی و بانگ
جرس ٭ بعضے اکابر نے کہا کہ رسل نے ابراہیم کو بشارت دی کہ نسبت خلت ایسی جمی ہوئی ہو کہ کبھی منقطع نہ ہوگی بعض نے کہا کہ فرشتون نے
اصل بشارت دی تھی کہ آپکی پشت سے حضرت حبیب اعظم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونگے جو خاتم النبیین ہین اور لواء الحمد انھین
کے ہاتھ مین ہوگا بعض نے کہا کہ جب حبیب کیطرف سے ایلچی آیا تو یہی بشارت ہو اور جب پیغام پہونچایا تو خوشی پوری کر دی اور جب سلام پہونچا
تو سبحان اللہ وبحمدہ دیکھو کیسے ذکر کیا کہ قالوا سلاما پس خلیل نے کہا سلام اور مراد پوری ہو گئی۔ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ قالوا سلاما۔ اشارہ ہے

کہ مرتبہ خلت تمکو سلامت ہے جسمین کبھی لغزش نہوگی قال سلام یعنی مجھے یہ سلامتی ازجانب السلام ہے یعنی ازجانب حق عزوجل۔ قولہ فمالبث ان جاء بعجل حنیذ
جسمین اخبار و اسرار ہین اخبار یہ کہ جوانمردی کیساتھ اپنے مہمانون کیلیے اکرام کیا اقول فی الحدیث الصحیح من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ یعنی جو شخص
اللہ تعالی و روز آخرت پر ایمان لایا وہ ضرور ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اسرار یہ کہ قلب مذبوح تھا روح مجروح تھی اور نفس کو سلطان جبروت انوار
ملکوت و برق جمال و سر جلال کے سامنے قربان کردیا اور یہ سب نتیجہ محبت و عشق حقیقت تھا تاکہ نسیم وصال سے تسلی کی جاوے اور اس طریقہ مین اظہار
معاوضہ و تیقظ ہے تاکہ شان حال معلوم ہو اگرچہ خلقت سخاوت و کرم تھی بعض نے کہا کہ مہمانداری کے آداب مین سے ہے کہ پہلے اچھی طرح آنکے پھر طعام کی
دعوت کرے پھر باتین کرے چنانچہ خلیل نے پہلے طعام کا بندوبست کیا پھر باتین کرنا جسکو پسند ہو۔ قولہ فلما رای ایدیہم لاتصل الیہ نکرہم۔ یہ انکار
اس بات پر تھا کہ انھون نے خلق کو ترک کیا حالانکہ اسمین ایک عجیب اشارہ ہے یعنی یہان بچھڑا ذبح کرنا کار آمد نہین بلکہ جو ذبح کرنا چاہیے تو ہمارے لیے
اسمعیل کو ذبح کرو کیونکہ یہی فدیہ بمقتضائے عشق ہے ابوالحسن بوشنجی سے حکایت کی جاتی ہے کہ وہ فرماتے جو کوئی ہمارے جھونپڑے مین آیا اور خوشی
سے ہمارے ٹکڑے روٹی یا جو ما حضر ہو آئین ہمارے ساتھ شریک ہوا تو اُسنے ہم پر سخت ظلم کیا۔ ابن جعفر بن حمید ش نے کہا کہ جسنے فقیرون و غلامون
کے کھانے سے انکار کیا اُسنے اپنا غرور ظاہر کیا۔ اقول مروی ہے کہ چند راہ نشین مانگے ٹکڑے بچھا کر کھانے بیٹھے کہ اتنے مین حضرت امام زین العابدین
گھوڑے پر سوار اُس راہ سے گزرے درویشون نے صدائے طعام دی آپنے فرمایا کہ ہان یہ کہکر اُتر پڑے اور اُنکے ساتھ کھایا اور فرمایا کہ یارب مجھے متکبرین
مین نہ لکھنا پھر ان لوگون سے کہا کہ اب تم میری دعوت قبول کرو چنانچہ وقت مقررہ پر وہ آئے اور اُنکے ساتھ مہمانداری کا برتاؤ کیا قولہ واوجس منہم
خیفۃ۔ ان سے خوف اسوجہ سے نہ تھا کہ ابراہیم کو اُنکے حال سے آگاہی نہ تھی بلکہ اُن کے آثار سے قوم لوط کا عذاب ظاہر ہوا اور یہ خوف کا مقام ہے اقول
شیخ کی مراد یہ ہے کہ ابراہیم نے انکو اہل الخیر والصلاح مین سے پہچان لیا تھا اگرچہ یہ امر مخفی ہو کہ فرشتے بصورت اطفال خوبصورت متمثل ہوئے ہین مگر
اُنکے اخلاق سے انکار کیا جب اُنھون نے کھانے پر ہاتھ نہ ڈالا اور آثار غضب الٰہی نمایان ہوئے تو اُن کو خوف ہوا کیونکہ بسا اوقات ایسی
کچھ خوفناک بات القا ہوتی ہے ۔ لعلک عصیان و سست بعالم ؛ سلام علی الدارین ان کنت راضیا ؛ اور نیز یہ خوف بوجہ حضرت لوط و اُنکے اہل و عیال
کے پیدا ہوا قولہ قالوا لاتخف انا ارسلنا الی قوم لوط۔ فرشتون نے حجاب اُٹھا دیا اور صاف عذاب کا حکم ظاہر کر دیا۔ قولہ رحمۃ اللہ و برکاتہ
علیکم اہل البیت۔ یہ رحمت و برکت ان نیکون پر انوار مشاہدہ الٰہی تھی اور نیز نبوت و رسالت و خلافت تھی حتی کہ آخر قیامت تک باقی رہی اور تمام
اولاد مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مخصوص دعائے مقبول سے مانگا بعض نے کہا کہ رحمت تو محبت ہے اور برکات معرفت و توحید ہے بعض نے کہا کہ
اہل البیت کی برکتین دعائے خلیل و دعائے ملائکہ سے ہین اور آنحضرت صلعم نے تمام نمازون مین اسکا حکم دیا چنانچہ درود شریف مین ہے کما بارکت
علی ابراہیم و علی آل ابراہیم یعنی خود اہل بیت و اولاد مین سے تھے۔ انہ حمید مجید محمود تو اپنی حمد قدیم سے ہے چنانچہ خود اپنی تعریف فرمائی ہے اور
وہی مستحق حمد ہے۔ مجید عظیم الشان ہے نہ کوئی فہم ہے کہ اس تک رسائی پاوے اور نہ کوئی عقل ہے کہ ادراک کرے پھر جب برکات الٰہی واصل
ہوئین اور مکاشفہ کے دروازے کھلے اور فیض بشارت حاصل ہوا تو انکا قلب غبار امتحان سے نکلکر حضرت الرحمن کے ساتھ مقام انبساط مین حاضر ہوا
کما قال تعالی فلما ذہب عن ابراہیم الروع وجاءتہ البشری یجادلنا فی قوم لوط۔ دوری کا خوف گیا اور نزدیکی کی خوشخبری ملی محبت کا
مزہ آیا اور خلت کا انبساط ہوا تو اس مقام کے موافق برخلاف انقباض کے حالت طاری ہوئی اور ایسی حالت مین جو امور ان سے برداشت
ہوتے ہین وہ اہل ہیبت و جلال سے جائز نہین ہین ولیکن خلیل کا انبساط یہی ہوتا ہے کہ مخلوق پر رحمت و شفقت ہو چنانچہ فرمایا یجادلنا فی قوم لوط
یعنی قوم لوط کیلیے تاخیر عذاب مانگتے اور لوط و اُنکے لوگون کیلیے رحمت و نجات چاہتے تھے اور یہی سخاوت و جوانمردی و مروت و علم ہے اسیواسطے

وصف فرمایا بقولہ ان ابراہیم لحلیم اواہ منیب حلیم تو اسوجہ سے کہ اپنی قوم پر بددعا نہین کرتے بلکہ کہتے فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم یعنی جو میری پیروی کرے وہ مجھ مین سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو غفور رحیم ہے اور تاوہ یہ تھا کہ غیر سے آنکھ پھیر کر رب تبارک تعالیٰ کیطرف کشادہ رکھتے تھے اور یہی حال عاشقونکا ہوتا ہے اور منیب بمعنی کہ سب سے منہ موڑ کر رب تبارک وتعالیٰ کی طرف راجع ہوئے چنانچہ آیت مین مذکور ہے انی بری مما تشرکون انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض الآیۃ۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا مجادلہ بوجہ جہالت کے نہ تھا بلکہ بسبب کمال انبساط کے تھا بس کمال شفقت سے لوگون پر کرم چاہا کیونکہ اپنا کہو ازلی انتخاب کی وجہ سے ایسی سفارش کے لائق کیا اور حق تعالیٰ کو اپنے نیک بندونکا ایسا معاملہ پسند ہے وفی الحدیث انہ لما اسری بی لایت رجلا فی الحضرۃ یتذمر فقلت لجبرئیل من ہذا قال اخوک موسیٰ علیہ السلام یتذمر علی ربہ تعالیٰ فقلت وہل لہ ذلک فقال یعرفہ فلیتحمل عنہ۔ اور قصہ موسیٰ علیہ السلام میں انبساط مذکور ہے بقولہ ان ہی الا فتنتک۔ واضح رہے کہ انبساط نہین روا ہے مگر اسی شخص سے جو معرفت مین ایسے رتبہ پر ہو بعض مشائخ نے اس مقام کی تفسیر مین کہا کہ قولہ فلما ذہب عن ابراہیم الروع الخ یعنی فرشتون کے کھانے سے پرہیز کرنے کے سبب جو انکو جھجک پیدا ہو گئی تھی جاتی رہی اور جان گئے کہ یہ ملائکہ ہین اور اُن کو بشارت پہونچی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پہونچا تو خلق پر بے انتہا شفقت کی طرف متوجہ ہو کر قوم لوط بدکار کی طرف سے مجادلہ کرنے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکے دل مین رحمت کو بسیط کر دیا تھا لہذا چاہتے تھے کہ یہ لوگ مہلت دیئے جاوین شاید ایمان لاوین اور لوط مع اہل ایمان رہتے ہوئے کیونکر اہل کفر پر عذاب نازل ہوگا اور کیونکر انکے ساتھ اہل ایمان ہلاک کئے جاوینگے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اس کلام پاک سے بندون پر ظاہر کر دیا کہ ابراہیم خلیل اللہ نے باوجود مرتبہ خلت درجہ نبوت عظمیٰ کے عجیب صنع الٰہی سے ملائکہ کو پہلے پہل نہین پہچانا اور اُنکو مہمان سمجھے اور یہی اظہر ہے کیونکہ کلام الٰہی مصرح ہے کہ اول مین اُنکو نہین پہچانا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام کی دل تنگی اور خوف کا ویسا ہی حال بیان فرمایا جیسا ابتدا مین حضرت ابراہیم کا نہ پہچاننے سے ہوا تھا۔ بقولہ تعالےٰ

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ

اور جب پہونچے ہمارے بھیجے لوط پاس خفا ہوا انکے آنے سے اور تنگ ہوا جی مین اور بولا آج دن بڑا سخت ہے

وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ

اور آئی اُس پاس قوم اُسکی دوڑتی بے اختیار اور آگے سے کر رہے تھے بُرے کام بولا اے قوم یہ

بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ

میری بیٹیاں حاضر ہین یہ پاک ہین تمھارے واسطے سو ڈرو تم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجکو میرے مہمانون مین کیا تم مین ایک مرد بھی نہین نیک راہ

قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ○

بولے تو تو جان چکا ہے ہم کو تیری بیٹیون سے دعویٰ نہین اور تجکو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہین

ولما جاءت رسلنا لوطا۔ اور جب پہونچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط پاس یعنی جو ملائکہ حضرت ابراہیم پاس مہمان تھے بشارت دیکر آگاہ کر کے نکلے اور لوط علیہ السلام کی طرف چلے اور درمیان مین چار فرسخ کا فاصلہ تھا سدی نے کہا کہ دوپہر کے وقت نہر سدوم پر پہونچے وہان لوط کی بیٹی پانی بھرتی تھی اُس سے بولے کہ اے لڑکی یہان کوئی ٹھکانا مسافرون کیلئے ہے اسنے دیکھا کہ چند لڑکے نہایت خوبصورت خوش پوشاک خوشبو سے معطر اس گاؤن مین مہمانی چاہتے ہین تو اُسنے کہا کہ تم یہین ٹھہرے رہو مین آتی ہون یہ کہکر فوراً گھر پہونچی اور باپ سے کہا کہ کچھ لڑکے شہر کے دروازہ پر ہین مین نے اُن سے زیادہ خوبصورت نہین دیکھے آپ اُنکی خبر لیجئے ورنہ آپکی قوم اُنکو تنہا کر دیگی حضرت لوط روانہ ہوئے اور

پوشیدہ اُنکو لائے مگر نہایت پریشان و دل تنگ تھے اور اسوقت کوئی واقف نہوا صرف انکی جورو آگاہ ہوئی اور اُسنے قوم سے کہدیا اور قتادہ رح نے کہا کہ حضرت لوط اپنے کھیت مین تھے وہان آکران لوگون نے مہمانی چاہی تو حضرت لوط نے شرم سے انکار نہ کیا اور ساتھ لیکر خوفناک و دلتنگ چلے اور آپ اُنکے آگے ہو گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا سِیْٓءَ بِهِمْ ۔ ان مہمانون کے آنیکے سبب غمناک ہو گئے ۔ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا اور دل تنگ ہوئے وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۔ اور دل مین کہا کہ یہ دن سخت ہی حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے کہا کہ یوم عصیب یعنی اسمین سخت بلا گھیرے ہوئے ہی جیسے سر کے گرد عصابہ یعنی پٹی باندھے ہو پھر آگئے آگے اُنسے کہتے چلے کہ اے لوگو تم اس قصبہ کی بدکاری سے واقف ہو اُنھون نے کہا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ اے لوگو واللہ مین نہین جانتا کہ روئے زمین پر اس سے بڑھکر کوئی گانون والے خبیث ہون اور مطلب یہ تھا کہ یہ مہمان یہان سے چلے جاوین ورنہ اُنکی طرف سے مجھے اس قوم بدکار سے مقابلہ پیش آویگا اور یہ امر ان پر بہت گران تھا پھر کچھ دور چلکر اُنسے یہی کلمہ کہا اسی طرح چار مرتبہ اُنسے کہا ۔ قتادہ رح نے کہا کہ ان ملائکہ کو حکم تھا کہ اس قوم کو ہلاک نکرنا جبتک اُنکا پیغمبر چار مرتبہ اُنکی بدفعالی کی گواہی نہ دے مگر وے لوگ نہین گئے یہانتک کہ حسب اتفاق انکو خفیہ گھر تک لائے مگر اُنکی جورو نے آخر وقت جاکر قوم سے ان لڑکون کے حسن و جمال کی حکایت بیان کی وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۔ اور لوط کی قوم اُنکی طرف دوڑتی ہوئی اتراتی آئی ۔ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۔ اور اس سے پہلے قوم والے بدکاری کیا کرتے تھے یعنی اس قوم کی طبیعت وعادت بدکاری ہو گئی تھی حتی کہ اسی حال پر عذاب مین گرفتار ہوئے قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ ۔ لوط نے فرمایا کہ اے قوم یہ سب میری بیٹیان ہی تمھارے لئے زیادہ پاکیزہ ہین یعنی لڑکون سے یہ زیادہ پاکیزہ ہین لہذا تم لوگ لڑکون سے اغلام و بدکاری جو محض پلیدی ہی چھوڑو اور عورتون سے جوڑا اختیار کرو ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۔ پس اللہ تعالیٰ خالق و مالک سے ڈرو اور لاتخزونی اور مجھے مت رسوا کرو میرے مہمانون کے بارہ مین یعنی لڑکے میرے مہمان ہین تم اُن کی طرف بدکاری کے لیے ہاتھ مت بڑھاؤ کہ اسمین میری سخت رسوائی ہی اور دوسری آیت مین قوم کا جواب یون مذکور ہی اولم ننهك عن العالمين یعنی کیا ہم نے تمکو عالمین سے نہین منع کر دیا تھا یعنی پہلے ہم نے تم کو منع کر دیا تھا کہ تم کبھی مردون کو اپنا مہمان نکرنا ۔ یہان ناواقف آدمی کو ایک شبہہ ہوتا ہو وہ یہ ہی کہ لوط علیہ السلام نے لڑکیون کو اطہر فرمایا اور اُسکے معنی زیادہ پاک کے ہین جو کسی دوسری چیز سے بڑھکر ہو تو شبہہ ہوتا ہے کہ لڑکون سے اغلام پاک ہی ۔ لڑکیون سے جماع کرنا زیادہ بڑھکر پاک ہی حالانکہ بالیقین احادیث و آیات سے معلوم ہوا کہ اغلام کرنا بالکل نجس و ناپاک ہی اس شبہہ کو جو عربی زبان سے واقف ہی جلدی حل کر لیتا ہی اسطرح کہ یہ کلام بطریق مقابلہ کے ہی اور سمجھانے کا یہی طریقہ عمدہ ہی اور ظاہر ہی کہ دے لوگ اس فعل کو پاک سمجھتے تھے تو سمجھایا کہ اے لوگو تم اپنی جہالت سے کچھ ہی سمجھو اتنا تو یقینی ہی کہ لڑکیون مین خوب پاکیزگی ہی تو اسی کو کیون نہین لیتے اور نظیر اسکی قولہ تعالیٰ اذلک خیر ام شجرۃ الزقوم ۔ بھلا یہ میوے خوش مزہ بہت اچھے ہین یا تھوہڑ کا درخت ۔ حالانکہ تھوہڑ کے درخت مین تو کچھ بھی اچھائی نہین ہے اور نظیر اسکی حدیث مین قصہ احد مین ہی کہ ابوسفیان نے اپنے ہبل بت کی بزرگی بیان کی اور کہا اعل ہبل یعنی او ہبل بڑا ہو ۔ تو پس حضرت نے جواب مین کہلایا کہ اللہ اعلیٰ و اجل یعنی اللہ بہت بزرگ ہی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بت کی کچھ بھی بزرگی نہین ہی اور اسکے نظائر زبان عرب مین بہت ہین فائدہ حضرت لوط نے فرمایا کہ ہؤلاء بناتی ۔ یہ میری بیٹیان ۔ تو کیا حقیقت مین اپنی بیٹیون کو فرمایا تھا یا قوم کی عورتون کو کہا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ بیٹیون کو ان کافرون کو کیونکر دینا چاہا تو جاننا چاہیے کہ ابتدا مین جو روایت سدی رح سے مروی ہی اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت لوط کی بیٹیان تھین اور اُنھون نے اپنی ہی بیٹیون کی طرف اشارہ کیا اور یہ ارشاد تھا یعنی ان کو بدکاری سے موڑ کر نیکو کاری کیطرف

راہ بتائی اسیواسطے کہا۔ اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ۔ کیا تم مین سے کوئی ایسا نہین ہے جو نیک راہ پر ہو یعنی نیک راہ قبول کرے اور دوسرون کو نیک راہ بتلادے اور برائی سے منع کرے بعض نے کہا کہ اس قوم مین وہ شخص سردار تھے جنکا کہنا سب مانتے تھے تو چاہا کہ ان پاک بیٹیون سے انکو راہ پر لاوین تو پھر سب راہ پر آجاوین اور ظاہر قرآن بھی اسی پر دلالت کرتا ہو کہ بیٹیان خود اپنی تھین چنانچہ کافرون کا جواب مذکور ہو کہ قَالُوۡا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِیۡ بَنٰتِکَ مِنۡ حَقٍّ۔ قوم کافر کہنے لگی کہ تجھے خوب معلوم ہو کہ ہم کو تیری بیٹیون مین کچھ حق نہین یعنی کچھ خواہش و حاجت نہین ہے۔ وَاِنَّکَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِیۡدُ۔ اور تو خوب جانتا ہو جو ہم چاہتے ہین یعنی لڑکون و مردون سے اغلام کرنا۔ یہان دو طرح شبہہ کیا گیا ایک تو کرخی کا قول ہو کہ اپنی بیٹیون کو کسی پر پیش کرنا خلاف مروت ہو اور اسکا جواب یہ ہو کہ نہین بلکہ عذاب کفر سے نکالنا اور ہدایت پر لانا مقصود تھا اور پیغمبر اپنی قوم کا باپ ہوتا ہو لہذا بیطلن کچھ خلاف مروت نہین ہو اور دوسرا شبہہ یہ کہ ایسی قوم کافر تھے ان کو یہ مسلمہ بیٹیان کیونکر دینی چاہین تو جواب یہ ہو کہ اس شرط سے دینی چاہین کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور بعض نے کہا کہ غالباً اس شریعت مین مسلمہ کا نکاح کافر مرد سے روا ہو چنانچہ آنحضرت صلعم نے بھی قبل وحی کے اپنی دختر کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابو العاص بن الربیع سے کردیا حالانکہ یہ دونون کافر تھے مترجم کو اسمین تردد ہو اسلیئے کہ آنحضرت صلعم پر جبتک وحی نہین آئی تو نبوت نہ تھی اور احکام وحی نازل نہین ہوئے تھے بہرحال یہ سب اس قول پر ہو کہ خود حضرت لوط کی بیٹیان موجود تھین ولیکن قوی تفسیر حضرت مجاہد سے مروی ہو کہ حضرت لوط کے کوئی بیٹی نہ تھی مگر ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ایسا ہی قتادہؒ وغیرہم سے مروی ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ اسی قوم کی عورتون کو اپنی بیٹیان کہا اور ابن جریج نے کہا کہ لوطؑ نے ان کو ارشاد کیا کہ تم عورتون سے نکاح کرو لواطت مطلب نہ تھا کہ عورتون سے بغیر نکاح کے بدکاری کرو اس قول کی تائید مین کہا گیا کہ قوم کے لوگ بہت تھے اور بیٹیان اسقدر کہان تھین جو سب کے نکاح مین پوری ہون لہذا قوم کی عورتون کو بیٹیان کہکر ترغیب دی اور قولہ مالنا فی بناتک من حق یعنی اپنی عورتون کی جن کو تو شفقت سے بیٹیان فرماتا ہو ہمین کچھ خواہش نہین ہو اور حاصل یہ کہ حضرت لوطؑ نے اس قوم بدکار کو جب انھون نے مہمان لڑکون کا قصد کیا تھا بہت بلیغ و نہایت الحاح سے نصیحت کی کہ اے لوگو تم اپنی عورتون سے رغبت کرو یہ تمھارے لیے بہتر ہے مین باپ کی طرح شفقت کرکے تم کو راہ بتاتا ہون کہ یہ میری بیٹیان یعنی تمھاری عورتین تمھارے لئے بہت پاکیزہ ہین مگر ان بدبختون نے نہ مانا آخر حضرت لوط علیہ السلام مضطرب ہوکر کہنے لگے۔

قَالَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِکُمۡ قُوَّۃً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُکۡنٍ شَدِیۡدٍ ۝ قَالُوۡا یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ

کہنے لگا کہین سے مجکو تمھارے سامنے زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی محکم آسرے مین۔ مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہین تیرے رب کے

لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡکَ فَاَسۡرِ بِاَہۡلِکَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَلَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡکُمۡ اَحَدٌ اِلَّا امۡرَاَتَکَ ؕ اِنَّہٗ

ہرگز نہ پہونچ سکین گے تجھتک سو لے نکل اپنے گھر کو کچھ رات سے اور مڑ کر نہ دیکھے تم مین کوئی مگر تیری عورت یقیناً اسے

مُصِیۡبُہَا مَاۤ اَصَابَہُمۡ ؕ اِنَّ مَوۡعِدَہُمُ الصُّبۡحُ ؕ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ ۝

کو آپڑنا ہو جو ان پر پڑیگا ان کے وعدے کا وقت ہو صبح کیا صبح نہین نزدیک

قَالَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِکُمۡ قُوَّۃً۔ لوطؑ نے کہا کہ کاش مجھے تمھارے مقابلہ مین قوت ہوتی تو خود تم کو دور کرتا۔ اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُکۡنٍ شَدِیۡدٍ۔ یا جگہ لیتا رکن شدید کیطرف یعنی کنبہ ہوتا کہ انکی مدد سے تم کو دور کرتا کہ تم میرے مہمانون پر زیادتی کرکے مجھے فضیحت نہ کرنے پاتے۔ واضح ہو کہ

جب لوطؑ کی جورو نے کوٹھے پر چڑھ کر یا باہر جا کر قوم کو آگاہ کر دیا اور وے دوڑتے آئے تو لوطؑ نے دروازہ بند کر لیا اور خود دروازہ کے باہر انکو سمجھانے اور مہمانوں تک پہونچنے سے روکتے تھے یہاں تک کہ وے لوگ نہ مانے اور ہجوم کیا یہاں تک کہ اور طرف دیواروں پر چڑھکر مکان میں داخل ہونے لگے تو حضرت لوطؑ مضطرب ہو کر کہنے لگے کہ کاش مجھے بذات واحد یہ قوت ہوتی کہ تم کو دور کر سکتا یا میرے کنبہ کے لوگ ایک جماعت باقوت ہوتے کہ تم کو دور کرتا اور یہ قوم انکے نسلتے دار نہ تھی کیونکہ لوطؑ پہلے عراق میں حضرت ابراہیم اپنے چچا کے ساتھ تھے جب وہاں سے شام میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو موتفکات میں پیغمبر کیا اور یہ چند بستیاں تھیں جنمیں بڑی بستی سدوم تھی اور آبادی سب چار لاکھ کے قریب تھی لہذا لوطؑ نے تمنا کی کہ اسوقت میرے کنبہ والے باقوت وشوکت ہوتے تو تم مجھپر یہ ظلم نہ کر سکتے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوطؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھیجا وہ اپنے کنبہ کے باقوت گروہ میں سے بھیجا سعدیؒ نے کہا کہ قولہ الی رکن شدید یعنی زبردست لشکر کو اس سے میں تم سے قتال کرتا اور حدیث صحیح میں ہے رحم اللہ لوطا وفی روایۃ یغفر اللہ للوط ان کان یاوی الی رکن شدید یعنی اللہ تعالیٰ لوطؑ پر رحم کرے یا لوط کو بخشدے کہ وہ رکن شدید کی طرف جگہ لیتے تھے۔ امام نوویؒ نے کہا کہ رکن شدید سے مراد اللہ تعالیٰ عزوجل ہے کیونکہ وہی سب رکن سے اقوی ہے لیکن تفسیر اول اصح ہے

پھر جب قوم کا ظلم یہاں تک پہونچا اور حضرت جبرئیل نے ہلاک قوم کی اجازت جناب باری تعالیٰ سے مانگی تو اجازت ملی اور جبرئیل نے حضرت لوطؑ کو اس سختی میں دیکھا۔ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ تو جبرئیلؑ و دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ اے لوطؑ ہم تو تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں یعنی فرشتے ہیں۔ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ۔ یہ لوگ تجھے کوئی برائی نہیں پہونچا سکتے ہیں پھر جبرئیلؑ نے اٹھکر اس قوم ظالم تبہ کار کے منھوں پر ایک طمانچہ مارا جس سے اندھے ہو گئے جیساکہ دوسرے مقام پر آیت میں ہے فطمسنا اعینہم۔ انکی بینائی بگاڑ دی کہ اپنے گھر کا راستہ نہیں سوجھتا تھا تو کہتے ہوئے بھاگے کہ لوطؑ کے گھر میں جادوگر بھرے ہیں پھر ملائکہ نے لوطؑ کو حکم کیا۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ کہ تو یہاں سے کچھ رات میں اپنے لوگوں کے ساتھ روانہ ہو۔ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اور تم میں سے کوئی مڑکر نہ دیکھے۔ اِلَّا امْرَاَتَكَ۔ سوائے تیری جورو کے۔ ابن کثیرؒ و ابو عمروؒ نے برفع تاء پڑھا پس احد سے بدل ہے اور معنی یہ ہیں کہ تم میں سے کوئی مڑکر نہیں دیکھیگا سوائے تیری جورو کے کہ وہ نافرمانی کرکے دیکھے گی اور ہلاک ہو گی چنانچہ روایت ہے کہ وہ ساتھ گئی تھی پھر جب نالہ و فریاد و آوازیں ہیبناک سنیں تو مڑکر دیکھنے لگی اور بولی کہ ہائے میری قوم پس اسپر بھی ایک پتھر گرا جس سے ہلاک ہو گئی اور باقیوں نے بنصب تاء پڑھا اور یہ اہل سے استثناء ہے یعنی تو اپنے سب اہل کو سوائے جورو کے ساتھ لیکر روانہ ہو۔ واضح ہو کہ یہ ممکن ہے کہ لوطؑ نے عورت کو ساتھ نہ لیا ہو مگر وہ خود ساتھ ہو گئی ہو۔ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ۔ بے شبہہ اس عورت کو وہی عذاب پہونچیگا جو اس قوم کو پہونچنے والا ہے۔ یہ حال سنکر لوطؑ کا اضطراب دفع ہوا اور بولے کہ پھر انکو ابھی ہلاک کر دو تو جبرئیلؑ نے کہا اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ۔ انکے ہلاک کا وقت اس رات کی صبح ہے۔ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ۔ کیا صبح نزدیک نہیں ہے۔

ابن کثیرؒ نے لکھا کہ لوطؑ نے انسے کہا تھا کہ ان کو ابھی ہلاک کر دو تو انھوں نے یہ جملہ انکی تشفی کیلئے کہا تھا اور لکھا کہ معمرؒ نے قتادہؒ سے انھوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قصہ اسطرح نقل کیا کہ ابراہیم علیہ السلام قوم لوطؑ کے پاس آتے اور کہتے کہ اے لوگو میں تم کو بدافعالی سے باز رہنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے مت پیش کرو انھوں نے کچھ نہ مانا یہاں تک کہ تاخیر کی مدت پوری گذری اور عذاب کا وقت پہونچا اور ملائکہ لڑکوں کی صورت میں لوطؑ کے پاس پہونچے وہ اپنے کھیت میں تھے پس ملائکہ نے کہا کہ اس رات ہم تمہارے مہمان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو مامور کر دیا تھا کہ اس قوم کو عذاب نہ کرنا یہاں تک کہ لوطؑ ان پر تین مرتبہ گواہی دے جب انکو لیکر گھر چلے تو انکو اپنی قوم کی بداعمالی جو مردوں کے ساتھ کیا کرتے تھے یاد آئی اور کچھ دور چلکر مہمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا

کہ تم کو معلوم ہی کہ اس شہر والے کیا حرکت کرتے ہین مجھے تو روئے زمین پر ان سے زیادہ بدکار کوئی نہین معلوم ہی بھلا مین تم کو کیونکر ایسی قوم مین
لیجاؤن جو تمام مخلوق سے بدکردار ہی یہ سنکر جبرئیلؑ نے ملائکہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم یاد رکھو یہ دو مرتبہ گواہی ہوگئی پھر جب دروازہ
تک پہونچے تو اُن سے شرم کھاکر اور اُنپر شفقت کرکے رونے لگے اور کہا کہ اے عزیزو میری قوم تمام مخلوق سے بڑھکر بدکردار ہی تم کو
نہین معلوم ہوا کہ یہ لوگ کیا بدفعل کرتے ہین مین تو روئے زمین پر اس سے بدتر کوئی شہر والے نہین جانتا ہون پس جبرئیلؑ نے کہا کہ دیکھو
یاد رکھو یہ تیسری بار پیغمبر نے اس قوم کی بدکرداری پر گواہی دی) اب تو عذاب ضرور ثابت ہوگیا پھر جب گھر مین داخل ہوئے تو ناگاہ
بڑھیا نے اوپر چڑھکر اپنے کپڑے سے بعضے لوگون کو اشارہ کیا (ظاہرا عادت کے موافق مہمانون کے خرچہ سے ناگواری ہوئی) اسکے اشارہ پر
فاسق لوگ خوش خوش دوڑتے آئے اور بڑھیا نے باہر نکلکر ان کے دریافت کرنے پر کہا کہ آج لوط مہمان لایا ہی مین نے ایسے خوبصورت
نہین دیکھے اور نہ ایسے معطر دیکھنے مین آئے یہ سنتے ہی وہ لوگ دروازہ کی طرف دوڑے پس حضرت لوطؑ نے نکلکر دروازہ بھیڑ دیا اور باہر کھڑے
ہوکر اُنکو اللہ تعالیٰ کی قسمین دلائین کہ مجھے مت رسوا کرو بھلا دنیا مین کسی بیچارہ کے مہمانون سے ایسا معاملہ کوئی کرتا ہی اور دیکھو یہ میری بیٹیان
یعنی اس قوم کی عورتین تمہارے لئے پاکیزہ تر ہین اُنھون نے آپکی عاجزی پر کچھ خیال نہ کیا اور چاہا کہ زبردستی گھر مین گھسکر مہمانون کو پکڑ لیجاوین اسوقت
حضرت لوطؑ نے اپنی عاجزی و بیکسی پر افسوس کیا جبرئیلؑ نے یہ حال دیکھکر درگاہ الٰہی مین عذاب کرنے کی اجازت چاہی اور کھڑے ہوکر لوطؑ سے
کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے فرشتے ہین اور آسمانی اپنی صورت جو بہت خوشنما ہی پیغمبر کی نظرون مین ظاہر فرمائی اور ان فاسقون کے تھپڑ مارا جس سے
اُنکی آنکھین چوندھیا گئین کہ انکو گھر کی راہ نہین سوجھتی تھی اور کہتے بھاگے کہ لوطؑ کے مہمان تو جادوگر ہین پھر ملائکہ نے لوط سے کہا تم اپنے لوگون
کو لیکر رات رہے نکل جاؤ اور ہم کو اور اُن کو چھوڑ دو یہ تجھے کچھ برائی نہین پہونچا سکتے ہین ایسا ہی محمد بن کعب القرظی و قتادہ و سدی وغیرہم
سے مروی ہی اب اس آیت کے اشارات سننا چاہیئے **فی العرائس** قوله ولما جاءت رسلنا لوطا سیٔ بہم وضاق بہم ذرعا حضرت لوطؑ
کا ملال اپنی قوم کے فتنہ سے خوف کرکے مہمانون کے حال پر شفقت کی راہ سے تھا چنانچہ قوله ولا تخزون فی ضیفی تصریح ہی کہ مہمانون پر شفیق
وکریم تھے اور واضح ہو کہ ابراہیمؑ و لوطؑ دونون نے ملائکہ کو نہ پہچانا باوجودیکہ فراست نبوت اعلیٰ ہی اسوجہ سے کہ دونون مقام بسط و رجاء
مین تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم پر عذاب کا کچھ خوف نہ تھا اسیواسطے ملائکہ کو نہ پہچانا یہانتک کہ قوم کے حق مین مستحق عذاب ہونے کو
خود اپنے منھ سے حضرت لوطؑ نے بیان کیا حالانکہ اپنے اسرار سے ملائکہ کو پہچانتے تھے پس تقدیر نے حکم قضا رجاری ہونے کیلئے اُنکی ظاہری فراست
نظر پر پردہ کردیا بعض نے حکمت بیان کی کہ جب حکم الٰہی جاری ہونے کو ہوتا ہی تو اہل عقل پر تقدیری پردہ ہوتا ہی چنانچہ دیکھو حضرت
ابراہیمؑ کو نبوت و خلت و رسالت حاصل تھی پس اُنکی فراست کے مثل کسکی فراست ہوسکتی ہی پھر بھی ملائکہ کو نہین پہچانا کیونکہ فراست مسدود
کردی گئی تھی جیسے آنحضرت صلعم سید المرسلین و ملائکہ پر پردہ کردیا گیا جبکہ منافقون نے حضرت صدیقہؓ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان
عظیم باندھا تھا پس آنحضرت صلعم پر حال خفیہ رہا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہ کی شان مین پاکیزگی بیان کرنے کو قرآن پاک نازل
فرمایا اسی طرح لوطؑ پر التباس رہا یہانتک کہ عذاب کا حکم ہوگیا واضح ہو کہ جب لوط علیہ السلام اپنی قوم کی طرف سے شدت امتحان مین پڑے
تو قوم کو بدکاری سے دور کرنے کیلئے قوت و رکن شدید چاہا بقوله تعالیٰ قال لو ان لی بکم قوة او آوی الی رکن شدید حضرت لوطؑ نے اپنے آپکو
مقام امتحان مین دیکھا اور مکاشفہ و مشاہدات کا دروازہ بند دیکھا اور یہی پایا کہ مین خوف و مکر مین مبتلا ہون و تمنا کی کہ کاش مجھے اس
ساعت بھی صفت قدرت سے اتصاف ہوتا جیسے اس امتحان سے پہلے میرا حال تھا تو البتہ مین اس قوم کو کفر و معصیت سے دور کرتا یا

رکن شدید سے تکیہ لیتا یعنی عدم کے گوشہ میں اگر مجھے جگہ مل جاتی تو وہیں جگہ لیتا اور اس قوم کے دیکھنے سے راحت پاتا۔ یا عالم ملکوت سے اس قوم کیلئے
عذاب لاتا یا قوم کیلئے دعا کرتا اگر مجھے زبان بانی حاصل ہوتی جس سے انکو راہ ہدایت بتاتی اور اپنے اوپر حقوق الٰہی پہچانتے۔ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں
کہ معرفت اگر میرے قبضۂ قدرت میں ہوتی تو تم کو وہاں تک پہونچا دیتا۔ بعض نے کہا کہ اگر مجھے تم پر بد دعا کی جرأت ہوتی تو بد دعا کرتا یا رکن
شدید کی طرف جگہ لیتا یعنی علم غیب جانتا کہ تمہارا انجام سعادت یا شقاوت میں سے کس طرف ہے تو اسی پر بھروسا کرتا۔ پھر جب کام پورا ہوگیا
اور ملائکہ نے حال کھول دیا اور کہا کہ یہ قوم صبح کے وقت ہلاک ہوگی لقولہ ان موعدہم الصبح الیس الصبح بقریب۔ تو خاموش ہوئے اور شاید انھوں نے
خواہش کی تھی کہ کسی طرح گمراہی کے درمیان سے جلد باہر ہو جاؤں اور قرب رحمت و مشاہدۂ قدرت میں داخل ہو جاؤں اور الٹی باتیں
و منکرات دیکھنے سے راحت پاؤں تو ملائکہ نے تسلی کر دی کہ وقت تو بہت قریب ہے۔ گویا لوطؑ نے قوم سے یہ کہا کہ کاش اگر مجھے قوت ازلیہ ہوتی تو میں
تم کو ہلاک کرتا یا رکن شدید یعنی حضرت ملکوت میں جگہ لیتا اور تمہاری صحبت و دید امعیت سے نجات و راحت پاتا۔ پھر ملائکہ کے وعدہ کا انتظار
کرنے لگے تو کہا گیا کہ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے۔ عارفوں پر واردات غیب کا اور طلوع صبح مشاہدہ کا انتظار بہت سخت ہو جاتا ہے۔ سری سقطی
سے حکایت ہے کہ ابرار کے دل انتظار کا تحمل نہیں کر سکتے ہیں۔ قال المترجم پھر میں تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ الغرض جب ملائکہ نے لوطؑ کو نکلنے
اور اپنے اہل کو قوم میں چھوڑنے کا حکم کیا تو لوطؑ مع اہل و عیال کے جو ایک گھر میں تھوڑے رہتے تھے روانہ ہوگئے اور غالب کہ اسقدر وقت سے حکم
دیا تھا کہ ان گاؤں کی حد سے قبل صبح کے باہر ہو جاویں چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بحکم عذاب حاصل کر لیا تھا چنانچہ فرمایا

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۝

پھر جب پہونچا ہمارا حکم کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر نیچے اور برسائیں اُسپر پتھریاں کنکر کی تہ بتہ

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝

نشان بنائیں تیرے رب کے پاس اور نہیں وہ بستی اُن ظالموں سے کچھ دور

ع ١٥ / ٧

فلما جاء امرنا۔ پھر جب آگیا ہمارا امر یعنی وہ وقت جو عذاب کیلئے موعود تھا یا آگیا عذاب ہمارا جو اس قوم کیلئے مقدر تھا تو اُس کی
کیفیت یوں ہوئی کہ جعلنا عالیہا سافلہا۔ ہم نے ان گاؤں کے عالی یعنی اونچے کو سافل یعنی نیچے کر دیا یعنی اس ہیئات پر لوٹ دیا
کہ اونچا نیچے اور نیچا اونچے ہوگیا اور یہ فعل الٰہی بواسطہ ملائکہ کے واقع ہوا جیسے عادت الٰہی دنیا میں جاری ہے اور اسکی کیفیت حضرت مجاہدؒ سے
یوں مروی ہے کہ صبح ہوتے حضرت جبرئیلؑ نے ان مواضع کو اسکی زمین کے اتصال سے قطع کر کے مثل تختہ کے اپنے بازو پر اٹھا کر آسمان کو بلند
کر کے لوٹ دیا کہ اونچا نیچے و نیچا اونچے ہوا پس جو عذاب اس قوم کو پہونچا کسی قوم کو نہیں پہونچا۔ مروی ہے کہ یہ پانچ موضع تھے جنمیں سدوم سب سے
بڑا موضع تھا اور انھیں کو مؤتفکات کہتے تھے اور سب لونڈے بازی و مردوں سے اغلام کرنے میں مشہور تھے حالانکہ ان لوگوں سے پہلے کسی قوم
سے یہ بدفعل نہیں واقع ہوا پس انکو عذاب بھی ایسا سخت پہونچا جو کسی قوم کو نہیں دیا گیا تھا پہلے انکی آنکھیں پتھرائیں پھر مواضع لوٹ دیئے گئے
وامطرنا علیہا حجارۃ من سجیل۔ اور برسائے ہم نے اُن پر پتھر سجیل سے۔ کہتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے جسوقت عذاب کیلئے اٹھایا اُسوقت
گرم آگ سے پتھر برسے یا اس گاؤں کے لوگ جو اسوقت باہر تھے اُن پر برسے یا مواضع اُلٹے جانے کے بعد برسے بہرکیف جب اللہ تعالیٰ کو عذاب دینا
منظور ہوا تو ایسا عذاب انکو پہونچنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی اور اہل تفسیر نے اسکی کیفیت بیان کرنے میں بہت طول دیا حالانکہ کلام الٰہی میں بہت
مختصر مذکور ہوا اور ایسے عنوان سے بیان ہے کہ اسکے ضمن میں علوم قلبی و اسرار عجیب شامل ہیں جنکو بیان میں لانا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے لہذا اُس کی

ظاہری کیفیت سے بحث کرنا بیفائدہ ہو اور یہ ظاہر ہے کہ ظاہری کیفیت کسی حدیث مین مروی نہین اور اسقدر زمانہ دراز سے اسوقت تک
ایک معتبر آدمی کی زبانی دوسرے معتمد شخص کا روایت کرنا ممکن نہین تو خواہ مخواہ اکثر باتین یہود و نصاری کے عالمون سے لیگئی ہین اور معلوم
ہے کہ وے لوگ اپنی کتابون کو مہذب کرنیکے لائق جانکر کیسی کچھ تحریف کرتے چلے آئے تو بھلا ان قصون مین کیونکر انکی زبانی اصلی کیفیت معلوم ہوسکتی
ہے اور ہمکو حکم ہے کہ انکی روایتون کو نہ مانین اور نہ جھٹلاوین اسلیے ہم سکوت کرتے ہین اور صرف اسقدر یقین کرتے ہین جسقدر قرآن پاک مین
ذکر ہے تو ہم جانتے ہین کہ یہ سچ ہے جو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم نے اون پر سجیل سے پتھر برسائے بعض علماء نے کہا کہ سجیل ایک مقام ہے اور بعض نے
کہا کہ سجیل کے معنی پکی اینٹ پس مراد یہ کہ پکی اینٹ کے کھنجر اور بعض نے کہا کہ سجیل معرب سنگ گلین ہے اور یہ کھنجر کے معنی مین ہے اور بعض نے کہا کہ
سجیل وسجین ایک ہے اور سجین کے معنی قولہ تعالی وما ادراک ما سجین کتاب مرقوم سے ظاہر ہین بالجملہ اسکی اصل حقیقت کا علم مثل اور چیزون کے
حضرت خالق عز وجل ہی کو ہے ہم کو اس سے کچھ زیادہ بحث نہین ہے و قولہ تعالی مَّنضُودٍ صفت سجیل ہے اور یہ مؤید ہے کہ سجیل معرب
سنگ گلین ہے کیونکہ منضود ونضید کے معنی یا تو یہ ہین کہ ایک پر دوسرا لگا ہوا جیسے کیلے دخرما کے گودھ مین ہوتا ہے اور مقصود یہ کہ پتھر بہت
کثرت سے تھے اور یا یہ کہ پے درپے جیسے پانی کی بوندین برستی ہین و قولہ تعالی مُّسَوَّمَةً بصیغہ مؤنث اسم مفعول کے حجارة سے حال ہے اسوجہ سے
کہ حجارة اگرچہ نکرہ ہے لیکن موصوف ہے اور نکرہ موصوفہ سے مثل معرفہ کے حال جائز ہے اور معنی اسکے معلمہ یعنی اسپر نشان وعلامت تھی حسن بصری
وسدی نے کہا کہ ہر پتھر پر مہر سی لگی تھی اور بعض نے کہا کہ ہر کافر کے پتھر پر اسکا نام تھا۔ فراء نے کہا کہ یون بیان کیا جاتا ہے کہ ہر پتھر پر سرخ
وسیاہ لکیرین تھین اقول یہ قتادہ وعکرمہ سے مروی ہے۔ ابن جریج نے کہا کہ ان پتھرون پر ایک خاص نشانی ایسی تھی جس سے بالیقین
معلوم ہو جاتا کہ یہ زمین کے پتھرون کے مانند نہین ہین الحاصل اس قوم پر جو پتھر عذاب کے برسے وہ گوندھے ہوئے یا بوندون کی طرح پے درپے
بکثرت تھے اور ہر ایک پتھر پر نشان تھا۔ عِندَ رَبِّكَ۔ تیرے پروردگار پاس سے یعنی خزائن الٰہیہ مین سے تھے یا حکم الٰہی مراد ہے اور خلاصہ
یہ کہ اللہ تعالی عز وجل کے واسطے کوئی مقام نہین جہان سے آنا مراد ہو بلکہ ایسا کلام جہان مذکور ہے اس سے غیب وخزانہ قدرت یا حکم
حق مراد ہے اور یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے۔ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ۔ اور ایسے عذاب کے پتھرون کا برسنا ظالمون سے کچھ دور
نہین ہے یعنی ظالم لوگ جو اللہ تعالی کے رسولون سے کفر کرتے اور زمین مین فساد پھیلاتے ہین ان کو خوف کرنا چاہیے کہ ان پر ایسے پتھر
برسین۔ مجاہد نے کہا کہ اس کلام سے کفار قریش کو دہشت دلائی کہ ان کو بھی ایسا ہی عذاب نہ پہونچے جیسا کہ قوم لوط کو پہونچا۔ قتادہ
نے کہا کہ اس امت کے ظالمون سے ایسا عذاب کچھ دور نہین ہے۔ قال المترجم حدیث مین ہے کہ جسکو تم پاؤ کہ وہ قوم لوط کا فعل کرتا ہے تو فعل
کرنیوالے اور کرنے والے دونون کو قتل کر ڈالو یعنی ان دونون کا قتل کر دینا تم پر واجب ہے کما فی السنن عن ابن عباس مرفوعا۔ اور
حدیث مین ہے اس امت مین بھی یہ ہوگا کہ کچھ لوگ زمین مین دھنس جاوین اور بعضون کی صورتین بگڑ جاوین اور بعضی روایت مین
پتھرون سے ہلاکت بھی ہے اور بعض روایت مین اسکا وقت وہ زمانہ بتلایا کہ لوگ بیباکانہ فسق وفجور کے مرتکب ہون اور بعض روایات
مین علانیہ شراب خواری وچوری وزناکاری وامانت مین خیانت و بدکار کا سردار ہونا وغیرہ قریب پندرہ باتین فرمائین کہ جب ایسا کرینگے
تو بلائین اسطرح ٹوٹ پڑین گی جیسے لڑی ٹوٹ کر دانہ گرنے لگتے ہین یہان تک یہ تذکرہ ختم فرمایا اور چاہیے کہ عام لوگ اس سے عبرت حاصل
کرین اور خاص لوگ اس کیلیے انتہا علوم ودقائق سے فیضیاب ہون اور رہا قصہ تو یہ کوئی افسانہ نہین ہے جیسا کہ اسوقت کے بعض نیچر
ملحدون نے اپنی جہالت سے زعم کیا اور واضح ہو کہ بعضے مفسرین نے قرآن مجید کے ذکر سے بہت زائد روایات یہان بھی مانند دیگر

قصص الانبیاء کے ذکر کین جنکے ثبوت مین تامل ہو اور کوئی حاجت نہین اور اکثر یہ روایتین اگلی کتابون والون یہود و نصاریٰ سے لی گئی ہین حالانکہ اُنکی روایت کو نہ ہم جھٹلاوین نہ مانین یہی ہم کو حکم دیا گیا ہے اسیواسطے بہت سے قصص ہم نے حذف کر دیے ہین فاستقم ف

فی العرائس فی اشارۃ قولہ فلما جاء امرنا جعلنا عالیہا سافلہا۔ ابتدا ، فطرت و انتہا ، وجود مین جب معرفت کی نظر ، ہوتی ہے کہ مشاہدہ وکشف ملکوت سے اطمینان و سکون مین مطمئن ہون تو غیرت قدم ان پر امتحان کے بوجھ ڈالکر بلا ، مین مبتلا فرماتی ہے چنانچہ اہل جنت سے ادنیٰ مسکن زمین پر الٹ جاتے ہین اور قلوب احوال سے امتحان شہوات مین منقلب ہو جاتے ہین تاکہ خوب معلوم کرین کہ بارگاہ عظمت و جلال کبریائی مین تمام عرفان جہالت ہے۔ مرید لوگ اگر اپنے مشائخ پر تکبر کرتے ہین تو نفس کے ہاتھون گرفتار ہو کر خوار ہو جاتے ہین اور قرب منزلت سے دوری کے پتھر ان پر برستے ہین۔ قولہ وما ہی من الظالمین ببعید۔ ایسا خوار ہونا اور قرب منزلت سے دوری مین گرفتار ہونا ایسے لوگون سے دور نہ جانو جو اتباع سنت و طریقہ شریعت چھوڑ کر اتراتے ہین اور ایسے عذاب کے لائق ہونے کی علامت یہ ہے کہ متواتر اس سے گناہ و فسق و فجور ظاہر ہوتے ہین بعض نے قولہ فلما جاء امرنا الآیۃ سے نتیجہ اخذ کیا کہ جب حکم ازلی پہونچا تو جیسے ان کے دلون کو الٹا کر دیا گیا تھا ویسے ہی اُنکی ظاہری ہیأت بھی لوٹ دی۔ شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ قوم لوط کو جو سزا ملی اسی جہت سے ملی کہ نیک کام خود کرتے اور نہ دوسرون کو نصیحت کرتے اور کچھ پروا نہین کرتے تھے اور باتین بنا کر حرام و فحش باتین عمل مین لاتے اور کہا کہ جو لوگ اپنے خالق سے خوف چھوڑ کر شرع سے تجاوز کرتے ہین یا شرع مین خلاف تقویٰ تاویلین کر کے حرام کو حلال بناتے ہین اور مانند اسکے معاصی کے مرتکب ہوتے ہین وہ ظالم ہین اُن سے ایسا عذاب کچھ دور نہین ہے اول دور کیونکر ہوگا جبکہ ایسی بداعمالی سے اسکی قلبی و باطنی خوبصورتی مقلوب ہو کر فسق و فجور وغیرہ مین بدشکل ہوئی اور عذاب اسپر برستا ہے تو اگر دنیاوی چند روزہ زندگی مین یہ حال نہ کھلا تو اُسکو کچھ فائدہ نہین کیونکہ موت دور نہین تو پھر خواہ مخواہ قبر کا عذاب بھی طاری ہوگا پھر عذاب دور کہان ہوا۔ نعوذ باللہ من الضلال والعذاب۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منجملہ

عربی اذکار کے حضرت شعیب کا تذکرہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ

اور مدین کی طرف بھیجا اُنکا بھائی شعیب بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمہارا حاکم اُسکے سوا

وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور نہ گھٹاؤ ناپ اور تول مین مین دیکھتا ہون تم کو آسودہ اور ڈرتا ہون تم پر

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ○ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

آفت سے ایک گھیرنیوالے دن کی اور اے قوم پورا کرو ناپ اور تول انصاف سے اور نہ گھٹاؤ لوگون کو

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ○ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ

اُنکی چیزین اور نہ مچاؤ زمین مین خرابی جو بچ رہے اللہ کا دیا وہ بہتر ہے تم کو

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ○

اگر ہو تم یقین رکھتے اور مین نہین ہون تم پر نگہبان

ک۔ ارسلنا۔ الیٰ مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا۔ اور ہم نے بھیجا مدین کی جانب اُنکے بھائی شعیب کو۔ مدین حضرت ابراہیمؑ کے

بیٹے کا نام ہے اور مدین کی تمام اولاد بڑا قبیلہ ہوا وہ بھی مدین ہی مشہور ہوئے اور مدین نے ایک شہر آباد کیا وہ بھی مدین کہلاتا ہی کما فی قولہ
لما بلغ ما رمدین الآیۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ مین فرمایا ہی پس اگر یہان مدین سے قبیلہ مراد ہے تو معنی ظاہر ہین اور اگر
شہر مراد لیا جاوے جیسے بعض مفسرین نے کہا تو مزور ہی کہ مضاف محذوف ہو یعنی اہل مدین کیونکہ اخاہم کی ضمیر مدین کے لوگون کی طرف
راجع ہی مقریزی نے خطط مین لکھا کہ مدین حضرت شعیب کی امت ہین اور یہ لوگ مدیان بن ابراہیم خلیل کی اولاد ہین اور مدیان
کی بیوی کا نام قنطورا تھا وہ یقطان کی بیٹی اہل کنعان مین سے تھی جس سے آٹھ بیٹے ہوئے جنکی اولاد بڑا گروہ ہو گیا اور شہر مدین بحر قلزم
کے کنارے پر تبوک کے محاذی اُس سے چھ مرحلہ دور واقع ہی اور تبوک سے بڑا قصبہ ہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اول مرتبہ مصر سے تنہا
بھاگے تو اسی شہر کے کنوین پر ٹھہر کر شعیب کی بکریون کو پانی پلایا تھا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مدین عرب کا ایک قبیلہ تھا جو حجاز و
شام کے درمیان ایک شہر مین بستے تھے جو انھین کے نام پر مدین مشہور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس شعیب کو رسول کر کے بھیجا اور شعیب
انھین مین سے سب سے شریف النسب تھے بعض نے لکھا کہ جمہور کے نزدیک مدین عجمی لفظ ہے تو اسکے وزن پر اشکال نہین اور بعض نے کہا کہ
عربی لفظ ہی تو اس صورت مین وزن فیعلاً بفتح الیاء ماخوذ از محاورہ مدن بالمکان یعنی وہان قیام کیا مگر یہ وزن نادر ہے اور بعض نے
کہا مہمل ہی اور بعض نے کہا مفعلاً ماخوذ از دان ہی تو بھی شاذ ہی اقول بقول مقریزی اصل لفظ۔ یان موافق نام مدیان بن ابراہیم ہے
اور شاید کہ انھون نے عجمی نام رکھا ہو اور بہر حال مین وہ غیر منصرف لفظ ہی یہی قول ابن النحاس کا ہے اور ابن کثیر نے جبکہ اس قبیلہ کو
عرب مین سے قرار دیا تو قابل بحث ہی جسمین عربیت سے واقف آدمی غور کرین اور معنی کی نظر سے عرب مین سے ہونا اقرب و اصح
معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک مین عرب کو اکثر انھین وقائع سے عبرت و نصیحت دلائی جو انکی سرزمین مین واقع
ہوئے سوائے چند وقائع کے جو کمال شہرت کی وجہ سے عرب کے نزدیک مثل ان کے ملک کے واقعات کے تھے بالجملہ انھین مدین
کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا اور بھائی ہونا کچھ دین کی راہ سے نہ تھا بلکہ نسب کی راہ سے تھا اور شعیب بے شبہ عربی لفظ ہے
اور نسب انکا یہ ہی شعیب بن میکائیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم ؑ تو شعیب علیہ السلام اسی قبیلہ مدین مین سے ان سب سے اشرف
تھے۔ فوائد حدیث سے ثابت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم مین سے اسکا نبی سب سے اشرف خاندان کا بھیجا اگرچہ وہ فقیر ہو۔ پھر شعیبؑ
کی نصیحت و تعلیم کا حال بیان کیا کہ مثل اور انبیاء کے شعیب نے جو خطیب الانبیاء کہلاتے ہین پہلے قوم کو وہ بات بتلائی جو سب سے
زیادہ فرض ہی۔ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ۔ کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی اپنے خالق معبود کی توحید کرو کیونکہ
اللہ تعالیٰ پاک نام ہے تمام مخلوقات کے خالق مالک بےمثل و مانند قادر کا جسکی تمام صفات کاملہ مین اُسکا کوئی شریک نہین ہی تو جب کہا
کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو گویا کہا کہ معبود اپنا اسکو جانو جو وحدہ لاشریک ہی یہی توحید اسلامی ہی اسی واسطے جو کوئی کہ شرک کرے یا تدبیر
پر اعتماد و بھروسا کرکے تقدیر کو نہ مانے اُسنے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا اگرچہ منھ سے کہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہین یا جو کوئی کہ اللہ تعالیٰ پاک کیلئے جورو
یا بیٹا بتلاوے اسنے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا بلکہ اُسنے اپنا خدا ایسی چیز کو بنایا جسکا بیٹا و جورو ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ایسی چیزون سے
پاک ہی سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم تو اسنے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا اسیواسطے دیکھو اہل کتاب یہود و نصاریٰ اگرچہ زبان سے
خدا کو مانتے ہین لیکن حقیقت مین اپنے گڑھے ہوئے خیال کو اپنا معبود بنا لیا ہے تو قرآن مین صاف فرما دیا کہ قاتلوا الذین لا یؤمنون
باللہ ولا بالیوم الآخر یعنی مومنون کو حکم دیا کہ جہاد کرو ان لوگون سے جنکا یہ حال ہی کہ اللہ تعالیٰ کو نہین مانتے ہین لہذا جب اللہ تعالیٰ

کی توحید سب سے مقدم فرض تھا تو پہلے قوم کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو اسی طرح یقین کرو جس توحید پر وہ پاک ہے تب
تمہاری عبادت البتہ اپنے خالق کی عبادت ہوگی ۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ اسکے سوائے تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو اپنے دل سے
کوئی معبود مت بناؤ حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مانند کسی دوسرے کا کہنا اپنے اوپر فرض جانے اور مانے تو اسی کو اسنے اپنا معبود
بنالیا اسیواسطے اگلے یہود و نصاریٰ جنکا اعتقاد تھا کہ جو حبر و قسیس ، راہب کہے وہی فرض ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے مشرک فرمایا اور کہا
کہ انھون نے معبود بنالئے لقولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم ۔ اور اس زمانہ مین بھی نصرانیون
کی یہ کیفیت ہے کہ بڑا پادری و بشپ اکثر سفارش سے روپیہ لیکر روزے معاف کردیتا ہے اور عام نصرانی اسکی معافی پر معاف ہونیکا یقین
کرتے ہین تو انبیاء علیہم السلام کے موافق حضرت شعیبؑ نے قوم کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے تمہارا کوئی معبود نہین ہے اور پیغمبر کا حکم
خود نہین ہوتا بلکہ وہ فرماتا ہے کہ تمہارے رب کا یہ حکم ہے ۔ سراج مین توحید پر یہ دلیل عمدہ لکھی کہ دیکھو ہزارون پیغمبر گذرے اور اُن کے
ملکون مین ہزارون کوس کا فاصلہ اور اُن کے زمانون مین ہزارون برس کا فرق تھا مگر سب نے اپنی قوم کو یہی توحید کا اعتقاد
سکھلایا تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ہر ایک سچا پیغمبر تھا اور یہی توحید بیشک برحق ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ۔ پھر جب انکو تعلیم
کردیا کہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل کا حق ہر حال مین اپنے اوپر فرض جانو اور تمہارا جی چاہے یا نہ چاہے اُسی کو سچ جان کر عمل کرو تو پھر
انکو تعلیم کیا کہ آپس مین تمام مخلوق مین عدل کا برتاؤ کرو اور جو فعل بڑا ظلم بعد شرک کے کرتے تھے اُس سے منع کیا لقولہ ۔ وَلَا
تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ ۔ اور کم مت کرو مکیال و میزان مین ۔ فی السراج یعنی نہ ناپ مین اور نہ ناپنے کے برتن مین اور نہ تول
اور تولنے کے باٹ مین ۔ اور ناپ تو یہ ہے کہ کسی برتن سے کوئی چیز باعتبار کمی و زیادتی کے برابری پر اندازہ کی جاوے اور وزن یہ ہے
کہ باٹ سے ہلکے و بھاری ہونے کی راہ سے برابری کی جاوے انتہی ۔ حضرت شعیبؑ نے قوم کو ناپ تول مین کمی سے منع کیا کیونکہ یہ لوگ
باوجود کفر کے یہ بدفعلی بھی کرتے تھے اور اُنکی عادت تھی کہ جب وہان بیوپاری اناج لاتا تو بڑھتی پیمانہ سے لیتے یا تول کی چیز مین بڑھتی
باٹون سے رواج ظاہر کرتے اور جب خود فروخت کرتے تو چھوٹے پیمانہ اور کم باٹ سے دیتے تھے تو دونون حالتون مین اُنکو عدل
سے تجاوز کرنے کو منع کیا اور کہا ۔ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ ۔ مین تم کو بھلائی کے ساتھ دیکھتا ہون یعنی اب تو تم نعمت و ثروت رکھتے ہو ایسی
گھٹی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر ناشکری و بندون کو ضرر مت پہونچاؤ بلکہ شکرانہ مین بھر پورا اور کچھ بڑھتی دینے سے گئے تو بھلا
کمی تو نہ کرو جس سے خدا کے غضب مین پڑو ۔ وَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۔ اور مجھے تم پر عذاب روز محیط کا خوف
ہے یعنی تم پر ایسا دن نہ آئے جسمین تم کو سب طرف سے عذاب گھیر لے پس یہ دنیاوی عذاب سے خوف دلایا کیونکہ عذاب آخرت کا
خوف بعد ایمان کے ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ مراد عذاب آخرت ہے اور معنی یہ ہین کہ مجھے تم پر اسدن عذاب ہونے کا خوف ہے جو دن
سب کو گھیر لیگا یعنی روز قیامت اور مراد یہ کہ اُس دن کے عذاب سے کوئی بدکار مستوجب سزا کو چھٹکارا نہ ہوگا اور ابن عباسؓ سے
روایت ہے کہ عذاب سے مراد غلہ کی گرانی ہے جیسے خیر سے مراد ارزانی ہے پس معنی یہ ہون گے کہ مین اب تم کو سستے بھاؤ مین آسودہ
دیکھتا ہون تو ڈنڈی نہ مارو یا دھوکا نہ کرو کہ مجھے تم پر قحط دکال کا خوف ہے بعض نے کہا کہ ابن عباس کی مراد یہ ہے کہ اسوقت خیر و
بہتری مین ہو از انجملہ ارزانی ہے اور تم پر خوف عذاب کا ہے جسکی صورتون مین سے گرانی سے ہلاکت بھی ہے پھر ان کو تاکید فرمائی
بقولہ ۔ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۔ اور اے قوم تم پورا دو ناپ و تول کو عدل کے ساتھ ۔ پہلے تو لوگون کو

کمی کرنے سے منع فرمایا اور اب انکو بغیر کمی بیشی کے پورا دینے کا حکم دیا تو بیان مین خوب اہتمام ہوگیا اگرچہ حدیث مین جھکتا ہوا حق دینے پر فضیلت آئی ہے لیکن حضرت شعیب نے ایسی قوم کو ہدایت کی جو کم دینے پر عادی تھے تو انکا پورا دینا اول مقصود تھا کیونکہ واجب ایسیقدر ہے علاوہ اسکے یہ قوم جاہل تھی اور بعض صورتون سے بڑھتی دنیا بھی منع ہے اور وہ ان سب صورتون مین ہے جنمین سود ہوتا ہے اور تمام مقام کو کتاب الربوا فتاوی ہندیہ سے معلوم کرو اسلئے ان کو حق واجب پر چھوڑا بلکہ بعضے ثواب کی بات جس سے خوف ہو کہ آخر گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوگا تو ایسی بات کو چھوڑنا ثواب ہے جیسا کہ فقہار نے تصریح کردی ہے پھر اور زیادہ انکی سمجھ کو اوپر چڑھایا اور کل چیزون مین اعتدال سے ہٹنے کو منع فرمایا - بقولہ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ - اور لوگون کے ساتھ انکی چیزون مین گھاٹا نہ کرو پس ناپ تول کی چیزین ہون یا کوئی اور ہون کسی مین گھاٹ نکرو - حدیث مین ملونی کرنا اناج مین اسطرح حرام کیا کہ من غش فلیس منا - جیسے اناج مین ملونی کرکے یا تری دیکر گھاٹ کی وہ ہم مین سے نہین ہے بعض احادیث مین ہر چیز مین اور ہر معاملہ مین خیانت وگھاٹ کرنیکی صورت مین یہی وعید فرمائی ہے کیونکہ ایسی حرکتون کا فساد تمام ملک مین پھیل جاتا ہے لہذا قوم کو تنبیہ کرکے منع کیا اور کہا - وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ - اور فسادی مفسد ہو کر زمین مین بگاڑ کرتے پھرو - اور خضر علیہ السلام نے جو یتیمون کی کشتی توڑ ڈالی تھی وہ بغرض فساد نہ تھی بلکہ ؎ صد درستی در شکست خضر ہست ؛ وہ بگاڑ نہ تھا بلکہ اس بگاڑ مین ہزار بناؤ تھے - اسی طرح چور کو یا رہزن کو سزا دینا یا خونی کو قصاص دینا کچھ فساد نہین بلکہ بالکل اصلاح ہے ایسے ہی شریعت موسیٰ علیہ السلام مین اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین جہاد کا حکم بالکل صلاح ہے اور جو شبہ کرتا ہے اسکو ابھی تک جہاد کے معنی ہی معلوم نہین ہین اور ہم نے سابق مین تفصیل کردی ہے - بَقِيَّتُ اللّٰهِ - رسم الخط قرآنی مین صرف اسی مقام پر بقیت کو تار کشیدہ سے لکھا جاوے - خَيْرٌ لَّكُمْ - جو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا وہ تمھارے لئے بہت اچھا ہے - ابن جریر وغیرہ مفسرین نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ناپ تول تجارت مین ہر حقدار کا حق پورا دینے کے بعد جو نفع حلال تمھارے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا وہ گھاٹ کرنے اور کم دینے سے تمھارے حق مین بہتر ہے اسمین تمھارے لیے برکت وخوبی ہے - مجاہدؒ نے کہا کہ بقیۃ اللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کی بندگی وفرمانبرداری کرنا - ربیعؒ نے کہا کہ وصیت الٰہی - اقول یہ کلام عمدہ ودقیق ہے کیونکہ فرمانبرداری سے آدمی حلال کمادیگا تو اسمین برکت ہوگی اور مابعد کا ثواب آخرت مین بہت زیادہ ہوگا مانند قولہ تعالیٰ والباقیات الصالحات خیر عند ربک الآیۃ - ابن عباسؓ نے کہا کہ بقیۃ اللہ یعنی رزق الٰہی - قتادہ نے کہا یعنی پروردگار کی طرف سے تمھارا نصیب - اگر کہا جاوے کہ حضرت شعیبؑ کی نصیحت سے قوم کا اس حکم پر فرمانبرداری کرنا ان کے لیئے کیونکر مفید وبہتر ہوگا جب تک ایمان نہ لاوین تو جواب یہ کہ اسیواسطے آگے فرمایا - اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - اگر تم مومن ہو یعنی یہ سب اس شرط سے بہتر ہوگا کہ تم ایمان لاؤ کیونکہ برکت وثواب ونجات حاصل ہونے کیلئے ایمان شرط ہے - کذا فی البیضاوی - بعض نے کہا کہ حرف ان یعنی اگر یہان شرطیہ نہین بلکہ نیکی پر بڑھاوا دینے کے طور پر ہے جیسے باپ اپنے بیٹے کو کہے کہ اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو یہ سبق جھٹ پٹ یاد تو کر ڈالو حالانکہ کچھ شک نہین کہ وہ بیٹا ہے اور یقینی بات پر اگر بولتے ہین اقول یہ قول کچھ ٹھیک نہین کیونکہ ابھی انکا ایمان لانا اور شعیب کو سچا جاننا ظاہر نہین ہوا بلکہ جواب انکار خلاف ہے اور خود شعیبؑ نے فرمایا - وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ - اور مین تم پر کچھ بھی حافظ ونگہبان نہین ہون یعنی مین اس بات کا نگہبان وذمہ دار نہین کہ تم کو گناہون مین پڑنے سے بچاؤن اور تمھارے سب کام نیک راہ پر رکھون بلکہ مجھ پر فقط نصیحت فرض ہے وہ مین نے پوری کردی چاہو مانو تو بہتر ہوگا اور نہ مانو تو تمھارا حساب تمھارے پروردگار کے

تمضہ مین ہو یا یہ معنی کہ مین تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا نگہبان نہین ہون جبکہ تم بداعمالیان نہ چھوڑو یعنی ڈرو کہ اگر بدفعلی نہ چھوڑوگے تو
شاید تم پر عذاب آوے کہ تم اور تمہاری نعمتین سب فنا ہوجاوین اور پھر تم ہمیشہ کیلئے عذاب مین پڑے رہوگے مین تمہارا نگہبان
نہین ہوسکتا ہون ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انی اراکم بخیر وانی اخاف علیکم۔ خیر سے دنیا کی بھلائیان مراد ہین جو استدراج کا محل
ہوتا ہی اور استدراج یہ ہی کہ دنیاوی نعمتون کو دیکھکر آدمی یہ خیال کرے کہ مین اپنی خوبی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہون کہ مجھے
اسقدر نعمتین عطا فرمائی ہین حالانکہ اکثر ہوتا ہی کہ بدکار وفاجر جسکے حق مین آخرت کا عذاب شدید ہے دنیا مین وہ سب کچھ دیدیا گیا
اور اس حقیر چیز پر اسنے آخرت برباد کردی پس یہ چیزین محل استدراج وامتحان ہین اور اگر شعیبؑ ان لوگون مین آخرت کی بھلائی
دیکھتے تو ان پر خوف نہ کرتے اور جو لوگ کہ عارف ہین جب اپنے آپکو اونچے درجات وبلند مقامات واستقامت پر دیکھتے ہین توانکا
خوف بہت زیادہ ہوجاتا ہی کیونکہ انکو معلوم ہی کہ حق سبحانہ تعالیٰ غیور ہی پس اسکے سامنے حوادث کو بلندی واستقامت نہین ہوسکتی
مگر بقا رالحی القیوم اسیواسطے دیکھو آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اعلمکم باللہ واخوفکم منہ۔ کمافی الصحیح یعنی
صحابہؓ کو کسی بات مین اپنی پیروی سے بڑھ چلنے کو منع کرنے مین سمجھایا کہ مین تم سب سے اللہ تعالیٰ کی شان کا عارف ہون اور اس سے
بہت زیادہ خوف رکھتا ہون پس دیکھو کہ زیادہ عرفان پر زیادہ خوف فرمایا بعض مشائخ نے کہا کہ ایمان والے کو اپنے اوپر ہر حال مین
استدراج کا خوف ہوتا ہے لیکن اسوقت زیادہ ہوتا ہی جب وہ آرام وآسایش مین ہو اور برابر اسپر نعمتین آتی جاتی ہون جیسے اس
آیت سے ظاہر ہی بعض مشائخ نے کہا کہ قولہ انی اراکم بخیر یعنی مین تم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتون مین دیکھتا ہون۔ قولہ وانی اخاف علیکم
اور مین تم پر خوف کرتا ہون کہ تم ناشکری کرکے برباد نہ ہو بقیت اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین یعنی اگر تم ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ کا قرب و
درجات وکرامات وخاصہ نعمتین جنت جو خیالات البشری سے باہر ہین تمہارے لیے اس سب سے بہتر ہین بلکہ ان سے اور آخرت سے
کچھ نسبت نہین لیکن قوم کے لوگ دنیا کو اچھا سمجھتے تھے اس لیے ان سے بہتر بتلایا پھر قوم مردود کا جواب سنو۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ

بولے اے شعیب تیرے نماز پڑھنے نے تجکو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دین جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے یا چھوڑ دین کرنا

فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝

اپنے مالون مین جو چاہین تو ہی بڑا باوقار ہے نیک چال والا

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ قوم کے سردار بولے کہ اے شعیب۔ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ۔ کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہی کہ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ
اٰبَآؤُنَآ۔ ہم اسکی عبادت چھوڑدین جسکو ہمارے باپ دادے پوجتے تھے یعنی بتون کی عبادت ہمارے باپ دادے بڑے
رتبہ والے بزرگ جیسے آپ کہان ہوسکتے ہین برابر کرتے چلے آئے اب تو نے ایک نئی نماز پڑھکر یہ نکالا کہ ہم ان بزرگون
کی راہ چھوڑدین۔ احنف نے کہا کہ شعیب نماز بہت پڑھتے تھے تو قوم نے طعنہ دیا حالانکہ قوم والے نماز کو اچھا نہین جانتے تھے
بعض نے کہا کہ نماز سے یہان شریعت مراد ہی یعنی تیری شریعت حکم دیتی ہی اعمش نے کہا کہ تیری قراۃ ولیکن اصلی ظاہر معنی
سے تاویل کی کچھ ضرورت نہین معلوم ہوتی ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ طعنہ سے کہا کہ تیری نئی نماز نے تجھے سمجھایا کہ تو ہم کو منع کرے کہ ہم
اپنے باپ دادون کی راہ سے خلاف کرکے بتون کی عبادت چھوڑدین اور خالی تیرے کہنے پر ایک معبود وحدہ لاشریک کے ہورہین

اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۔ یا اپنے مالون مین جس طرح ہمارا جی چاہتا ہو تصرف کرتے ہین اسکو چھوڑ بن۔ پہلا قول تو
اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کا جواب تھا اور یہ جواب انکی تطفیف سے منع کرنے کا ہو اور حرف یا یہان اور کے معنی
مین ہو اور ایک قراۃ مین او ان تفعل بتا اور ما تشاء آیا ہو اور معنی یہ کہ تیری نماز حکم دیتی ہو کہ تو ہمارے مالون مین وہ کرے جو تیرا
جی چاہے یعنی ہم کچھ اپنی خواہش پر نکر سکین یا طعنہ دیا کہ نمازین پڑھکر ہمارے مالون مین خواہش ڈالتا ہو اور باتون باتون مین
چاہتاہے کہ ہمارے مالون مین جو تیرا جی چاہے تصرف کرے۔ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ۔ تو بیشک سیدھا سلادا ہے
ابن عباس و دیگر علما مفسرین نے کہا کہ یہ لفظ ٹھٹھول کے طور پر کہتے تھے۔ حلیم درحقیقت وہ شخص ہو جو مخالفات مین تحمل
کرے اور مکروہات کو برداشت کرے اور رشید وہ ہو جو نیک چال چلن ہو۔ حسن بصری رح نے کہا کہ ہان واللہ حضرت شعیب کو اُن کی
نماز یہی حکم کرتی تھی کہ کفار قوم بت پرستی چھوڑین یعنی اور ناپ تول مین کمی کرنا چھوڑین اقول یہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر یعنی نماز بیشبہہ روکتی و منع کرتی ہو ایسی باتون سے جو فحش ہین اور اس بات سے جو شرع مین انکار
کی گئی ہو پس صحیح ہوا کہ شعیب کی نماز انکو آمادہ کرتی تھی کہ قوم کو نہی از منکر اور امر بمعروف کرین۔ ثوری رح نے کہا کہ قولہ ان نفعل
فی اموالنا ما نشاء یعنی زکوۃ ادا کرین۔ اقول یہ تفسیر بقراۃ دوم یعنی بتا صیغہ خطاب ہے پس عطف ان نترک پر ہوا بعض نے
کہا کہ قولہ انک لانت الحلیم الرشید یعنی اپنے نزدیک اپنے اعتقاد مین تو حلیم و رشید ہے پس طعنہ دیا کہ تو ہمسے جو توحید کرنے کو کہتا ہو
بتون کی عبادت و تطفیف سے منع کرتا ہے وہ تیرے اعتقاد حلم و رشد کے خلاف ہو بعض نے کہا کہ قوم انکو حلیم و رشید جانتی تھی مگر
کہا کہ تم ایسے ہو تو قوم کی مخالفت دین و اعتقاد مین تم پر شاق نہ ہونا چاہیے۔ اور اصح یہی ہو کہ قوم نے شعیب پر بدگمانی کی کہ
باتون سے ہمارے مالون مین دست درازی کرنا چاہتے ہین جنانچہ جواب دلالت کرتا ہو قولہ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مجکو سوجھ جی اپنے رب کی طرف سے اور اُسنے روزی دی مجکو نیک روزی اور

مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ

مین نہین چاہتا کہ پیچھے آپ کرون جو کام تم سے چھڑاؤن مین تو چاہتا ہون یہی سنوارنا جہان تک ہوسکے

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

اور بن پاناہے اللہ سے اُسی پر مین نے بھروسا کیا ہو اور اُسیکی طرف رجوع ہون

قَالَ يٰقَوْمِ شعیب نے جواب دیا کہ اے قوم ۔ اَرَءَيْتُمْ ہمے آگاہ کرو کہ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ اگر مین اپنے پروردگار کی طرف
سے کھلی حجت و بیان و ہدایت و بینائی پر ہون جس سے تم کو نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرتا ہون ۔ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا اور
اُس نے مجھے رزق دیا اپنی طرف سے یعنی خزانہ غیب سے بلا کسی ایسے فعل کے جو جائز نہ ہو ایسا رزق کہ وہ اچھا یعنی حلال و فراخ
ہے جسکے ہوتے ہوئے مجھے تمہارے مالون کی طرف کچھ بھی حاجت نہین ہو تو ایسی صورت مین بھلا مجکو کب روا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری
کرکے تم کو نہ سمجھاؤن اور وحی الٰہی کی تعمیل نکرون یا یہ معنی کہ اے قوم مجھے بتلاؤ کہ بھلا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے حجت واضحہ بوحی عطا فرمائی
جسمین گمان و وہم کو کچھ دخل نہین تو مین علم الیقینی پر ہون تو تم نے کیونکر طعن کیا کہ تو حلیم ہو اور تمہارا مطلب ہو کہ تو بیوقوف ہو خلاصہ یہ کہ شخص

اسطرح علم الیقینی از جانب حق تعالیٰ رکھتا ہو اور نور یقین سے اسکو بصیرت و بینائی حاصل ہو تمہین کہو کہ وہ کیونکر گمراہی و جہالت پر
ہو سکتا ہو اور جسکو اللہ تعالیٰ نے مال حلال فراخی کے ساتھ دیا ہو تمہین کہو کہ وہ کیونکر پرائے مال پر ہاتھ بڑھاویگا تو پھر تم کیا طعنہ دیتے ہو
کر تو رشید ہو یعنی نیک چال چلن لیکر یہ مطلب لیتے ہو کہ تیرا چال چلن اچھا نہین کہ تو ہم کو یہ حکم دیتا ہو کہ لوگون کے مال مین کمی کرو حالانکہ
تو در پردہ ہمارے مالون مین تصرف کرنا چاہتا ہو اور ظاہر مین کچھ کہتا اور باطن مین اسکے خلاف کرتا ہو لہذا فرمایا ۔ وَمَآ اُرِیۡدُ اَنۡ
اُخَالِفَكُمۡ اِلٰی مَآ اَنۡهٰكُمۡ عَنۡهُ ۔ اور میرا یہ ارادہ نہین ہو کہ جس کام سے تمکو منع کرتا ہون اسی کام کی طرف تم سے مخالفت
کرکے جاؤن ۔ زجاج نے کہا یعنی ایسا نہین ہون کہ جس کام سے تم کو منع کرون خود اسی کو کرون بلکہ جو بھلائی کی راہ اپنی ذات کیلئے
پسند کرتا ہون وہی تم کو نصیحت کرتا ہون اور میرا علم الیقینی بوحی الٰہی ہو ۔ اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ ۔ مین نہین چاہتا مگر اصلاح کردینا تاکہ
تمہارے اعتقاد و معاملات مین سے فساد دور ہو جاوے ۔ مَا اسۡتَطَعۡتُ ۔ جہانتک مجھسے ممکن ہے وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ اور مجھے
کچھ توفیق نہین مگر بقوت و طاقت الٰہی یعنی مین اصلاح اپنی طاقت بھر چاہتا ہون لیکن مجھے یہ طاقت پوری جبھی ملیگی جب اللہ تعالیٰ
عطا فرماوے اور اصلاح کے جسقدر سامان ہین وہ پورے کردے ۔ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ ۔ اسی پر مین نے بھروسا کیا یعنی سب کام جنمین تمہاری
اصلاح بھی ہو سب کی کوشش خوب کرتا ہون لیکن نظر میری اللہ تعالیٰ پر رہتی ہو اسی پر بھروسہ رکھتا ہون کہ یہ کام پورا کردے
وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ۔ اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہون کہ اے رب میرے مجھے کچھ قوت و طاقت نہین ہے تو ہی اپنے فضل سے
پورا کرادے ۔ مسئلہ تدبیر کرنا اور کام مین کوشش کرنا جہانتک ممکن ہو کوئی فریب خیانت نہ کرنا جو منع ہو یہ آدمی پر واجب ہو اور
کافر بھی یہی کرتے ہین لیکن مسلم و کافر مین صرف یہ فرق ہوتا ہو کہ اس کوشش مین کافر کی نظر اپنی طرف یا غیر اسباب کیطرف
ہوتی ہے اور مسلم کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے پس اسی نظر کا نام توکل ہو تو جب یہ کام پورا ہوا تو کافر اپنی کوشش پر خوش
ہو کر اسکی تعریف کرتا ہو اور مسلم اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتا ہے اور اگر یہ کام پورا نہ ہوا تو کافر کہتا ہو کہ اگر یون ہوتا تو ہو جاتا اور
ایسا نہ ہوا ورنہ پورا ہوتا اور رنجیدہ ہو کر افسوس کرتا ہو لیکن مسلم جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ تھی لہذا وہ کچھ رنج نہین
کرتا اور خوشی سے پھر کوشش کرتا ہے بعضے لوگون نے تقدیر و توکل کے یہ معنی سمجھے کہ خاموش آرام کرو اور کاہل و مجہول ہو کر بیٹھے
رہو کچھ کوشش مت کرو حالانکہ یہ بہت بری بات ہو کیونکہ تقدیر تو علم الٰہی ہو بندہ کو اس سے کچھ بحث نہین مگر اسقدر کہ مقدر ہوگا
ہو جائیگا ورنہ نہین لہذا جو مجہول لوگ کہا کرتے ہین کہ ہم کچھ تدبیر و کوشش نہین کرتے ہم تو توکل کئے ہین یا ہم تو اپنی تقدیر
پر شاکر ہین یہ لوگ جاہل بلکہ گنہگار ہین انکو کچھ علم نہین اور نہ آج تک توحید و توکل کے معنی سمجھے ہین اور ناحق اسلام کا نام بدنام
کرتے ہین واللہ تعالیٰ ہو الحافظ لدینہ القویم تفسیر ابن کثیرؒ مین اس آیت کی تفسیر مین ہو کہ قولہ رزقنی منہ رزقا حسنا بعض نے
کہا کہ رزق حسن سے مراد نبوت ہو اور بعض نے کہا کہ رزق حلال اور احتمال دونون باتون کا ہے ۔ قولہ ما ارید ان اخالفکم الخ ثوریؒ
نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ یہ نہین ہو کہ مین تم کو ایک کام سے منع کرون اور مین پوشیدہ تم سے اسکو عمل مین لاؤن اور ایسا ہی
قتادہؒ سے مروی ہو پھر شیخ نے مسند امام احمد سے اس مقام کے مناسب ایک حدیث حکیم بن معاویہ رضہ سے روایت کی کہ
حکیم نے کہا کہ میرے باپ معاویہ نے بیان کیا کہ میرے بھائی مالک نے مجھ سے کہا کہ اے معاویہ میرے پڑوسیون کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے گرفتار کرلیا ہے سو تو میرے ساتھ آنحضرت صلعم کے پاس چل کہ آنحضرت تجھ سے باتین کرچکے اور تجھکو پہچان چکے ہین پس مین بھائی

کے ساتھ گیا اُسنے آنحضرت صلعم سے کہا کہ میرے لئے میرے پڑوسیون کو چھوڑ دیجئے وے مسلمان ہو چکے ہین آپنے منہ پھیر لیا تو سر بعاتی غصہ مین اٹھ کھڑا ہوا اور بولا کہ واللہ اگر آپ ایسا کرینگے تو لوگ گمان کرتے ہین کہ آپ ہم کو ایک بات کا حکم دیتے ہین اور خود اسکے خلاف کرتے ہین آنحضرت صلعم نے فرمایا آئین یہ بات لوگون نے کہی ہی اگر مین ایسا کرون تو اسکا وبال مجھی پر ہوگا ان پر اسمین سے کچھ وبال نہین ہی پھر فرمایا کہ اسکے پڑوسیون کو اسکے واسطے چھوڑ دو - دوسرے طریق سے اس روایت کو نقل کیا اسمین ہی کہ میری قوم کے بعض لوگون کو آنحضرت صلعم نے ایک بات کی تہمت مین گرفتار کر کے قید کیا پس یہ شخص آنحضرت صلعم کے پاس ایسے وقت آیا کہ آپ خطبہ پڑھتے تھے اور کہا کہ یا حضرت میرے پڑوسی کس جرم پر گرفتار ہین اور کہا کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ آپ ایک بات کا حکم دیتے ہین اور خود اسکے خلاف کرتے ہین پس آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہین پس مین نے بیچ مین سے بات کاٹ دی اس خوف سے کہ ایسا نہو آنحضرت صلعم اس بدوی گنوار کی بات پر رنجیدہ ہو کر میری قوم پر بد دعا کرین کہ پھر کبھی اس قوم کو فلاح نہ ہو لیکن آنحضرت صلعم نے برابر پوچھا یہان تک کہ صاف ظاہر ہو گیا مگر اسی قدر فرمایا کہ آئین کیا یہ بات کہتے ہین یا کہا کہ ان مین ایسا کہنے والا بھی ہی اور واللہ اگر مین ایسا کرتا تو مجھی پر اسکا وبال ہوتا اور ان پر کچھ نہ ہوتا پھر فرمایا کہ اسکے پڑوسیون کو چھوڑ دو - اقول اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ جو کوئی اور دن کو ایک بات کا حکم کرے جسکو وہ اسکے کہنے سے عمدہ و بہتر خیال کرین اور یہ اسکے برخلاف عمل مین لاوے تو اس شخص پر وبال ہوگا مترجم کہتا ہے کہ دین کی نیک بات جو پہلے سے معلوم ہے دوسرے کو اسپر آمادہ کرنا اگرچہ خود نہ کرتا ہو بعضے علماء کے نزدیک تبرد ہی کیونکہ یہ تو فقط بھولے کو یاد دلانا ہوتا ہی اور اُسکا نیکی ہونا تو پہلے سے معلوم ہی اور تمام تفصیل فتاوی ہندیہ مین ہی - بیضاوی نے اس جواب کے فوائد مین کہا کہ اس طریق سے جواب مین بہت بڑی تنبیہ ہی کہ عاقل کو واجب ہے کہ ہر امر مین تین حقوق سے ایک لحاظ رکھے انمین سب سے بڑھکر حق آلہی ہی اور دوم حق نفس ہی اور سوم حق مخلوق ہی اور لکھا کہ قولہ علیہ توکلت یعنی مین نے اسی پر بھروسا کیا کیونکہ اسی کو ہر چیز پر قدرت ہی اور جو کچھ اسکے سوائے ہی یعنی مخلوقات تو وہ اپنی ذات مین منتبہ عاجز بلکہ نابود ہی اور اسمین خالص توحید کی طرف اشارہ ہی اور جسکو یہ علم بالیقین حاصل ہوا اسکو وجود کے اعلی مرتبہ کا علم ہوگیا اور قولہ والیہ انیب - اور مین اسی کی طرف راجع ہوتا ہون اسمین اشارہ ہی کہ آنحضرت علیہ السلام کو جیسے مبدا کا پورا علم حاصل تھا ویسا ہی معاد کا پورا علم تھا کیونکہ انجام سب کا اپنے خالق کی طرف رجوع ہی پھر لکھا کہ تمام کلام میں اول ایک تو اللہ تعالی سے ہر کام مین ٹھیک راہ صواب حاصل ہونے کی توفیق مانگی اور تمام امور مین اسی کی استعانت چاہی اور بالکل دل و جان سے اسی کی طرف رجوع کیا اور دوم کافرون کی طمع توڑ دی اور سوم ظاہر کیا کہ کافرون سے بالکلیہ نا رنج و بیفکر ہین پروا انکی دشمنی کی پروا نہین کرتے اور چہارم اُن کو خوف دلایا کہ پیغمبران کے ہاتھ سے ایذا پاکر جب اللہ کی طرف رجوع لایا تو سزا مین گرفتار ہون گے الخ — وفی العرائس قولہ وما ارید ان اخالفکم الی ما انہکم عنہ - یاد رکھو کہ اہل صدق و صفا کو خلق سے کسی سبب دنیاوی مین عداوت و بغض نہین ہوتا صرف جبھی غصہ آتا ہے کہ جب سے طریقہ سنت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرین اقول صحیح حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات مین کسی آدمی پر غضبناک نہوتے لیکن جب کوئی شخص شرع کی ہتک حرمت کرتا تو نہایت غضبناک ہو جاتے تھے - قال الشیخ اور اہل صدق کبھی مخلوق سے دل نہین ملاتے مگر جبھی کہ وے لوگ اپنی نفسانی خواہش کو ترک کر دین اور جو کچھ انکو نصیحت کرتے ہین وہ محض شفقت سے ہوتی ہی - شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ وہ واعظ کچھ نہین ہی جو خالی زبان سے نصیحت کرے اور اُسپر خود عمل کر کے نہ دکھلادے

کہ اسکے واسطے یعنی
اسکے پڑوسیوں کو
ثابت چھوڑ دو

چاہتا ہون تمھاری بھلائی اس سے میری ہے عزوجل حق ازجانب جو قوت ہے میں نیت و عقل میری یعنی استطعت ما الاصلاح الا ارید ان قولہ
ہون لیکن ہدایت یعنی نیک راہ پر ہوجانا اور توفیق میرے قبضۂ قدرت مین نہین ہے اور مجھے یہ طاقت نہین کہ جو حکم تم پر ازل مین جاری
ہوچکا ہے یعنی گمراہی و بدبختی اس سے تم کو نکال لون۔ قولہ وما توفیقی الا باللہ یعنی اگر مجھے نبوت و دلالت حاصل ہوئی تو میرے صفات کی
نہین ہے بلکہ ازل مین حق عزوجل نے اپنے علم قدیم سے مجھے اسطرح سرفراز فرمادیا ہے علیہ توکلت۔ اُسی پاک معبود عزیز قوی قدیر سے
مجھے سکون ہے کسی دوسری چیز سے نہین ہے اور جو اُسنے اپنے فضل عمیم سے وعدہ فرمایا اسپر مجھے پورا اعتماد ہے۔ والیہ اُنیب مشتاق ہو کر
اُسی کی طرف رجوع لاتا ہون بعض مشائخ نے قولہ ان ارید الا الاصلاح الخ مین کہا کہ میرا مقصد تمھاری درستی ہے بشرطیکہ توفیق آلہی مدد
فرمائے اور خود مجھے ایسی قدرت نہین ہے مگر جبھی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو۔ شیخ نہرجوری نے توفیق کے یہ معنی بیان فرمائے کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک عنایت بندہ کو خودبخود پہونچتی ہے جسمین کوئی سبب نہین ہوتا اور نہ بندہ کی طلب ہوتی ہے حضرت جنیدؒ
نے توکل کے یہ معنی فرمائے کہ اگر بندہ کو سخت ضرورت لاحق ہو تب بھی اُسکا دل کسی سبب کی طرف مضطر ہو اور حق عزوجل کے ساتھ
تسکین سے ٹھہرے ہونے سے جنبش نکرے انتہی ما فی العرائس۔ واضح ہو کہ تفسیر الجانظرہ مین اس مقام کے فوائد مین او ادیث واثار نقل
کیے از انجملہ ابو سلیمان الضبی نے کہا کہ ہمارے پاس عمر بن عبد العزیز خلیفۂ وقت کے خطوط آتے جنمین وہ ہم لوگون کو نیک کامون کے کرنے اور
بُرے کامون سے بچنے کا حکم و نصیحت لکھا کرتے اور آخر مین لکھتے کہ اس سب نصیحت کے بعد مین وہی کہتا ہون جو بندۂ صالح حضرت
شعیب علیہ السلام نے کہا تھا کہ ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب۔ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین روایت کیا ہے مسروقؒ
نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ آپ عورتون کو بالون مین بال جوڑنے سے منع فرماتے ہو
فرمایا کہ ہان بیشک۔ اُسنے کہا کہ آپکی بعض عورتون نے خود ایسا کیا تو فرمایا کہ ایسی صورت مین بندۂ صالح حضرت شعیبؑ کی وصیت
ما ارید ان اخالفکم الی ما انھاکم عنہ کو یاد نہین رکھا مترجم کہتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جو تو کہتی ہے یہ نہین واقع ہوا کیونکہ مجھے حضرت
شعیب کی وصیت یاد ہے تو اگر میرے یہان خود ایسا ہوتا تو مین اسکے برخلاف تم عورتون کو منع نہ کرتا۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم پھر شیخ حافظ
نے ایک حدیث اس مطلب کے لیے ذکر کی کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلعم کی طرف سے ایسی بات روایت کرے جو آپکی شان کے لائق نہین ہے
تو قطعاً جان لو کہ راوی جھوٹا کذاب ملعون ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تم ایسی حدیث مجھ سے روایت کی ہوئی سنو جس سے
تمھارے دل اُنس کرین اور تمھارے رونگٹے و کھال اُسپر نرم ہوجاوین یعنی دل پر اچھا اثر پیدا کرے اور تم دیکھو کہ تم سے یہ بات قریب ہے تو
یاد رکھو کہ وہ بات مجھ سے بہ نسبت تمھارے اور زیادہ قریب ہوگی یعنی بیشک وہ میری طرف سے صحیح ہے اور جب تم مجھ سے ایسی حدیث کی روایت
سنو کہ تمھارے دل اُس سے انکار کرین اور تمھارے رونگٹے و کھال اُس سے نفرت کرین اور سمجھو کہ تم سے ایسی بات ہونا بعید ہے تو یقین جانو کہ وہ
مجھ سے بہت ہی دور ہے رواہ احمد وقال الشیخ واسنادہ صحیح مترجم اسکی مثال ذکر کرتا ہے کہ صحاح کے سوا بعض نیچے درجہ کی
کتابون مین روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت جبرئیل سے شکایت کی کہ میری قوت باہ بہت کمزور ہوگئی ہے تو جبرئیل نے آپکو
ہریسہ کھانے کو بتلایا مترجم کہتا ہے کہ نقاد محدثین نے صریح تنبیہ کردی کہ یہ روایت بالکل موضوع و باطل ہے اسکی کچھ اصل نہین ہے
اور پتہ بتلا دیا کہ اس روایت کو جن لوگون نے بسلسلہ پہونچایا انمین فلان و فلان راوی جھوٹے بیباک لوگ تھے مترجم کہتا ہے کہ راویون
کے فاسق ہونیسے تو ظاہر ہی ہوگیا کہ روایت بنائی ہوئی ہے اور بحکم حدیث مسند صحیح مذکورۂ بالا بھی معلوم ہوا کہ یہ بات عالم ربانی سے

بعید ہے تو شان نبوت سے بالکل دور ہے دو وجہ سے ایک تو یہ شہوت کی جستجو ہے جسکا نتیجہ آخرت مین کچھ باقی نہین مگر بواسطہ۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلعم
کو اللہ تعالی نے پاک طاہر جامع کمالات بشری پیدا فرمایا تھا جہان کسی عیب کو دخل نہین دیا چنانچہ آپ سامنے آنکھون سے جیسے دیکھتے ویسے
ہی سر کی پشت سے دیکھتے تھے اور بعض صحابہ کی آنکھ جو جہاد مین تیر کے زخم سے نکل پڑی تھی اپنا لب لگا کر دوبارہ حلقہ مین جما دی جس سے
وہ نہایت بڑھاپے مین مرتے وقت تک ویسا ہی روشن دیکھتے تھے اور چالیس جوان زبردست قوی سے بڑھکر آپکو جماع کی قدرت تھی
جیسا کہ صحیح مین ثابت ہے تو پھر اس روایت موضوع کا کچھ بھی نشان ہے اور یاد رکھو کہ اگر کسی عالم نے اس روایت کو لکھکر اسکی کچھ توجیہ تاویل بیان
کی تو اس عالم کو یہ معلوم نہوا کہ یہ روایت موضوع ہے اور عالم کیسا ہی بزرگ عابد و زاہد تہجد گزار ہو وہ کچھ نبی نہین ہوتا ہے بس جب ہم نے
جان لیا کہ آنحضرت صلعم کو حضرت خالق عز و جل نے ہر عیب سے پاک معجزہ پیدا فرمایا تھا حتی کہ بڑھاپے کی سپیدی نہین ظاہر فرمائی تو یہ
عیب بالکل دور تھا پھر اسکا علاج ڈھونڈھنا جو کہے اسپر لعنت ہے کیونکہ اسنے پیغمبر افضل علیہ السلام پر تہمت باندھی اور اسکے حکم سے برخلاف
کیا۔ واللہ تعالی اعلم پھر حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو اپنی مخالفت پر عذاب سے ڈرایا۔ کما فی قولہ۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ

اور اے قوم نہ کمائیو میری ضد کر کر یہ کہ پڑے تم پر جیسا کچھ پڑا قوم نوح پر یا قوم

هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

ہود پر یا قوم صالح پر اور قوم لوط تم سے دور نہین اور گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور اسکی طرف

اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

رجوع لاؤ البتہ میرا رب مہربان ہے محبت والا

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ۔ لا یجرمن صیغہ نہی بنون تاکید از جرم یجرم اور ابن کثیرؒ سے ایک قراءت اجرم یجرم سے مروی ہے
ولیکن بیضاویؒ نے کہا کہ فصحاء کی زبان پر اسکا دوران کمتر ہے لہذا لغت فصیح وہی اول ہے اور یہ فعل متعدی بیک مفعول در بدو مفعول آتا ہے
یہان اسکا دوسرا مفعول لفظ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ۔ ہے اور جرم کے معنی کسب اے لا یکسبنکم یعنی تم کو کموا نہ دیوے یہ قول زجاج ہے۔ قتادہؒ
نے کہا اے لا یحملنکم یعنی تم کو آمادہ نہ کر دیوے۔ یہی مجاہد و سدیؒ سے مروی ہے اور اسی کو ابن کثیرؒ نے اختیار کیا۔ شقاق عداوت بقول زجاج
اور یہی سدی و مجاہدؒ سے مروی ہے اور قتادہؒ نے معنی فراق بیان کئے اور یہ بول چال ایسے وقت مین ہے کہ ایک دوسرے سے پھٹ چلے
اسطرح کہ ایک تو ایک شق وطرف اختیار کرے اور دوسرا اسکی عداوت سے دوسری طرف پھٹ جائے اور اصابہ پہونچنا۔ المعنی اور اے
قوم نہ کمائی کراوے تمکو میری عداوت یہ کہ تم کو پہونچے مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ۔ ایسا ہی عذاب جو پہونچا تھا قوم نوح کو یعنی طوفان
مین غرق ہوئے۔ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ یا قوم ہود کو یعنی ہوا کے طوفان سے ٹکرا کر مرے اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ۔ یا قوم صالح کو کہ سجیل پتھرون سے ہلاک
ہوئے الحاصل قوم کو نصیحت کی کہ تم مجھ سے عداوت کر کے پیٹھے پیٹھے نہ چلو اور اپنے گناہون پر ہٹ نکرو ایسا نہو کہ ایسی حرکت سے
ان قومون کو جو عذاب پہونچا ویسا ہی تم کو پہونچے اور تم ان قومون کے تاریخی حالات سے خوب واقف ہو اگرچہ انکو کچھ زمانہ گذرا
تو ان سے عبرت پکڑو۔ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ۔ اور قوم لوط تو تم سے دور نہ تھی۔ قتادہؒ نے کہا یعنی یہ قوم ایسی ہٹ گناہ پر
کرنے اور پیغمبر سے مخالفت کرنے سے ابھی کل کی بات ہے کہ تمہارے روبرو ہلاک ہوئی یعنی انکو تباہ ہوئے کچھ زمانہ نہین گزرا اور بعض نے کہا

کہ اس قوم کی بستیان تم سے دور نہ تھین۔ قال بلحاظ کلام مین دونون باتون کا احتمال ہے یعنی قوم لوط تم سے بہت قریب تھی نہ انکا زمانہ
دور تھا اور نہ انکی بستیان تم سے دور تھین عربی زبان کے موافق بعید صیغہ واحد کی جگہ بعیدین صیغہ جمع باعتبار کثرت افراد قوم کے اسواسطے
نہین فرمایا کہ مراد اہلاک قوم ہے یعنی ہلاک کیا جانا قوم لوط کا تم سے دور نہ تھا پس ہلاک کا لفظ دل مین سمجھا ہوا ہے اور قوم کثیر کا لفظ
سنایا تاکہ اچھی طرح ہولناک ہون کہ وہ اہلاک اس قوم کثیر جماعہ لاکھ پر طاری ہوا تھا اس لطیف بلاغت کو غور سے سمجھ لو جب حضرت
شعیب نے ان کو انکا خوفناک انجام سنا دیا۔ تو پھر عذاب واقع ہونے سے پہلے انکو ایسی بات بتلائی جس سے بجائے عذاب کے نعمت و
رحمت پاوین اگر کرین یعنی فرمایا۔ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ۔ اور مغفرت مانگو اپنے رب سے یعنی پچھلے گناہون کی معافی
چاہو پھر اپنے رب کی طرف رجوع کرو یعنی آیندہ کیلئے اسی کے حکم پر چلو اور کفر اور ناپ و تول مین کمی چھوڑ دو اِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ۔ بیشک
میرا پروردگار رحیم ہے بڑی رحمت والا ہے اسکی خاص رحمت تو مومنون کے ساتھ مخصوص ہے اور عام مین سب شریک ہین وَدُودٌ بڑی محبت
محبت والا ہے یعنی اپنے نیک بندون کو محبوب رکھتا اور ان پر بہت رحم فرماتا ہے ودود بتشدید دال بمعنی محبت ہے اور یہان مراد یہ ہے کہ جیسے
اہل مودت مین جو نہایت ودود ہوتا ہے وہ دوسرے کو لطف سے خوش کرتا ہے اور اسکو بھلائی پہونچاتا اور اس سے برائی دور رکھتا
ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے مومن بندون کو اپنی کاملہ قدرت سے سرفراز فرماتا ہے اور مقصود یہ کہ میرا رب رحیم ودود ہے اگر تم
اب بھی استغفار و توبہ کرو تو تم پر کرم و لطف و رحم فرماویگا۔ واضح ہو کہ پہلے تو فرمایا استغفروا ربکم۔ رب انکا کہا اور آخر مین ان ربی میرا
رب کہا اسمین نہایت لطیف اشارہ ہے کہ رحیم و ودود ہونے کی صفت مین میرا رب ہے اور جب تم میری راہ پر ہو تو تمھین بھی شمول ہوا اور
ہنوز تم قابل استغفار و توبہ ہو۔ فافہم ف۔ فی العرائس قولہ واستغفروا ربکم ثم توبوا الیہ الخ۔ اہل قرب و منزلت اپنی عبادت سے
استغفار کرتے ہین تو حکم مین اشارہ ہے کہ تمھارے دلون پر جو خطرہ گذرا کہ تم کو بندگی یا نافرمانی کی قدرت ہوئی اس سے استغفار کرو
کیونکہ بندگی یا معصیت کا تعلق بندہ کی قدرت پر نہین بلکہ اسی سعادت ازلی یا شقاوت ازلی سے متعلق ہے جو تقدیر الٰہی ہے اور
قولہ ثم توبوا الیہ یعنی اپنی طاقت و قوت سے بیزاری کرو یعنی یقین کر لو کہ بذات خود تم کو ایسی قدرت نہین ہے پھر جب تم نے ایسا یقین
کر لیا اور اپنی ہستی کے دیکھنے سے خارج ہو گئے تو اسوقت تم کو میرا رب اپنی معرفت کا لباس پہناویگا کیونکہ وہ اپنے عارف بندون پر
رحیم ہے اور اپنے مودت والون کے ساتھ ودود ہے اقول معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ اپنے رب کے ساتھ بہت محبت رکھتے ہین انکا پروردگار
بھی ان سے بہت محبت و رحم و کرم فرماتا ہے محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ جس شخص کے استغفار کا نتیجہ آئندہ کیواسطے سچی توبہ و رجوع نہ ہوا تو
یہ شخص استغفار مین جھوٹا ہے اسنے سچے دل سے نہین چاہا کہ اے میرے پروردگار میرے گذرے گناہ بخشدے کیونکہ اگر سچا ہوتا تو آیندہ ضرور
توبہ مین مضبوط ہوتا کہ اب مجھسے کوئی گناہ سرزد نہ ہو یعنی اگر اتفاقاً جہالت سے ہو جاتا تو اسی وقت شرمندہ و نادم ہو کر توبہ کرتا اور جس شخص
کی توبہ کا نتیجہ سچی محبت نہ نکلا تو وہ توبہ مین جھوٹا ہے اسکے نفس نے اسپر دھوکے سے ظاہر کیا کہ تو نے توبہ کر لی ہے اور حقیقت مین توبہ کا
اثر اسکے دل مین نہین ہے اور دلیل اس تمام کلام کی یہ ہے کہ فرمایا استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ۔ پہلے استغفار کو فرمایا پھر اسپر توبہ کو مرتب کیا
جو اس استغفار کا نتیجہ ہے تو استغفار ٹھیک ہوا پھر توبہ کرنے والون کے حق مین فرمایا ان اللہ یحب التوابین یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالون
کو محبوب رکھتا ہے تو جو کوئی توبہ کرنیوالا ہوگا وہ ضرور محبت مین سرگرم ہوگا کیونکہ جھوٹا توبہ کرنیوالا تو تواب نہین ہے پس جھوٹی توبہ کا نتیجہ بھی
محبت نہوگا۔ قال المترجم یہ کلام نفیس قابل حفظ ہے اور اسکے فوائد مین سے یاد رکھو کہ محبت سے بندہ کی طرف سے عشق حقیقی کے معنی مراد ہین اور

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو بحث کرنا لغو و مہمل ہے کیونکہ اسکی صفات سے ہم کو علم نہیں ہو سکتا مگر اسی قدر کہ وہ اپنے بندہ کو محبوب رکھتا ہے اور ماہیت اس محبت کی مثل دیگر صفات آلہیہ متعالیہ کے ادراک مخلوق سے باہر و متعالی ہے فافہم شیخ ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ وددود وہ پاک منعم ہے جس نے تجکو قدیم سے ابتک ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں بدون اسکے کہ تیرا کوئی استحقاق ہو یا اسپر کسی طرح ان نعمتوں کا دینا واجب ہو جب قوم کو آنحضرت علیہ السلام نے یہان تک نصیحت بالغہ و رسالت تامہ پہونچائی تو قوم نے اپنا مردود ہونا ظاہر کرکے نصیحت کے عوض عداوت کا جواب دیا۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

بولے اے شعیب ہم نہیں بوجھتے بہت باتین جو تو کہتا ہے اور ہم دیکھتے ہین تو ہم مین کمزور ہے اور اگر نہوتے تیرے بھائی بند

لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۞ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ

تو تجکو ہم پتھراؤ کرتے اور تو ہم پر کچھ سردار نہیں بولا اے قوم کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر زیادہ ہے اللہ سے

وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۞

اور اسکو ڈال رکھا تم نے پیٹھ پیچھے فراموش تحقیق میرے رب کے قابو مین ہے جو کرتے ہو

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ قوم والے بولے کہ اے شعیب مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ۔ ہم سمجھتے نہیں بہتیری باتوں کو ان باتوں مین سے جو تو کہا کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید و عبادت کرنا اور شرک چھوڑنا ناپ تول مین کمی نہ کرنا سب حق پورے کرنا وان کی دلیلین ہم اکثر نہیں سمجھے اور یہ اسوجہ سے تھا کہ انکی عقل مین قصور تھا اور اسکے باوجود ان تبی باتون کی طرف غور نہ کرتے و دھیان نہ لگاتے تھے حالانکہ حضرت شعیبؑ ان کو انھین کی زبان مین انکی سمجھ کی مقدار پر سمجھاتے تھے اور بعض نے کہا کہ سب سمجھتے مگر یہ مطلب تھا کہ تمہاری باتون کی توقیر کچھ نہیں ہے جیسے کہتے ہین کہ اے شخص تیری بات تو ہماری سمجھ مین نہیں آتی یعنی یہ بات قابل توجہ نہیں ہے۔ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا۔ اور ہم تو تجھے اپنے درمیان ضعیف دیکھتے ہین کہ تجھے کچھ قوت نہیں ہے اگر ہم تجکو برائی پہونچانا چاہین تو تو روک نہیں سکتا یا ضعیف سے یہ مراد کہ تو ہم مین ایک ذلیل آدمی ہے تیری کچھ عزت نہیں ہے۔ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۔ اور اگر تیرا گروہ نہوتا جو تیرے گھر والے ہین تو ہم تجکو رجم کر ڈالتے یعنی پتھرون سے مار کر ہلاک کر دیتے یا کوڑون وغیرہ سے یا تجھے قید کرتے ۔ رہط کا لفظ تین سے سات تک یا دس تک کیلئے بولا جاتا ہے تو اسقدر آدمی اتنی قوت والے تو نہیں ہو سکتے کہ ہزارون کا مقابلہ کرین بلکہ یہ غرض کہ ہم تیرے خاندان والون کی عزت و حرمت کا پاس ہے کیونکہ وے ہمارے دین پر ہین تیرے ساتھی نہیں ہین باوجود اسکے اگر تیری آبروریزی ہو توانکی بھی ذلت ہوگی جیسا دنیاوی لوگون کے خیالات ہین پس ربط کے لحاظ سے رجم نہیں کرتے ۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۔ اور تو ہماری نظرون مین کچھ عزت والا نہیں ہے تاکہ تیری عزت سے ہم تجھے رجم کرین قولہ لنرٰک فینا ضعیفا علی بن عیسیٰ نے کہا کہ مقصود ضعیف البدن و نحیف الجسم ہے۔ نحاسؒ نے کہا کہ قبیلہ حمیر کی زبان مین ضعیف اندھے کو کہتے ہین اور یہی زجاج نے ذکر کیا ہے اسیواسطے ثوریؒ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ شعیبؑ اندھے تھے اور اسوجہ سے اندھے ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مین بہت رویا کرتے تھے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مین شعیب یہان تک روئے کہ اندھا ہو گیا ۔ اخرجہ ابن عساکر والواحدی۔ یہ بات اگرچہ واقع ہو لیکن ضعیف کی تفسیر اندھے کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے چنانچہ بیضاویؒ نے کہا کہ خود لفظ

فیناسے یہ قول رد ہوتا ہے اسلئے کہ جو اندھا ہوتا ہے وہ ہر ایک کے نزدیک ہر جگہ اندھا ہے پھر یہ کیا کہ تو ہم مین اندھا ہے اور سدی رح نے کہا کہ اسکے
یہی معنی ہین کہ تو اکیلا تنہا ہے یعنی تیرے یار و مددگار لوگ نہین ہین اور ایسے شخص کو کمزور کہا کرتے ہین اور یہ قول اقرب ہے کیونکہ ذلیل و بےعزت
ہونے کو بقولہم وما انت علینا بعزیز مصرح کر دیا ہے پس حاصل یہ کہ قوم مردود نے اول تو یہ کہا کہ تیری باتین لا یعنی ہین ہم اکثر نہین سمجھتے اور
دوم آنکہ تو ہم مین تنہا کمزور ہے کیونکہ تیرے کنبہ والے تیرے ساتھ شریک نہین ہین اگرچہ تیری ذلت انکی ذلت ہوگی لہذا اگر وے نہوتے تو
ہم تجکو بہت جلد رجم کر دیتے ہم کو صرف انکی آبرو و عزت کا خیال ہے اور تو ہمارے نزدیک کچھ بھی عزت والا نہین ہے علی رض نے فرمایا کہ قسم اس
ذات پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہین ہے کہ اس قوم نے جلال آلہی سے خوف نہ کیا بلکہ فقط پیغمبر کے کنبہ والون سے خوف کیا بیضاوی رح نے کہا
کہ قوم نے حضرت شعیب کے جواب مین بیہودہ گوئی و مار پیٹ کی دھمکی دی اور بیوقوفون کا یہی دستور ہوتا ہے کہ نور ایمان سے بے بہرہ ہو کر
جہالت کی تاریکی مین پڑے ہوئے روشن آیات و کھلے دلائل کے مقابلہ مین ایسی ہی شیطانی حرکات کیا کرتے ہین حضرت شعیب ع کو
اپنی طرف خیال نہ ہوا بلکہ بمقابلہ آلہی عز و جل جو انہون نے کنبہ والون کی عزت کی اس سے غمناک ہوئے۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ
عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فرمایا کہ اے میری قوم کیا میرا کنبہ تمہاری نظرون پر اللہ تعالی سے زیادہ عزت والا ٹھہرا کہ تم نے کنبہ کی عزت سے مجھے
اپنے نزدیک چھوڑا اور اللہ تعالی کی جلال و عظمت کے خوف سے نہین چھوڑا۔ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا۔ اور کر دیا ہے تم نے اس کو
ادھر اپنی پیٹھ پیچھے یعنی حضرت ذوالجلال والاکرام کو ایسے بھولے ہو جیسے کوئی بھولی چیز کو پیٹھ پیچھے ڈال دیتا ہے چنانچہ تم نے بلا تردد اسکی جناب
مین شرک کیا اور اسکے رسول کی اہانت کرتے جاتے ہو جو تم کو برابر نرمی سے عمدہ طور پر نصیحت کر رہا ہے تو تم نے عمداً حق آلہی عز و جل کو بھلایا ہے
مگر یاد رکھو کہ تمہاری حرکتون سے تم کو کچھ فائدہ نہین ہے۔ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔ بیشک میرا پروردگار سب کو جو تم کرتے ہو محیط ہے یعنی
یعنی وہ سب جانتا ہے اس سے ذرہ برابر پوشیدہ نہین ہے وہ ضرور تم کو تمہاری حرکتون کو بدلا دیگا۔ ظہری بکسر اول منسوب بظہر بفتح الظاء یعنی
پشت ہے و لیکن عرب اکثر نسبت مین ایسا تغیر کر دیتے ہین جیسے بصرہ کی طرف نسبت مین بصری بالکسر بولتے ہین ف فی العرائس
قولہ وانا لنراک فینا ضعیفا۔ یہ خطاب جبکہ قوم کی طرف سے ہے تو اسکی تفسیر گذر چکی اور جبکہ خطاب بطریق اشارات ہے تو منجملہ اسکے اشارون کے
ضعیف سے اشارہ ہے کہ جس حال مین اہل الکفر تھے اس سے پیغمبر علیہ السلام کو توحش تھا اور جس حال مین خود تھے اس سے مانوس تھے اور نیز ضعیف
اس دعوی رسالت و معجزہ مین و دعوی قربت و مشاہدہ مین بدین معنی کہ جلال احدیت عز سلطانہ سے جسقدر معرفت حاصل ہو وہ
بذات خود اگرچہ معنی قربت ہین لیکن بذات تعالی و تقدس محض ہیچ ہے عقول خلائق کو وہان رسائی نہین ہے حکیم ترمذی رح نے کہا کہ ضعیف
سے انکی یہ مراد تھی کہ ہمارے درمیان سے نکالا ہوا ہے ہم مین تجھے جلسہ و برادری کے معاملہ مین شرکت حاصل نہین ہے اور بعض نے کہا کہ مراد
انکی قلیل العقل ہے واللہ اعلم پھر جب آنحضرت علیہ السلام اس قوم کی ہدایت سے مایوس ہوئے تو بواسطہ علم نبوت کے ان کو ڈرانے سے بڑھکر
انتظار عذاب کا وعدہ دیا۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

اور اے قوم کام کئے جاؤ اپنی جگہ مین بھی کام کرتا ہون آگے معلوم کروگے کس پر آتا ہے عذاب

يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا

کہ اسکو رسوا کرے اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو مین بھی تمہارے ساتھ ہون تاکتا اور جب پہونچا ہمارا حکم

نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ج وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا

بچا دیا ہم نے شعیب کو اور جو یقین لائے تھے اسکے ساتھ اپنی مہر سے اور پکڑا اُن ظالموں کو

الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۙ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا

چنگھاڑ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے جیسے کبھی نہ بسے تھے اُنمیں سُن لو پھٹکار ہے

لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ؏

مدین پر جیسے پھٹکار پائی ثمود نے

ع ۸

جب آنحضرت علیہ السلام کو معلوم ہوگیا کہ یہ قوم اپنے باپ دادون کے دین پر اور اپنے قبیح اعمال پر ہٹ کئے رہینگے اور نصیحت ان میں کارگر نہ ہوگی تو انسے کہا ۔ وَیٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اور اے قوم تم کام کئے جاؤ اپنی حالت پر ۔ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ میں بھی اپنے حال پر کام کئے جاتا ہون اگر وہم ہو کہ قوم تو شرک و کفر و تطفیف کا کام کرتی تھی انکو انکے حال پر کام کرنے کا کیونکر حکم دیا اسلئے کہ شرع میں مسئلہ یہ ہو کہ کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونا کفر ہو نہ کہ اس سے بڑھکر کسی کو کفر کے موافق عمل کرنے کا حکم دینا ۔ تو جواب یہ ہو کہ یہ شرک کرنیکا حکم نہین ہو بلکہ باوجود اس قوم کے ازلی مردود ہونے کو وحی وغیرہ سے جان لینے کے انکو اس طریقہ پر چلنے سے خوف دلایا چنانچہ اگر کسی کو سمجھا کر آدمی تھک گیا اور جانا کہ یہ ضرور وہی کریگا تو اس سے کہتا ہو کہ اچھا تو یہ کام کر دیکھ تو ابھی تجھے معلوم ہوا جاتا ہو جو تجھ پر پڑیگا پس یہ کہنا گویا بہت سخت منع کرنا ہوتا ہو ایسا ہی یہان ہو چنانچہ اسی پر دلالت صریح ہو قولہ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے کہ ہم مین اور تم مین کون نیک راہ اور کون گمراہ ہو یا جان لوگے آنکھون دیکھکر کہ ۔ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ کس پر آئیگا ایسا سخت عذاب جو اسکو دین و دنیا مین ذلیل و خوار کرے ۔ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ اور کون جھوٹا ہو ۔ واضح ہو کہ قولہ علی مکانتکم بعض نے کہا کہ یعنی علی حالتکم جس حال پر تم ہو کہ شرک و گناہ پہ ہٹ کئے جاتے ہو چنانچہ یہی معنی پر تفسیر مذکور ہوئی اور بعض نے کہا کہ مکانت منزلت و قدرت ہو تو مراد یہ ہو کہ جہان تک تم کو قدرت و طاقت ہو وہان تک شرک و کفر و گناہ کے اعمال کر لو جن کو تم اچھا سمجھتے ہو اور مین بھی اپنی استطاعت پر جسکو اچھا سمجھتا ہون عمل کرتا ہون پھر دونون کے اعمال کا حال عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ کس کو ثواب ملا اور کس کو عذاب پس جو بدکار و جھوٹا ہوگا اسی پر عذاب آویگا ۔ زمخشری رح نے کشاف مین ذکر کیا کہ قولہ سوف تعلمون بطریق استیناف گویا یہان سے نیا جملہ شروع کیا حالانکہ وہ اپنے اوپر سے مربوط ہو اور کبھی فار سے وصل کر کے فسوف تعلمون کہتے ہین لیکن استیناف میں زیادہ بلاغت ہو کیونکہ اسمین ہول طاری ہونا زیادہ ہو جاتا ہو اور یہی اصلی مقصد ہو ۔ اقول یعنی بدون فار کے استیناف بیانی زیادہ بلیغ ہو کیونکہ اس صورت مین گویا پوچھنے والے کافر نے پوچھا کہ اچھا جب سب کفار اپنے حال پر اور آپ اپنے طریقہ پر عمل کرینگے تو کیا ہوگا جواب دیا کہ سوف تعلمون الی آخرہ تو ہول سمایا کہ اسطرح اس بحث کا خاتمہ تو بہت سخت ہو کہ اسمین بدکار کا فیصلہ ہو جائیگا واضح ہو کہ کافرون نے کہا تھا کہ ما نفقه كثيرا مما تقول ۔ تیری بہتیری باتین ہم سمجھتے نہین یعنی تیری اکثر باتین ہم کو جھوٹ معلوم ہوتی ہین مثلاً کہ عذاب پاناو بعث و نشر و حشر و جزا و سزا وغیرہ اکثر باتون مین جھوٹا بتلایا اور کہا تھا کہ ما انت علینا بعزیز یعنی تو ہمارے نزدیک ذلیل و خوار ہو تو آنحضرت علیہ السلام نے رہط کی عزت بمقابلہ حضرت ذو العظمۃ والکبریا کے منکر جانکر فوراً قوم پر رد کر دی پھر علم وحی و علم وسے آگاہ ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ اچھا نہین مانتے ہو تو خیر اپنے طور پر خوب برتاؤ کر دیکھو انجام کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ جھوٹا کون ہو

اورکھل جائیگاکہ ذلیل وخوارکون ہوا ۔ اوریہ وعدہ ایسا قریب ہے کہ اسکی طرف ٹکٹکی لگاؤ ۔ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ ۔ اورانتظار
کرومین بھی تمہارے ساتھ منتظر ہون دیکھوکہ اللہ تعالیٰ ہم دونون کے بیچ مین کیاحکم وفیصلہ جاری فرماتا ہی پھرحسب وعدہ عنقریب ہی قوم
پرعذاب آگیا ۔ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۔ اورجب آگیا ہماراحکم یعنی عذاب مقدریا عذاب کاحکم
توہم نے دونون فریق مین سے نجات دی شعیب کواور ان بندون کوجواسکے ساتھ مین ایمان لائے تھے اپنی طرف سے ایک خاص رحمت
کے ساتھ یعنی ان بندون کوہمارانجات دینا ہماری طرف سے اُنپرخاصہ رحمت تھی اوریہی کااثرتھاکہ یہ لوگ ایمان لائے اورنیکوکارتھے اور
قوم مردود سے دل سے بیزار وعلیحدہ تھے پس انکوخواری وعذاب وآخرت کے مکانات مین بھی قوم سے الگ کردیاگیا ۔ وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ
ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ ۔ اورگرفتارکرلیااس قوم کوجنھون نے خوداپنی جانون پرآپ شرک وعصیان سے ظلم کررکھاتھاایک کرخت آوازنے ۔
روایت ہوکہ جبرئیلؑ نے انکوسخت ہولناک آوازسے ڈانٹاجبکہ وے اللہ تعالیٰ خالق کی نافرمانی مین اسکے پیغمبرومومنون کوآزاردیتے تھے
پس دہشت سے اُن کے دل پھٹ گئے ۔ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ۔ پس یہ لوگ اپنے گھرون مین گھٹنون کے بل مرے رہگئے یعنی اس
ہیات پرمرے کہ گھٹنے زمین پرٹیکے تھے اور دونون ہاتھ کے بل زمین پرتھے اوراُسکی وجہ یہ تھی کہ زمین کوزلزلہ سخت آیاتھاتولڑکھڑاکر
اس ہیات پررہ گئے تھے چنانچہ سورۂ اعراف وعنکبوت مین زلزلہ مذکورہی بقولہ فاخذتہم الرجفة ۔ اوریہ زلزلہ بھی ان پرعذاب تھا
اورواضح ہوکہ اس امرمین گفتگو ہوکہ اصحاب الایکة قوم شعیب تھے حالانکہ وہ عذاب ظلہ سے ہلاک ہوئے توکہاگیاکہ خاص وہ شہرمدین جسمین
حضرت شعیب تھے وہ توزلزلہ وکرخت آوازسے مرے اورایکہ والون پرآسمان سے آگ اتری جس سے ہلاک ہوئے اورسوائے غریب
مومنون کے اس قوم مالدارمغروربدکردارمین سے کوئی نہین بچاسب مال ودولت مکان وثروت جسکی محبت مین اترائے اورایمان کھوئے
ہوئے حضرت پیغمبرعلیہ السلام کوذلیل وخوارسمجھے وانکی طاعت سے عارکرتے تھے سب چھوڑکرعذاب دائمی مین گرفتارہوئے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ۔ کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۔ گویاکبھی ان گھرون مین نہین بستے تھے پھرفرمایا ۔ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ ۔ آگاہ رہوکہ ہلاکت ہی مدین کے لیے
کَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۔ جیسے ثمود ہلاک ہوئے اورتشبیہ اس بات مین ہوکہ مدین قوم شعیب بھی اسی عذاب صیحہ سے ہلاک ہوئی جس سے
ثمود قوم صالح مری تھی صرف فرق اسقدرتھاکہ قوم ثمود کوصیحہ نے نیچے سے ہلاک کیااورمدین کوصیحہ اوپرسے پہونچاتھااورروایت ہو
کہ کسی دوقوم کواللہ تعالیٰ نے ایک عذاب سے نہین مارا سوائے مدین وثمود کے کہ دونون صیحہ سے مرے اورشیخ حافظ رحنے کہاکہ دونون کی
تشبیہ معنوی یہ ہوکہ دونون قومین کفراوررہزنی مین یکسان تھین اوردونون عرب مین سے تھے ۔ واضح ہوکہ البعد ضد قرب ہے یعنی دوری
اورفعل اسکاکرم بضم العین آتا ہواورمعنی ہلاکت اورفعل اسکابروزن سمع بکسرالعین آتا ہواورابن الانباری نے کہاکہ بعضے عرب ہلاک و
دوری مین فرق نہین کرتے ہین ۔ مہدوی نے کہاکہ بُعد بضم العین کااستعمال بھلائی وبرائی دونون مین ہوتا ہواوربکسرالعین کا
استعمال خاصکربرائی سے مخصوص ہواوریہان بعدت بکسرالعین جمہورکی قرأت ہواورمراداس سے لعنت ہوتومعنی یہ ہوئے کہ
مدین پرلعنت ہوجیسے ثمود ملعون ہوئے اوربعدت صیغہ تانیث باعتبارقبیلہ کے ہو ۔ واضح ہوکہ تطفیف جومدین کافعل تھاکبیرہ
گناہ ہواوراسکاعذاب علاوہ تذکرہ مدین کے قولہ تعالیٰ ویل للمطففین الذین اذااکتالوا الآیة ۔ مین منصوص ہواورحدیث سنن مین
یہ مضمون آیا ہوکہ آنحضرت صلعم نے موالی کوفرمایاکہ تم نے ناپ تول کاپیشہ وہ اختیارکیا ہوجسمین امتون مین سے بعض ہلاک ہوئے تو
احتیاط رکھویعنی پورادواورعذاب سے ڈرو ۔ واضح ہوکہ جس بدفعلی کاعذاب دنیامین کسی قوم کوملاچنانچہ اس اُمت مین بسبب برکت

آنحضرت صلعم کے دنیا میں عذاب عام نہ دیا جائے گا تو اس سے آخرت کے عذاب سے چھٹکارا نہ ہوگا بلکہ مرتے ہی آثار عذاب طاری ہونگے
اور عذاب القبر شروع ہو جائیگا نعوذ باللہ من عذاب اللہ تعالیٰ ومن سیئات الاعمال۔ پھر حق تعالیٰ نے ساتوان تذکرہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام اور بادشاہ فرعون کا بیان فرمایا بقولہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۙ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِہٖ فَاتَّبَعُوْٓا
اور بھیج چکے ہیں ہم موسیٰ کو اپنی نشانیوں سے اور واضح سند سے فرعون اور اُسکے سرداروں پاس پھر پیچھے گئے ہیں

اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ۝ یَقْدُمُ قَوْمَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
فرعون کے اور نہیں بات فرعون کی کچھ نیک چال چلنی آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن

فَاَوْرَدَھُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِہٖ لَعْنَۃً وَّیَوْمَ
پھر پہنچا دیگا اُن کو آگ پر اور بُرا گھاٹ ہے جس پر پہنچے اور پیچھے سے ملی اس جہان میں لعنت اور دن

الْقِیٰمَۃِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝
قیامت کے بُرا انعام ہے جو ملا

اس تذکرہ کو بلفظ لقد ارسلنا۔ شروع فرمایا جسکے معنی تاکید و تحقیق کے ہیں اور عرب اگرچہ اس قصہ شریفہ سے خوب واقف تھے بخصوص عرب
کے یہود اور دیگر مقامات کے نصاریٰ سے متواتر اخبار وصول ہوئے لیکن پھر بھی یہ عرب کی سرزمین کا واقعہ نہ تھا تو ان کو بحرف تاکید
سنایا اور دوسرے سننے کیلئے تاکید و تنبیہ ہے کہ اس سے کمال عبرت حاصل کریں کیونکہ اصلی مقصود ان تذکروں سے یہی ہے کہ اہل عقل
ان سے اپنے خالق کی قدرت و اسکا طریقہ عبودیت پہچانیں اور اہل حال اس سے اسرار کے مقامات جو انھیں عبارات کلام میں عجیب
لطافت سے مندرج ہیں ادراک کریں اور اہل توحید و اسرار کو اعلیٰ مقامات فنا تک وصول حاصل ہو اور یہ سب بخاصہ ہدایت الٰہی
عزوجل ہے مگر ابتدا اسکی یہی ہے کہ نفس کے فریب و شیطان کے وساوس اور زندگی و جان کے شہوات سے مقابلہ کر کے نفرت کی
نظر کو وہ کریں اور حضرت خالق عزوجل کی عظمت اور اپنے بندہ ہونے کو دیکھیں اسکے ساتھ اس کلام کو غور سے سنیں پس بتاکید فرمایا
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰی۔ اور بیشک بھیجا تھا ہم نے موسیٰؑ کو ازلی علم میں اسکو رسول مقرر کر دیا تھا کہ فلان وقت و زمانہ میں پیدا
ہو اور اسطرح زندہ رہے اور اسطرح فرعون اسکو پالے پھر دشمن ہو پھر وہ یکایک ہماری تعلیم خاص و تنویر قلبی سے فیضیاب ہو ہمارا
ایلچی ہو کر جاوے بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کو ساتھ لیے۔ وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ اور کھلے ہوئے غلبہ کے ساتھ یعنی موسیٰؑ کے ساتھ
دو باتیں ہمنے عطا فرمائیں ایک آیات اور دوم سلطنت واضحہ۔ اور مفسرین نے باہم گفتگو کی کہ یہاں ان دونوں سے کیا مراد ہے
پس بعض نے کہا کہ آیات سے مراد توریت کتاب آسمانی ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں اسواسطے کہ آگے فرمایا۔ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِہٖ
فرعون و اُسکے سرداروں کی طرف۔ حالانکہ جسوقت حضرت موسیٰؑ رسول ہو کر فرعون کی طرف گئے اسوقت توریت اُنکو نہیں ملی تھی
بلکہ یہ تو فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد ملی ہے اور صاحب فتح البیان سے عجب ہے کہ اُسنے لکھا قولہ بآیاتنا اے بالتوراۃ حال کونہ
متلبسا بہا پھر آگے جا کر لکھا وقیل المراد بالآیات ہی التسع المذکورۃ فی غیر ہذا الموضع الی قولہ ولیس من الآیات المرادۃ ہہنا التوراۃ
لانہا انزلت بعد اغراق فرعون وقومہ انتہی حالانکہ یہی بات صحیح ہے تو اُسنے برعکس معاملہ کیا چاہیئے تھا کہ آیات کی تفسیر بیان کی

مقدرہ مراد سے کرتا پھر ایک قول کرکے لکھدیتا کہ بعض نے توریت سے تفسیر لکھی ہو واللہ اعلم اور یہ جواب کہ متلبس با توراۃ تھا پس یہ حال
ہے تو یہ جواب کچھ نہیں ہو اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کے انوار قلبی و سوار و باطنی کا اثر فرعون کے حق مین نفس رسالت کی راہ سے
کچھ نہ تھا فلیتامل اور بیضاوی رح نے بھی آیات کی تفسیر مین توریت لکھی ولیکن کہا کہ مراد توریت ہو یا معجزات ہین اور سراج میں اسی کی
پیروی کی ہو اور شیخ حافظ ابن کثیر رح نے آیات سے نشانیان مرادلین جیسا کہ ظاہر کلام شیخ اسپر دلیل ہو اور حاصل اُسکا یہی معجزات
باہرہ تھے پس سیاق کلام گویا اس امر کو مفید ہوا کہ اولاد آدم اگر اپنے خالق کو بالکل فراموش کر بیٹھے تو نوحؑ و ہودؑ و صالحؑ و ابراہیمؑ
و لوطؑ و شعیبؑ انبیاء و عظام اُنکی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول گئے اور سمجھایا مگر اُنھون نے سب کو جھٹلایا اور محسوس چیزون کے سامنے
غیب کی باتون پر ایمان نہ لائے آخر عذاب سے تباہ و ہلاک ہوئے پھر ہم نے موسیٰؑ کو بلا شبہہ بہت سے آیات و معجزات کے ساتھ بھیجا
کہ ان کے سامنے جھٹلانے اور رسول نہ ماننے کا موقع نہ تھا اور ایسے معجزات دیئے کہ جو بالکل اضح تھے کہ ضرور آدمی محسوسات سے
تجاوز کرکے غیب پر ایمان لاوے - خلاصہ یہ ہوا کہ انبیاء سابقین کیساتھ اگر کثرت سے معجزات نہ تھے اور کوئی سمجھے کہ قوم نے اپنی عادت
کے موافق محسوس چیز سے تجاوز نہ کیا اور ان کو جھٹلایا اور بہت معجزے ہوتے تو شاید مان لیتے تو بتاکید فرمایا کہ ہم نے موسیٰؑ کو فرعون کیطرف
بہت سے معجزات کیساتھ بھیجا تب بھی اسکا حکم نہ مانے اب اگر کہا جاوے کہ آیات سے اگر معجزات مراد ہین تو سلطان مبین سے کیا مراد
ہے تو بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ دونون سے معجزات ہی مراد ہو سکتے ہین اور فائدہ یہ ہو کہ معلوم ہو جاوے کہ یہ معجزات ہماری قدرت
و عظمت والوہیت پر نشانی تھے اور موسیٰ کیلئے اسکی نبوت پر سلطان مبین تھے کیونکہ معجزہ کے معنی عاجز کرنیوالا تو جب ان معجزات سے
موسیٰؑ نے منکرون کو عاجز کیا اور وے کچھ مقابلہ نہ کر سکے تو موسیٰ کو سلطنت یعنی غلبہ ان پر حاصل ہوا اور مراد غلبہ سے یہی حجت و دلیل
ہے غلبہ ہو زبردستی وغیرہ عوام کے معنی مراد نہین ہین اور چونکہ سلطان بروزن مصدر ہو تو مفرد و جمع اور مذکر و مؤنث اسکا یکسان
ہے اور لکھا کہ آیت تو ایسی چیز کو بھی کہتے ہین کہ جو نشانی ہو خواہ یقینی قطعی ہو یا نہو اور سلطان ہر ایسی آیت ہو جو قطعی ہو اور امام
رازی نے کبیر مین اور سراج وغیرہ مین ہین سے نقل کیا کہ قطعی حجت کو سلطان اسلیئے کہتے ہین کہ اسکو بدون حجت والے پر غلبہ
ہوتا ہو کہ اسکو مقہور کر لیتا ہو جیسے سلطان اپنے محکوم پر غالب ہوتا ہو اور علماء اپنی قوت علمیہ کے کمال سے سلاطین ہین جیسے بادشاہ
اپنی فوج وغیرہ سے سلطان ہو ولیکن علماء کی سلطنت اُنسے دو وجہ سے زیادہ قوی ہوتی ہو کیونکہ بادشاہ تو تخت سے معزول ہو سکتا ہے
اور عالم اپنے علم سے معزول نہیں ہو سکتا اور عالمون کی سلطنت انبیا کی سلطنت کے جنس سے ہو تو ملوک انکے تابع ہین اور بادشاہون
کی سلطنت فرعون کی سلطنت کی جنس سے ہو حالانکہ موسیٰ وہان بھیجے گئے تھے کہ وہ اُنکا تابع ہو کر رہے اگرچہ دنیاوی تمام ثروت
مین سے موسیٰ کو کچھ حصہ نہ تھا - بیضاوی رح نے لکھا کہ یہ بھی ہو سکتا ہو کہ سلطان مبین سے مراد عصا کا معجزہ ہو اگرچہ وہ آیات مین داخل
ہے چنانچہ نو آیات مین آٹھ سورہ اعراف مین مع عصا اور نوین سورہ یونس مین مکرر ہو لیکن اسکو الگ کرکے سلطان مبین اسوجہ سے
کہا جا سکتا ہو کہ وہ نہایت زبردست معجزہ تھا اور بعض نے لکھا کہ سلطان مبین سے مراد وہ غلبہ ہو جو موسیٰؑ نے فرعون کے ساتھ
سوال وجواب مین پایا - اقول یہ بہت ضعیف قول ہی اسوجہ سے کہ ہر پیغمبر کو قطعاً یہ سلطنت حاصل تھی بلکہ جو شخص دنیا مین سچا ہو
وہ اپنے مقابل جاہل پر سلطان مبین رکھتا ہو اور ایسے قول سے تو میرے نزدیک یہ اچھا تھا کہ یون کہا جاتا کہ فرعون ایک سرکش
ظالم تھا جو الوہیت کا مدعی تھا اور کثرت اموال و افواج و قہر و غلبہ پر مغرور اور اسنے تمام بنی اسرائیل کو خوار و ذلیل کر رکھا تھا پھر اُسپر

پیغمبر کرکے تنہا حضرت موسیٰؑ کو بھیجا اور اسکو ہرگز قوت نہوئی کہ ان کو قتل کرے یا کوئی آزار پہونچا دے بلکہ وہ خوفناک رہتا تھا اور بیس برس تک برابر حضرت موسیٰ دین حق کی دعوت فرماتے رہو تو کیسی سلطان مبین تھی کہ اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت و سلطنت پر دلیل واضح ہے اور کھلی دلیل ہو کہ دنیا مین وہی واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہو کسی تدبیر سے یا کسی کی قدرت سے کچھ نہین ہوسکتا ہو پھر واضح رہے کہ اس تفسیر مین علمائے حقائق صرف اسیقدر کلام کرتے ہین جو عقل والون کی عقل کے اندازہ پر ہو حالانکہ احوال و اسرار بہت کچھ مندرج ہوتے ہین لیکن اُنسے بالکل سکوت اختیار کرتے ہین کیونکہ وہ کمالات ہین بیانات نہین ہین تو بعض مقامات مین ظاہری تفسیر سے اسرار اعلیٰ ہوتے ہین اہل بیان خاص توفیق تک جناب باری تعالیٰ مین اُمیدوار رہین اور یہ بات اس مقام پر ظاہر ہے کہ خواہ آیات و سلطان مبین کی مراد معلوم ہو یا نہو اصلی مقصود ضرور ظاہر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے موسیٰؑ اولوالعزم پیغمبر کو آیات و سلطان مبین کے ساتھ فرعون و اسکے گروہ کی طرف ایلچی کرکے بھیجا اور باوجود اسقدر معجزات ظاہرہ و حجج قاہرہ کے ان سرکشون نے پیغمبر الٰہی عزوجل کی بات نہ مانی - فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ - اور یہ نتیجہ ہوا کہ اس گروہ نے فرعون کے امر کی پیروی کی - اگر امر سے حکم مراد ہے تو یہ معنی ہوئے کہ فرعون نے خود کفر کیا اور اپنے گروہ کو حکم کیا کہ موسیٰؑ کو جادوگر جانو اسکی بات نہ مانو پس باوجود ایسے معجز دلائل دیکھنے کے ان جاہلون نے دنیا کے لالچ سے اسی کا حکم مانا اور اگر امر سے طریقہ مراد ہو تو یہ معنی کہ نفس کی خواہش دنیا کی لالچ و آخرت دموت سے غفلت مین یہ جاہل ایسے پھنسے تھے کہ موسیٰؑ کو ایسے معجزات حقانی کے ساتھ نہایت ادب بندگی کے طریقہ پر دیکھکر نہ مانے اور اُسکے طریقہ پر نہ چلے بلکہ فرعون گمراہ جسکی گمراہی و بدفعلی اور بدقولی ظاہر تھی اسی کے طریقہ پر چلے - وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ - اور نہین تھا حکم فرعون کا یا طریقہ فرعون کا رشید یعنی سیدھی راہ پر چلانیوالا یا راستی والا نہ تھا بلکہ محض گمراہی و فساد تھا - حاصل یہ کہ وے لوگ فرعون کی بات مانے و اسکے طریقہ پر چلے حالانکہ اسکا طریقہ راستی پر نہ تھا اگر کہا جاوے کہ وے لوگ اسی سمجھکر چلے تو سراج مین لکھا کہ طریقہ و امر فرعون کا راستی سے خالی ہونا ظاہر تھا اسکا عذر نہین ہوسکتا اقول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت مین معجزات سے ظاہر ہونیکے بعد جو کچھ امر یا طریقہ ہو سب باطل ہو - اور مین کہتا ہون کہ سراج کی تقریر پر یہ امر ظاہر ہوا کہ اس کلام مین تلویح ہے کہ حسن و قبح عقلی ہوتا ہے اور یہ بحث علم کلام و اصول سے متعلق ہو پھر فرعون کا انجام دنیا کے برعکس آخرت کا بیان فرمایا - يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ - اور فرعون پیشوا ہوگا اپنی قوم کا قیامت کے دن - فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ - پس نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سب کو آگ مین داخل کریگا یہ دنیا کے برعکس نتیجہ ہو کیونکہ دنیا مین انکا پیشوا تھا تو اُن کو مال و منال و تمام خواہش کی چیزون مین داخل کرتا تھا یعنی اسکی پیروی مین اُنکو تمام شہوات حاصل ہوتی تھین اور آخرت مین اسکی پیشوائی سے یہ نتیجہ ہوگا کہ اسکے پیچھے پیچھے آگ مین جا پہونچینگے حدیث مین ہو کہ مجمع قیامت مین حکم الٰہی ہوگا کہ جو جسکی پرستش کرتا تھا اسکے نشان کیساتھ پیچھے جاوے حتی کہ سوا اہل توحید کے سب گمراہ اپنے پیشواؤنکے پیچھے جاوینگے یہانتک کہ دوزخ مین گر پڑینگے اور حدیث صحیح مین ہو کہ حفت النار بالشہوات یعنی نفس کی خواہشون سے دوزخ گھری ہوئی ہو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے جی چاہتی چیزونکے پیچھے دین الٰہی سے باہر ہوا اور حرام و رشوت و شراب وشاہد مین اپنی شہوات پوری کرے تو جب شہوات طے ہون گے تو جہنم تک پہونچ جائیگا اور اگر بیچ مین ہوشیار ہوکر توبہ و استغفار سے واپس آیا اور نیک کام کئے تو جنت نصیب ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اگرچہ نیک کام جو حقیقت مین نہایت آسان ہین نفس پر بہت شاق گزرتے ہین اور اسیواسطے حدیث مین ہے کہ حفت الجنۃ بالمکارہ جنت ایسی چیزون سے گھری ہو جو آدمی کے جی پر گران اور شاق گذرتی ہین تو دیکھو کہ فرعون والون نے باوجود ظہور نبوت موسیٰؑ

وکثرت معجزات باہرات وخوبی وراستی طریقہ کے صرف دنیاوی خواہشون کی لالچ مین فرعون کی پیروی کی اور شہوات کو پورا کرلیا آخر اُسنے اپنی پیروی مین انکو جہنم مین ڈالا اور دنیا مین جب سے بحر قلزم مین غرق ہوئے دوزخ کی آنچ پر پیش کئے جاتے ہین کما قال تعالی النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا الآیۃ۔ اور دیکھو حضرت موسی علیہ السلام کی پیروی کرنیوالے دنیا مین فرعون کے ہاتھون مصیبت اُٹھاتے اور طرح طرح کی تکلیفین سہتے تھے مگر دین الٰہی پر ثابت قدم تھے تو آخرت مین جنت دائمی مین آرام پاوینگے انشاء اللہ تعالی اگر کہا جاوے کہ فرعون خوار و ذلیل کیلئے جھنڈا کیسا ہوگا تو جواب یہ ہو کہ یہ خواری وذلت کا جھنڈا ہوگا چنانچہ جہنم مین جاوے گا اور کچھ اسی پر موقوف نہین ہو جو کوئی کسی گمراہی کا پیشوا بنا ہو آخر رسوائی کا جھنڈا اُٹھاویگا چنانچہ ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جاہلیت کے شاعرون کا جھنڈا اُٹھانیوالا امراء القیس ہوگا۔ رواہ الامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ اوردہم النار۔ مین ایراد اور ورود کا استعمال عرب مین پانی کے ساتھ مستعمل ہو مثلاً اورد البعیر الحوض۔ اور جیسے قولہ تعالی وردماء مدین۔ پس بجائے ادخلہم النار کے اوردہم۔ جو پانی کے واسطے ہو کیون فرمایا ہو تو سراج وخفاجی وغیرہ مین زبانی بلاغت کی توجیہ کی کہ نار کو ان کے حق مین بمنزلہ پانی کے استعارہ کر کے ورود کے لفظ سے استعمال کیا اور بلاغت کی اصطلاح مین اسکا نام استعارہ مکنیہ تہکمیہ ہو۔ حاصل یہ ہو کہ جیسے پانی سے آدمی سیراب وخوش ہوتا ہے جب وہان وارد ہو تو ان کے حق مین آگ ایسی ہی قرار دی جیسے قولہ ذق انک انت العزیز الکریم مین ہے اگر کہا جاوے کہ اوردہم ماضی فرمایا حالانکہ مراد یوردہم ہے یعنی وارد کریگا جواب دیا گیا کہ منجملہ قواعد بلاغت کے ہو کہ جب کوئی واقعہ قطعی ہونیوالا ہو تو اسکو ماضی سے بولتے ہین تاکہ اشارہ ہو کہ گویا واقع ہو چکا بعض علماء نے کہا کہ آگ کے ساتھ پانی کا لفظ اُن کے حق مین اور مضارع کی جگہ ماضی اس نکتہ کی وجہ سے ہو کہ ظاہر مین تو فرعون مع قوم کے بحر قلزم مین ڈوبا مگر وہ آگ پر پہونچا ہے بقولہ تعالی۔ النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا۔ دونون وقت آگ پر پیش ہوتے ہین اگرچہ قیامت مین اسمین داخل ہو جاوینگے تو وقوع اسکا شروع ہو چکا ہے چنانچہ حدیث مین ہو من مات فقد قامت قیامتہ۔ جو مرا اسکی قیامت قائم ہو چکی بعض متصوفین نے کہا کہ رحمت الٰہی اسکے غضب پر سبقت لے گئی ہو چنانچہ آیت سے وصریح حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہو چکی ہو تو فرعونیون کے حق مین باوجودیکہ آگ مین ڈالے جاوینگے اسکے ساتھ ورود کا لفظ جو پانی کے ساتھ مستعمل ہو اشارہ ہو کہ اس آگ مین بھی ایک طرح کی رحمت خفی ہوگی واللہ اعلم۔ ظاہر توجیہ تو وہی ہو جو مذکور ہوئی کہ جیسے مجرم کو کہتے ہین کہ لو اب جوتے کھانے یا لوڈے کھانے کا مزہ چکھو اس سے زیادہ بلاغت لطیفہ کیساتھ انکے حق مین کہا کہ سپرد ہونے کو آگ پر وارد ہون گے پھر تصریح کردی بقولہ۔ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ۔ اے بئس مکان الورد المورود فیہ یعنی کتنا برا انکا سیرابی کا یہ گھاٹ ہو جسمین اُترتے ہین کیونکہ گھاٹ پر آدمی کو پوری اُمید ہوتی ہو کہ پیاس کی جلن اور دھوپ کی گرمی سے یہان سیراب ہو کر آرام وآسائش مین ٹھنڈا ہوگا اور یہان اسکے برعکس ہوگا کہ پیاس کے مارے زبان چھاتی پر لٹک پڑیگی اور ہونٹھ سوجکر کھال جلکر اُدھڑ پڑیگی پھر پیپ وجلیگی اور پیپ وپچ لو ہو پئین گے اللہم اعوذ بک من عذاب النار۔ وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً اور اس دنیا مین اس قوم کے پیچھے لعنت لگادی گئی یعنی جس دولت فانی وسلطنت وخواہش نفسانی کے پیچھے تکبر کرتے اور اپنے خالق عزوجل کے رسول سے انکار وتمسخر کرتے تھے اسی دنیا مین ان پر لعنت کی جاتی ہو وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اور قیامت کے روز بھی لعنت اُن کے پیچھے لگائی گئی کہ وہان تمام اہل محشر حتی کہ کافر بھی اُن پر لعنت کرین گے اور یہ بات اکثر منکرون کی سمجھ مین نہین آتی ہو تو وہ یون سمجھین کہ حق عزوجل جسنے سب چیز پیدا کی ہو اس نے لعنت اُنکے پیچھے لگادی بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ۔ یہ کتنا بڑا عطیہ ہو جو ان کو انعام

مین ملا ہو۔ کسائی نے کہا کہ رفد نام ہے عطیہ کا پس لعنت کو بطریق تہکم کے ان کے حق مین عطیہ قرار دیا سا اور رفد کے معنی عون یعنی مدد بھی ہین تو دنیا کی لعنت پر قیامت کی لعنت انکے لئے ایک عون قرار دی حتی کہ جہنم کے سب سے نیچے طبقہ مین اس مدد سے جگہ پائی۔ ماوردی نے اصمعی سے نقل کیا کہ رفد وہ قدح جسمین شراب ہو تو اس معنی پر جو انکو دوزخ مین پینے کو ملیگا اسکی مذمت ہو پس ورد مورود سے اسکو زیادہ مناسبت ہوئی۔ ابوالسعود نے عطیہ کے معنی کو کہا کہ وہ چندان مناسب اس مقام کے نہین ہین۔ کلبی وغیرہ نے کہا کہ رفد کے معنی زیادت کے ہین یعنی لعنت پر لعنت کی زیادتی بڑی مذموم زیادتی ہو۔ شیخ حافظ رح نے اسی معنی کو ذکر کیا اور کہا کہ مراد یہ ہو کہ ہم نے عذاب جہنم پر انکے حق مین یہ مزید کیا کہ دنیا مین اُن پر لعنت باقی رہے اور قیامت مین اُن پر لعنت ہو۔ مجاہد رح نے کہا کہ قیامت کے روز انکے لیے ایک لعنت بڑھائی گئی تو دو لعنتین ہوگئین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے رفد مرفود کے معنی روایت کئے کہ لعنت دنیا و آخرت کی اور یہی ضحاک و قتادہ کا قول ہو اور لکھا کہ یہ بمانند قولہ تعالیٰ وجعلناہم ائمۃ یدعون الی النار الآیتین یعنی امام تو ایک کرامت کا لفظ ہو جو پیشوا کیلئے بولتے ہین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین مین اللہ تعالیٰ نے ائمہ و پیشوا فرمائے تھے تو انکے مقابلے مین فرعون و انکے اشراف کی نسبت بطریق تہکم کے فرمایا کہ ہم نے اُنکو جہنم کی طرف دعوت کرنیوالے پیشوا بنائے یعنی جنھون نے انکی پیروی کی انکو وے جہنم کو لیگئے حالانکہ یہ اُن کے حق مین کمال مذمت ہو چنانچہ کہا جاتا ہو کہ یہ تو کتنی بری پیشوائی ہو اللہ تعالیٰ ایسے پیشوا ہونے سے محفوظ رکھے۔ ف فی العرائس قولہ ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا الآیۃ۔ آیات مین سے تھا کہ حضرت موسیٰؑ کو قدرت ہوئی کہ جانوا جلال و جمال و حقائق و معارف پائے انسے صالح بندون کو آگاہ فرمادین اور معارف و صفات کو اہل الخیر والصدق مین پھیلادین اور سلطان مبین وہ آثار ہین جو نور ازلیت اور برق محبت سے ظاہر ہوتے تھے کمافی قولہ والقیت علیک محبۃ منی۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ آیات مین وہ قوت تامہ بھی تھی جو کلام آلہی سننے کے وقت فنا ہونے سے ظاہر ہے اور سلطان وہ انبساط تھا جس سے دیدار کا سوال کیا جعفرؒ نے کہا کہ آیات مین سے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے اولیاء کے ساتھ متواضع اور اعداء کے ساتھ متکبر ہو بعض نے کہا کہ آیات مین سے خلق کو انکی محبت ہو اور سلطان اس محبت مین ہیبت ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ اس سورت شریفہ مین سات تذکرہ اس اُمت سے اگلون کے واسطے ذکر فرمائے کہ تمام بنی آدم یکسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہین وہ اُن پر ہر حال مین ہر طرح قادر ہے تو اس اُمت والے ان واقعات سے عبرت حاصل کرین کہ اس دنیا سے فنا ہونا مثل اُنکے ضرور ہو پھر سعادت پر مرنا بیشک بدبختی پر مرنے سے اچھا ہو اور سعادت ظاہر ہو کہ اگلون کو اُنکے انبیاء کی پیروی مین تھے ورنہ اپنی رائے سے اُنھون نے دنیا کی بہت کچھ ثروت حاصل کر رکھی تھی اور نبوت کا اُن مین طریقہ برابر چلا آیا پھر نبوت کا انکار سے بدبخت ہوئے اور آخر کس حد تک اُنھون نے تجاوز کیا جب عذاب اسی زندگی سے شروع ہوگیا اور سبب انکار و سرکشی کا یہی ہوا کہ فنا ہونا جو ہر شخص کے نزدیک یقینی ہو اُس سے غفلت کر گئے اور باعث غفلت کا یہی دنیا کی لذتین و مال و منال و آل و اولاد و مکان و جائداد اور فخر و ناموری وغیرہ آخرت سے غافل کرنیوالی باتین واقع ہوئین اور اپنے جی کی خواہش پر تکیہ لگاکر جھگڑالو بنکر الٹی سمجھنے لگے تو ضرر اُسکا خود اُنھین پر واقع ہوا کیونکہ پیدا کرنیوالا تو مٹنے و پھر پیدا کرنے پر ہزار بار قادر ہو اور جس نے یہ عجائب کارخانہ دنیا پیدا کیا وہ اس سے افضل و اعلیٰ اور ہزار پیدا کر سکتا ہو تو خواہشین و لذت کی چیزین اسی پر مقصور نہین ہین لہذا عبرت حاصل کرکے فنا کو پیش نظر کرکے نبوت کو اعلیٰ نعمت جانکر پیروی کرکے نعمت باقیہ حاصل کرین ورنہ عذاب سے ڈرین کہ جسطرح اگلون کے ساتھ ہوا انکے ساتھ ہو۔ لہذا اللہ تعالیٰ جل سلطانہ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو خطاب فرمایا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

یہ تھوڑے احوال ہیں بستیوں کے کہ ہم سناتے ہیں تجھکو کوئی اُنمیں قائم ہے اور کوئی کٹ گیا اور ہم نے اُن پر ظلم نہ کیا

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لیکن ظلم کر گئے اپنی جان پر پھر کچھ کام نہ آئے اُن کے ٹھاکر جن کو پکارتے تھے سوائے اللہ کے

مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ

کسی چیز میں جب پہونچا حکم تیرے رب کا اور کچھ نہ بڑھایا اُن کے حق میں سوائے ہلاک کرنا اور ایسی ہی ہے پکڑ

رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تیرے رب کی جب پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کر رہی ہیں بیشک اُسکی پکڑ دکھ دیتی ہے زور کی اس بات میں

لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

نشانی ہے اُسکو جو ڈرتا ہے آخرت کے عذاب سے وہ دن ہے جس دن میں جمع ہونگے سب لوگ اور وہ دن ہے دیکھنے کا

ذٰلِكَ ۔ یہ سب ہولناک و عبرتناک قصص جو اس سورہ میں اوپر مذکور ہوئے مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى ۔ چند قریہ کے اخبار ون میں سے ہیں نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ ۔ ہم اسکو تجھے سنواتے ہیں تاکہ تو اپنی قوم کو سنائے کہ وے عبرت حاصل کریں اور عذاب کے لئے نشانہ نہوں اسمیں اشارہ ہے کہ اگلی اُمتوں میں صرف اسی قدر وقائع نہیں ہیں بلکہ یہ صرف چند قریہ کے حالات ہیں جن سے عبرت تھی اور اُنکے حالات بھی سب نہیں ہیں چنانچہ جن سے عبرت کی غرض نہ تھی اُنکو ذکر نہیں فرمایا اسی واسطے علمائے حقانی ان قصوں میں سے صرف اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں اور زائد حالات سے کچھ تعرض نہیں کرتے ہیں پھر گویا عبرت حاصل کرنیوالے کو خیال ہوا کہ یہ قریہ کیا ہوئے تو فرمایا مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۔ اُن میں سے بعضے قائم ہیں جیسے کھیتی کے درخت کھڑے ہوتے ہیں اور بعضے محصود ہیں جیسے کھیتی کٹی ہوئی ہوتی ہے ۔ قال الشیخ منہا قائم یعنی معمور آباد ہیں وحصید تباہ ہیں اوروں نے کہا کہ یہی ابن عباس رض سے مروی ہے ۔ قتادہ رح نے کہا کہ قائم جنکا ٹھکانا پہچان پڑتا ہے اور حصید جنکا اثر بھی نہیں ہے ۔ اقول حدیث صحیح میں مروی ہے کہ تبوک کو جہاد کیلئے جاتے ہوئے لشکر کا گذر قوم ثمود کے قریہ سے ہوا اور عرب انکو خوب جانتے تھے تو آنحضرت صلعم نے انکو وہ کنواں بتلایا جو ثمود کا تھا اور ناقہ کے آنے کا نالہ اور لوٹتے وقت دوسرے نالہ سے جانے کا پتہ بتلایا اور قوم میں سے جس نے اس کنوئیں سے پانی لیا تھا انکی ہانڈی تک لنڈھوادی اور تمام لشکر دوسرے کنوئیں پہ اُترے جو شہر سے باہر تھا اور بعضے لوگ اس قریہ میں نشانات دیکھنے گئے تھے اُنکو بلوایا اور کہا کہ معذب قوم میں مت جاؤ اور یہاں سے روتے ہوئے گذر ۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا یعنی جو اُن پر واقع ہوا عذاب ہلاک تو یہ ہماری طرف سے اُن پر ظلم نہ تھا ۔ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ولیکن انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کیونکہ خالق عزوجل سے کفر و اسکی رضا کے برخلاف قبیح اعمال کئے اور بتوں کو اپنا معبود بنایا اور یہ مستوجب عذاب تھے ۔ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ اُنکو نفع نہ دیا عذاب الٰہی اُن پر سے دور کرنے میں اُنکے معبودوں نے ۔ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے پوجتے تھے ۔ مِنْ شَيْءٍ ۔ کچھ بھی لَمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ہرگاہ کہ اُن پر تیرے پروردگار کا عذاب آیا یعنی ان لوگوں نے اپنے خالق سے کفر کرکے بتوں وغیرہ کو اپنا معبود بنایا تھا اور اُن کو قدرت والا جانتے کہ مصیبت ڈالتے اور بھلائی دیتے ہیں یعنی ان کو ہر طرح نفع و ضرر دینے والا جانتے تھے

تو جب اُن پر عذاب الٰہی آیا تو اُن پر سے عذاب کو اُنکے یہ معبود کچھ بھی دور نہ کر سکے اور کچھ بھی نفع نہ دے سکے اور کچھ بھی کام نہ آئے۔ وَمَا
زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ۔ اور نہ بڑھایا اُن کے معبودون نے اُن کے حق مین سوائے ہلاک کے یعنی اُنہین معبودون کی بدولت یہ
لوگ ہلاک ہوئے اور کچھ بھی اُنکو فائدہ نہ دیا۔ اولیاء کرام نے فرمایا کہ جو کوئی چیز تجکو اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے اپنی طرف متوجہ کرے
وہی تیرے حق مین طاغوت ہی اور اللہ تعالیٰ نے بندہ کی ہوائے نفس کو اُسکا معبود بتلایا بقولہ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ اور سوائے
اللہ تعالیٰ کے غیر کی پرستش کرنا بڑا سخت ظلم ہی پھر بھی حق تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب گرفتار فرماتا ہی تو رہائی نہین ہوتی پھر ممکن
ہے کہ دنیاوی زندگی بھر مہلت ہو اور موت کے وقت عذاب مین گرفتار ہو پھر رہائی نہین ہی۔ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ۔ اور ایسے ہی
ہوتا ہی گرفتار کرنا تیرے پروردگار کا۔ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى۔ جب اُسنے کسی بستی والون کو پکڑا یعنی عذاب مین گرفتار کیا۔ وَهِيَ ظَالِمَةٌ
درحالیکہ یہ قریہ ظالم ہی یعنی کثرت گناہ و نافرمانیون سے اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوتے ہین تو اسی طرح عذاب مین پکڑتا ہی کہ کوئی اُن کو
رہا کرنے کی مجال نہین رکھتا۔ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔ بیشک اُسکا عذاب کافرون کے حق مین سخت دردناک ہی تو لوگ ڈرتے
رہین کہ اسی چندروزہ زندگی مین نیکی و رضائے الٰہی کو بتوفیق الٰہی استدعا کرین۔ ورنہ عذاب مین گرفتار ہون گے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ بندہ ظالم کو ڈھیل دیدیتا ہی حتی کہ جب اُسکو گرفتار کر لیتا ہی تو پھر اسکو رہائی نہین
دیتا ہی پھر یہی آیت پڑھی۔ کما فی صحیح البخاری و مسلم۔ واضح ہو کہ ظالم کا حال زمانۂ مہلت مین نہایت خوفناک ہوتا ہی کیونکہ کمال جہالت
سے وہ سمجھتا ہی کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہی کہ مجکو اسقدر مال و دولت دیدی اور کبھی تکلیف و بیماری بھی نہین ہوتی ہی اور جاننا
چاہیئے کہ جسکو عاقبت کی بھلائی نہین ہوتی اسکو یہان اسکی خواہشین مال و دولت و آل و اولاد بہت کچھ دیدی جاتی ہین جیسا کہ
دوسرے مقام کی آیات سے ظاہر ہے تو اس سے وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہی آخر یکایک عذاب مین پڑ جاتا ہے اسیواسطے بعضے مشائخ کرام
نے کہا کہ اس کی حالت زیادہ خوفناک ہوتی ہی کیونکہ مشتبہ رہتا ہی کہ یہ ظالم کی مہلت ہی یا فضل الٰہی ہی اور جس نے یہ سمجھا کہ آیت شریف
کا حکم اگلی امتون کے ظالمون کیواسطے مخصوص تھا تو اُسنے آیت کے معنی نہ سمجھے اور حدیث موصوفہ بالا بھول گیا صرف اپنے نفس و شیطان
کے وسوسہ پر تکیہ لگا کر بیٹھ رہا اب کلام الٰہی سے عبرت حاصل نہین کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ
عَذَابَ الْاٰخِرَةِ۔ بیشک اس گزشت مین یا ان قصص مین عبرت ہی ہر ایسے شخص کیلئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہی یعنی ایمان لایا
کیونکہ جو نہین ڈرا اور آخرت پر ایمان نہ لایا اُسکا تو وہ حال ہی جو اگلی امتون کا ہوا اور نصیحت و عبرت اُسی کو ہوگی جو آخرت پر
ایمان لاوے اور اُس سے ڈرے تو ویسی حرکتین نہ کریگا کہ عذاب یاد دے۔ بعض اہل الفہم نے بتوفیق الٰہی کہا کہ اس کلام مین ایک
لطیف اشارہ ہی کہ اس اُمت کے ظالم لوگ اسطرح عذاب مین ماخوذ نہ ہونگے جیسے اگلی قومین ماخوذ ہوئین کیونکہ یہ نہین فرمایا کہ عبرت ہی
اُسکے لئے جو عذاب الٰہی سے ڈرے بلکہ عذاب الآخرۃ فرمایا یعنی عذاب الحیوۃ الآخرۃ یا عذاب النشاۃ الآخرۃ۔ تو معلوم ہوا کہ عذاب الحیوۃ الدنیا
کی عبرت اب ایک خاص رحمت کیوجہ سے نہ ہوگی اور حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ آنحضرت نے درگاہ الٰہی مین دعا فرمائی تھی کہ حیات دنیا کے عذاب
سے اس اُمت کو عفو فرمایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی ہی اسیواسطے تو دیکھتا ہی کہ اس
اُمت مین اگلون سے زیادہ ظالم ہین لیکن عذاب ظاہری مین گرفتار نہین ہوتے ہین اور یہ بڑا معجزہ تمام قومون کیلئے ظاہر ثابت ہی لیکن اس سے
یہ لازم نہین کہ آخرت مین عذاب نہو بلکہ آیات و احادیث صریح متواتر ہین کہ مرتے ہی عذاب القبر شروع ہو جاتا ہی لہذا عبرت یہ ہی کہ اسی زندگی

مین عذاب سے خوفناک ہو کر توبہ و استغفار کرے کیونکہ یہ بھی عام رحمت و خاص رحمت ہو کہ کوئی بندہ کیسا ہی گنہگار حتی کہ کافر و مشرک ہو پھر وہ آخرت پر ایمان لاکر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اسکو پاک بخشدیتا ہو گویا آج اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوا اور کافر نے حالت کفر مین اگر خون بھی کیا ہو وہ بھی معاف ہو جاتا ہو کیونکہ سچے ایمان و بندگی کے بعد کافر کو نورانی علم حاصل ہوتا ہو وہ دیکھتا ہو کہ مین حالت کفر مین اگرچہ خوش خوراک خوش پوشاک اور بڑا با قوتی اور بڑی عمدہ تدبیر والا اور بہت عقلمند تاجر تھا لیکن بلا شبہہ مین جانور کے مثل تھا تو جانور اگر خون کرے معاف ہونے کے قابل ہو اور اگر ایمان نہ لایا تو ہرگز معاف نہو کیونکہ جانور وہ خود بنا تھا پیدائشی جانور نہین ہو اور جسکو ذرہ برابر سمجھ ہو وہ دنیا کے لوگون و پیدائشی حالتون مین ذرا انصاف کی نظر سے دیکھکر جان جائیگا کہ سب کے لئے ایک اور پیدائش و دوسرا گھر ضرور ہو پھر جب ابتدائے خلقت سے لیکر حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین تمام سب پیغمبرون نے متواتر آگاہ فرمایا کہ اے لوگو تمھاری جزا و سزا کیلئے دوسرا جہان ہو تو یقین قطعی ہو گیا کہ یہ دنیا اور یہ زندگانی خوب نیکی و بندگی کیلئے ہو جسکا آرام و انعام و ثواب دوسرے جہان مین غیر متناہی اور آدمی کی ہوس سے بڑھکر ہو اور جس نے بدکاری کی اسپر عذاب بھی وہم و گمان سے باہر ہو چنانچہ بعضی قومون کو جن کی نافرمانی پر غضب آیا اسی جہان مین طاری ہو گیا جس سے نیک بندون نے عبرت حاصل کی اور عذاب الآخرۃ سے ڈرے پھر اس آخرت کا حال فرمایا ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ - یہ روز آخرت ایسا دن ہو کہ اسمین سب لوگ جمع کیے جاوین گے اور یہ ایسا دن ہے کہ مشہود ہوگا یعنی سب اہل محشر اسمین شاہد و حاضر ہونگے یا بجملہ خلائق جن و انسان و چرند و پرند وغیرہ یا سب آسمانی و زمینی حاضر ہونگے یا اسمین شہادت ادا ہوگی ف بعض اشارات اس مقام کے عرائس البیان مین ہین قولہ تعالیٰ وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی ظالمۃ اسمین ایسے لوگون کے حق مین دھمکی ہو جو دنیاوی نعمتون مین پڑکر ایسے غافل ہوگئے کہ نعمت کی محبت مین نعمت دینے والے سے انقطاع کر لیا۔ شیخ ابوبکر الوراق رح نے کہا کہ جب حق تعالیٰ کسی پر خشم فرماتا ہو تو اسکو دنیا کی نعمت بہت دیدیتا ہے اور اسکا شکر کرنے سے غفلت نصیب ہوتی ہے اور اسکے دل سے توفیق جاتی رہتی ہو اور آخرت سے منقطع ہو کر مہمل ہو جاتا ہے اور اسی دنیاوی نعمت پر مغرور ہو کر ایسے گناہون کا مرتکب ہوتا ہو جو مستوجب گرفتاری عذاب ہین تو وہ ناگاہ غفلت ہی مین بدون توبہ و استغفار کے عذاب مین گرفتار ہو جاتا ہے اول شیخ ابوبکر الوراق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے حق مین یہ حال بیان فرمایا جسنے دنیاوی نعمت کو شرعی حلال طریقہ سے حاصل کیا ولیکن اسکی محبت مین آخرت سے غافل ہو گیا پھر وائے بر حال ان لوگون کے جو بدون مال کے صرف ہوس پر دل مین اسکی محبت ایسی بھر لیتے ہین کہ حالت افلاس ہی مین آخرت سے غافل ہوتے ہین اور مال تو مثال ہو کوئی چیز دنیاوی ہو یکسان ہو پھر کبھی ایمان سلب ہو جانیکے بعد اسکو آخرت کے عوض حرام و حلال کسی طریقہ سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہو اور کبھی یون ہی محروم مرجاتا ہو بس خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو جاتا ہو حالانکہ مقدر سے زائد ملنا ممکن نہین ہو اور جب خود فانی ہو تو یہ اموال و اسباب بدرجہ اولی فانی ہین تو بہتر تھا کہ دار آخرت باقی کا ذخیرہ وہان جمع کرنا بعد یقین واثق و ایمان کامل کے کیونکہ روز قیامت برحق ہو۔ قولہ تعالیٰ ذلک یوم مجموع لہ الناس الآیۃ۔ ابن عارفین تو دیدار جلال و مشاہدہ عظمت و کبریا کیلئے حاضر ہون گے اور محبین وصال و جمال و لقاء باقی کے واسطے یکجا ہون گے اور موحدین جن کو سوائے واحد کے کچھ بھی یہان مشاہدہ نہین ہو وے دیدار قدم و شہود ازل کیلئے مجتمع ہون گے اور یہی لوگ اہل الصبر ہین کہ برابر دنیا مین طوارق تقدیر و سطوات عظمت پر صابر ہو کر یہین اہل الجمع و الشہود تھے ابو سعید الخراز رح نے فرمایا کہ جس نے حقیقت عین الجمع سے معائنہ کیا اسکو مجمع قیامت مین ہول نہوگا اور جو کشف المشاہدہ مین تھے اسکو شہود قیامت سے تعجب ہو گا کیونکہ انکشاف کشفی مطابق حقیقی اسکو حصول تھا

یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایام مین سے ایک یوم مفقود ہی دوم یوم مشہود طلد سوم یوم مورود دا در چہارم یوم موعود و پنجم یوم محدود پس یوم مفقود جو گزر ا تو استغفار و توبہ سے مکافات ممکن نہین اسکو حسرت سے یاد رکھ کہ مین نے اسمین کیسی تقصیر کی ہو یوم مشہود یہ روز ہو جسمین تو حاضر ہی توجسقدر تجھ سے ممکن ہی زاد راہ جمع کر لے۔ یوم مورود وہ ہو کہ ابھی تجکو معلوم نہین کہ وہ تیرے لئے ہی یا تو اُسکے لئے ہی یعنی شاید یہ تیرے زمانہ کا نہو اور وہ کل کا روز ہی تو اسکے بھروسہ پر مت بیٹھ اور اُسکے اہتمام مین مشغول مت ہو۔ یوم موعود اپنے دل مین یاد رکھ کبھی کسی حال مین اسکو مت بھول اور اسکے واسطے سامان جمع کر کہ وہی تیرا آخری دن ہی اگرچہ ابھی تجھکو معلوم نہین کہ وہ کون دن ہوگا مگر آخر ایک روز موت کا قطعی موعود ہی۔ یوم محدود وہ دن ہی کہ تمام مخلوق محشر مین رب العالمین کے لئے حاضر قائم ہون گے تو ہر روز اپنے نفس سے اس روز کے سوال و جواب کے لئے حساب کر لیا کر کہ آخر تجھکو یہ کرنا ضروری ہی پھر تو اُس روز اللہ تعالیٰ کیلئے کیا جواب رکھتا ہی اور اگر کسی کافر کو شبہہ ہو کہ آخر وہ دن کب ہوگا ابھی قائم کیون نہین ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَ

اور اسکو ہم دیر کرتے ہین سو ایک وعدے کی گنتی تک — جس دن وہ آویگا نہ بولیگا کوئی جاندار مگر اسکے حکم سے — سو اُنمین کوئی بدبخت ہے اور

سَعِيدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿۱۰۶﴾ خَالِدِينَ فِيهَا

کوئی نیکبخت — سو وہ لوگ جو بدبخت ہین سو آگ مین ہین اُن کو وہان چلانا ہے اور دھاڑنا — رہا کرین اُس مین

مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿۱۰۷﴾

جب تک رہے آسمان اور زمین — مگر جو چاہے تیرا رب — بیشک تیرا رب کر ڈالتا ہو جو چاہے

وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ

اور وہ جو نیکبخت ہین — سو جنت مین ہین رہا کرین اُسمین جب تک رہے — آسمان اور زمین

إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴿۱۰۸﴾

مگر جو چاہے تیرا رب — بخشش ہے بے انتہا

وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ۔ اور نہین تاخیر دیتے ہم اس کو مگر بوجہ ایک مدت معدود کے یعنی ہم نے ایک قلیل مدت مقرر کر دی ہو جسکو کوئی مخلوق سوائے ہمارے نہین جانتی ہو جب وہ پوری ہوگی اُسوقت اچانک قیامت قائم ہو جائیگی۔ اس مدت کی قلت اسوجہ سے ہے کہ بقاء آخرت غیر متناہی ہی تو دنیا کی مدت کسی قدر ہو محدود ہوگی اور وہ غیر محدود کے مقابلہ مین محض قلیل ہی حالانکہ آدمی سخت احمق ہی جو کمی و بیشی پر نظر کرے اسکے لئے تو دنیا ہی چند روز حیات تک ہے اور قیامت کیلئے اگرچہ آثار بہت مروی ہین جنکو اس زمانہ مین مشاہدہ کرنے سے ظاہر ہوا کہ بالکل آثار ظاہر ہین سوائے چند آثار کے جنکی تعداد چار پانچ تک پہنچتی ہی ان چار پانچ کیلئے جو آثار مروی ہین سو بھی ظاہر ہوتے جاتے ہین مثلاً مروی ہو کہ اسوقت امت اسلامیہ کے اخلاق و عادات بگڑ جاوین گے اور نصرانی تمام روئے زمین کے لوگون سے زیادہ شمار مین اور زیادہ ثروت و قوت مین ہون گے اور جو آثار ابھی ظاہر نہین ہوئے از انجملہ یہ ہے کہ تمام دین مین سے صرف جزیرہ و ایک صوبہ مصر مین اور عرب چند قطعہ معدود مسلمانون کے قبضہ مین رہ جاوینگے اسکے لئے بھی آثار ظاہر ہوتے جاتے ہین از انجملہ ظہور امام مہدی علیہ السلام ہو۔ از انجملہ خروج دجال ہو از انجملہ فتح قسطنطنیہ ہو پھر اسکے آثار بھی قریب ہین اور رہے

آثار صغری مثل کثرت زنا و شراب خواری و فساد علماء و کثرت دروغگوئی و مسجد مین دنیاوی باتین و توحید کے نام سے شرک کرنا اور جاہلون کا جاہل کو پیشوا بنا کر گمراہ ہونا اور مانند اسکے جو بکثرت مذکور ہین وہ غالباً سب ہی پائے جاتے ہین اور رہا قیامت کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پیغمبر کو بھی نہین تو یہ قرآن مجید و صحاح احادیث مین صریح مذکور ہے اور علماء سب اسپر متفق ہین اور اچانک قائم ہونا تو حدیث صحیح مین یہ مضمون ہے کہ آدمی بازار مین کپڑا خرید کر ہاتھ مین لئے ہوگا اور عربی آدمی اپنے اونٹ کے پانی پلانے کا حوض درست کرتا ہوگا کہ ناگاہ صور کی آواز سے وہین ہاتھ جیسے ہوگا ویسا ہی رہجائیگا پھر حشر ہوگا ایک واقعہ سخت ہولناک و عظیم ہے سوائے کافر و جاہل کے کوئی اس ہولناک واقعہ کیلئے آمادہ نہین ہے الغرض قیامت ہولناک کی تاخیر اسوجہ سے ہے کہ علم آلہی مین دنیا کی انتہار کیلئے ایک مدت قلیل بنسبت آخرت کے مقدر ہے اسوقت تک نسل آدم جنکا ظہور مقدر ہوا ہو ظاہر ہوجائیگی اور حکمت بالغہ آلہیہ اسکی مقتضی ہے يَوْمَ يَأْتِ یاتی یوم القیامة - لَا تَكَلَّمُ لا تتکلم نَفْسٌ - جس روز آجائے گی قیامت تو نہ بول سکے گا کوئی نفس - اِلَّا بِاِذْنِهٖ - مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے یعنی کسی کو اُس دن بولنے کی مجال نہوگی بسبب ہول و قائع اور ظہور جلال و غضب آلہی کے مگر وہی بول سکے گا جسکو اجازت ہوگی اور وہ بھی قول صواب کہیگا صحیحین کی حدیث شفاعت مین مذکور ہے کہ اُسدن کوئی شخص بات نکر سکے گا سوائے رسولون کے اور رسول بھی یہی کہین گے یارب سلم سلم یعنی اے رب ہمارے سلامتی سلامتی - اگر کہا جاوے کہ دیگر آیات مین تو مذکور ہے کہ کفار کرم جاوینگے اور اپنی طرف سے جھوٹ بولینگے کقولہ تعالیٰ یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسها - اور مثل قولہ تعالیٰ ربنا ما کنا مشرکین اور عدم کلام کی دوسری آیت ہے قولہ یوم لا ینطقون ولا یوذن لهم فیعتذرون تو حضرت ابن عباس وغیرہم سے یہ جواب مروی ہے کہ اس دراز دن مین مواقف متعدد ہون گے مثلاً اول مین بسبب حیرت و ہیبت کے زبان سے بول نہ پھوٹے گا پھر بقدرت آلہیہ نہ بول سکین گے بلکہ ان کے اعضاء و جوارح انکی بداعمالیون کی گواہی دینگے پھر حق تعالیٰ کی بخشش و انبیاء و مومنین یعنی صدیقین و شہداء و صالحین کی شفاعت سے نجات دیکھکر کفار مکر سے منکر ہونے لگین گے کہ ہم بھی مشرک نہ تھے اور اس مقام پر دیگر اقوال بھی ہین اور ظاہر ہے کہ آخرت کے معاملات سے جسقدر فہم ہے کچھ سمجھ مین آسکتا ہے اور سمجھدار جانتا ہے کہ اکثر امور آخرت دنیا کے قیاسات پر موافق نہین ہو سکتے ہین اور بیشبہ آدمی بڑا احمق ہے کہ جب اسکو دنیا مین اپنی روح و نفس کا علم جو اسکے اندر موجود ہے نہین ہو سکتا تو وہ آخرت مین کیا گفتگو کرتا ہے جب اسکو رسول کی رسالت حقہ کی تصدیق ہوگئی تو جو کچھ رسول علیہ السلام نے فرمایا ضرور صحیح درست ہے یعنی جو کچھ قرآن کلام آلہی مین مذکور ہے بالکل صحیح ہے - واضح ہو کہ اس آیت مین بلاغت بدیع کے تین نوع جمع ہین اول تو اجتماع بقولہ لا تکلم نفس پھر افتراق بقولہ - فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ - پس ان نفوس مجتمعہ مین سے بعضے شقی ہون گے اور بعضے سعید ہونگے پھر تیسری نوع تقسیم اور وہ آگے آتی ہے - پھر شقی بدبخت بداعمال وہ ہین جن کے حق مین شقاوت ازلی مقدر ہو چکی ہے اور سعید نیک بخت نیکوکار وہ ہین جو ازلی برگزیدہ محبوب بندے ہین اور ازلی تقدیر کے یہ معنی ہین کہ خالق تمام مخلوقات غیر متناہیہ کا علیم خبیر ہے اسکی شان مین جہل و نادانی کا لفظ جائز نہین ہے پس یہان یہ سوال ہے کہ جسوقت اسنے مثلاً زید کو پیدا کیا تو اسکا یہ علم تھا کہ یہ بندہ ایسے ایسے کام کریگا یا نہ تھا اگر نہ تھا تو نادانی ہوئی اور یہ جہالت کا اعتقاد بالکل کفر و محض حماقت و جہالت ہے بلکہ خالق علیم ضرور جانتا تھا اور اُسکے علم سے برخلاف دنیا مین زید سے واقع نہ ہوگا بلکہ وہی واقع ہوگا جو علم آلہی مین تھا پس یہی ازلی سعادت یا شقاوت ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فمنہم شقی وسعید - تو مین نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ جو عمل کرتے ہین وہ کس طرح پر ہے آیا ایسی وجہ پر ہے کہ اُس سے فراغت ہوچکی یا فراغت نہین ہوئی ہے فرمایا کہ اے عمر اس سے فراغت ہوچکی اور قلم اسکو لکھ چکے ولیکن

ہر شخص کو وہی کام میسر آویگا جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہی۔ اس حدیث کو ترمذی وابویعلی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ
وابن مردویہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہی اور یہ مضمون تو صحیحین مین ثابت ہی پھر جاننا چاہیئے کہ یہان دو قسم مذکور ہین
ایک شقی دوم سعید اور بعض لوگون نے زعم کیا کہ تیسری قسم اور باقی رہی اور یہ وہ لوگ ہین جنکی بدی و نیکی مساوی ہون یا نیکی و بدی کچھ نہ ہون
جیسے اطفال و مجنون اور لکھا کہ یہ قسم مشیت آلہی مین ہی جو چاہے حکم کرے واقول یہ غلط بحث ہی اور تحقیق یہ ہی کہ تقسیم بندون کی اگر باعتبار
اعمال کے ہو مثلاً کہا جاوے کہ مومن یا کافر پھر مومن مین اقسام ہین تو مومن کے اقسام مین البتہ کئی صورتین نکلتی ہین پھر بھی یہ سب سعید ہین
کیونکہ عدم خلود ان کے حق مین ثابت ہی ولیکن یہان اللہ تعالیٰ نے بندون کی تقسیم باعتبار اپنے علم ازلی کے فرمائی ہی پس وہ دو ہی قسم ہین
سعید یا شقی اور اُن کے سوائے تیسری قسم نہین ہی یا کہا جاوے کہ مومن و کافر تو تیسری قسم نہین ہے البتہ معتزلہ ایک منزلہ دونون کے
بیچ مین قائم کرتے ہین اور وہ قول مردود ہی اور جہنم مین فی الجملہ عذاب ہونا جیسے مومن ہونیسے خارج نہین کرتا ویسے ہی سعادت سے
خارج نہین کرتا اور اطفال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہی کہ وہ شقی ہین یا سعید ہین ہان بندون مین سے اہل علم پر یہ مسئلہ مشکل ہوا اور جمہور اسی طرف
ہین کہ معذب ہون گے اور مومنون کے اطفال کی نسبت گویا اتفاق ہی کہ وہ مغفور ہین جیسا کہ کلام امام نووی رح وغیرہ دلالت کرتا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم اور سابق مین یہ بحث قولہ تعالیٰ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس الآیۃ کی تفسیر مین گزرچکی ہی۔ خلاصہ یہ ہی کہ شقی وہ ہین جو
ہمیشہ دوزخ مین رہین گے۔ اور سعید وہ ہین جو ہمیشہ جنت مین رہین گے تو گنہگار مومن جب ہمیشہ دوزخ مین نہ رہے تو وے سعید ہین کیونکہ
جنت مین جسوقت سے داخل کیئے جاوین گے پھر اسمین ہمیشہ رہین گے تو تیسری قسم کوئی خارج از علم آلہی نہین ہی غایت یہ ہی کہ ہم کو نہین معلوم کہ اطفال
ومجنون مین کون سعید و کون شقی ہی اور یہ تو درحقیقت عاقل و بالغ مین بھی مشتبہ ہی۔ یہان ایک نکتہ اور ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قولہ منہم شقی وسعید
مین پہلے شقی کو کیون ذکر فرمایا تو اہل البیان نے کہا کہ مقام چونکہ ڈرانے و عبرت دلانے کا ہی لہذا اسکو مقدم کیا اور مین کہتا ہون کہ پہلے
شقی کو بیان کرکے اسکی تفصیل کردی کہ وہ ایسے لوگ ہین جو جسوقت سے دوزخ مین داخل ہونگے ہمیشہ اسی مین رہین گے تو معلوم ہوا کہ سعید
وہ ہین جو جنت مین جسوقت سے داخل ہونگے ہمیشہ اسمین رہین گے اور اس سے نکلا کہ گنہگار مومنون پر شقی صادق نہین آیا اسلیئے کہ ان کو
دوزخ مین خلود نہین ہی پس ضرور سعید صادق آیا اور معنی یہ ہوئے کہ جب سے جنت مین جائین گے اگرچہ عذاب دوزخ اٹھاکر ایک زمانہ کے بعد
جاوین تب سے ہمیشہ جنت مین رہین گے چنانچہ تفصیل ہر دو قسم مین فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا پس جو لوگ کہ شقی ہوئے ہین یعنی علم آلہی مین
انکی شقاوت مقدر ہوئی ہی فَفِی النَّارِ۔ تو وے دوزخ مین ہین۔ یہان کوئی فعل نہین ذکر کیا کہ جس سے جملہ فعلیہ ہوجاوے اور فعلیہ جملہ
ہمیشگی پر دلالت نہین کرتا بلکہ اسکو جملہ اسمیہ فرمایا جس سے عرب اپنی زبان مین ہمیشگی کے معنی سمجھتے ہین تو اس سے نکلا کہ وے ہمیشہ دوزخ
مین ہین۔ لَہُمْ فِیْہَا زَفِیْرٌ وَّشَہِیْقٌ ان کے لئے دوزخ مین زفیر و شہیق ہی یعنی اس حالت پر کرب و غم والم مین رہین گے۔ زجاج
نے کہا کہ بصری و کوفی زباندان لوگ کہتے ہین کہ زفیر تو گدہے کی شروع آواز کے مانند ہی اور شہیق اسکی آخر کی بلند آواز کے مثل ہی۔ اسکی مثال
یہ ہی کہ جیسے کسی کے دل پر آگ کی طپش پہونچی اور اسکی روح گھٹ گئی تو یکایک اسکی آواز باریک بھی ہوئی نکلی پھر آخر مین گدہے کی طرح ہیایا
اور زجاج کے مانند نیز قسی کی تفسیر بھی ہی اور مراد اس سے یہ ہی کہ اہل دوزخ آگ کی جلن و قلب کی طپش سے نہایت غم والم مین ہوکر
پہلے زفیر نکالین گے پھر انکی آواز شہیق ہوگی۔ پھر حضرت خالق قادر مختار جلّ شانہ نے تصریح فرمائی کہ اس حالت پر وے لوگ ہمیشہ رہین گے
بقولہ۔ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ہمیشہ اسمین اسی حال پر جیسے رہین گے جیسے داخل کئے جاوین گے جبتک

لہ الامام الہادی صدیق حسن خان عوف فتح البیان ۱۲

برابر قائم رہیں آسمان و زمین - تا مصدریہ دوامت بمعنی قامت و بقیت یعنی تا دوام آسمان و زمین ۔ اگر کہا جاوے کہ آسمان و زمین تو
برابر قائم نہیں رہیں گے بلکہ مدت دنیا پوری ہونے کے بعد آخرت کے روز یہ بھی زائل ہوں گے جیسا کہ آیات و احادیث میں مصرح ہے
تو کفار کا عذاب جہنم صرف اسی وقت تک منتہی ہوا حالانکہ دیگر آیات و احادیث سے ثبوت ہے کہ عذاب کفار دائمی ہوگا کبھی اس کا
انقطاع نہیں ہے تو جواب دیا گیا کہ آسمان و زمین سے یہ آسمان و زمین دنیاوی مراد نہیں ہے اسوجہ سے کہ دنیا کے وجود تک کفار
داخل جہنم نہ ہونگے بلکہ بعد قیامت کے جاویں گے اور اُسوقت یہ آسمان و زمین نہ ہوگا بلکہ مراد آخرت کا آسمان و زمین ہے کیونکہ قولہ تعالےٰ
یوم تبدل الارض غیر الارض الآیۃ سے ثابت ہے کہ دوسرا آسمان و زمین بدلا جاویگا جو ہمیشہ باقی رہیگا تو کفار کا عذاب بھی ہمیشہ رہیگا - اور
بعض نے جواب دیا کہ یہ عرب کے محاورہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے عرب سے انکے محاورہ پر کلام فرمایا ہے چنانچہ عرب جب کسی چیز کا دوام بیان کرنا چاہتے
ہیں تو کہتے ہیں ہو دائم ما دامت السموات والارض - یہ ہمیشہ رہیگا بدوام آسمان و زمین اور کہتے ہیں کہ ابقی ما اختلف اللیل والنہار جبتک
رات دن آگے پیچھے باری باری آتے ہیں تب تک نہ رہ یعنی ہمیشہ تو قولہ ما دامت السموات والارض سے صرف یہ معنی مراد ہیں کہ ہمیشہ جسکا
انقطاع نہیں ہے اور یہ معنی لفظ سے ماخوذ نہیں بلکہ انکے محاورہ سے مستنبط ہیں اور بعض نے جواب دیا کہ اس سے مراد یہی آسمان و زمین دنیاوی ہے
اور کلام سے مقصود اس آسمان و زمین کے باقی رہنے کی مدت ہے تو عوام جو محسوسات کے پابند ہیں ان دونوں کے باقی رہنے کی مدت بہت
دراز جانتے ہیں پس خوفناک و ہولناک ہونگے کہ زفیر و شہیق کی تکلیف کے ساتھ اسقدر دراز مدت تک عذاب سہنا ہوگا پھر اس عذاب کا
دوام بتلا دیا بقولہ - اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ - الا اسقدر کہ اللہ تعالیٰ چاہے یعنی یہ مدت دراز جس سے خوفناک ہوئے یہ تو تمہارے
خیال میں آئی ہے اور اُسپر اور زیادہ مشیت الٰہی میں ہے جسکی مقدار نہیں بتلائی و لیکن دیگر آیات و احادیث سے معلوم ہے کہ وہ بے انتہا رہے -
چنانچہ صحیح حدیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جاوینگے یعنی گنہگار مومن اور رائی برابر ایمان
والے بھی شفاعت و خاصہ رحمت الٰہی جہنم سے نکالکر جنت میں داخل کر دیئے جاویں گے اور دوزخ میں کوئی بھلائی والا نہیں رہے گا
سوائے ایسی قوم کے جنپر عذاب قطعی ہے تو اسوقت موت ایک مینڈھے کی صورت لاکر جنت و دوزخ کے بیچ میں ذبح کر دیجائے گی
اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی اور اے دوزخیو ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی - واضح ہو کہ اس تقریر
پر یہ مشکل ضرور پیش آویگی کہ الا حرف استثنا اپنے معنی پر نہیں ہے کیونکہ اس تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ جہنم والے جب اسمیں داخل ہوں گے تو مدت
بقاء آسمان و زمین تک مع اور زیادہ بے انتہا مدت کے وہیں رہیں گے اور الا حرف استثنا ہے چاہیئے تھا کہ دوام بقاء آسمان و زمین
سے کچھ مستثنیٰ کیا جاتا اور کم کیا جاتا - تو جواب یہ ہے کہ استثنا منقطع ہے اور معنی میں صرف الا بمعنی حرف عطف ہے یعنی الا بمعنی لکن و سوائے
وغیرہ ہے یعنی جہنمی اسمیں ہمیشہ رہیں گے جبتک آسمان و زمین ہیں لیکن اس سے زیادہ جبتک اللہ تعالیٰ چاہے یا سوائے اس مدت کے جبتک
اللہ تعالیٰ چاہے اور معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ بے انتہا مدت تک چاہا ہے - ایسا ہی شیخ مفسر سیوطی نے تاویل کو پسند کیا اور جمل
نے اسکی توضیح کی - واضح ہو کہ اس آیت کو مفسرین نے مانند متشابہات کے قرار دیا اور طرح طرح کی تاویلیں کی ازانجملہ شیخ سیوطی نے
اسی تاویل مذکورہ کو اظہر قرار دیا اور یہ اس بنا پر ہے کہ استثنا ندکو خلود سے ہے یعنی تا بقاء آسمان و زمین خلود ہوگا سوائے زائد مدت
کے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور دیگر اہل علم نے استثنا میں متعدد اقوال پر اختلاف کیا ہے اور مترجم کو پسندیدہ معلوم ہوا کہ نایاب کتب عربیہ
کی تلاش سے عموماً کلفت دور کر کے جہاں تک علماء نے لکھا ہے اس آسان تفسیر میں ترجمہ کر دوں کہ متوسط درجہ کے اہل علم و ایمان محروم

ذرہین کیونکہ مقصود علم ہی خواہ کسی عبارت مین ہو بس مین کہتا ہون کہ شیخ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ فاما الذین شقوا ففی النار الآیۃ ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سینہ مین گھٹی ہوئی سانس تو زفیر ہے اور زور سے مکروہ آواز سے دشل گدھے کے، باہر نکالنا وہ شہیق ہی ۔ قولہ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض ۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ عرب کی عادت ہی کہ جب کسی چیز کا دوام ہمیشہ ہونا بیان کرتے ہین تو کہتے ہین کہ ہذا دائم بدوام السموات والارض یعنی آسمان و زمین کے دوام کی طرح یہ دائم ہی پس حق سبحانہ تعالیٰ نے ان سے ان کے عرف کے موافق خطاب فرمایا یعنی اس محاورہ سے وہ ضرور سمجھ لین گے کہ دوزخیون کے لیئے عذاب مین دوام مراد ہی اور حافظؒ نے کہا کہ مین کہتا ہون کہ آسمان و زمین سے اس موجودہ کے سوائے دوسرا مراد ہو سکتا ہی جو کبھی زائل نہو اور ایسا آسمان و زمین آخروی ہونا ضرور ہی چنانچہ مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ہر جنت کیواسطے علیحدہ آسمان و زمین ہی رواہ ابن ابی حاتم یعنی تو دوزخ کیلیئے بھی علیحدہ ہو گا اور قولہ الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید یہ قول ایسا ہی جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ۔ النار مثواکم خالدین فیہا الا ما شاء اللہ ۔ یعنی انکے واسطے خلود ہو گا لیکن اس استثناء مین علماء کے کئی اقوال مختلف ہین جنکو شیخ ابن الجوزی نے زاد المسیر مین نقل کیا ہی و ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ میرے نزدیک مختار وہ قول ہی جو خالد بن معدان و ضحاک و قتادہ و ابن سنان سے منقول ہی کہ یہ استثناء گنہگار مومنون کی طرف راجع ہے ۔ قال المترجم یعنی استثناء اہل جہنم سے ہے اور معنی یہ ہین کہ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض ۔ ہمیشہ جہنم مین رہین گے یہ اشقیاء سب کے سب ۔ الا ما شاء ربک ۔ سوائے ان بندون کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ہمیشہ نہ رہین گے بلکہ خارج کرکے جنت مین داخل کیئے جاوین گے اور متواتر اخبار سے صحیح ہوا کہ وہ گنہگار مومنین ہین و اضح ہو کہ اس صورت مین الا ما شاء بمعنی الا من شاء ہو گا کیونکہ من ذوی العقول کے لیئے آتا ہی اور ما بمعنی من دوسری جگہ مانند قولہ الا ما قد سلف وغیرہ مین بھی آیا ہی اور لکھا کہ بعض سلف سے اسکی تفسیر مین اقوال غریبہ بھی آئے ہین اور قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے استثناء سے خوب آگاہ ہے پھر اہل الجنۃ کی آیت مین جملہ استثناء ہے یعنی قولہ الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ ۔ مین کہا کہ مراد یہ ہی کہ اہل جنت کا دوام کچھ بذات خود امر واجب نہین ہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہی اور ضحاک و حسن بصری نے کہا کہ یہ گنہگار مومنون کے حق مین ہی یعنی وہ ہمیشہ جنت مین نہین تھے کیونکہ پہلے دوزخ مین تھے پھر نکال کر جنت مین آئے اقول خالدین فیہا کو جمہور مفسرین نے حال مقدرہ قرار دیا یعنی ان کے حق مین خلود مقدر ہے جب سے داخل ہون گے اسوقت سے خلود ہی فلیتامل فیہ ۔ پھر لکھا کہ اہل جنت کیساتھ قولہ عطاء غیر مجذوذ سے وہم دور کر دیا کہ یہ دوام کبھی منقطع نہو گا جیسے دوزخیون کا دوام اپنی مشیت پر رکھا ہی اور ظاہر کیا کہ عذاب اہل جہنم کا عدل و حکمت پر ہی لہذا فرمایا إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۔ بیشبہہ تیرا رب جو چاہے اسکو کرنے پر خوب قادر ہے پھر صحیحین کی حدیث دوام خلود اور ذبح موت کی ذکر فرمائی ۔ اور تلخیص کلام بیضاوی و معالم و سراج و جلالین و کبیر وغیرہ اس مقام پر یہ ہی کہ قولہ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض ۔ قید ما دامت السموات کی اسواسطے نہین ہی کہ اہل دوزخ کا دوام عذاب ان دونون کے دوام سے مربوط ہی کیونکہ نصوص قرآن و حدیث سے صاف ظاہر ہی کہ انکے عذاب کا دوام ہی اور ان دونون کا دوام منقطع ہو گا بلکہ یہ عبارت انکے دوام عذاب سے ہی اور یہ کثرت درازی عذاب کا بیان ہی اس عبارت کیساتھ جو عرب ایسے موقع پر بولا کرتے تھے بر سبیل تمثیل ۔ اور اگر یہ قید انکی دوام عذاب سے ارتباط کیلیئے بھی ہوتی تب بھی یہ لازم نہین آتا کہ ان دونون کے زوال سے ان کے عذاب کا زوال

ہوجاوے یا عذاب کے دوام سے ان دونون کا دوام لازم آوے ہان مفہوم ہوسکتا ہو کیونکہ دوام عذاب کیلئے ان دونون کا دوام گویا ملزوم
ہے ولیکن یہ محقق ہوچکا ہو کہ جہان صریح نص سے کوئی امر ثابت ہوجاوے تو کوئی مفہوم اسکے برخلاف اثبات کیلئے مقابل نہین ہوسکتا
کیونکہ منصوص صریح مقدم ہو اسکے سامنے مفہوم کا اعتبار نہین ہو - اقول اگر مادامت السموات والارض کو انکے عذاب سے مرتبط کہا جاوے
تب بھی دونون کے زوال سے عذاب کا زوال لازم نہین ہو اسلئے کہ یہ قید کچھ انکی مقدار عذاب یا نفس عذاب کیلئے شرط نہین اور نہ ملزوم
ہے کہ فوات شرط یا زوال ملزوم سے مشروط یا لازم کا وجود نہ رہے بلکہ صرف اسقدر ظاہر ہوا کہ عذاب اسوقت تک ممتد رہیگا کہ جبتک
دوام آسمان و زمین ہو اور مفہوم یہ ہو کہ شاید ان دونون کا بھی دوام ہو لیکن نصوص صریح سے دوام عذاب ہمیشہ کیلئے ثابت اور زوال
دوام ان دونون کا ثابت ہو تو بھی ثبوت مقدم ہوگا اور معنی یہ مفہوم ہوئے کہ ان دونون کے برابر باقی رہنے تک عذاب رہیگا مگر انحصار نہین
کہ پھر نہ ہوگا کیونکہ جائز ہو کہ ان کے بعد باقی رہے فافہم ولیکن مترجم کہتا ہو کہ ارتباط کیلئے ہونا منظور فیہ ہو کیونکہ جہنم مین داخل
ہونیکے وقت ان دونون کا دوام تو درکنار نفس وجود ہی باقی نہ ہوگا فلیتامل فیہ پھر بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ آخرت
کے سموات والارض مراد ہین بدلیل قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض الآیہ اور انکا وجود ہمیشہ کیلئے ہو - پھر لکھا کہ یہ قول قابل نظر ہو اسلئے کہ اس
صورت مین ایسی چیز سے تشبیہ ہوئی جسکو اکثر مخلوق نہین پہچانتے ہین نہ انکا وجود اور نہ دوام اور جو پہچانتا ہو وہ انکا دوام اسیوجہ سے
پہچانتا ہو کہ ثواب جنت و عقاب دوزخ دائمی ہو تو تشبیہ سے فائدہ نہ ہوگا - قولہ الا ما شاء ربک - خلود سے استثناء ہو کیونکہ گنہگار
موحدین دوزخ مین ہمیشہ نہین رہین گے بلکہ نکالے جاوینگے اور استثناء صحیح ہونے کیلئے اسقدر کافی ہو کیونکہ کل سے جو حکم زائل کرنا
مقصود ہو وہ اگر اسکے بعض سے زائل ہوجاوے تو کافی ہو کیونکہ یہ صحیح ہوگیا کہ سب کے سب خلود فی النار مین نہین رہے اور اما الذین
سعدوا مین جو استثناء ہو وہان بھی یہی گنہگار موحدین مراد ہین کیونکہ جنت مین اسوقت تک ہونگے جبتک عذاب کیلئے دوزخ مین رہین
اور یہ لوگ اگرچہ بوجہ گناہ کے شقی ہین لیکن ایمان کی وجہ سے سعید ہین اگر اسپر اعتراض ہو کہ شقی و سعید دو قسمون مین تقسیم اب صحیح نہ ہوئی
کیونکہ ایک قسم کی صفت دوسری قسم مین نہ ہونا شرط ہو تو جواب یہ ہو کہ یہ بات اسوقت ملحوظ ہوتی ہو کہ جب تقسیم اس راہ سے ہو کہ دونون
قسمون مین ہر طرح بالکل جدائی ہو یا جمع نہ ہوسکین اور یہان تو یہ مراد ہو کہ مجمع حشر کے لوگ سعادت و شقاوت کی حالت سے باہر
نہ ہون گے اور ایسی صورت مین ہوسکتا ہو کہ ایک ہی شخص مین دونون صفتین دو لحاظ سے مجتمع ہون مثلاً ایمان کی راہ سے سعید ہو
اور گناہون کے اعمال سے شقی ہو - یا یہان استثناء بدین معنی ہو کہ اہل جہنم کبھی زمہریر وغیرہ کی طرف عذاب کیلئے باہر نکالے جاوینگے اور اسیطرح
اہل جنت بھی کبھی زیادہ انعام مانند دیدار الٰہی سبحانہ کے اعلیٰ درجہ پر جاوینگے اور احتمال ہو کہ استثناء اصل حکم سے ہو اسقدر مدت کہ
حساب کے لیے خارج رہین یا دنیا کی زندگی بھر یا برزخ کی مدت تک بشرطیکہ حکم مذکور اسی روز قیامت کیساتھ مقید نہ ہو بلکہ مطلقاً لیا جاوے
اور اس تاویل پر خلود سے بھی استثناء ممکن ہے اور بعض نے کہا کہ زفیر و شہیق سے استثناء ہو اور بعض نے کہا کہ الا حرف استثناء بمعنی لکن و سوائے ہو
اور معنی یہ کہ سوائے اس مدت کے جو تیرا رب اس سے زیادہ چاہے جسکی کوئی حد مقرر نہین ہو اقول پہلے مذکور ہوا کہ اسی اخیر کے تاویل کے
قریب شیخ مفسر سیوطی رح نے مختار قرار دیا ہو چونکہ اس مقام کے اقوال کو مؤلف فتح البیان نے زیادہ کوشش سے جمع کردیا ہو لہذا انہین کے
ترجمہ پر اکتفا کرتا ہون اور جسقدر مین نے ذکر کیے ہین انہین اختصار کردونگا اور جو مجھے لکھنا ہوگا بلفظ اقول علیحدہ کردونگا پس مؤلف رحمہ اللہ
نے لکھا کہ اس استثناء مین اہل العلم کے چند اختلافی اقوال ہین - الاول یہ استثناء قولہ فی النار سے ہو یعنی اشقیا تو دوزخ مین

ہون گے باستثنار مشیت الٰہی کے کہ کسی قوم سے دوزخ مین داخل کرنے مین تاخیر فرمائے کسی مدت تک - یہ تاویل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہو اقول یہ جبھی ہوگا کہ اصل حکم مقید بردز قیامت نہو تو موقف حساب یا مدت دنیا یا برزخ تک مشیت الٰہی تاخیر ہوگی - الثانی خالدین مستثنیٰ منہ اور ماشاء بمعنی من شاء او مراد گنہگار موحد ہین یہ قتادہ وضحاک و ابوسنان وغیرہم سے مروی ہو - اقول یہی ابن الجوزی وابن جریر نے اختیار کیا کیونکہ متواتر احادیث سے قطعاً ثابت ہوا کہ اہل التوحید ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اگرچہ عاصی ہون - الثالث استثنار از زفیر وشہیق ہو یعنی سوائے اسکے جو نوع عذاب انکے لئے اللہ تعالیٰ چاہے اسکو ابن الانباری نے کہا ہو - الرابع معنی یہ ہین کہ تادوام آسمان و زمین مرینگے مگر مشیت الٰہی کہ ان کو آگ کھا جائے پھر نئے سرے سے پیدا ہون - یہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا جاتا ہو اقول یہ تقدیر موت کی زیادت ہو جو بغیر قطعی حجت کے قبول نہ ہوگی حالانکہ یہان اسکے برخلاف منصوص ہو مثلاً حدیث ذبح الموت جو اوپر گذری اور صریح آیات جنہین عدم موت مذکور ہو - الخامس الا بمعنی لکن و سولئے ہے واستثنار منقطع ہو گویا جس زمانہ کو عرب نہایت دراز سمجھتے کہ اس سے بڑھکر نہین جانتے تھے وہ خلود کے واسطے ذکر کرکے پھر غیر متناہی کو اپنی مشیت پر زیادہ کیا یہ قول زجاج نے حکایت کیا اقول یہی شیخ مفسر سیوطی نے ظاہراً اختیار کیا ہے - السادس قرار ابن الانباری وابن قتیبہ سے مروی ہو کہ آیت مین صرف استثنار مشیت پر ہے اور ممکن ہو مشیت نہ ہو تو دوام خلود ہوا - اس قول کو زجاج نے بھی نقل کیا اقول یہ بعض سلف سے بھی منقول ہو کہ مدینہ مین دوسری آیات سے عدم مشیت ظاہر ہوگئی السابع ماشار ربک یعنی مقدار موقف حساب برزخ وغیرہ حکاہ الزجاج ایضاً - اقول یہ وہی اصل حکم سے استثنار بنا بر وجہ اول ہو اسکو مستقل قول قرار دینا وہم ہو - الثامن الا ماشار ربک مگر وہ کہ جو چاہے تیرا پروردگا یعنی زیادتی عذاب کی اہل جہنم کے لئے اور ایسی ہی زیادتی نعمت کی اہل جنت کیلئے حکاہ الزجاج اور اسی کو حکیم ترمذی نے اختیار کیا - اقول غیر موجہ ہو مگر بتاویل الا بمعنی لکن و سولئے و حرف عطف تو یہ مستقل قول نہ ہوا - التاسع الا بمعنی واو ہے بقول فرار اور مکی رح نے کہا کہ یہ قول بصریون کے نزدیک بعید ہو اقول حرف الا بمعنی عطف کے تحت مین یہ قول بھی ہو - العاشر حرف الا بمعنی کاف ہو جیسے قولہ تعالیٰ الا ما قد سلف - اے کما قد سلف مین ہو پس معنی کما شار ربک ہوئے اقول اس صورت مین آسمان و زمین کا دوام جبھی ہوگا کہ اخروی آسمان و زمین لیا جائے لیکن اس صورت مین وہ وارد ہوگا جو بیضاوی رح نے کہا کہ اخروی آسمان و زمین سے تشبیہ قلیل النفع ہو جبکہ اکثر لوگ اسکو جانتے نہین ہین اور مترجم کہتا ہے کہ جواب یہ ہوسکتا ہو کہ دوام آسمان و زمین محسوس کے عرب قائل تھے یا ان کے عرف مین یہ محاورہ مفید دوام ہوتا تھا تو دوام اس سے مراد ہوا لیکن چونکہ واقع مین انکا دوام نہ تھا اسواسطے کما قد شار ربک بڑھا دیا جس سے دوام تحقیقی ہوگیا فافہم فانہ توجیہ حسن دقیق واللہ تعالیٰ اعلم - الحادی عشر ابن عطیہ نے کہا کہ یہ استثنا بمنزلہ ایسے استثنارات کے ہو جن کے کہنے کی شارع نے تاکید فرمائی ہو پس یہ کلام بمنزلہ قولہ لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین الآیۃ - اور اسی کے مانند ابو عبید سے مروی ہو اور اس صورت مین استثنار مذکور کے متصل یا منقطع ہونے کی کچھ ضرورت باقی نہین ہے اقول یہ کلام طبع سلیم کے نزدیک ایک وقعت رکھتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم - مؤلف نے لکھا کہ شیخ شوکانی رحمہ اللہ نے ان اقوال کو توضیح کیساتھ مع سوال و جواب کے ایک مستقل رسالہ مین جمع کیا ہو پھر شیخ مفسر سیوطی رحمہ اللہ کا قول مختار نقل کیا اور جمل نے اسکا حاصل بیان کیا جو اوپر مذکور ہوچکا ہو اور جمل نے اشارہ کیا کہ یہان مفسرین نے تیرہ وجوہ بیان کئے ہین اور لکھا کہ ابن حجر مکی رح نے دواجر عن اقتراف الکبائر مین کہا کہ آیات و احادیث دلیل صریح ہین کہ جہنم مین کافرون کا عذاب دائمی ابدی ہو اور جو کلام اسکے مخالف معنی کا شبہہ پیدا کرتا ہو

اسکی تاویل واجب ہو از انجملہ قولہ تعالیٰ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید چنانچہ اس سے ظاہر یہ ہو کہ اہل شقاوت کے عذاب کی مدت بقائے آسمان و زمین کے برابر ہو الا اسقدر مدت کہ اللہ تعالیٰ چاہے کہ اسمین انکو اسقدر مدت خلود نہ ہوگا اور علما نے اسکو قریب بین وجہ سے تاویل فرمایا ہو منجملہ ان وجوہ کے بعض اس جانب راجح ہین کہ دوام آسمان و زمین کی مدت سے مقید کرنے مین کیا فائدہ ہو۔ اور بعض کا مرجع حکمت استثنا ہو پس قسم اول مین سے یہ تاویل ہو کہ آسمان سے آسمان جنت و زمین سے جنت کی زمین مراد ہو کیونکہ سما ہر وہ چیز جو تیرے اوپر سائبان ہو اور زمین وہ جسپر تیرا استقرار ہو اور بدین معنی جنت و دوزخ کا آسمان و زمین ہونا امر قطعی ہو کسی پر پوشیدہ نہین ہو پس ہماری اس تقریر سے جو بعض نے اسمین اعتراض کیا تھا کہ آخری آسمان و زمین پر محمول کرنا آیت کے سموات و ارض کا اسوجہ سے نہین جائز ہو کہ مخاطبین کو اسکا علم نہین ہو وہ دفع ہو گیا۔ قال المترجم اعتراض مین نے بیضاوی سے اوپر نقل کیا ہو اور ابن حجر کا یہ زعم کہ اعتراض دفع ہو گیا مجرد ادعا ہو میرے نزدیک اعتراض دفع نہین ہوتا کیونکہ مخاطبین اگر جنت و دوزخ کے بروجہ مذکور قائل ہون تو اخبار غیب پر ایمان کے طور پر ہو گا حالانکہ وے آخرت کے منکر ہین۔ فلیتامل فیہ پھر شیخ ابن حجر نے اس لفظ سے دوام ابدی بطریق محاورہ عرب کے تاویل ذکر فرمائی پھر لکھا کہ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ تمام مخلوقات کی اصل نور عرش سے ہو اور آسمان و زمین آخرت مین اُسی نور کی طرف پھیر دیے جاوینگے جس سے دونون مخلوق ہوئے تھے اور وہ دونون نور عرش سے دائمی ابدی رہین گے۔ پھر لکھا کہ اس جواب کی ضرورت اس بنا پر ہو کہ دوام سموات و ارض کی قید سے یہ مفہوم ہوتا ہو کہ دوزخی دوزخ مین انھین دونون کے دوام تک باقی رہین گے اور بعض نے اسکو منع کیا الے آخرما ذکر اقول مانع اس سے شیخ مفسر بیضاوی ؟ ہین اور مین نے انکی تقریر اوپر لکھدی ہو پھر ابن حجر نے لکھا کہ اگر کہا جاوے کہ جب انکا عذاب دائمی ہو گا خواہ دونون باقی رہین یا زائل ہو جاوین تو پھر اس تقلید سے کیا فائدہ ہو تو جواب یہ کہ نہین بلکہ اسمین بہت بڑے فوائد ہین از انجملہ یہ ہو کہ مخاطبین کو دوام آسمان و زمین تک بقائے عذاب سے ہول ہو گا کہ ایک زمانہ طویل دراز ہو کہ وہم کو احاطہ کرنا دشوار ہو اقول بلکہ جب وے لوگ دوام آسمان و زمین سے ابدی قیام سمجھتے تھے تو غیر متناہی زمانہ تک خلود عذاب سے تہویل کا مقصود حاصل ہو اور لکھا کہ باقی رہی یہ بات کہ آیا اس عذاب کی کوئی حد مقرر ہو کہ وہان منقطع ہو جائیگا یا نہین تو یہ بات دوسری دلیلون سے حاصل ہوتی ہو یعنی اُن آیات سے جنمین مذکور ہو کہ کبھی جہنم سے نہ چھوٹین گے ہمیشہ اسی مین رہین گے اور قسم دوم تاویل مین سے ایک وجہ یہ ہو کہ فیہا سے استثنا ہو یعنی برابر اسی مین رہین گے سوائے ان مقامات کے جہان بمشیت الٰہی انواع عذاب کے لیے نکالے جاوین جیسے زمہریر و شرب حمیم وغیرہ پھر اسی مین واپس کر دیے جائین گے اور لکھا کہ یا لفظ ما بمعنی من ذی عقل کے واسطے لیا جاوے مثل قولہ انکحوا ما طاب لکم من النساء اے من طاب پس یہ گنہگار مومنون کا استثنا ہو گا خواہ متصل قرار دیا جاوے جبکہ شقوا مین یہ لوگ بھی شامل ہون یعنی گنہگار مومنین کو بھی شقیا کا لفظ شامل ہووے جو الذین شقوا سے معلوم ہے یا استثنا منقطع ہو جبکہ اہل شقاوت مین انکا شمول نہ لیا جاوے اور یہی اظہر ہو یا حرف الا بمعنی سوا لے لیا جاوے اور یہان کچھ اور تاویلین بھی باقی رہین جن کے بیان سے مین اعراض کرتا ہون کیونکہ تاویلات بعیدہ ہین اگر کہا جاوے کہ یہ طریقہ تاویل کا اسی یقین پر ہو کہ جہنم سے کبھی انکو نکلنا میسر نہ ہو گا حالانکہ عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہو کہ لیاتین علی جہنم یوم تصفق فیہ ابوابہا لیس فیہا احد و ذلک بعد ما یلبثون فیہا احقابا۔ رواہ الامام احمد۔ جہنم پر ایسا زمانہ آویگا کہ اسکے دروازے صفوق کر لیے جاوینگے اسمین کوئی آدمی نہ ہوگا اور یہ کہ احقاب ان کے جہنم مین پڑے رہنے کے بعد

ہوگا۔ اسکو امام احمد نے مسند مین روایت کیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم مین اشقیا کو دوام خلود نہ ہوگا پھر قولہ الا ما شاء ربک۔ کی
تاویل کی ضرورت نہین ہے تو جواب یہ ہے کہ اس روایت مین بعض راوی ثقہ نہین ہے اور اسکی نسبت ثابت ہوا کہ وہ بہت جھوٹ بولا ہے
تو جب اسکا ثبوت نہ ہوا تو کالعدم ہوا لہذا تاویل واجب ہوئی۔ ہان یہ بات البتہ ہے کہ جو قول عبداللہ بن عمرو بن العاص سے
مروی ہوا وہی کئی علمانے حضرت ابن مسعود و ابوہریرہ سے نقل کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا کہ یہی قول عمر بن الخطاب و
ابن عباس و ابن مسعود و ابوہریرہ و انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا ہے اور اسی طرف حسن بصری و حماد بن سلمہ گئے ہین اور یہی قول علی بن ابی طلحہ
الوالبی و ایک جماعت تابعین مفسرین کا ہے انتہی کلامہ ولیکن حسن بصری سے جو نقل کیا وہ دیگر علما کی نقل سے رد ہوا جاتا ہے کیونکہ ثابتؒ نے
کہا کہ مین نے حسنؒ سے انکا مقولہ پوچھا تو انھون نے اس سے انکار کیا اور ظاہر یہ ہے کہ جن علما و صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ مقولہ نقل کیا ہے
اُن سے درحقیقت کچھ روایت صحیح نہین ہے اور اگر ہم تسلیم بھی کر لین تو اسکے معنی وہ ہون گے جو علمانے بیان کئے کہ اسمین کوئی اجنبی نہوگا
یعنی گنہگار مومنون مین سے کوئی نہ ہوگا اور رہے کافرون کے ٹھکانے تو وہ خوب بھرے ہون گے وے اسمین سے کبھی خارج نہ ہونگے
جیسا کہ بہت سی آیات مین مذکور ہے۔ اقول حاصل طریقہ تاویل یہان یہ ہے کہ قولہ لیس فیہا احد۔ عام ہے اسکو نصوص قطعیہ خلود کفار سے
مخصوص کیا تو معنی یہ ہوے کہ لیس فیہا احد من عصاۃ المومنین۔ اسمین گنہگار مومنون سے کوئی نہ ہوگا۔ اور صفق الابواب کا فائدہ یہ ہے
کہ جبتک گنہگار موحد کوئی رہیگا اسوقت تک ابواب مسدود نہ ہونگے اور یہ تاویل قریب اسکے ہے جو طویل حدیث شفاعت مرویہ صحیحین وغیرہ
مین آخر مین مذکور ہے کہ جب جنت مین ذرہ برابر خیر والا بھی کوئی نہین رہیگا تو اللہ تعالیٰ ایک مٹھی یا دو مٹھی اپنی قدرت و شان کے لائق
مٹھی سے اہل دوزخ سے نکال لیگا جو عتقاء الرحمٰن کہلاوین گے تو علمانے کہا کہ خیر سے ایمان مراد نہیں بلکہ عمل مراد ہے یعنی ایسے
ہون گے جنھون نے کوئی نیکی نہین کی ہے مگر نفس ایمان ان مین تھا اور مترجم نے اسکو تاویل اسوجہ سے قرار دیا کہ
سیاق مین ذرہ برابر ایمان والے کے نکال لینے کا حکم بدون شفاعت کے محض فضل سے ہو چکا ہے تو شبہہ یہ ہوتا تھا کہ اب کوئی ایسا
نہین ہے جسمین ذرہ برابر بھی ایمان ہو تو محض کافر کی نجات ظاہر ہوتی ہے حالانکہ کفر پر نجات نہ ہونا قطعی آیات سے ثابت ہے لہذا
کہا گیا کہ مراد ایمان سے عمل خیر ہے کما فی قولہ تعالیٰ ما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ اور مراد نماز بجانب غیر القبلہ ہے۔ فافہم پھر ابن حجرؒ نے کہا کہ
رازی کی تفسیر کبیر مین ہے کہ ایک قوم کا قول ہے کہ کافرون کے عذاب کی ایک انتہا ہے جہان منقطع ہو جائےگا اور استدلال انکا اسی آیت
سے ہے اور قولہ تعالیٰ لابثین فیہا احقاباً۔ سے ہے اور بدین دلیل کہ ظالم کی معصیت متناہی ہے تو اسپر غیر متناہی عذاب ہونا ظلم ہوگا
انتہی اور اسکا جواب ابن حجر نے یہ دیا کہ احقاباً سے استدلال اسکے متناہی ہونے پر صحیح نہین اور نہ اس آیت سے صحیح ہے کیونکہ پہلے
معلوم ہو چکا کہ عرب ایسے استعمال مین دوام ابدی مراد لیتے ہین اقول ہان لیکن استثناء الا ما شاء ربک سے استدلال ہے نہ بقولہ ما دامت
السموات والارض۔ لیکن چونکہ اسمین احتمالات پیدا ہو گئے ہین اس سے البتہ استدلال کسی قطعی بات کیلئے صحیح نہ رہا۔ پھر دلیل عقلی ظلم کا جواب
دیا کہ ظلم کچھ نہین ہے اسواسطے کہ کافر کو دوام زندگی بھر یہی عزم تھا کہ کفر پر جارہے تو اسکے عوض اُخروی زندگی بھر عذاب دیا جائیگا حالانکہ
وہ زندگی دائمی ہے پس عذاب الیم ہوا تو دائمی ظلم کے موافق دائمی عذاب ہوا باوجودیکہ اسکو اُخروی زندگی دائمی وعذاب سے آگاہ کر دیا گیا تھا
وہذا ما حررہ المترجم۔ ولیکن اسمین تردد ہنوز مثل عقلی دلیلون کے باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ظلم کافر کا اسکی زندگی بھر تھا اور یہ مقدار متناہی ہے۔
اور ابن حجرؒ نے کہا تھا کہ کافر کو کفر پر عزم تھا مادامیکہ زندہ ہے تو جزا و سزا ایک دوسرے کے متوافق دائمی ہوئی اور اسپر تردد مذکور زیادہ جاری ہے

اور جسطرح مترجم نے تقریر مین تغیر کر دیا اسکے موافق رفع تردد ہو سکتا ہو کہ جب ایک شخص کے واسطے موت کی دونون طرف دو زندگی مقرر ہوئین اور بتلایا گیا کہ دنیاوی فانی ہو اور اُخروی باقی ہے تو اسنے خود باقی زندگی بھر عذاب کو اختیار کیا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا یعنی جبتک رسول کے واسطہ سے کسی قوم کو آگاہ نہین کیا گیا ان پر عذاب نہوگا اگر آگاہ نہوئے ہون اور بشبہہ جو زمانہ فترت کا ہے یعنی ایک رسول کے بعد دوسرے رسول تک شریعت ایسے متغیر ہوئے کہ اس سے آگاہی و اطمینان نہین ہو سکتا جیسے حضرت موسیٰ سے پہلے یا حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بیچ مین تھا لہذا جب فرعون نے موسیٰ سے پوچھا کہ ما بال القرون الاولی ۔ تو اُسکا جواب نہین دیا بلکہ فرمایا علمها عند ربی فی کتاب پس جہان تک نصوص وارد ہین بندہ وہان تک اعتقاد رکھتا ہو اور ماورا اسکے علم الٰہی محیط ہو وہی اپنی مخلوق کا دانا ہو لہذا بعض سلف نے کہا کہ کوئی کسی مخلوق کو جنت یا دوزخ مین نہین اُتار سکتا اور خود اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا دانا ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ خالدین فیہا الا ما شاء اللہ کی تفسیر مین سابق مین مذکور ہوا ہی پھر شیخ ابن حجر نے لکھا کہ واضح ہو کہ اہل جنت کیواسطے دوسری آیت مین ایسا ہی استثناء مذکور ہی اور وہان بالاجماع یہ مراد نہین ہو کہ اُن کے خلود مین دوام نہوگا بلکہ کبھی استثناء رہیگا اور خود اللہ تعالیٰ نے دوام کی تنصیص فرمائی بقولہ عطاء غیر مجذوذ یعنی ایسی عطاء کہ کبھی منقطع نہوگی تو جیسی تاویل بیان مذکور ہوئی اسی نظیر پر یہان تاویل ہوگی اور جبکہ ما بمعنی من ہو تو مراد گنہگار مومنین اہل اعراف ہون گے جو ہنوز جنت مین داخل نہین ہوئے ولیکن داخل ہونے کی طمع رکھتے ہین ۔ اقول دوسری آیت جو اہل جنت کے حق مین ہی جبکہ اسمین بالاجماع استثناء سے ظاہر مراد نہین ہو تو یہی مؤید ہو کہ اس آیت مین جو دوزخیون کے حکم مین ہو یہ ظاہر جو عموماً سمجھ مین آتا و خلاف دیگر نصوص قطعیہ ہو مراد نہوئے پس جب ظاہر معنی مقصود نہ ہوتا معلوم ہو گیا تو جملہ نصوص کے موافق و متعاضد معنی پر بقاعدۂ زبان عربی محمول کیا جائے گا اور یہ ویسی ہی تاویل ہین جو اوپر مذکور ہوئین ۔ پھر شیخ نے لکھا کہ ابن زید نے فرمایا کہ اہل جنت کی آیت مین الا ما شاء ربک فرمایا اور اس مشیت سے ہم کو آگاہ کر دیا کہ جو کچھ مراد ہو خلود و دوام سے استثناء نہین ہو چنانچہ صریح فرما دیا عطاء غیر مجذوذ یعنی غیر مقطوع لہ یعنی اس نعمت کا انقطاع نہوگا اور جو اہل دوزخ کے حق مین ایسا ہی استثناء کیا تو اس مشیت سے ہم کو آگاہ نہین فرمایا کہ اُن کے حق مین کیا چاہا ہے انتہی کلامہ ۔ مؤلف نے کہا کہ شیخ ابن تیمیہ نے جو آثار نقل کیے ہین اُنکا ثبوت ہو اور اسکو شیخ ابن القیم نے حادی الارواح الی بلاد الافراح مین بتوضیح بیان کیا ہے ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی کہ اُنھون نے یہ آیت پڑھکر کہا کہ ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک قوم دوزخ سے نکالی جاوے گی اور کہا کہ ہمارا وہ قول نہین ہے جو اہل حرورا یعنی خارجی کہتے ہین کہ جو کوئی جہنم مین گیا پھر وہان سے نہین نکلے گا اقول یہی کبائر مین معتزلہ کا قول ہو ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت نے یہ آیت پڑھکر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ ان لوگون مین سے جو شقی ہوئے ہین انکو دوزخ سے نکالے تو کر سکتا ہے رواہ ابن مردویہ اقول یہ کلام ایسا واقع ہونے کیلئے دلیل نہین ہو بلکہ قولہ تعالیٰ ان ربک فعال لما یرید کی تفسیر ہے خالد بن معدان نے آیت کی تفسیر مین کہا کہ یہ اہل توحید اہل القبلہ کیواسطے ہو یعنی گنہگار مومنین بمشیت الٰہی جہنم سے نکالے جاوین گے جبکہ مشرک نہون ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ یہ آیت تمام قرآن مین جہان خالدین فیہا آیا ہو فیصلہ کرتی ہے یعنی ہر خلود پر وارد ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ قولہ تعالیٰ الا ما شاء ربک مین کہا کہ پھر پروردگار کی مشیت معلوم ہوئی کہ دوزخی ہمیشہ دوزخ مین رہین اور جنتی ہمیشہ جنت مین رہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہو کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے النار سے استثناء کیا کہ ان کو بالکل نہ کھاوے

سدی رح نے آیت مین کہا کہ پھر اسکے بعد مشیت الٰہی کا علم آیا جس سے معلوم ہوگیا چنانچہ مدینہ مین نازل ہوا قولہ ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفر لہم ولا لیہدیہم طریقا الآیۃ - پس دوزخیون کی نجات کی اُمید جاتی رہی اور اُنکے لیے ہمیشہ کی خلود کا حکم واجب ہوگیا اور قولہ اما الذین سعدوا الآیۃ مین مشیت الٰہی کا علم مدینہ مین نازل ہوا بقولہ والذین آمنوا وعملوا الصالحات سندخلہم الی قولہ ظلا ظلیلا پس انکے لیے ہمیشہ خلود واجب ہوگیا - اور ابو نضرہ رح سے روایت ہے کہ پورا قرآن اس آیت پر منتہی ہوتا ہے یعنی قولہ ان ربک فعال لما یرید - تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اور مناوی کبیر علی الجامع الصغیر مین لکھا کہ یہ جو ہم نے ذکر کیا کہ جہنم مین کفار کا عذاب دائمی ابدی ہے اسی پر آیات واخبار و آثار دلالت کرتے ہین اور جمہور اُمت سلف وخلف اسی پر یقین کئے ہوے ہے - اور اسکے سوائے بھی کچھ اقوال منقول ہین جنکی تاویل واجب ہے ازانجملہ شیخ محی الدین بن العربی کا قول ہے کہ دوزخی مدت تک دوزخ مین عذاب پاوین گے پھر ان پر انقلاب ہوگا اور اُنکے لیے ایک آتشی طبیعت رہجائیگی جس سے اُن کو ایک طرح کی لذت حاصل ہوگی کیونکہ وہ انکی طبیعت کیواسطے موافق ہوگی اور خلف وعید کا شبہہ وارد نہین ہوتا کیونکہ ثنا تو وعدہ کی سچائی مین ہے جو وعدہ انعام کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسکو پورا کرنے مین اسکی شان کیواسطے حمد وثنا ہے اور وعید یعنی عذاب وسزا کا وعدہ پورا کر دینا ثنا نہین بلکہ سزا سے تجاوز کرنا ثنا ہے چنانچہ فرمایا فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ - اور یہ نہین فرمایا مخلف وعیدہ - بلکہ فرمایا ہے ونتجاوز عن سیئاتہم - باوجودیکہ ان کو اس فعل پر وعید فرمائی تھی اور حضرت اسمٰعیل ع کو فرمایا - انہ کان صادق الوعد یعنی وعید کے صدق مین تعریف نہین فرمائی اور دوسرے مقام پر شیخ نے لکھا کہ دوزخی جب اسمین داخل کئے جاوین گے تو برابر خوفناک منتظر رہین گے کہ شاید اسمین سے نکالے جاوین پھر جب جہنم کے دروازے بند کر دئے جاوین گے تو مطمئن ہو جاوین گے کیونکہ جہنم انکی طبیعتون کے موافق پیدا کی گئی ہے قال المترجم حضرت ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اثر مین اس تاویل کو دخل ہے کہ جبتک کوئی موحد عاصی حتی کہ جس نے کوئی نیکی کبھی نہین کی ہے جہنم مین ہوگا اسوقت تک اس کے دروازے مسدود نہ ہونگے پس مسدود اسوقت ہون گے کہ اس مین کوئی نہ ہو یعنی موحد کوئی نہ ہو - اور واضح ہو کہ تفسیر ابن العربی اسوقت موجود ہے اسمین یہ عبارت جو مناوی مین ہے مذکور نہین ہے - ظاہرا شیخ کی دوسری کتابون سے نقل کی گئی ہے اور مناسب مقام ہے کہ شیخ کا قول اُنکی تفسیر سے بھی اس مقام پر ترجمہ کر دون - قولہ تعالیٰ فمنہم شقی وسعید - جب شقی وسعید منکر نبوت وتعظیم کا ذکر کیا تو ازلی ابدی سعید وشقی کو بیان فرمایا اور جب تقسیم تفصیلی مین انکا حال بیان کیا یعنی بقولہ فاما الذین شقوا - تو اسمین سے شقی کے ہمیشہ دوزخ مین رہنے سے اور سعید کے جنت مین رہنے سے استثنا کیا بقولہ الا ما شاء ربک - کیونکہ جنت ودوزخ سے مقصود سے محروم ہو کر رنج والم پانا اور حصول مراد سے لذت اُٹھانا پس دونون مین استثنا کرنے سے یہ غرض ہے کہ جہنمی تو اس رنج والم سے بڑھکر غم مین پڑیگا یعنی صفات کے حجاب مین ہو کر قلب کی آگ سے جلیگا اور افعال کے حجاب سے خشم ومطرود ہونے اور ذلت واہانت مین پڑیگا اور روح کی سوزش سے پردہ ولعنت وقہر مین گرفتار ہوگا اور جنتی اس لذت سے بڑھکر اکرام مین پہونچیگا مثلاً تجلیات صفات سے جنان قلب مین بعنوان ولطف واکرام واعزاز پاویگا اور تجلیات ذات وظہور سے جنان روح مین مقام شہود دیدار وظہور سبحات جلال وہ کچھ پاویگا کہ جسکی نسبت حدیث صحیح مین آیا ہے لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور یہ اسوجہ سے کہ سعید بمقابلہ شقی کے ہے اور یہ ہو نہین سکتا کہ سعید نکلکر دوزخ مین جاوے اور نکالے نہ جانے کیلئے یہ کلام دلیل ہے عطاءً غیر مجذوذ یعنی یہ عطا کبھی منقطوع نہ ہوگی پس ایسے ہی سعید کا مقابل شقی بھی زیادہ عذاب رنج والم مین جاویگا اور یہ نہین ہوسکتا کہ سعید ہو جائے علاوہ ازین قولہ ان ربک فعال لما یرید - اسکو مقرر ہے کیونکہ یہ ایک سخت وعید ہے یہ جو لکھا گیا برعایت ادب ہے اور بواطن کی تحقیق مین ظواہر کا لحاظ رہا اور رہا بیان حقیقت تو جاننا چاہیئے کہ شقی جب دوزخ مین ان مراتب مذکورہ پر تھا تو اس سے کبھی خارج نہ ہوگا بلکہ ایک طبقہ سے

دوسرے طبقہ کو منتقل ہوتا رہیگا اور ایک درک سے دوسرے درک کو جاویگا تو وہ ہمیشہ اسی عذاب مین رہا بلکہ عذاب سے بڑھکر عذاب ہوتا گیا اور مراد استثناء سے اس خلود کے علاوہ ہے اور وہ یہ ہو کہ دوزخی اور راہ احدیت کے اپنے رب کے ساتھ ہو وہ اسکی پیشانی کے بال پکڑے یعنی اپنا مسخر کئے ہوئے خود راہ راست پر ہے اور بدبختی کی ہوا یعنی خواہش نفس کی پیروی اسکو جہنم کی طرف ہانکے اور اٹھائے لئے جاتی ہو پس وہ وہان رب کے ساتھ عین القرب مین ہو پس اپنے موافق سے متلذذ ہوتا رہیگا جو اسکے حق مین عین نعمت ہوجائے گا تو آگ کے معنی اسکے حق مین زائل ہو گئے اور وہ مقام اسکے لئے جنت کے حکم مین ہو گیا اگرچہ فی الحقیقت جو جنت کہ سعید کیلئے ہے اس سے وہ بعد المشرقین بہت دور پڑا ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہو کہ تھوڑی مدت مین جہنم مین جرجیر اُگیگا اور آیا ہے کہ جہنم پر ایک زمانہ آویگا کہ اُسکے دروازے بند کئے جاوینگے اسمین کوئی نہ ہوگا۔ ایسی ہی سعید کی جانب ہے کہ جنت مین اسکا مراتب پر منتقل ہونا دوام خلود کے حکم مین ہو اور استثناء سے اس خلود کے علاوہ مراد ہو اور وہ یہ ہو کہ احدیت ذات مین فانی اور سبحات جمال سے عشق مین فنا ہو گا جہان کہ حق مین شاہد و مشہود ہو اور یہ بطریق مشاہدہ روحی نہین بلکہ شہود ذاتی احدی کے ساتھ جہان غیر کا کچھ اثر بھی نہوگا اور یہ کمال نعمت ہو جیسا کہ حدیث مین اشارت ہو کہ نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کانون نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا خطور ہوا۔ اور اگر شقی و سعید مین تنوین نوعیت کیلئے ہو نہ تعظیم کے لئے تو یہان دنیا مین نیک کام سے بدکار مشیت الٰہی نیکوکار ہو سکتا ہو ولیکن اس صورت مین یہ شقی ازلی کا بیان نہوگا۔ انتہی کلامہ مترجما۔ اس کلام سے جیسا تو دیکھتا ہو طریقت کی توجیہ موافق جمہور اُمت کے ہو اور تاویل موافق بتاویل مختار شیخ سیوطی رح ہے یعنی شقی کو دائمی شقی رکھا جو کبھی سعید نہوگا اور استثناء سے مزید عذاب مراد لیا اگرچہ حقیقت کے معنی مین باطنی الم کو ایک خاص انتقال حالت پر قرار دیا اور اس سے انکار کیا کہ کبھی دوزخ سے نکلے اگرچہ بعض آثار کو تاویلی تائید مین نقل کیا ہو پس اللہ تعالیٰ دانا ہو کہ جہان سے منادی مین منقول ہو وہان آیا یہی مقصود ہو یا کیا مراد ہے فلیتدبر۔ پھر منادی مین لکھا کہ حافظ ابن القیم نے کہا کہ یہ قول ایک طرف ہو یعنی ابن العربی کا قول کہ دوزخ فنا ہو کر ان کیلئے جنت ہوجائے گی ایک طرف ہو اور معتزلہ کا قول کہ جو جہنم مین گیا وہ کبھی نہ نکلیگا دوسری طرف ہو اور ہر دو قول ان نصوص کے خلاف ہین جو بالضرور رسول اللہ صلعم کی احادیث اور آپ پر نازل ہوئے قرآن سے معلوم ہوئے ہین اور کہا کہ جیسے ایک جماعت کا قول کہ دوزخ فنا ہوجائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے ایک انتہا مقرر فرمائی ہو پھر ان لوگون سے اسکا عذاب بھی زائل ہوجائیگا اور استدلال ایک اس آیت سے فرمایا اور ایک قولہ تعالیٰ لابثین فیہا احقاباً۔ یعنی کئی احقاب اسمین پڑے رہین گے۔ تو معلوم ہوا کہ کئی احقاب کے بعد پھر نجات ہو گی۔ اور ان لوگون کا یہ بھی قول ہو کہ قرآن مین دوزخ کے دوام بقاء پر کوئی دلالت نہین ہو بلکہ قرآن مین تو فقط اسیقدر ہو کہ کفار اسمین ہمیشہ رہین گے اور وے اسمین سے کبھی نہین نکلین گے اور اُن سے اسکا عذاب فتور نہ کریگا اور وے کبھی نہین مرین گے اور اُن پر عذاب اسمین مقیم و غرام و لازم ہوگا۔ اور یہ بات وہ ہو کہ جسمین صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ مین کچھ اختلاف نہین ہو بلکہ اختلاف ایک اور بات مین ہو اور وہ یہ ہو کہ دوزخ دائمی ابدی چیز ہو یا اسپر بھی فنا لکھی گئی ہو اور یہ بات کہ کفار اسمین سے کبھی نہین نکلین گے اور جنت مین کبھی نہین داخل ہون گے تو اس بات مین اہل السنتہ مین سے کسی نے اختلاف نہین کیا ہو۔ الحاصل اگر کچھ اختلاف ہو تو اس بات مین کہ آیا دوزخ پر بھی فنا لکھی گئی ہو جیسے کل چیزون پر یا نہین تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے دوزخ کے فانی ہونے کا قول ایک جماعت صحابہ و تابعین سے نقل کیا اور شیخ ابن القیم نے مثل اپنے استاد ابن تیمیہ کے اسی قول کو نصرت دی اور اسی کو محقق کیا لیکن جمہور نے اسکو ترک کیا یہ قول متروک مہجور ہو اسکا قائل نہونا چاہیئے اور نہ اسپر اعتماد کرنا چاہیئے کیونکہ جمہور نے ان اقوال کی تاویل کر دی اسطرح کہ صحابہ رض کی مراد یہ ہو کہ اسمین کوئی گنہگار مومن نہ ہوگا اور رہے کفار تو وہ اسمین

بھرے ہون گے کبھی اسمین سے نہین نکلین گے جیساکہ بہت سی آیات مین اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور دونون آیتون کو قریب بمین وجہ سے
ماوّل کر دیا ہے انتہی کلام المناوی مؤلف نے کہا کہ ابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کہا کہ لو لبث اہل النار فی النار کقدر
رمل عالج لکان لہم علی ذلک یوم یخرجون فیہ۔ اگر پڑے رہین دوزخ والے دوزخ مین شمار ریگ تودہ کے تو البتہ اُن کے لئے اسپر ایک دن
ہوگا کہ اسدن نکلین۔ **قال المترجم** مبہم ہے معلوم نہین کہ اہل النار سے کفار دوزخی مراد ہین یا گنہگار موحد جو دوزخ مین داخل ہوئے ہین۔
ولیکن دوم کی تائید دیگر احادیث مرفوعہ صحیحہ سے ظاہر ہے اور اول مخالف آیات و احادیث ہوگا پھر لکھا کہ عبد بن حمید نے بھی ثقات راویون
سے حضرت عمرؓ سے اسی قول کے مانند روایت کیا اور ابن راہویہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ کہا کہ سیاتی علی جہنم یوم لایبقی فیہا احد
وقرأ فاما الذین شقوا الآیۃ۔ البتہ جہنم پر ایسا روز آویگا کہ اسمین کوئی شخص باقی نہین رہیگا اور پڑھی یہ آیت فاما الذین شقوا ففی النار خالدین فیہا
الآیۃ۔ مترجم نے کہا کہ اسمین بھی وہی تردد ہے کہ اسمین کوئی شخص باقی نہ رہیگا اس لفظ سے کون مراد ہے آیا کوئی شخص کافر ہو یا موحد ہو باقی
نہ رہیگا یا گنہگار موحد باقی نہ رہیگا۔ اگر اول مراد ہے تو خلاف آیات و احادیث ہے اور اگر دوم مراد ہے تو موافق احادیث صحیحہ ہے اگر کہا جاوے کہ
فاما الذین شقوا کے پڑھنے سے تو یہی ظاہر ہے کہ شقی کافر مراد ہین تو کہا جائیگا کہ گنہگار موحد بھی بسبب بداعمالی کے شقی یعنی بدبخت ہو سکتا ہے
اگرچہ وہ بوجہ نفس اعتقاد توحید کے سعید ہو ولیکن واضح ہو کہ یہ اسی صورت مین ہے کہ قولہ فمنہم شقی وسعید سے باعتبار اعمال کے دو قسم کی گئی ہون
تو ضرور ہوگا کہ سوائے دو کے دیگر اقسام بھی نکلین و رنہ ازلی شقاوت وسعادت کی راہ سے تو دو ہی قسم مین انحصار ہوگا مگر فاما الذین شقوا سے
خالی ازلی کافر دائمی دوزخی مراد ہون گے۔ ان مین گنہگار موحد داخل نہین ہو سکتے تو قول حضرت ابو ہریرہ مین تاویل مذکور مین تردد ہوگا۔ اگر کہا جاوے
کہ قولہ لایبقی فیہا احد یا لیس فیہا احد مین نکرہ تحت نفی مفید عموم ہے تو یہی معنی ہوئے کہ کوئی نہ ہوگا خواہ کافر ہو یا مومن ہو۔ کہا جائیگا کہ ہان عموم تو ہے لیکن
آیا یہ عام اپنے معنی عموم پر رہیگا یا نہین چنانچہ شرع مین بہت الفاظ عموم اپنے عموم پر نہین مراد ہین جیسے بلقیس کو کہا کہ اوتیت من کل شیء اسکو ہر چیز
دی گئی حالانکہ اسکو آسمان یا ستارہ یا روس کے سلطنت نہین دی گئی تھی لہٰذا جب ہم نے دوسری آیات و احادیث کو دیکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ
عموم مراد نہین بلکہ خصوص گنہگار موحد مراد ہین فافہم پھر مؤلف نے لکھا کہ ابن المنذر و ابوالشیخ نے ابراہیم رحمہ اللہ یعنی تابعی نخعی سے روایت کی کہ کہا کہ مافی
القرآن ارجی آیۃ لاہل النار من ہذہ الآیۃ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید یعنی کہا کہ اہل دوزخ کیلئے قرآن
مین اس آیت سے بڑھکر کوئی آیت امید کی نہین ہے یعنی خالدین فیہا مادامت الآیۃ۔ **قال المترجم** اسمین بھی اہل النار سے شاید گنہگار موحد
مراد ہین جیسے دیگر اقوال مین۔ انتہی قول ابراہیم مین ہے کہ کہا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا لیاتین علیہا زمان تصفق ابوابہا کہ جہنم پر ایک زمانہ آویگا کہ اسکے
دروازے بند کئے جاوینگے۔ اقول شاید یہ مراد ہے کہ موحدین گنہگار کے نکالے جانیکے بعد جب اسمین کوئی ان مین سے نہ رہیگا تو کفار پر بند کر دے
جاوین گے واللہ علیم امام احمد نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی کہ قال لیاتین علی جہنم یوم تصفق فیہ ابوابہا لیس فیہا احد۔ اور اس
قول کو محی السنۃ بغوی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ وغیرہ سے حکایت کیا اور ابن جریرؒ نے اپنی اسناد سے شعبی تابعی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ
قال جہنم اسرع الدارین عمرانا واسرعہما خرابا یعنی دوزخ و جنت دونون گھرون مین سے دوزخ زیادہ جلد آباد ہو جائیگی اور زیادہ جلد خراب یعنی
ویران و کمنزل ہوگی اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا الا ماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید۔ تو وہی جانتا ہے کہ یہ استثناء
کس پر واقع ہوا اور جاننا چاہیئے کہ جیسا حضرت ابن مسعود و حضرت عمر و ابو ہریرہ و عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہوا ویسا ہی ایک
جماعت سلف سے مروی ہے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ابن عباسؓ و ابن عمر و جابر و ابو سعید خدری سے اور تابعین مین سے ابو مجلز و

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہ سے روایت کیا گیا اور اسمین ایک حدیث بھی طبرانی کے معجم کبیر مین ابو امامہ صدی بن عجلان الباہلی سے مرفوع روایت ہو لیکن اسکی اسناد بعض راویون کی وجہ سے ضعیف ہو۔ مؤلف نے کہا کہ اس بیان سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جو کچھ ان بزرگون سے نقل کیا وہ صحیح ثابت ہو اسی لئے ابن القیم نے جو اسکا انتصار کیا وہ بجا ہے اور ابن حجر مکی ومناوی کا قول سست ہے اگرچہ بیشک ارجح وہی جمہور کا مذہب ہے۔ **قال المترجم** سندی مین یہ نہین کہا تھا کہ شیخ الاسلام کی نقل مین قصور ہو بلکہ اُسنے یہی کہا تھا کہ یہ مذہب مہجور و متروک ہو ہان ابن حجر نے البتہ عدم ثبوت کا احتمال پیدا کیا تھا تو ان اسانید سے ثبوت ہو جاتا ہو ولیکن اصل کلام انکے معنی مین ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ عذاب جہنم ایک نہایت سخت چیز ہو نعوذ باللہ من عذاب جہنم و عذاب القبر چنانچہ صحیح حدیث مین ہو کہ بسبب برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو طالب آپکی پرورش کرنے والے جان نثار چچا پر جو کافر رہے عذاب مین بالکل تخفیف ہوئی اسپر بھی آپنے فرمایا کہ اسکے پاؤن مین آگ کی دو جوتیان ہین جن سے اسکا دماغ اُبلتا ہے اعوذ باللہ اعوذ باللہ شر۔ لہذا مترجم کہتا ہو کہ تمام برادران اسلام ہر وقت اپنے آپکو مع اہل و عیال و دوست واحباب کے نافرمانی الٰہی سے روکین اور شریعت پر جو نہایت آسان راستہ ہو چلتے چلین اور ضرور دنیا الغرور مین اپنے ایمان و یقین کو ہر دم تازہ رکھین ورنہ جس وقت غفلت ہوگی شیطان اُن کو کافر بنا دیگا کہ جس سے اُنکو خود خبر نہ ہوگی اور ترک بالکل دور ہین اور اس کے بعد مین کہتا ہون کہ بیان جو بحث مذکور ہوئی اس مین خود خوض کرین اسکو علما پر چھوڑین ان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کرنا ضرور ہو جیسے اسکے عذاب سے ڈرنا ضرور ہو۔ پھر واضح ہو کہ مؤلف نے لکھا کہ بیان جار اللہ محمود زمخشری نے کشاف مین اپنا معتزلہ ہونا خوب ظاہر کیا اور اس سے آگے بڑھکر خندق مین گرا اور اُسکا مذہب نزدیک معتزلہ کے یہ ہو کہ کبیرہ گناہ کرنے والے موحد دوزخ سے نہین نکالے جاوینگے چنانچہ اُن کے نزدیک جو دوزخ مین گیا وہ ہمیشہ اُسی مین رہیگا بنا برین اُس نے ذکر کیا کہ قول اہل السنۃ کے اس قول سے دھوکا نہ کھانا کہ استثنا سے یہ مراد ہے کہ کبیرہ گناہ والے دوزخ سے نکالے جاوینگے کیونکہ اہل سعادت کے حکم مین بھی استثنا ہو وہ صاف ان لوگون کا جھوٹ و افترا پکار کر ظاہر کرتا ہو اور تو ان لوگون سے بھلا کیا بھلائی کی اُمید رکھتا ہو جو قرآن کو چھوڑ دیتے ہین پیچھے تو اسود کی روایت پر کہ اُسنے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی کہ لیاتین علی جہنم یوم تصفق فیہ ابوابہا لیس فیہا احد۔ اور مین تو کہتا ہون کہ عبداللہ بن عمرو کو اپنی دونون تلوارین لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقاتلہ کرنے سے اتنی فرصت کہان ملی جو انھون نے تمام زمانہ مین یہ حدیث بیان کی۔ انتہی کلامہ مترجما۔ شیخ شوکانی رحمہ اللہ نے اس قول کو نقل کرکے کہا کہ اے مسکین تو نے جو ہم پر طعن کیا کہ کبیرہ گناہ والے کے دوزخ سے نجات پانے کے قائل ہین تو یہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو اور آپ آپکے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہم لوگون کو پہونچایا اور سنت مطہرہ کی کتابون مین جو ایمان و اسلام کیواسطے خزائن جواہر بے بہا ہین بیشک مین ایک جماعت سے بدرجہ تواتر الطریق متواتر نقل ہوا ہو پس تیری بابت کیا ہو جو تو ایسی قوم پر طعن کرتا ہے جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عارف ہین اور طریقہ رسول و صحابہ کو اس قدر جانتے ہین کہ تو اس سے جاہل ہو اور ایسی پیروی ان کی راہ کی کرتے ہین کہ جس سے تو کوسون دور پڑا ہے اور یہ جو تو نے وہم کیا کہ آیت مین دوسرا استثنا اہل سنت کی تکذیب کرتا ہو تو یہ تیرا وہم ہے اور دونون جگہ گنہگار مومنون کی مراد لینے مین کوئی نقصان و کچھ مانع نہیں ہو پس دوسری استثنا مین یہ معنی ہین کہ بعضون کے خلود مین اسقدر دیر ہوگی کہ جبتک اُن کے گناہون کبیرہ وغیرہ کی وجہ سے اُنکو دوزخ مین عذاب بھگتنا پڑے اور یہ قول تو ایک جماعت علماء سلف کا ہو جنکا ذکر ہم نے اوپر بیان کر دیا اور یہی حبر الامۃ حضرت ابن عباس کا قول ہو القصہ اور جو تو نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص پر طعن کیا حالانکہ وہ صحابہ مین بڑے عابد و زاہد اور سنت کے حافظ تھے تو اے بیچارے

محمود تجھے کچھ بھی شعور رہوا کہ تو کیا کرتا ہے اور کس جنگل مین بھٹکا چلاجاتا ہی اور کس کنوین مین گراپڑتا ہے اور بھلا تو اور تیری یہ لنگڑی ٹانگین اور لولے ہاتھ اور تیرا یہ اُچکنا کہ صحابہ رسول اللہ صلعم کہ بحکم اصحابی کالنجوم الحدیث کے آسمان کے ستارے ہین وہان تک تو ہاتھ بڑھاتا ہی افسوس کہ تیری نحو ولغت کے طالبعلمون مین بھی کوئی نہ تھا جو تجھکو روکتا کہ جن علوم پاکیزہ وسنت مطہرہ مین تجھکو دخل ہی نہین ہی امین تو کیون کلام کرتا ہے فیا للہ العجب اس علم الروایتہ ومعرفتہ السنت سے جاہل ہونا بھی کس خراب فضیحت مین ڈالتا ہی بلکہ فضیحت اُٹھانے والا وہ شخص اپنے ہاتھون ہوگا جو اپنی کملی وجھوپڑی سے بڑھکر بادشاہی تخت وتاج کا خواب بیان کرے۔ انتہی کلام الحافظ الشوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ مترجما۔ مترجم کہتا ہی کہ مین نے اس مقام کو اس تفسیر مین کافی وضاحت سے نقل کیا تاکہ اہل اسلام اپنے علوم دینی کی طرف توجہ کرکے ضائع نہ کرین والتوفیق من اللہ سبحانہ وتعالیٰ اب مین آیت کی تفسیر موافق مختار شیخ سیوطی رح کے اول وموافق اکثر کے دوم اور موافق ایک جماعت کے جنکا مذہب مہجور ہی سوم نقل کرتا ہون اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاما الذین شقوا ففی النار لھم فیہا زفیر وشہیق خالدین فیہا ما دامت السموات والارض۔ پس جو لوگ شقی ہوئے یعنی ازلی کافر ہوئے (بقول سیوطی)، یا انکے اعمال بد ہوئے جو مستوجب عذاب دوزخ ہین (بقول جمہور) تو وے آگ جہنم مین ہونگے انکے لئے اسمین زفیر وشہیق ہے درحالیکہ خلود دائمی مین رہین گے جب تک آسمان وزمین دنیا کا دوام ہے (بقول سیوطی)، یا ہمیشہ اسی مین رہین گے ابد تک۔ (بقول جمہور) الا ماشاء ربک سوائے اسقدر مدت کے جو تیرا رب چاہے یعنی بے انتہا جسکی کوئی حد نہین کیونکہ اس آسمان وزمین کو دوام ابدی نہین اور کفار کو خلود ابدی ہی (بقول سیوطی) یا باستثناء ان گنہگار موحد لوگون کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ہمیشہ نہ رہین گے بلکہ بعد مقدار عذاب کے نکال کر نہر الحیات مین غسل دیکر جنت مین داخل کئے جاوین گے (بقول جمہور) یا اس مقدار کہ تیرا رب چاہے تو جہنم فنا ہوگی اسمین نہ ہون گے اگرچہ عذاب ہی (بقول مہجور)، ان ربک فعال لما یرید۔ بیشک تیرا رب جو چاہے کرے۔ اسکو کوئی مانع نہین اور کوئی بات اسپر فرض وواجب نہین اور کسی کا اُسپر حق نہین آتا ہے بلکہ وہ سب کا خالق مالک خود مختار ہی لیکن فضل والا ہی تو اہل دوزخ جواس سے نجات چاہین گے اگر چاہے انکی امید پوری کرے یا ان کو عذاب بڑھاوے جو چاہے کرے۔ پھر اہل سعادت کا حال بیان فرمایا بقولہ۔ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ سُعِدُوۡا۔ اور جو لوگ کہ مسعود ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ کے علم مین اور یہ وہ لوگ ہین جو ایمان پر مرے اگرچہ پہلے اُن سے کفر وغیرہ گناہ صادر ہوئے ہون یعنی ابتدا مین اگر کوئی آدمی کافر ہو یا کسی گناہ مین مبتلا ہو لیکن ایک وقت سچے طور پر توبہ کرکے ایمان لاوے اور اسی ایمان پر مرے تو وہ سعید ہی۔ یہان قرأت مین اختلاف ہی سمین نے کہا کہ حمزہ وکسائی وحفص نے بضم سین اور باقیون نے بالفتح پڑھا پس قرأۃ اولیٰ تو عرب کے اس محاورہ پر ہے کہ سعدہ اللہ اے اسعدہ۔ فراء رح نے ہذیل سے حکایت کی کہ وے لوگ یون ہی بولتے ہین ولیکن سیبویہ نے کہا کہ سعد بضم سین نہین بولتے جیسے شقی مجہول نہین بولتے کیونکہ فعل متعدی نہین ہی۔ نحاس نے کہا کہ مین نے علی بن سلیمان سے سُنا کہ وہ بضم سین قرأت پر تعجب کرتے اور کہتے کہ کسائی سے تعجب ہے کہ باوجود زبان عربی سے ماہر ہونے کے اسنے بضم پڑھا حالانکہ یہ لحن غیر جائز ہے۔ زہری نے کہا کہ دونون صحیح ہین سعد بالفتح کا فاعل سعید ہوتا ہے اور سعد بالضم کا مسعود آتا ہے۔ اقول بلا انکار مسعود معروف ہی اور یہ متولد نہین بلکہ خاص حجاز وعرب ہے پھر سعد بالضم جس سے مسعود آوے سیبویہ وغیرہ کا انکار کرنا خود عجب ہی اور واضح ہو کہ سعد وا بالفتح قرأت پر معنی ہین بجائے مسعود کے سعید سمجھنا چاہئے یعنی جو لوگ سعید ہوئے فَفِی الۡجَنَّۃِ۔ وہ جنت مین ہین یعنی ہمیشہ کیونکہ جملہ اسمیہ سے استمرار پایا جاتا ہی پھر ہمیشگی پر تنصیص کردی بقولہ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ہمیشہ اسی مین رہین گے مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ۔ جبتک آسمان وزمین ہین یا اس لفظ سے بطریق محاورہ یہ معنی ہین کہ دائم ابد تک یا جبتک آخرت کی آسمان زمین ہین جو لانکو دوام ہمیشہ تک رہین گے۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ۔ الا اسقدر کہ اللہ تعالیٰ چاہے یا سوائے اسقدر زائد کے جو مشیت الٰہی مین ہی یعنی بے انتہا جسکا کبھی ختم نہین ہی جیسا کہ دوسری

آیات سے صریح معلوم ہوا اور خود بیان تنصیص فرمائی بقولہ عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ ۔ اے اعطوا اعطاء غیر مقطوع لانہایۃ لہ۔ دئے گئے یہ بندے ایسی نعمت کہ کبھی منقطع نہ ہوگی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ تصریح ہے کہ ثواب کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اور تنبیہ ہے کہ ثواب جو استثنار کیا بقولہ الا ما شاء ربک اس سے ظاہر مراد نہیں کہ کبھی دوام میں انقطاع ہوگا کیونکہ آگے عطاء غیر مجذوذ فرما دیا اور اسی وجہ سے ثواب و عقاب کے تابید میں فرق کر دیا۔ خفاجی نے کہا کہ بعض کو وہم ہوا کہ عذاب جہنم کبھی منقطع ہوگا اور ثواب جنت منقطع نہیں ہوگا اور اسمین ایک حدیث عبداللہ بن عمرو سے وارد کی وابن الجوزی نے کہا کہ وہ موضوع ہے اور اسی کے قریب زمخشری نے کہا ولیکن زمخشری نے ابن عمرو کے حق مین ایسی بات کہی جسکا ذکر کرنا لائق نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ خفاجی رح سے عجب ہے کہ زمخشری رح کا قول بھی روایات کی تضعیف و توثیق مین سند قرار دیا حالانکہ اسکو اس علم سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ آیا تو نہین دیکھا کہ وہ تو صحیح متفق علیہ احادیث سے منکر ہو جاتا ہے اور رہا ابن الجوزی کا موضوع کہنا کچھ مضر نہین جبکہ مفصل معلوم ہو چکا کہ اسانید صحیح ہین لیکن یہ یاد رکھنا ضرور ہے کہ خلود کفار کی آیات قطعی ہین ان کے مقابلہ مین یہ نصوص جو محتمل تاویلات ہین معارضہ نہین کر سکتے ہین پس لہذا قول جمہور اُمت کا مختار ہے اور یہ ہم نہین کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت مین کیا ہے کیونکہ وہ فعال لما یرید ہے جو چاہے کرے اور یہی جمیع اہل السنت کا مذہب ہے پھر مشائخ صوفیہ کے اقوال بھی سننا چاہیئے۔ **ف** عرائس مین ہے کہ قولہ تعالیٰ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک۔ اللہ تعالیٰ کے کرم و لطف سے یہ اُمید کی جاوے کہ کفار جب حشر مین اُٹھائے جاوین تو بلا حساب جہنم مین داخل کر دیئے جاوین پھر مومنون کا حشر ہو اور میزان کے اعمال محسوب ہون و زمین تبدیل کی جاوے و آسمان دوسرا بدلا جاوے یا درمیان سے دور کیا جاوے اور مومنون سے آسان حساب لیا جاوے اور حق تعالیٰ قادر ہے کہ ان سے ایک لحظہ مین حساب کرے پھر جب ان کو جنت مین داخل کرنا چاہے تو کافرون کو جہنم سے نکالکر بحر الحیوان مین داخل کرکے پھر مومنون کے ساتھ ان کو جنت مین لیجاوے کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا کہ کفار جہنم مین اسوقت تک رہین گے کہ آسمان و زمین ہون پھر جب دونون زائل ہوئے تو حجت پوری ہوگئی اور یہ ایک بات ایسی ہے کہ اُمید کی جاوے ورنہ اہل السنت کا یہ مذہب نہین ہے ولیکن قولہ الا ما شاء ربک کے معنی یہ ہین کہ وہ کافر ایسا ہو کہ آخرت معاینہ کرنے سے ایک لمحہ پہلے ایمان لے آیا ہو اور کوئی اسکے ایمان سے مطلع نہ ہوا سوائے اللہ تعالیٰ کے تو اس صورت مین وہ بحر الحیوان سے نہا کر مومنون کے ساتھ ہوگا۔ **قال المترجم** یہ دونون اقوال نہایت عجیب ہین شاید صوفیہ وغیر صوفیہ بلکہ جمیع اُمت مین سے کسی کا قول مجھے اسکے موافق نہین ملا۔ اول قول کہ محشور ہو کر جہنم مین جاوین پھر مومنین محشور ہون تو واضح ہو کہ آیات سے ثابت ہے کہ کفار بد ہیأت و مقہور و مقتور محشور ہونگے اور جملہ خلائق ایک میدان مین جمع ہوگی اور جنین و جانور قائل صریح منصوص آیات مین مذکور ہین پھر اس قول کی کیا ہستی رہی اور دوم یہ کہا کہ کافرون کی نجات کی شرط یہ کہ لمحہ پہلے ایمان لایا ہو جس سے سوائے حق کے کوئی مطلع نہ ہو تو واضح ہو کہ جمہور اُمت کے نزدیک جو کوئی توبہ کے وقت تک توبہ کرے وہ ایسا ہے کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو اُسپر کوئی گناہ نہین اگرچہ فضائل اعمال سے اسکو درجہ نہ ملے مگر وہ ایک لمحہ بھی دوزخ مین عذاب نہ پاویگا اور دوم اخیر یعنی عمل صالح نہونا بلکہ عصیان ہونا تو اہل توحید بھی بعوض گناہ کے عذاب پاکر جہنم سے ایک وقت پر نکالے جائین گے پھر بحر الحیوان یا نہر الحیات سے غسل دیکر جنت مین جاوین گے جیسا کہ صحاح مین مصرح ہے اور رہا رحمت آلٰہی کا بیان تو بیشک وہ ایک ایسی صفت ہے کہ بندہ اسکو کیا بیان کر سکے لیکن احادیث الرسول کے بیان سے جانتا ہے حتیٰ کہ شیطان اس رحمت کی تمنا کریگا لیکن وہ قہار بھی ہے تو جامع صفات کمالیہ سے سب کو خوف و رجا ہے ولیکن شیخ نے بعد اسکے لکھا کہ او تعالیٰ عذاب کافرین سے مستغنی ہے جیسے طاعت مومنین سے مستغنی ہے اور اُسکا کچھ نقصان نہین اگر تمام کافرون کو جنت مین داخل کر دے پس جب کرم فرمایا تو اولین و آخرین و مومنین و کافرین سب اسکے کرم سے فیضیاب ہون گے مگر جو اُسنے

وعدۂ رحمت دیا ہے یا عذاب سے ڈرایا ہے اسمین سچا ہے اور سب علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اقول بیشک وہ کفر و طاعت و عذاب و ثواب سب سے مستغنی ہی ولیکن یہ غضب و رضا ہی اور یہ ہر ایک کے اعمال کا عوض ہر ایک کو ملا اسکو دونون سے استغناء ہی جیسا کہ تمام اہل السنت کا قول اور احادیث صحیحہ مین مصرح ہی بحمد اللہ تعالیٰ و رسول و صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم و جمہور اکابر اولیاء و اماموں کا قول اسطرح امید و بیم پر آنکی مخالفت کر کے نہین چھوڑا جا سکتا ہے اور شیخ محی الدین بن العربی کا یا کسی صوفی کا یہ قول نہین ہی کہ جہنم والے جنتی یا جنت والے جہنمی ہو جاوینگے بلکہ شیخ ابن العربی نے اسکو صریح لکھا ہی جیسا کہ مین نے اوپر انکا قول ترجمہ کر دیا ولیکن شیخ رہ نے جو قول لکھا وہ کسی کرام صوفیہ کے قول سے متوافق نہین ہوتا والعلم عند اللہ تعالیٰ بھی لکھا کہ جو کچھ مین نے لکھا اسکی تائید مین ابو مجلز کا قول ہے کہ جہنم کافرون کی سزا ہی لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو عفو کرے اور جہنم مین داخل نکرے اور ابن مسعود رضہ نے کہا کہ لیاتین علی جہنم زمان الخ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور ایسے ہی شعبی کا وہی قول نقل کیا جو اوپر مذکور ہو چکا اور کہا کہ تصدیق اسکی قولہ تعالیٰ ان ربک فعال لما یرید۔ وہ جو چاہے کرے اقول ان اقوال کے معنی و تاویلات سب اوپر مذکور ہوئین اور لکھا کہ قولہ تعالیٰ واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ یعنی جو لوگ ایسے ہین کہ ازل مین سعادت کبریٰ سے سرفراز ہوئے وہ سرادق عرش کے نیچے مقاصیر معرفت مین ہین انکو دوام خلود ہی جبتک جنت کا آسمان و زمین قائم ہی آسمان اسکا عرش عظیم ہی اور زمین اسکی درکہ بیضاء مشک اذفر کی ہوگی یعنی جیسا کہ حدیث مین زمین کی نسبت وارد ہی الا ما شاء ربک یعنی عارفین و محبین و مشتاقین کیلئے خاصہ مشیت کہ انوار جمال مین تا ابد داخل ہون اور قولہ عطاء غیر مجذوذ یعنی کبھی منقطع نہوگی اور اہل جنت کے فواکہ کی نسبت بھی فرمایا کہ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔ اقول یہ تفسیر باشارت متوافق ظاہر ہی پھر شیخ نے اکابر مشائخ صوفیہ سے اقوال موافق جمہور امت کے نقل کیے اور خود شیخ کا قول ان سب سے مخالف صریح ہی چنانچہ لکھا کہ ابن عطاء نے کہا کہ قولہ الا ما شاء ربک جو اہل جنت کیلئے ہی اسکے معنی یہ کہ سوائے خلود نعمت کے اور جو تیرا پروردگار چاہے زائد نعمت کہ اسکی انتہا نہین اور وہ ادراک بشری سے باہر ہے اور اہل جہنم کے حق مین جو الا ما شاء ربک فرمایا اسکے یہ معنی کہ سوائے خلود جہنم کے جو تیرا رب چاہے مزید عذاب سے جو طرح طرح کے انواع ہین۔ اقول دیکھو شیخ ابن عطاء کا قول بالکل علماء کے اقوال مین سے شیخ سیوطی کے مختار کے موافق ہی۔ فافہم۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ شقی وہ ہے جو رحمت سے محروم ہوا اور سعید وہ ہے جسکو رحمت نصیب ہو۔ اقول یہ تو صحیح ہی ولیکن شیخ مؤلف رح نے شطح کے طور پر سب کو اہل سعادت کر دیا کیونکہ کوئی رحمت سے محروم نہین کہا اور شاید کہ شیخ جنید رحمہ اللہ کی مراد خاص رحمت ہی۔ فافہم واللہ اعلم۔ ابراہیم خواص رح نے فرمایا کہ شقی وہ ہے جس نے اپنی تدبیر پر اعتماد کیا اور قوت کا بھروسہ سمجھا اور سعید وہ شخص ہی جس نے اپنے کام کو اپنے رب کے سپرد کیا اور سعید وہ ہی جو مقامات و طاعات چاہتا ہے اسمین توفیق ازلی اسکی مساعدت کرے اور اسپر سہل کر دے اور شقی وہ مردہ دل کہ تجلی رب سے محروم ہو۔ جب قیامت تک کے لوگون کیلئے عموماً اور عرب کے لئے خصوصاً اگلی قومون کے عبرت آمیز احوال بیان کیے جس سے رسول اللہ صلعم نے انذار فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے ایک اشارہ حکمت ازلیہ کیساتھ تسلی فرمائی اور اسکے ضمن مین امتنان و بشارت منع فرمایا اگرچہ رسول کریم افضل المرسلین کو اس مین کچھ شک نہ تھا۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ

سو تو نہ رہ دھوکے مین ان چیزون سے جنکو پوجتے ہین یہ لوگ کچھ نہین پوجتے مگر ویسا ہی جیسا پوجتے تھے اُن کے باپ دادے

مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

اس سے پہلے اور ہم دینے والے ہین اُنکو انکا حصہ بن گھٹایا اور ہم نے دی تھی

ع ۹ ۱۴ ۹

مُوسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

موسیٰ کو کتاب پھر اُسمین پھوٹ پڑگئی اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا تیرے رب سے

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ط وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

تو فیصلہ ہو جاتا اُن مین اور اُن کو اُسمین شبہہ ہے کہ جی نہین ٹھہرا اور جتنے لوگ ہین جب وقت آیا پورا دیگا رب تیرا اُن کو

اَعْمَالَهُمْ ط اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ط

اُن کے کئے اسکو سب خبر ہے جو جو وہ کر رہے ہین سو تو سیدھا چلا جا جیسا تجکو حکم ہوا اور جسنے توبہ کی تیرے ساتھ اور حد سے نہ بڑھو

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

وہ دیکھتا ہے جو تم کر رہے ہو

فلا تک تکن - حذف نون بسبب کثرت استعمال کے ہے اور کرخی رح نے کہا کہ جب نون کنارے پڑتا ہی تو تلفظ مین اس سے فقط ایک غنہ باقی رہتا ہے اسواسطے اُنھون نے ایسے نون کو ساقط ہی کر دیا - فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ - اس چیز کی طرف سے جسکو یہ لوگ پوجتے ہین تو کچھ شک مین مت ہو جیو - ہؤلاء سے اشارہ کفار قریش کیطرف اولاً اور قیامت تک سب کی طرف جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی غیر کی بندگی کرتے ہین اور بندگی خواہ اسطرح کہ صریح سجدہ کرتے ہون یا اور وجھون سے جو شرک ہین جیسے کسی کو قادر مختار جاننا یا مثل اللہ تعالیٰ کے حکم کے بیچون و چرا کسی کا کہنا مان لینا کما فی قولہ تعالےٰ اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا الآیة - اور قادر مختار جاننے کی یہ مثال کہ کسی کو سمجھنا کہ وہ اولاد یا روزی جاہے خوش ہو کر دیدے یا ناراض ہو کر بند کر دے اور واضح ہو کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ کوئی کام ہونیوالا ہوا اور شیطان کو استراق السمع سے معلوم ہو گیا تو اُسنے اپنے ماننے والونکو وسوسہ دیا کہ فلان بت یا میت کی مراد مانو شاید وہ راضی ہو تو تمھین دے تو اُسنے یونہی کیا اور وہ کام تو ہونیوالا تھا ہو گیا تو اُسکے اعتقاد مین یہی شرک جمگیا - اب حاصل معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر دوسرونکو نصیحت کی کہ کبھی شک نہ لانا اس چیز کی طرف سے جسکو یہ لوگ قریش و عرب کے پوجتے ہین یا قیامت تک کافر پوجنے والے ہین اور شک اس بات کا کہ شاید یہ نفع یا ضرر انکو اسی باطل معبود سے پہونچا ہو ہرگز نہین بلکہ وہ مقدر ہوگا اور یہ شک کرنا کہ اُن لوگون کی عاقلانہ تحقیق ہی جو معبود بناتے ہین بلکہ محض جہالت و گمراہی ہی ان چیزونکو کچھ بھی قدرت و تاثیر نہین ہی بعض نے کہا کہ اُنکے معبودون کے باطل ہونے مین کچھ شک نکرنا بعض نے کہا کہ ان لوگونکے ایسے شرک و کفر کرکے شقی و بدانجام ہونے مین کچھ شک کرنا حق یہ کہ ایسے سب معنی کو کلام شامل ہی اور محصول یہ کہ ان لوگونکی عبادت ان باطل معبودونکی کسی تحقیق و تاثیر نفع و ضرر وقعی پر نہین بلکہ محض جہالت و تقلیداً آبائی پر ہی - مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ - خازن نے لکھا یعنی ان لوگونکے پاس کوئی قطعی حجت ان معبودونکی عبادت مین نہین ہی مگر یہ جہالت کہ ہم تو وہی کرینگے جو ہمارے اگلے باپ دادے کرتے چلے آئے یا یہ معنی کہ اُن کا پوجنا بتون وغیرہ کو ویسا ہی ہے جیسے اُن کے اگلے باپ دادے پوجتے تھے - قال الحافظ رح یعنی تجھکو کچھ شک مت ہو کہ جو شرک پوجتے ہین محض باطل ہے کیونکہ ان کے پاس کوئی حجت ان کے ذالک کی طرف سے نہین ہے سوائے اس جہالت کے کہ اپنے باپ دادون کی پیروی کئے جاینگے وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ - اور ہم ان کو پوری جزا دینگے اس بدلے مین کچھ کمی نکرینگے اور اگر کوئی نیکی ہوگی تو اسکو دنیا ہی مین دیدینگے - الثوری عن جابر عن مجاھد عن ابن عباس کہا کہ جو کچھ ان کو بھلائی و برائی کا وعدہ دیا ہی ہم پورا بغیر کمی کے دیدینگے - ابن زید رح نے کہا کہ پورا عذاب دینگے اور بعض نے کہا کہ جو انکا حصہ ازل مین مقدر ہو چکا ہی ہم ان کو پورا دیدینگے - اس سے ظاہر ہوا کہ مشرک کا فرخالی اپنی بداعتقادی سے یہ سمجھتا ہی کہ بت یا میت نے ایسا کر دیا ورنہ جو مقدر نہین وہ ہرگز نہین ملتا ہے ورنہ ہر مشرک بادشاہ

ہوجانا اور جو مقدر ہی ضرور پہونچتا ہے یہ جہالت سے شرک پر اعتقاد کرتا ہے۔ پھر جو لوگ حکم خالق سے خلاف کرکے دوسرے احکام پر چلے خواہ اپنی رائے پر یا کسی دوسری مخلوق کی رائے پر اور مشرک ہوکر مستوجب عذاب ہوئے اُنکا حال فرمایا بقولہ ۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور بیشک ہم نے عطا فرمائی یعنی کمال فضل سے اُس زمانہ والون کی ہدایت وسعادت کیلئے کتاب یعنی توریت ۔ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۔ پس اسمین پھوٹ ڈالی گئی بعضا سپر ایمان لائے اور بعضے کثرت معجزات اور رشد کامل دیکھکر ایمان نہ لائے ۔ اور بعضون نے تھوڑے احکام مانے اور تھوڑے نہ مانے اور کسی کے معنی بگاڑے اور آخر مین پڑھے لکھے خود حاکم بن گئے ۔ جو چاہا حکم دیا اور جس سے چاہا منع کیا اور جب چاہا منع کیا اور جب چاہا جائز کیا اور عوام لوگ ایمان سے جاہل ہوکر اُنھین کی گویا بندگی کرنے لگے پس اسمین آنحضرت صلعم کو بھی تسلی ہے کہ اگر قرآن پاک کے ساتھ یہی برتاؤ ہو تو پہلے توریت کیساتھ ہو چکا اور اسمین اشارات قیامت تک قائم رہنے کے ہین اور اسلام مین ایک فرقہ نے اسی واسطے نہایت کوشش کی کہ وہی طور وطریقہ مضبوط پکڑے رہین بعد کامل تلاش کے جسپر آنحضرت صلعم وصحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم قائم تھے تاکہ کوئی خلاف نہو کیونکہ یہ غضب الٰہی ہے لہذا فرمایا ۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۔ ابن جریرؒ نے کہا یعنی اگر حکم ازلی مین یہ نہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے عام کرم سے بندون کیلئے ایک میعاد مقرر کردی ہے کہ اس مدت تک تاخیر ہوئے تو ابھی ان مین فیصلہ کردیا جاتا ۔ مراد یہ کہ رحمت سابقہ سے ایک وقت تک پائی ہوئی ورنہ ابھی شرارت کرنے والے ماخوذ ہوتے ۔ اور بعض نے کہا کہ قوم موسیٰ پر توریت مین قرآن پر ایمان کا حکم تھا بعض نے مانا اور بعض نے اختلاف کیا تو اگر میعاد مہلت نہ ہوتی تو ابھی فیصلہ کیا جاتا ۔ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۔ اور وے اس کتاب کی طرف سے یعنی توریت سے یا قرآن سے ایسے شک مین پڑے ہین جو انکو ریب مین ڈالنے والا ہے ۔ فائدہ تاکید یہ ہی کہ وسوسہ قبول کرنا شیطان کی طرف سے ان کے شک کا موجب ہی جو عذر مقبول نہین کیونکہ حق تعالیٰ کی یاد سے قلب کو منور کرنا اور اوہام وظنون شیطانی سے محفوظ رکھنا واجب تھا پھر اس شک کا ذریعہ نے کفر کیا اور ظنون مین پھنسکر ہلاک ہوئے یعنی خالی وہم پر بتون وغیرہ کو پوجنا اختیار کیا ۔ کما قال تعالیٰ وان ہم الا یظنون ۔ اور منافقون نے اپنا مال خرچ کرنا اور طاعت کی مشقت سے حیف کیا کہ شاید دین کے پیرایہ مین برباد ہوا اور دنیا ہاتھ سے جاوے اور اللہ تعالیٰ نے بقولہ ام یخافون ان یحیف اللہ علیہم الآیۃ سے انکو تنبیہ کی الغرض بیشمار اقسام متوہمین وشکوکین کی برآمد ہوئے جو تنبیہ سے بھاگے اور کیچڑ مین پھنسے صرف ایک فرقہ اہل صدق وایمان کا باقی رہا پس وہ ہر وقت اپنے قلب کو شک وسواس شیطانی سے محفوظ رکھتا ہی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جملہ فرقون کو ایک جملہ مین گھیر دیا بقولہ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ تفسیر بیضاوی مین ہی کہ قراء سبعہ مین سے ابن کثیر ونافع وابوبکر نے حرف ان کو تخفیف پڑھا یعنی نون کو تشدید نہین دی مگر باوجود اسکے کلاً کو اسکے عمل سے نصب دیا حالانکہ انَّ تشدید تو اسم مین نصب کرتا ہی اور جب اسکو مخففہ کرتے ہین تو عمل نہین کرتا اسکی وجہ یہ ہی کہ ان مخفف کو اصل تشدید کے اعتبار سے عامل ٹھہرایا اور حاصل یہ کہ زبان کے لحاظ سے وہ انَّ مشدد ہی لیکن پڑھنے مین آسانی وسلاست کی راہ سے مخفف کرلیا اور باقیون نے اسکو اپنی اصل پر مشدد پڑھا بالجملہ کلاً سب کی قرأۃ مین منصوب ہی اور حرف ان ہر سہ ائمہ قرأۃ کے نزدیک مخفف اور باقیون کے نزدیک مشدد ہی اور معنی بالاتفاق ایک ہین اور کہا کہ کلاً کی تنوین بعوض مضاف الیہ کے ہی یعنی ان کل الذین اختلفوا من المومنین والکافرین یا آن کل الفریقین ۔ یا ۔ ان کل المختلفین الکافرین والمومنین یعنی بیشک ہر دو فرقہ اختلاف کرنے والے مومنین وکافرین ۔ اور لکھا کہ لما کو ابن عامر وعاصم وحمزہ نے بتشدید میم پڑھا اور باقیون نے بتخفیف پڑھا تو اس صورت مین اس حرف کے معنی مین فرق ہوا اگرچہ مجموعہ کلام کے معنی مین حاصل واحد ہی پس جبکہ لما بتخفیف لیا جاوے تو یہ حرف لام وما سے مرکب ہی اور لام تو قسم کا موطئہ ہی

خوب آگاہ ہی اُس سے جو تم کیا کرتے ہو والین بیان وطاعت والون مین نیت کے خالص ہیے سب کو جانتا ہے اور کافر و مشرک
ومنافق سب کے حال سے واقف ہی تو ہر ایک کو اُسکا پورا بدلا ملیگا واضح ہو کہ اول کلام مین آنحضرت صلعم کو خطاب فرمایا تھا کیونکہ وہ
آپ ہی کے لائق مضمون تھا اور یہان خود عمل کرنیوالون کو خطاب کر دیا جس سے بدکار سخت خوف کرین اور نیکوکار اپنے رب کے حضور مین
جان نثاری مین سرگرم ہون پھر آنحضرت صلعم کو خطاب کر کے امت مرحومہ کو تاکید فرمائی بقولہ۔ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ پس تو استقامت کر
جیسا تجھے حکم دیا گیا یعنی جس چیز کا تجھے جسطرح حکم ہوا ہی تو اسی طرح اسپر ٹھیک مستقیم رہ۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ اور ہر وہ بندہ بھی مستقیم
رہے جسنے تیرے ساتھ توبہ کی یعنی مخالفت الٰہی تعالیٰ سے توبہ کر کے اسی کی طرف رجوع کیا ہی بعض نے کہا کہ اسمین لطیف اشارت ہی کہ جیسا
حکم ہوا اس سے آنحضرت صلعم کا علم بوحی ہر طرح کی سمجھ کے ساتھ تھا اور مومنین کو یہ فہم آنحضرت صلعم کی اتباع مین ٹھیک حاصل ہوئی لہذا
اہل السنت نے تمام فہم حق کو کتاب الٰہی کی سمجھ بالکل آنحضرت صلعم کے طریقۂ شریف سے حاصل کر کے اپنی نجات کا وسیلہ ڈھونڈھا بخلاف
معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقہائے اسلام کے کہ وے طریقہ سنت سے منحرف ہو گئے اور گمراہ ہوئے اور جو اشارہ بیان ہوا وہ اسطرح ظاہر
ہے کہ یون نہین فرمایا کہ فاستقم انت ومن تاب معک کما امرتم حالانکہ طاعات وغیرہ احکام مومنون پر بھی بحکم الٰہی لازم ہین۔
شیخ امام عماد ابن کثیر رح نے کہا کہ اس آیت مین اپنے رسول علیہ السلام و مومنون کو حکم دیا کہ استقامت پر ثابت قدم رہین۔ سراج مین کہا
کہ یہ بطور تاکید کے ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر استقامت پر قائم تھے تو تاکید کی کہ ہمیشہ قائم رہنا یعنی جیسے نماز مین دعا کے
اہدنا الصراط المستقیم کے یہی معنی کہ ہم کو صراط مستقیم پر قائم و ثابت رکھ جیسے فرمایا۔ یومنون بالغیب یعنی ایمان پر ثابت قدم رہتے ہین اور
جیسے کہتے ہین کہ قم حتی آتی۔ کھڑا ہو جب تک مین آؤن یعنی کھڑا رہ کیونکہ وہ تو کھڑا تھا اور یہ تمہید ہی من تاب یعنی مومنون کیلئے استقامت
کے حکم کی یعنی جو تیرے ساتھ ایمان لایا ہر ایک دین الٰہی و طاعت پر اسطرح مستقیم رہے جیسا تجھے حکم دیا گیا یعنی تجھ سے اُنھون نے سیکھا
اقوال یہی معنی ہین کہ رسول صلعم کی اطاعت کرنا عین اطاعت الٰہی ہی اور آنحضرت صلعم نے فرمایا صلوا کما رایتمونی اصلی یعنی ویسی ہی نماز
پڑھا کرو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اور لکھا کہ حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رض نے فرمایا کہ استقامت حقیقت مین یہ ہی کہ تو ٹھیک
جم جائے ایسے کام کرنے پر جسکا تجھے حکم دیا گیا اور ایسی بدی نہ کرنے پر جس سے تجکو منع کیا گیا اور تیری یہ حالت نہو کہ لومڑی کی طرح حیلہ
ڈھونڈھے اقول جب دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کو برحق جانتا ہے اور نفس اسکا نہایت بے وسواس سے محبت الٰہی مین منور اور وہ خالص
سے مطمئن ہو جاتا اور فانی خواہشون سے بے رغبت ہو جاتا ہی تو پھر کوئی حیلہ نہین کرتا اور مستقیم ہو جاتا ہے تو حضرت امیر المومنین نے
خالص نیت سے سنت کی پیروی کاملہ کا اشارہ کیا ہی۔ اور یہ استقامت جبکہ پہلے نفس و شیطان کی مخالفت کرنے اور خواہش کی چیزین چھوٹنے
کے بعد حاصل ہوتی ہی لہذا آدمی پر شاق ہوتی ہی اگرچہ پیچھے اسکو استقامت کی نعمت سے وہ کچھ حاصل ہو جو کبھی کسی کے خیال مین نہین
آسکتا ہی فاللہ تعالیٰ اعلم۔ چونکہ اس آیت مین اُمت پر استقامت کا حکم ہے اور یہ امر دشوار ہے ان ضعیفون سے اسکی امید کم ہی سوائے
مردان حق و شیران الٰہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و ان کے تابعین کے تو باقیون کی حالت پر آنحضرت صلعم نے شفقت فرمائی اور
کمال ترحم سے انکی حالت گران گزری چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم پر اس آیت سے زیادہ سخت و شاق کوئی آیت نہین اُتری
اور سراج مین لکھا کہ بعض اکابر سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور کہا کہ میرے ماں باپ فدا ہون
آپ سے حدیث روایت کی جاتی ہے کہ آپنے فرمایا شیبتنی ہود یعنی مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا تو فرمایا کہ ہاں صحیح ہی مین نے عرض کیا کہ

کس آیت سے آپنے ایسا فرمایا ہی تو فرمایا کہ قولہ تعالیٰ فاستقم کما اُمرت ہے۔ واضح ہو کہ یہ حدیث صحاح و سنن مین صحیح الاسناد مروی ہی حسن
بصری رح سے مروی ہی کہ جب یہ آیت اُتری تو آپنے لوگون کو فرمایا کہ شمروا شمروا یعنی دامن سمیٹ کر کمر باندھکر مضبوط آمادہ ہو جاؤ پھر اسکے بعد
آپکو کبھی ہنستے نہین دیکھا گیا۔ ابوالسعودؒ نے لکھا کہ یہ حکم تمام اصلی و فرعی احکام و اعتقادی و عملی کمالات کو جامع ہے اور اسکو پورا ادا کرنا
بہت دشوار ہی یعنی جیسا حکم فرمایا ہی اس استقامت کو البتہ پاکیزہ نفوس مثل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادا کر سکتے ہین اسیواسطے آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ شیبتنی ہود و سفیان بن عبداللہ ۱۲ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اسلام مین ایسی بات بتلا دیجئے کہ
آپکے بعد کسی سے مجھے پوچھنے کی حاجت نہو تو فرمایا۔ قل آمنت باللہ ثم استقم یعنی کہہ ایمان لایا مین اللہ تعالیٰ پر پھر استقامت اختیار کر رواہ مسلم
فی صحیحہ۔ البتہ نہایت جامع کلمہ فرمادیا۔ بیضاوی مین ہے کہ استقامت عقائد و اعمال دونون کو شامل ہی چنانچہ عقیدہ مین تشبیہ نہ کرے یعنی
ایسا اعتقاد نہ رکھے کہ حضرت خالق عزوجل کی مشابہت کسی مخلوق سے لازم آوے اور نہ تعطیل کا قائل ہو جیسے فلاسفہ وغیرہ کے مانند یہ
اعتقاد نہین صحیح ہی کہ اللہ تعالیٰ بالکل معطل ہی نعوذ باللہ منہ اور اعمال مین افراط و تفریط نہ کرے اسیواسطے فرمایا۔ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ
اور جو حد مقرر کر دی گئی اس سے تجاوز مت کرو۔ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ بیشک جو تم کرتے ہو وہ خوب دیکھتا ہے یعنی پوری استقامت
کروگے تو ثواب پورا اور اس سے کہین زیادہ اپنے فضل سے عطا فرمادیگا اور اگر سرکشی کروگے تو تم کو چھپانا مفید نہ ہوگا بلکہ ہر ذرہ ذرہ اسکو معلوم
ہے سب کا بدلا ہی مگر آنکہ استغفار کرو۔ واضح ہو کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر گویا تمام اعتقادات و اعمال کی پوری شرح ہی جسکے بیان کی
گنجایش نہین لیکن ایسی تلخیص سے چند ضروری باتین مترجم کو واجب معلوم ہوئین جن کے جانے بغیر آدمی اس مقام کی تفسیر سے فائدہ مند
نہ ہوگا بلکہ برعکس خیال مین پڑیگا اور اگر سمجھکر ان فوائد سے ہوشیار رہو تو امید ہی کہ دین مین بصارت حاصل ہو گی وانما التوفیق من اللہ عزوجل
واضح ہو کہ بالاتفاق علماء کے نزدیک صحیح ہو کہ ایمان کا اعتقاد ہر شخص پر اپنے یقین کے ساتھ فرض ہی مثلاً خوب یقین کرلے کہ ہمارا خالق و
معبود جس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور اسی کی بندگی ہم پر فرض ہی وہ وحدہ لاشریک ہی اور جو کچھ اسکے سوائے موجود ہو یا خیال مین آوے سب اسکی
مخلوق ہی وہ اپنی مخلوق سے نرالا ہی اسکے مثل کوئی چیز نہین ہی اور اہل حق سب کا اجماع ہی کہ وہ سمیع سننے والا بصیر دیکھنے والا خبیر آگاہ علیم
و رزاق و ارادہ کرنے والا اور ایسی بہت صفات ہین ان سب سے موصوف ہی لیکن یہ نہین کہ جیسے مخلوق دیکھتی ہی ویسے ہی دیکھتا ہی مثلاً سمجھو
کہ ہم ان آنکھ سے دیکھتے ہین کہ اگر اس پر ایک تل رکھدو یا اندھیرا کردو تو کچھ نظر نہ آوے پھر ہم کو اس کاغذ کی تہ نظر نہین آتی نہ دوسرا رُخ اور
نہ اسکے ریزہ اور اللہ تعالیٰ سب کو یکسان دیکھتا اور زمین کی تہ اور ذرہ ذرہ چیونٹی سے بھی حقیر چیز ذرات دن سب اسکے نزدیک یکسان ہین
اسکو سمجھو تو جانوگے کہ ہمارے دیکھنے کو اُس سے کچھ مشابہت نہین ہی ایسے ہی اسکی ذات و صفات سب پر خود یقین کرے اور یہ نہین کہ
فلان عالم کہتا تھا ہم بھی وہی کہتے ہین اور دل مین کچھ یقین نہین آیا تو یہ ایمان نہین ہی اسی طرح جب یقین کرلیا کہ وہی جو چاہتا ہے
وہ ہوتا ہے تو کبھی اسکو شک ہوگا کہ اگر فلان شخص میری مدد کرتا تو یہ کام پورا ہو جاتا افسوس مجھسے یہ تدبیر رہ گئی بلکہ جان لیگا کہ اگر
اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو مجھسے یہ بھی ہوتا الغرض جب یہ یقین کریگا تو استقامت پر ہو جائیگا اور کسی دوسری مخلوق کو قدرت والا
نہین جانے گا اگرچہ اس دنیا مین بندگی پوری ہونے کو اسباب ایسے پیدا فرما دیئے ہین کہ آدمی تدبیر و مدد وغیرہ کو دیکھکر پھسل جاتا ہی اور
اسکو استقامت نہین رہتی حالانکہ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم سب کام تدبیر کے ساتھ کرتے تھے پھر بھی اُن کی نظر کو استقامت تھی اور حدیث مین
صریح منع فرمایا کہ کاش و اگر کا دروازہ کھول کر شیطان کو قابو مت دو یعنی مت سمجھو کہ کاش اس کام کے لئے یون کرتے تو ہو جاتا یا اگر ایسا ہوتا

توہم کو مقصد حاصل ہو جاتا کیونکہ یہ توجب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو استقامت اعتقاد میں اسی طرح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کرے جس طرح اہل السنت کا عقیدہ ہو اور خالق رازق وغیرہ جسقدر صفات الٰہی ہیں سب کا یقین کر کے پھر اسپر مستقیم رہے اور ظاہری تدبیر و اسباب کو دیکھکر نظر کو لغزش نہ ہونے دے اور اُسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی تدبیر نہ کرے کیونکہ یہ جان چکا کہ یہاں امتحان کیلئے اسی طرح خالق عزوجل نے پیدا فرمایا ہے تو اُسنے حکمت الٰہیہ سے مخالفت کر کے اپنے آپکو سخت امتحان میں ڈالا مثلاً جاہلوں کی طرح زعم کیا کہ میں اس عالم میں امتحانی طریقہ الٰہی پر نہیں چلتا اور ضروری روزینہ کیلئے کمائی نہ کرونگا بلکہ جو میرا رزق مقدر ہی مجھے حسب وعدہ ملجائیگا تو اس جاہل نے اپنے آپ کو ایک اور امتحان میں پھنسایا کہ وہ مذکورہ بالا سے بھی زیادہ سخت ہو کیونکہ اسکو یہ کیا معلوم ہے کہ میرے واسطے کیا مقدر ہوا ہے پھر اُسنے یہ کہاں سے جانا کہ مجھے خواہ مخواہ رزق ہی پہونچے گا شاید یہ مقدر ہو کہ فلان شخص جب کمائی نہ کرے تو اتنے دن بھوکا رہ کر مرجاوے یا یہ مقدر ہو کہ اسکو ہر ہفتہ میں ایک پیسہ ملا کرے اور ایسی صورت میں نفس و شیطان نے وسوسہ دلایا کہ یہ بات کیونکر ہے اگر رزق مقدر ہوتا تو مجھے ملتا اور آخر کار کافر ہو کر دونوں جہان سے خوار ہوا اور پہلے تو یہی تھا کہ کام کر وجو ملے اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق جانو اور اب اُسنے جہالت اختیار کی ولیکن ہر کمائی کو شرع نے بتلا دیا ہے اگر حرام طریقہ اختیار کیا یا ظالموں کے یہاں کفر و شرک و ظلم و جور کی باتوں میں ہاں ہاں کرتا رہا تو یہ کمائی گناہ و معصیت ہو۔ بالجملہ یہاں مقصود یہ ہو کہ اعتقاد میں بھی متوسط طریقہ اختیار کرے جو اہل السنت کا مذہب ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو صفات اپنی پاک ذات کیواسطے فرمائے ہیں سب پر ایمان لاوے اور گمراہوں کی طرح اسمیں قیاس نہ دوڑائے کہ بصیر کیسے ہو سکتا ہے اسکی آنکھیں کہاں ہیں یا ہوگا تو اُسکی آنکھیں ضرور ہونگی نعوذ باللہ تعالیٰ کیونکہ اسکی شان کو مخلوق پر قیاس کرنا کبھی جائز نہیں ہو وہ ہر خیال و قیاس و گمان و وہم سے پاک ہو اسیواسطے بیضاوی رحمہ اللہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ جہاں نص موجود ہو وہاں کوئی قیاس و استحسان نہیں جائز ہو یعنی کہ امر مرتب فرمایا تو وہی کیا جائیگا جو حکم ہو وہاں اپنے قیاس کو دخل دینا حرام و کفر ہے ایسے ہی تمام اعمال میں ٹھیک سے ہی طریقہ اختیار کیا جاوے جو منصوص ہو یا شرع نے اسکا طریقہ بتلایا ہو کوئی نئی بات نہیں نکالی جائے گی اگرچہ اسکو اپنے قیاس پر اچھا سمجھے اور علی ہذا نفس کشی کا ایسا طریقہ نہیں نکالا جائیگا جس سے نماز روزے سے بیکار ہو جاوے جیسے چلہ میں جھکر بعضے آدمی مثل مردہ کے باہر نکالے جاتے ہیں کیونکہ طغیان ہو اور صریح فرمایا کہ لاتطغوا الخ۔ اسمیں حد سے بڑھنا نہیں جائز ہے اسیواسطے رہبانیت کو اسلام میں حرام فرمایا اور کہا کہ میری اُمت کیلئے رہبانیت جہاد ہے کیونکہ سچی نیت سے جہاد والا اپنی جان سے منقطع ہو جاتا ہے تو کسی چیز کی محبت اسکو کب ہوگی اور دیگر احادیث صحیحہ میں نفس کا حق اور جورو کا حق اور مہمان کا حق وغیرہ واجب فرمائے تو ایسی عبادت کرنا کہ جورو کی بالکل خواہش نہ رہے طغیان ہے اسیواسطے ایک جماعت صحابہ کو جنھوں نے ہمیشہ روزہ رکھنا و کبھی سونا وغیرہ باتیں بخوف عذاب جہنم و بحصول رضائے الٰہی کرنی چاہی تھیں سخت منع کیا اور کہا کہ میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں اور اس سے خوف رکھتا ہوں پھر میں یہ سب باتیں کرتا ہوں تو کیا تمکو میری پیروی نہیں کرنی ہے اور یہ خوفناک دھمکی ہے کیونکہ بغیر آپکی پیروی کے دین کی سمجھ نہیں آسکتی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف طریقہ اختیار کریگا ضرور جہنمی ہے۔ سراج میں کہا کہ افراط اسی واسطے منع ہو کہ شرع میں جو امر و نہی وارد ہو وہ بندوں کی تہذیب کے لئے ہو کہ آخرت میں جنت کے لائق عالم منور ہوں ورنہ اُس کو کچھ حاجت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کے لائق عبادت ادا ہونا ممکن نہیں ہو تو دین کو اپنے اوپر سخت نہ کرنا چاہیئے چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا ویسروا واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ

وشئ من الدلجۃ تفلحوا - دین بہت آسان ہے اور جس کسی نے اسکو اپنے اوپر سخت کر لیا تو دین ہی اسپر غالب ہو جاتا ہے تو قصد کرو کہ تمہارے
کام شرع پر ٹھیک ہون اور مقاربت رکھو یعنی درمیانی حالت رکھو نہ بڑھ چلو اور نہ کمی کرو اور مدد لو غدوہ و روحہ سے یعنی چاشت سے اور مدد لو
کچھ تھوڑی رات کی عبادت سے فلاح پاؤگے مترجم کہتا ہے ایسے ہی دین مین افراط کرنے سے اکثر ممانعت ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک
شخص نے اپنے اوپر لازم کیا کہ ہر روز ہزار رکعت پڑھیگا یا رات بھر ہمیشہ نہ سوئے گا تو فرمایا کہ آخر یہ شخص تھک کر چھوڑ بیٹھے گا اور وہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک خراب حرکت ہے اور حدیث مین تعریف آئی کہ جو عمل آدمی ہمیشہ کیا کرے کبھی اسکو ملال آگین ہو کر نہ چھوڑ دے وہ اللہ تعا
کو محبوب ہے اگرچہ تھوڑا ہو۔ واضح رہے کہ دین کسی قدر آسان ہو لیکن شیطان جو دشمن ہے کبھی آدمی کو اسکی آسانی پر چلنے نہین دیتا اور خود
اسکا نفس اسکے وسوسہ قبول کرتا ہے تو اسی واسطے شرع پر چلنا خصوص استقامت کے ساتھ بہت دشوار ہو گیا اور شک نہین ہے کہ یہ مرتبہ
انھین شیران الٰہی کا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت کیواسطے ازل سے برگزیدہ ہو کر اسوقت آپکے ساتھ موجود ہوئے اور
توریت وغیرہ مین انکی تعریفین بہت خوب مذکور تھین تو انھین سے استقامت رکھنا و طغیان نہ کرنا اور خلوص کے ساتھ جان و مال راہ
الٰہی مین فدا کرنا اور آنحضرت صلعم پر پروانہ کی طرح نثار ہونا ظاہر ہوا حتی کہ حق عزوجل ان سے راضی ہوا بقولہ رضی اللہ عنہم اور اس آخر
وقت کے لوگ ایک ایسی حالت مین ہین کہ انکو ایسی استقامت کا مرتبہ ممکن نہین الا ما شاء اللہ تعالے اور یہین سے مجکو ظاہر ہوا کہ قولہ
من تاب معک مین لطیف اشارہ ہے یعنی ادنی حکم استقامت کا تیرے ساتھ والون پر ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے حدیث مین ثابت
ہے کہ تابعین کو بعض مکروہ تنزیہی فعل دیکھکر فرماتے کہ آنحضرت صلعم کے عہد مین ہم اس فعل کو بڑا حرج جانتے تھے جسکی تم پروا نہین کرتے ہو
اور اکثر ایسے امور پر انکار کرنا مروی ہے جو اعلی مرتبہ تقوی مین ایک طرح کی کراہت یا خلاف اولی کے حکم مین ہین۔ اب یہان دو باتین
سننا چاہیے ایک یہ کہ اس استقامت کا درجہ و منزلت بہت اعلی ہے چنانچہ حق عزوجل نے فرمایا۔ ان الذین آمنوا ثم استقاموا تتنزل علیہم
الملائکۃ ان لاتخافوا ولاتحزنوا الآیۃ - یہ بڑا مرتبہ ہے کہ ملائکہ انکے پاس نازل ہو کر ان کو اللہ تعالیٰ کے رضوان کی بشارت دیتے ہین پھر تمام
نعمتین جنت وغیرہ سب اسکے پیچھے ہین اور حدیث مین ہے کہ ملائکہ تم سے تمہارے بچھونون پر مصافحہ کرین اور دوسری بات یہ ہے کہ استقامت
جب وہان ختم ہوئی تو ہمارے اعمال ہر حال مین حکم سے خارج ہوئے تو انجام کیا ہوگا جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی عزوجل نے صحابہ رضی اللہ عنہم
کو جو منزلت و مرتبہ عطا کیا اسکو ہر شخص قیاس نہین کر سکتا ایک کامل نعمت انکو آنحضرت صلعم کا دیدار تھا اسی واسطے اُن کے
نصف مُد ستو کا صدقہ اور کسی کا آسمان و زمین بھر سونا خیرات کرنا برابر نہین کیا مگر کمال رحمت سے ثواب مین اسوقت زیادتی
کر دی چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو اسوقت ادنی عمل کرے اسکو شہداء کے برابر ثواب ہے لہذا اسوقت آدمی پر لازم ہے کہ
سب سے بڑھکر اپنے ایمان یعنی یقین کو مضبوط رکھے اور شیطانی وسوسہ اور شیطان کے متبع لوگون کی باتون سے اپنے دل مین شبہہ نہ آنے
دے کیونکہ یہ شیطانی لوگ جو وسواس دلاتے ہین اُنکا جواب صاف صحیح معقول کتاب الٰہی و سنت رسول مین موجود ہے پھر اس یقین کیساتھ
موت کو یاد رکھے اور آخرت پر قطعی یقین رکھے اور فرائض و واجبات ادا کرے اور اُنکے سوائے جو نیکی ممکن ہو بہت ثواب کا اُمیدوار رہے اور توفیق
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ف فی العرائس قولہ فاستقم کما اُمرت عہد ازل مین اللہ تعالی نے اپنے رسول علیہ السلام کی روح پاک کو
علوم قدیمہ و امانت الٰہیہ برداشت کرنے کا حکم دیا تھا کہ ازل سے ابد تک اسکا امین ہو حالانکہ پہلے اسکو لباس ربوبیت اور قدرت ازلیہ
سے آراستہ کر دیا تھا تو اب بنیادی وجود کے بعد جبکہ آنحضرت صلعم ادائے حقوق رسالت و کمال طاعت پر قائم تھے اس عہد کو یاد دلایا

کیونکہ مقام امتحان ہی اور دنیا اپنی تمام زینت سے آراستہ دنیا کیطرف رغبت کرنیوالی چیز یعنی طبیعت اس پاکیزہ روح کے ساتھ ساتھ ہی قولہ ومن تاب معک تیری امت مین سے جو ازل سے سرفراز ہوئے ہین انکو بھی خبر دیدے کہ عہد پر مستقیم رہین کیونکہ اسرار امانت وہ ہین کہ آسمان و زمین انکو برداشت کرنیسے عاجز ہوئے اور استقامت علیحدہ ذکر کرنیکا سبب یہ ہی کہ ہر آدمی اپنے مقام کے لائق استقامت کرے پس حاصل یہ ہوا کہ تیری رسالت و منزلت کے لائق جو استقامت ہی وہ تو پوری کردے اور تیری امت والے اپنے رتبہ پر استقامت کرین کیونکہ استقامت نبوت اپنے مراتب پر علیحدہ علیحدہ اور استقامت ولایت کے مراتب بے انتہا ہین تو اسکی کوئی حد نہین ہی کیونکہ استقامت در حصول مقامات و حالات و معارف و کواشف و توحید و یقین و صدق و اخلاص و آداب خطاب ہین پس ہر مقام کی استقامت اس صفت مین ہے اسکے جو موارد لطف اسپر وارد ہون یا امتحانات و بلیات طاری ہون مضبوط رہے تب وہ استقامت سے موصوف ہوتا ہے لیکن وہ کون ہی جو ان چیزون کے مقابلہ مین ثابت قدم رہے اور کب آثار قدم پر عدم کا استقلال ہو سکتا ہے مگر جسکو اللہ تعالیٰ نے مستقیم فرمایا وہ مستقیم ہی اور خاص اس لطف سے اون مخصوص حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اسیواسطے فرمایا کہ مستقیم رہو اور شمار نہ کرسکوگے اور جب آپ پر تجلی کشوف ازلیات و ابدیات سے استقامت گران ہوئی تو فرمایا شیبتنی ھود۔ **قال المترجم** اوپر مذکور ہوا کہ آنحضرت صلعم کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ پچھلے لوگون کا خیال تھا کہ وے امتی کس طرح مستقیم رہین گے تو اس معنی مین اس حکم کو بلحاظ امتیون کے شاق جانا اور غالباً اپنے ہی احکام سے بذات شریف محزون رہتے چنانچہ مروی ہوا کہ اسکے بعد ہنستے نہین دیکھا گیا اور صحیح ابن حبان وغیرہ مین صحیح ہوا کہ سید الملائکہ جبرئیلؑ نے حاضر ہو کر حضرت باری تعالیٰ عز سلطانہ کا سلام دیا اور سبب غمگینی پوچھا آپنے رو کر جناب باری تعالیٰ مین عرض کیا کہ اے رب میرے میری امت پس جبرئیل علیہ السلام یہ سنکر گئے اور دوبارہ واپس حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت رب العزۃ ذو العظمۃ والکبریاء بعد سلام کے فرماتا ہے کہ اے حبیب محزون مت ہو ہم تجکو تیری امت کی طرف سے محزون نہین فرماوینگے الحدیث۔ بالجملہ حدیث شریف شیبتنی ھود کے اسرار تک وقوف دشوار ہے ہان ظاہری چند امور جو معلوم ہوئے انمین سے ایک یہ ہی جو مترجم نے زعم کیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور دوم نکتہ جو شیخ نے لکھا کہ استقامت کے مدارج بحسب کمالات متفاوت ہین اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق اجمعین تھے تو مقام آپکا سب سے بالا اور اقرب تھا اور جب آپکو استقامت کا حکم ہوا تو کمال عبودیت پر استقامت عظیم الشان ہے اگرچہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مین ثابت ہوا کہ قرآن مجید آپکا خلق عظیم تھا اسی واسطے اکابر علماء نے جزم کیا کہ خلقت مطہرہ و جبلت پاکیزہ بزرگ امر گران تھا اور آپ ہمیشہ استقامت پر تھے پس حکم کا مرجع آپکی امت ہی واللہ تعالیٰ اعلم پھر شیخ نے لکھا کہ ابن عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسقدر نور باطن عطا ہوا اسی کے موافق آدمی کو استقامت ہوتی ہی اقول واضح ہو کہ مخلوق ادنیٰ و اعلیٰ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے حتی کہ شیطان مع ذریات بھی لیکن دنیا مین جو حالت اختلافی شاہد ہی اس سے خواہ مخواہ کوئی فرد اس امر کا قائل نہین ہو سکتا کہ سب کے سب اپنے خالق کے پسندیدہ ہین کیونکہ بالضرور ہر فریق دوسرے کو ناپسندیدہ قرار دیگا اور قرآن و حدیث سے صحیح ہوا کہ ان مخلوقات مین سے بعضے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کیلئے پسند فرمائے وہی عبد و بندے ہین چنانچہ شیطان کو فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان الآیۃ۔ پس اصل پسندیدگی یہی عبودیت ہی اسی واسطے آنحضرت صلعم جو سب سے افضل و اشرف ہین انکی رسالت پر ایمان کا کلمہ یہ ہی اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ پہلے عبد سے کمال بزرگی کا اقرار کیا تو خود ہی ثابت ہو گیا کہ آپ ہی رسول ہین کیونکہ جسقدر عبودیت مین کامل اسیقدر منزلت قرب و درجۂ کمال پر فائز ہے اب جاننا چاہیے کہ شیخ ابن عطاء رح کی مراد یہ ہی کہ عباد اللہ الصالحین جسقدر بندے ہین انکی پیدائشی حالت مین گمراہ مخلوق سے فرق ہی پھر ان سب مین بھی آپس مین اگرچہ اصلی جبلت کا فرق نہین لیکن مرتبہ کا فرق ہی پس جسکی جبلت مرتبہ کاملہ عبودیت مین جس درجہ پر ہی وہ اسی قدر استقامت رکھتا ہی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم

بعض مشائخ نے کہا کہ استقامت کا حکم ایسے ہی شخص کے اٹھانے کے لائق ہے جسکو مشاہدہ قویہ و انوار ظاہرہ و آثار صادقہ سے تائید فرمائی گئی ہو پھر بھی اسکو مضبوط جمے رہنے کی توفیق دی گئی ہو بقولہ تعالیٰ ولولا ان ثبتناک الآیۃ پھر اسکو مشاہدہ کے وقت بھی محفوظ فرمایا گیا ہو اور یہ مرتبہ کاملہ حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا تھا لہذا حکم ہوا کہ فاستقم کما امرت اور اگر یہ باتیں کرامات نہ ہوں تو اس خطاب کی تعمیل میں تنزل ہوگا چنانچہ یہی وجہ کہ امت کو فرمایا کہ استقیموا ولن تحصوا یعنی استقامت اختیار کرو مگر تم کو اس استقامت کی طاقت نہیں ہے جس کا مجھے حکم ہوا ہے قول مترجم سے یہ تقریر ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کو بقولہ فاستقم کما امرت فرمایا یعنی جیسا حکم ہوا تو ویسی استقامت کر اور امت کو بقولہ ومن تاب معک فرمایا یعنی وہ تیری تبعیت میں بسبب توفیق و طاقت کے استقامت رکھیں اور ان کو کما امرتم نہیں فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو ہر حال تیرے ساتھ تھے ان کو بھی کمال علم فرمایا کیونکہ وے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں موجود تھے ولیکن اے لوگو جب تم نے آپ کی رسالت سے آگاہی پائی بذریعہ کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایمان کی زندگی پائی تو تم ساتھ ہو چنانچہ مشکوٰۃ کے باب ثواب ہذہ الامۃ وغیرہ دیگر صحاح سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلعم و عالیان سید الرسل والملائکہ خیر الخلق صلعم نے پچھلے ایمان والوں کو اپنا صاحب فرمایا - اللہ اکبر اللہ اکبر اس ترحم پر امت کی جانیں قربان ہوں اور ساتھ ہی یہی بشارت دی کہ سچے ایمان پر ان لوگوں کو چھوٹے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطا کیا جائیگا پس اے بھائی تم اس بات کو بہت بڑا لالچ سمجھو کہ تمہارا ایمان اللہ تعالیٰ جل شانہ و اسکے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ٹھیک ہو کسی طرح شرک و کفر کے لگاؤ میں نہ پڑو کیونکہ ایمان جاتا رہا نعوذ باللہ من ذلک تو پھر تم کیونکر یہ فضیلت پاؤ گے اللہم حققنا من الفضل المطلوب واحینا مومنین مسلمین وتوفنا مومنین انک علی کل شیء قدیر امام سید الامام جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ وعلی آبائہ السلام نے کہا کہ قولہ فاستقم کما امرت یعنی سچے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں صحیح ٹیک کے سیدھا رہ - شیخ ابو عبد الرحمن السلمی رح نے کہا کہ میں نے شیخ ابو علی شبوی سے سنا کہتے تھے کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھکر عرض کیا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں آپ سے حدیث روایت کی جاتی ہے شیبتنی ہود یعنی حضور نے ارشاد کیا کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا آپ نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے میں نے عرض کیا کہ کیا انبیاء کے قصص یعنی امتوں کی ہلاکت کے سبب سے آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ قولہ تعالیٰ فاستقم کما امرت کے سبب سے امام جعفر الصادق رح نے کہا کہ امت کے لوگوں کی استقامت علی قدر مراتب ہے بعض نے توحید پر استقامت کی اور بعض نے ایمان پر اور بعض نے اسلام اور بعض نے معرفت الٰہی و بعض نے خدمت بعض نے عبودیت اور بعض نے کرم و وفا اور بعض نے خوف و رجا پر اور بعض نے اللہ تعالیٰ پر کہ سوائے اسکے کسی چیز پر نہیں اور بعض نے حق پر کہ کبھی نہ ٹلی استقامت اختیار کی اور جس نے کسی اور خیال پر استقامت کی وہ درحقیقت غیر مستقیم ہے کہ استقامت حق پر ہوتی ہے قول مترجم مراد یہ کہ استقامت کا اللہ تعالیٰ کے واسطے قصد کرے لیکن ایسے طور پر کہ جو شرع میں وارد نہیں ہے بلکہ خود اسکی رائے ہو مثلاً یہ عزم کیا کہ مسجد کے دروازہ پر پڑا رہیگا ملنگ اسکو چاند کر جاؤ گے یا قصد کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اپنے نفس کی ذلت ہو یا ہر طعام میں مٹی ملاکر کھاؤں گا کہ نفس کو تقویت نہ دے اور تارک دنیا رہبانیت وغیرہ کے خیالات جو صرف اپنے وہم باطل پر مبنی ہوں اسی قسم کے ہیں ان پر استقامت بھی باطل ہے واللہ اعلم - اور بعض نے کہا کہ استقامت نہیں ہوتی مگر اسی طریقہ پر کہ سنت نبوی کی اتباع کرے جو یہی ہے کہ کما امرت میں استقامت کر حاملہ طریقہ ہو اللہ طریق پر استقامت کر اخوص کی استقامت ہے - جنیدؒ نے کہا کہ خوف و رجا کے ساتھ استقامت کرنا عابدوں کا عمل ہے اول یعنی باعث استقامت عذاب کا خوف اور جنت کی امید ہو تو یہ عابدوں کا حال ہے اور ہیبت و حیا کے ساتھ استقامت کرنا مقربوں کا حال ہے اور اس طرح استقامت کرنا کہ باوجود استقامت کے استقامت کو نہ دیکھے یعنی اس طرف نظر ہی نہ ہو بلکہ تقرب ہو تو یہ عارفوں کا حال ہے

شیخ استاد نے قولہ فاستقم مین کہاکہ استقامت از باب استفعال ہے اور اسکے معنی طلب کے بھی ہین تو شاید یہ معنی ہون کہ اللہ تعالیٰ سے استقامت کی درخواست کرو۔ **قال المترجم** قولہ لاتطغوا فیہ یعنی یہ تاویل مناسب نہین ہو خلاصہ یہ کہ فاستقم مین مجھ کے نزدیک مراد ہو کہ اپنے نفس سے استقامت کا فعل صادر کرو جسطرح اسکا وجود ہوتا ہو اور لاتطغوا سے یہ مراد کہ طغیان سرزد نہ ہو اور شیخ استاذ نے یہ احتمال پیدا کیا کہ فاستقم سے مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ سے استقامت مانگو تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ سے درخواست کریگا کہ مجھے استقامت نصیب ہو اگرچہ اسکا حصول نہو۔ اور شاید کہ شیخ استاد کی غرض یہ ہو کہ استقامت با خدا طلب کرو یعنی عزم کرو کہ خدا کے ساتھ استقامت حاصل ہو لیکن ظاہر کلام اس سے موافق نہین علاوہ اس کے دونون معنی مین کچھ فرق نہ ہوگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ کہا جاتا ہو کہ مستقیم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے نہ پھرے یہان تک کہ واصل ہو جاوے اقول یہ عبارات کلیہ ہین ہر جزئیہ طریقہ کو اس سے استخراج کرنا خود ایک مرد عارف کا کام ہو وہ بھی بدشواری لہذا اصوب واسلم یہی تفسیر ہے کہ مستقیم وہ ہے جو جملہ ارکان و افعال و اعتقاد مین سنت کی اتباع کیے اور سنت طریقہ سب احادیث مین ہین ہو فافہم واستقم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نفوس قدسیہ کو استقامت کے خلاف دنیا کی عزت و جاہ کیطرف مائل ہونے اور ظالمون کی طرف فاسد اغراض دنیاویہ مین ہو کسی غرض سے میل کرنے سے منع فرمایا۔ بقولہ

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہین پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہین تمھارا اللہ کے سوائے مددگار پھر کہین مدد نہ پاؤ گے

مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت کریمہ سوقت کے لوگون کیلئے خاصہ نصیحت سمجھی جاتی ہے لہذا پہلے اسکے ظاہری معنی کی توضیح کرکے تب اُسکی مراد و حکم کی تفصیل کرنا مناسب ہو۔ واضح ہو کہ لاترکنوا صیغہ نہی از رکون ہو اور کشاف مین زمخشری نے لکھا کہ۔ الرکون ہو المیل الیسیر۔ رکون کے معنی تھوڑا سا جھکنا یعنی کسی چیز کی طرف ہلکا و خفیف جھکنا اور ایسا ہی بیضاوی و سراج مین اسی کی اتباع کی ہو اور شاید کہ میل کے معنی مین خود جھکا ہونا داخل ہو کیونکہ میل و جھکنا پورے طور پر ساتھ ہو جانے کو نہین کہتے ہین تو خفیف و ہلکا جو اس سے مفہوم تھا صریح ظاہر کردیا اگر یہ میل کے ساتھ اسکا ملانا غیر معقول ہے اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ ثقات ائمہ لغت نے خفیف و یسیر کی قید نہین لگائی چنانچہ صحاح مین کہا کہ رکون میل و سکون ہو اور شمس العلوم مین رکون بمعنی سکون لایا اور قاموس مین کہا کہ رکن الیہ کنصر و علم و منع رکونا مال الیہ و سکن یعنی رکون کے معنی جھکنا اور کسی چیز کی طرف سکون و ٹھہراؤ کرلینا۔ اور قاموس سے ظاہر ہوا کہ مانند باب نصر کے رکن یرکن بالضم اور مانند علم کے رکن یرکن بالکسر اور مانند منع کے یرکن بالفتح آیا اور صاحب الفتح نے نقض کیا کہ مضارع بفتح کاف لغت اہل الحجاز ہے اور بالضم لغت قیس و تمیم ہے اور ازہری نے کہا کہ بفتح کاف ماضی و مضارع اصل لغت نہین بلکہ دو لغت کا تداخل ہو اور راغب نے لغات قرآن مین کہا کہ صحیح یہ ہو کہ دونون کاف مفتوح ہین بالجملہ ائمہ لغت و محققین مفسرین نے اسکے معنی مین مطلقاً میل و سکون لکھا اور خفیف کی قید نہین لگائی اور قرطبیؒ نے کہا کہ رکون درحقیقت یہ ہو کہ کسی کی طرف ٹیک لگا دے و تکیہ کرکے واسپر اعتماد کرے اور سکون کرے یعنی اسکی طرف استناد و اعتماد کرکے اضطراب و حرکت سے ٹھہر جاوے اور اسکے ساتھ رضامند ہو یعنی پسند کرے اور مؤلف الفتح نے کہا کہ رکون مین یہ باتین معتبر ہونا کسی لغت مین مذکور نہین ہے واقول ظاہرا قرطبیؒ نے اس مقام کی تفسیر سے جو ائمہ تابعین وصحابہ رضی سے منقول ہو یہ معنی نکالے ہین اگرچہ لغت مین مذکور نہون پس غایت یہ ہو کہ یہ تفسیر بقرائن مقام مجازی ہو اور صحابہ و تابعین و ائمہ سے اسکی تفسیر اسطرح منقول ہو کہ ابن جریرؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ لاترکنوا سے لاتمیلوا یعنی میل مت کرو اور مت جھکو۔ حافظ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تفسیر عمدہ ہو اور معنی آیت کے یہ ہین کہ ظالمون کی مدد مت کرو کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ گویا تم ان کے کیے پر راضی ہوئے اور لکھا کہ ابن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ لاتمیلوا سے لاتدہنوا تم مداہنت مت کرو یعنی ظالم کا برا قول و فعل دیکھو مگر لحاظ کرکے چپ ہو رہو یعنی نہ

ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ یعنی شرک کی طرف میل مت کرو۔ وقال ہو الرکون الی الشرک یعنی اس سے شرک کی طرف میل سے ممانعت مقصود ہے ابو العالیہ رحؒ نے فرمایا کہ لا ترکنوا الی الذین ظلموا یعنی ظالمون کے اعمال پر تم مت راضی ہو۔ کذا فی تفسیر الحافظ۔ اور فتح مین ہو کہ قتادہ وعکرمہ سے مروی ہے کہ لا ترکنوا یعنی نہ اُن سے دلی دوستی رکھو اور نہ اُنکی اطاعت کرو۔ اور عبدالرحمن بن زید سے مانند روایت عوفی کے مداہنت کے معنی مذکور ہین۔ یعنی ظالمون کے کفر پر انکار نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس تفصیل سے اسکے معنی کی بحث کرنا اس غرض سے ہو کہ آیا ممانعت مطلقاً میل سے ہو جیسا کہ لغات معتبرہ مین رکون کے معنی لکھے ہین یا خفیف میل سے ہو جیسا کہ کشاف واسکی اتباع نے معنی لکھے ہین کیونکہ جس حد پر عرب کی زبان مین میل کہا جاوے اگر اس سے کم جھکاؤ ہو تو بھی خفیف میل ہو جائیگا اور معصیت لازم آویگی۔ پھر قولہ الذین ظلموا۔ کے معنی وہ لوگ جنھون نے ظلم کیا اور اسمین کوئی شک نہین کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے بقولہ تعالی ان الشرک لظلم عظیم۔ اور دیگر معاصی بھی ظلم ہین اگرچہ شرک کے برابر نہ ہون پس جو کوئی مشرک ہے وہ خود اپنی جان پر بوجہ شرک کے بڑا ظالم ہے تو جسقدر اسکے افعال اس اعتقاد کی بنا پر ہون سب صریح ظلم ہون گے اگرچہ عموماً لوگون کو ان افعال سے تکلیف پہونچے یا بعض کو پہونچے بلکہ اگر راحت پہونچے تو بھی وہ افعال ظلم ہونے سے خارج نہ ہون گے لیکن ایذا رخلق البتہ زائد ہوگی مثلاً کوئی شخص بت یا صلیب پوجتا ہے اور راستہ پر اسنے پرستش خانہ بنا کر یہ فعل اختیار کیا کہ جو اس راہ سے گزرے اسکو روپیہ دیگا تو خلق کو نفع پہونچا لیکن یہ فعل اس نیت پر ظلم رہا کہ عاقبت مین اسکا نفس ثواب سے محروم و عذاب مین گرفتار ہوگا اور اگر اسنے یہ فعل اختیار کیا کہ جو اس راستہ سے بغیر سلام کے اور بغیر اسکی تعظیم کئے نکلا اسکو دو کوڑے ماردیگا تو دوہرا عذاب ہو گیا بلکہ پہلے شخص کو مخلوق کے نفع پہونچانے کی وجہ سے دنیا مین عوض دیدیا جائیگا حتی کہ اگر راہ توحید و ایمان پر کوئی قوم مستقیم نہ ہو تو وہ بادشاہ ہو سکتا ہے کیونکہ خلق کو آرام پہونچاتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص توحید اسلام پر ہو مگر شراب پیتا ہو تو اسنے اپنی جان کیلئے آخرت کا عذاب مہیا کیا پس اپنے اوپر ظلم کیا اور اگر مخلوق مین سے کسی پر ظلم کیا تو دونا عذاب لیا اور اگر بادشاہ ہے اور اُس نے اپنی عیش و شہوت پرستی کی تو ایک اپنے اوپر ظلم کیا اور دوسرا خلق پر کہ تمام روپیہ انکا بھی حق تھا وہ چھین کر اپنی عیش مین اُڑا دیا اور غفلت سے تمام ملک مین زبردست نے کمزور پر ستم ڈھایا خون ہوئے اور تمام رعایا بے علم و جاہل رہی اور لوگ اسکی دیکھا دیکھی کھاتے و مزے اُڑاتے و فسق و فجور مین پڑے تو اُسپر ہزارون ظلم ثابت ہوئے حتی کہ وہ بادشاہت سے خوار ہو کر عاقبت مین اپنے عذاب کا مستحق ہوا اگرچہ خالی ایمان کی وجہ سے اُمید ہو کہ ہمیشہ دوزخ مین نہ پڑے اسی بیان سے سمجھنے والا سمجھ جائیگا کہ بادشاہ پر بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہو چنانچہ ادنی سی بات یہ ہو کہ کسی سے کوئی کوڑی ناحق نہ لیوے اور اسکو جمع کرکے امانت رکھے ہان اپنی مزدوری لے سکتا ہے اور پھر اسکو جس طرح اللہ تعالے واس کے رسول صلعم نے شرع بتلائی ہے اسی طرح خرچ کرے بیجا کوئی کوڑی نہ اُٹھاوے اور تمام مخلوق کی تعلیم و تربیت و اصلاح و آرام و دینداری کا ضامن ہو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ ظلم کچھ شرک و کفر پر منحصر نہین ہو بلکہ جو گناہ ہے ظلم ہے تو آیت مین علماء مفسرین سے دو قول مروی ہین ایک یہ کہ ظالم سے یہان مشرک مراد ہو اور دوسرا یہ کہ نہین بلکہ کوئی ظالم ہو خواہ ایمان رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اب مین آیت کی تفسیر نقل کرتا ہون قال تعالی ﴿وَلَا تَرْكَنُوٓا﴾۔ اور مت جھکو یا ذرا بھی مت جھکو ﴿إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا﴾۔ ان لوگون کی طرف جنھون نے ظلم کیا خواہ اپنی جانون پر فقط جیسے نوشیروان کہ آتش پرست تھا مگر خلق کو آرام و آسائش دیتا تھا یا غیرون پر بھی جیسے حجاج ظالم مسلمان تھا مگر شرک سے کم اس نے اپنے اوپر گناہ کیا اور غیرون پر ایذاء کا ظلم کیا تھا یا مراد یہ کہ مت جھکو مشرکون کی طرف ﴿فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ﴾۔ کہ تم کو بھی آگ چھوئے۔ حاصل یہ کہ اوپر استقامت کا حکم دیا تھا کہ حکم الٰہی پر ٹھیک مستقیم رہو اب فرمایا کہ دنیا کی ثروت دیکھکر یا زبان کے مزے و پیٹ بھرنے کی غرض سے مشرکون یا عام ظالمون کی طرف مت جھکو کہ ایسا کرنے سے وہ آگ جو انکو گھیرے ہو تم کو بھی چھو جائے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ظالم سے ملنے مین تو بالکل

آگ مین گھس جانا ہوگا صرف جھکنے مین لپٹ پہونچے گی اور شاید ظالم کو بالکل آگ تبلایا اب جانو کہ اگر ظالمین سے مشرکین مراد ہین جیسا کہ عونی کی روایت
ابن عباس سے سمجھا گیا کہ ہوا رکون الی الشرک یعنی شرک ہی کی طرف جھکنے سے ممانعت ہی اور اسوجہ سے کہ سلطان کی فرمانبرداری کا حکم قطعی دیا گیا ہے
بقولہ تعالی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔ اور حدیث صحیح مین ہی کہ سلطان کی اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام ہو ۔ اور وارد ہی کہ جبتک نماز
ٹھیک قائم رکھیں اور اُنسے صاف کھلا کفر ظاہر نہ دیکھو اور تم کو کسی معصیت کا حکم نہ کرین تب تک اُنکی اطاعت کرو تو ظاہر ہی کہ خود اگرچہ
فعلی کرین جو ظلم اُنکی جان پر ہے تاہم سب پر اطاعت لازم ہے ۔ وجہ اسکی تو ظاہر ہے کیونکہ گناہ سے کمتر خالی پائے جاوینگے تو انتظام معاملات
عباد درہم برہم ہوگا اگر طاعت نہ کی جائے خصوص جبکہ قاضی عدالت وانتظام آسایش رعیت و حدود و حقوق چاہین اور جہاد کیواسطے حکم کرین تو
خواہ مخواہ بغیر اطاعت کے چارہ نہین ہی اور بیشک آنحضرت صلعم نے جیسے انکی اطاعت مین مبالغہ فرمایا کہ اگرچہ تیرا مال چھین لے اور مارے اور تیرا حق
نہ دے بہرحال تو اطاعت کر ویسے ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر مبالغہ فرمایا کہ جابر بادشاہ کو حق بات کی نصیحت کرنا شہید کا ثواب اور جہادون
مین سے افضل جہاد ہی اور بتاکید حکم دیا کہ ظلم سے اسکا ہاتھ روکو ورنہ عام فتنہ مین پڑوگے تو حاصل ہوا کہ ظالمین یعنی فقط مشرکین کی طرف مت جھکو
کہ آتش دوزخ مین تم کو بھی عذاب پہونچے گا ۔ شیخ ابو السعود رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ دیکھو جب خالی ظالم کی طرف میل کرنے سے یہ عذاب ہی تو
بھلا ایسے لوگونکی نسبت تیرا کیا گمان ہی جو پکے ظالمون بدکارونکے ساتھ دلی محبت مین گرم ہین اور اُنکے مصاحب بننے پر مرے جاتے ہین اور اپنا دل وجان
اُنکی محبت برتاو و طریقہ پر فدا کیے دیتے ہین اور انھین کے مانند پوشاک پہننے پر پھولے نہین سماتے اور دنیاے فانی کی رونق ومال ومتاع جو اُنکو دیا گیا ہے
اُسکی طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہین قال المترجم شیخ ابو السعود رحمہ اللہ نے ان ظالمونکا ذکر کیا ہی جو اسلام لائے مگر دنیا کی وزارت وامارت یا سلطنت
کے سبب سے عیش وآرام وفسق وفجور مین پڑکر ظلم کیا تو ہمارے وقت مین نواب وامراء واہل دولت بلکہ محض مشرکون کی طرف میل کرنیوالون کا
کیا گمان ہے خصوص جبکہ اُن کے چال وچلن پر دل سے فریفتہ اور اُن کے سلام کا جواب دینے کو دو جہان کا فخر سمجھتے اور اُنکی خدمتگزاری مین ذلت
وخواری کو عین عزت جانتے ہین بلکہ اُنکی چال ڈھال وضع لباس بول چال سب پر دل سے فریفتہ ہین اور اُنکی تعظیم سے اپنے دل بھرے ہوے
ہین ۔ ایسی مروت وموالات کا انجام کفر وشرک پر خاتمہ ہے نعوذ باللہ من سوء الخاتمہ ۔ اگر پوچھا جاوے کہ دین آلہی کے دریافت مین کچھ شرم
نہین ہے تو شرع مین ایسی صورت مین کیا حکم ہے کہ جب بادشاہ وحاکم ایسا شخص یا ایسی قوم ہو جو اسلام پر نہین ہی جیسے آجکل ہندوستان
مین انگریز حاکم ہین تو ان کے ساتھ کیونکر برتاؤ کیا جاوے اسکا جواب یہ ہی کہ جب تم نے اُنکی رعیت ہو کر یہان سکونت اختیار کی تو تم نے اُن سے
عہد کیا کہ دنیاوی معاملات مین انکو عمداً ضرر نہ پہونچاؤگے اور دستم کو تمھارے دین کے برتاؤ سے نہین روکین گے اور نہ تم پر ظلم کرین گے پس
عہد پورا کرنا فرض ہی لہذا ان سے بغاوت مت کرو اور ان کو ضرر مت پہونچاؤ اور اُن کے دشمن مت بنو لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ تم
اپنا دین چھوڑ دو کیونکہ جب تم نے اللہ تعالی سے جو عہد کیا تھا اسکو توڑ دیا پورا نہ کیا تو بادشاہ وقت کو بھی تم سے کچھ اُمید نہ ہوگی بلکہ تم اُنکے ساتھ
دنیا کو حرام طور پر مت کماؤ اور آخرت کے طالب رہو اگر تم سچے ایمان والے ہو اور رہی دنیا کی بسر اوقات تو جس نوکری مین کوئی طریقہ حرام
نہین جیسے سود کی ڈگری کرنا وشراب فروخت کرنا وغیرہ بلکہ مباح ہی تو اسکو اختیار کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے ۔ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر
مین لکھا کہ اگر کسی کو ناچار ضرورت پڑے کہ ظالم کی مصاحبت کرے تو ضرورات کے احکام آیت سے مستثنی ہین جیسا کہ شرع کا اصول ہے اور
نیشاپوری رحمہ اللہ نے لکھا کہ محققین نے فرمایا ہی کہ جس رکون میل سے آیت مین ممانعت ہی وہ ایسا رکون ہے کہ جس حال وضع پر ظالم لوگ
ہون اسکو دل سے پسند کرے اور اُن کے طور کو اچھا سمجھے اور دوسرون کو اسکی خوبی بتلا دے اور ظالمون کے ساتھ انکے کسی ظلم مین شرکت

کرے اور رہا دنیا کی منفعت ضروری حاصل کرنے کیلئے یا کوئی مضرت دور کرنے کیلئے اُن سے ملنے جلنے مین مضائقہ نہین ہے اور لکھا کہ میرے نزدیک اگرچہ یہ ازقسم مباح ہے لیکن تقوی یہی ہے کہ ان سے بالکل اجتناب کرے اقول س زمانہ مین فتوی قرطبی رحؒ کے قول پر ہونا چاہئیے کہ لوگ اپنی معیشت کیلئے اُن سے مخالطت اور میل میل رکھین لیکن دل مین اعتقاد آخرت کے سوائے کسی چیز کی محبت وموانست کو جگہ ندین تو جیسے انکی محبت کو دل مین جگہ دینا بلکہ تمام دنیا ومافیہا کسی چیز کی محبت کو دل مین جگہ دینا روا نہین ہے ویسے ہی کسی کی عداوت وایذا رسانی کو جگہ دینا بھی روا نہین ہے کیونکہ شرع مین شیطان سے بھی دل مین عداوت جمائے رکھنے کا حکم نہین حالانکہ یہ بتلا دیا گیا کہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہی اور کیونکر ایسے امور جائز ہو سکتے ہین جو ترحم کے خلاف ہین اور لوگون کو راہ راست پر آنیکے برخلاف نفرت مین ڈالین بلکہ مقتضائے ترحم وشفقت یہ ہی کہ جس کسی کو گمراہ دیکھے تو ضرور سپے اعتقاد کی وجہ سے یہ جانے گا کہ افسوس یہ آگ مین گھسا جاتا ہے تو چاہئیے کہ اسکو نرمی وملائمت وشفقت سے اس گمراہی آگ سے بچاوے نہ آنکہ برعکس اس سے عداوت کرکے اس کو آگ مین ڈھکیل دے اور کچھ بھی شک نہین ہی کہ آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہی کہ اسلام کے ساتھ وہ آراستہ ہی جسکے ہاتھ وزبان سے لوگ بیخوف ہون. لہذا مسلمان وہ ہی جو زبان سے سچ بولے جھوٹا وعدہ نہ کرے اور نیک نصیحت کرے اور کسی کو بُرا نہ کہے اور خرید وفروخت وغیرہ جملہ معاملات مین فریب دے اور ہاتھ سے ہمیشہ انصاف پر مدد کرے اور نیک کام کرے چوری وبدکاری وزبردستی وغیرہ بدافعال سے باز رہے اور ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دے حتی کہ شرع مین قطعًا منع ہی کہ کسی جانور کو بھی ہاتھ سے ایذا کی مار نہ دے اور قطعًا لکھا ہے کہ دودھ والے جانور جو لوگ پالتے ہین انکو حکم دیا جاوے کہ اسکو بقدر کفایت دانہ چارہ دیوے اگر نہ مانے تو اسکو کوئی سزا دینا اسپر ظلم ہوگا لیکن قطعی حکم دیا جائیگا کہ اسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے اور دودھ اُسکا مثل عوام گھوسیون کے بالکل نہ دوہے بلکہ لکھا کہ ایک مہینہ تک بالکل بچہ کو دیا جائے ورنہ ضرور پندرہ روز تک جبتک وہ کچھ چارہ نہ کھاوے بالکل بچہ کو پلاوے پھر آدھا پلا دے پھر اسکو تھوڑا حصہ چھوڑے تو جب جانورون کے احکام وقواعد مین ترحم ہے تو آدمیون کے ساتھ تیرا کیا گمان ہی اور حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ تم مین سے اچھے وہ ہین جنکے اخلاق اچھے ہین یعنی ترحم وشفقت وعدل ودیانت وامانت وسخاوت وشجاعت وجوانمردی وغیرہ اخلاق جسقدر اچھے ہون اُسی قدر اچھا ہے پھر جب شرع مین ممانعت ہی کہ جانور بیچا جاوے تو اُسکا چھوٹا بچہ جبتک کہ جانور کو اُس سے محبت رہتی ہے جُدا نہ کیا جاوے اور قصاب اسکو دوسرے جانور کے روبرو ذبح نہ کرے اور نہ اُسکے سامنے چھری تیز کرے اور مانند اسکے بکثرت امور شفقت وترحم کے مخلوق الٰہی عزوجل کیساتھ مذکور ہین اگر کہا جاوے کہ جہاد. تو مین کہونگا کہ پھانسی وسولی وبید مارنا اور قتل کرنا اور دونون طرف کی فوجون کی باڑھون سے ہزارون جانین تلف کرنا. الغرض دنیا مین عقلا متفق الکلمہ سب کہتے وجانتے ہین کہ انسانی طبائع تین قسم کے ہین. اول محض نیک. دوم محض شریر. سوم جنمین بدی ونیکی دونون طرح کی استعداد ہی. پھر جو گروہ محض شریر ہی اسکے شر وفتنہ سے عام مخلوق کو بچانا بھی نیکی ہی ورنہ عام فساد پھیل جائیگا تو جہاد عدل اور ملکی لڑائی شرارت ہی اور کوئی شبہہ نہین کہ جہاد ظلم مٹانے کیلئے ہی دیکھو پہلے فرض ہی کہ دعوت اسلام کی جاوے پھر مکرر سہ کرر انکو سمجھایا جاوے اور اگر عالمانہ گفتگو کے ذریعہ سے سمجھنا چاہین تو انکو امن کے ساتھ خوب سمجھایا جاوے پھر اگر نہ مانین تو اُن سے کہا جاوے کہ اچھا صلح کرکے آباد رہو اور تم اپنی جان ومال کے مختار ہو لیکن جو باتین دنیا مین فساد وظلم ہین اور اللہ تعالی کی عبادت سے لوگون کو مجبوری پریشان کرتی ہین ان باتون سے ہاتھ روکو پھر اگر یہ بھی نہ مانین تو یہان دو باتین رہ گئین ایک یہ کہ ان کو انکی مستی واترانے مین چھوڑ دیا جاوے کہ تمام مخلوق کو

پریشان کرین اور اپنی نفسانی خواہشون سے خلق کو آزار پہونچاوین توان چند آدمیون پر بیجا رحم کھایا اور تمام خلق کو ان کی بدولت ایذا و آزار کے ساتھ آگ مین جلنے دیا۔ دوم یہ کہ ان لوگون کو مجبور کردیا جاوے کہ فساد نہ کرین تو یہ بھی اپنے ظلم کے بدولت خود برباد نہ ہون اور تمام خلق بھی ان کے آزار سے چھوٹے اور ظاہر ہے کہ یہی دوسری بات بلاشبہہ واجب ہے، اور بعضے لوگ بہتان باندھتے ہین کہ اسلام مین جہاد سے فتح پاکر سب کافرون کو قتل کرتے ہین یہ بالکل جھوٹ ہو اسلام مین یہ حکم نہین، ہو ہان شریعت توریت مین حضرت موسیٰ علیہ السلام سے برابر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک البتہ فتح پاکر کافرون کو قتل کردیتے تھے تو تعجب ہو کہ نصرانی توریت کے قائل ہوکر اسلام کو جھوٹی بات سے بدنام کرتے ہین اور کبھی یہ بہتان باندھتے ہین کہ اسلام مین تلوار کے زور سے زبردستی ایمان قبول کرایا جاتا ہو یہ بھی بالکل دروغ ہو بھلا تلوار کے زور سے کسی کو یقین کیونکر دلایا جائیگا۔ صحیح وہی ہو جو ہم نے لکھدیا کہ بالاجماع صلح سے وہ لوگ اپنے دین پر چھوڑے جاوین اور بعد فتح کے تابع رکھے جاوین ہان اگر وے خود مسلمان ہو جاوین تو برابر اُن کے ساتھ ہر مسلمان وہی برتاؤ کرے جو دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ کرتا ہے واضح ہو کہ اس زمانہ مین جو مسلمان نام کے ہین انکا ایک خراب طریقہ یہ پھیلا ہے کہ اگر کسی قوم مین سے کوئی آدمی اسلام لایا تو اسکو برادری مین نہین لیتے بلکہ حقیر سمجھتے اور نو مسلم وغیرہ کا طعنہ دیتے ہین جس سے لوگ گھبراکر اسلام مین نہین آتے تو ایسے مسلمان خود گمراہ و شیطان سے زیادہ گمراہی پر مددگار اور بڑے ظالم ہین اور ان پر فرض تھا کہ جو مسلمان ہو اسکو مثل بھائی کے اپنا عزیز سمجھین اور آگاہ ہونا چاہیئے کہ ظلم کا شیوہ اسلام مین اسوقت سے شروع ہوا جب سے یہ لوگ آخرت سے منہ موڑ کر دنیا کی طرف راغب ہوئے تو اسکی محبت مین سب اعتقاد بھول گئے اور یہان کی لذت پر قناعت کرکے راہ الٰہی مین جانبازی نہ کرسکے ان کو یہ زندگی پیاری ہوئی اور موت سے ڈر کر نامرد بن گئے شجاعت جاتی رہی حالانکہ جہاد تو شجاعت پر تھا اور کوئی بے موت نہین مرا اور آخر سب فنا ہونے کیلئے ہو اور یہ سب باتین اپنے اور برادر عزیزون پر ظلم ہو اسیواسطے اس آیت کریمہ مین یہی قول رائج کہا گیا ہے کہ ظالم سے مراد فقط مشرک نہین بلکہ عام ہے خواہ مشرک ہو یا مسلم ہو جبکہ ظلم کرے تو ظالم ہے اگرچہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے تو مشرک سب سے بڑا ظالم ہوا لیکن مسلم بھی جب ظلم کرے ظالم ہے اور اکابر علما رسلف تو اپنے عہد کے سلطان و اُمراء و وزراء کو قطعًا ظالم جانتے تھے اس جہت سے کہ صریح وہ لوگ بیت المال و خراج وغیرہ کو بیجا صرف کرتے اور حقوق ادا نہین کرتے تھے اسیواسطے فقہ مین یہ مسئلہ مذکور ہے کہ سلطان اگر کسی کو عطیہ دیوے تو اسکا لینا حلال ہو یا حرام ہے۔ اور سراج مین نقل کیا کہ موفق خلیفہ بغداد نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام نے نماز مین یہی آیت پڑھی یعنی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا الآیۃ پس موفق سلطان کو غش آگیا جب افاقہ ہوا اور وہ رونے سے خاموش ہوا تو اسکے ارکان سلطنت نے اس سے پوچھا کہ نصیب اعدار یہ کیا حال ہوا اُسنے جواب دیا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے آیت مین جو حکم دیا وہ عذاب ایسے نیک بندون پر ہے جو ظالمون کی طرف جھکین تو بھلا جو خود ظالم ہو اسکا کیا حال ہوگا **قال المترجم** دیکھو اس بیچارے نے اقرار کیا درگاہ الٰہی عزوجل مین اور یقین کیا کہ مین ظالم ہون پھر دیکھو کہ اسکا یقین کیسا اچھا تھا کہ باوجود اس سلطنت عظیم کے آخرت پر مضبوط تھا اور ایمان اسی یقین کا نام ہے زبانی اقرار خالی کچھ مفید نہین ہے پس اسکو آخرت کا عذاب سامنے نظر آیا اور ظالم کا گرفتار ہونا دیکھکر خوف الٰہی و ہول عذاب سے غش آگیا تو افسوس اس زمانہ کے لوگ اپنے آپکو نمازی پرہیزگار متقی جانتے ہین حالانکہ انکا یقین اتنا بھی نہین ہو اللھم اہدنا واجعلنا مومنین و توفنا مومنین اور لکھا کہ جب شیخ زہری رحمہ اللہ نے سلاطین سے خلط ملط اختیار کیا تو اُن کے دینی بھائی نے انکو لکھا کہ اے برادر زہری ہم کو تم کو اللہ تعالیٰ فتنہ سے سلامت بچاوے کہ تمنے وہ حالت اختیار کی ہو کہ آپکے دوست آشنا کو لازم ہو کہ آپکے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر دعا مانگین اور آپ پر ترس کھادین کیونکہ

آپ کو دین مین اُسنے شیخ امام کبیر بنایا مگر آپ پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتین گران گذرین کہ اُس نے اپنی کتاب عزیز کی سمجھ دی اور آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تعلیم کی اور آیا یہ نہین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد لیا کہ ہر کسی کو خواہ سلطان ہو یا غیر ہو سناؤ بتلا دو کما قال تعالیٰ لتبیننہ للناس و لاتکتمونہ - اور تم آگاہ رہو کہ ادنیٰ حرکت جو تم نے آخرت کیواسطے اُٹھائی یہ ہو کہ تم نے ظالم کی مصاحبت مین انس حاصل کیا اور گمراہون کیساتھ بیٹھنا آسان سمجھا اور تم نے بدکاری کی راہ اس شخص پر آسان کردی جس نے کوئی حق ادا نہین کیا اور کوئی باطل بات نہ چھوڑی ہو کیونکہ تم نے اسکا تقرب اختیار کیا تو وہ اپنے کو ٹھیک راہ پر سمجھا اور اُنھون نے تو تم کو کیلی بنالیا جس پر اُن کے باطل کی چکی گھومتی ہو اور تم کو پل بنالیا کہ اس سے عبور کرتے ہین اور گمراہیون کی طرف چڑھنے کی سیڑھی بنالی تمھارے باعث سے علما کی طرف شک پیدا ہوتا جاتا ہو اور نادانون کے دل تمھاری اقتدا کرکے ان ظالمون کی طرف رجوع لاتے ہین تو سمجھو کہ ان ظالمون نے جو کچھ تمھارا اُجاڑا اسکے مقابلہ مین یہ نہایت ہی خفیف ہے جو تمھارا بنایا اور جو تم کو دیا وہ بمقابلہ اسکے جو چھین لیا نہایت حقیر ہے کیونکہ تمھارا دین لیکر برباد کردیا اور حقیر دنیا مین سے بھی نہایت حقیر تم کو دیدیا پس تم کس وجہ سے نہین ڈرتے و نڈر ہوگئے ہو کہ تم انھین لوگون مین داخل ہو جن کے حق مین اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا - کیونکہ تمھارا معاملہ ایسی ذات کے ساتھ ہے جو نادان نہین اور ایسا محفوظ رکھتا ہو کہ کبھی بھولتا نہین یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ یا اسکے ملائکہ کرام کاتبین تمھارے محافظ ہین پس تم اپنے دین کی دوا کرو وہ بیمار ہوگیا ہے اور اپنا زاد راہ مہیا کرو کہ بہت دراز سفر پیش آیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین مین سے کوئی چیز پوشیدہ نہین ہے و السلام سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہنم مین ایک جنگل ہے جسمین کوئی نہین بسایا جائیگا سوائے ان قاریون کے جو بادشاہ کی زیارت کو جاتے ہین قال المترجم علماء سلف قاری اسکو کہتے تھے جو قرآن مجید کے معنی سے آگاہ ہوا اور اسکو علم حاصل ہوا اور زیارت سے مراد ملاقات ہو - اور جمہور علمائے محققین کے نزدیک بادشاہ کی ملاقات ممنوع اسوقت ہو کہ کسی مصلحت یا نصیحت یا دفع مضرت کی غرض سے نہ ہو جبکہ شرعاً مباح ہے واللہ تعالیٰ اعلم - امام اوزاعی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز زیادہ مبغوض نہین ایسے عالم سے جو عامل یعنی ظالم بادشاہ یا امیر و وزیر کی ملاقات کرے - اقول ظالم کے معنی معلوم ہوچکے کہ شرع پر مستقیم نہ ہو - محمد بن مسلمہ کا قول مروی ہے کہ ظالمون کے دروازے پر قاری کا ہونا پائخانہ پر مکھی سے زیادہ بدتر ہے اور حدیث مین مروی ہو کہ جس نے ظالم کیلیے دیر تک زندہ رہنے کی دعا کی اُس نے یہ پسند کیا کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی زیادہ پھیلے - یہ سب سراج سے منقول ہوا - خلاصہ تفسیر کلام آلہی یہ ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو تکریماً خطاب کرکے حکم اُمت کو دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ظاہر و باطن مستقیم رہو کسی افراط و تفریط کی طرف مت جھکو پھر پہلا فتنہ اور جڑ وسواس شیطانی کی کاٹ دی اور منع فرمایا کہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا - اور مت جھکو ان لوگون کی طرف جنھون نے ظلم کیا ہے یعنی مشرکون کی طرف خواہ اپنی جانون پر ظلم کرین یا غیرون پر انکی طرف ظاہر یا باطن مین مائل مت ہو یا کسی ظالم کی طرف خواہ مشرک ہو یا ظاہر مین مسلمان معلوم ہو جبکہ ظالم ہو یعنی موافق شرع آلہی کے حقوق ادا نہ کرتا ہو تو ظاہر و باطن مین اسکی طرف مت مائل ہو - علمائے محققین نے دوسری احادیث سے یہان تخصیص بیان کی کہ نوکری جائز اور مزدوری مباح یا کسی اور نفع لینے یا ضرر دور کرنے کیلیے جو مباح ہے اُن کے پاس جانا اور حسن تدبیر سے یہ کام پورا کرنا روا ہے اور حاکم سے بغاوت کرنا جائز نہین ہو اور جب کسی ظلم کے روکنے پر قادر نہ ہو تو دل سے ضرور بُرا جانے ورنہ اس حکم مین داخل ہوگا اور اُسکا عذاب یہ ہو فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ - کہ تم کو دوزخ کی آگ لگے - اس سے خود معلوم ہوا کہ جو ظالم ہے وہ بالکل دوزخ مین پڑکر آگ ہی ہو پھر دوستی و محبت کا خیال جو اکثر ظالمون و مشرکون سے

ہوتا ہے تو دین ہی دل سے قطعی کاٹ دیا اور فرمایا۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ - اور تمہارے لئے تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوست دمحبتی نہین ہو۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ ظالمون کی طرف جھکنے سے مراد وہی دلی پسندیدگی والفت ودوستی ہے یعنی جب تم کو دوزخ کی آگ لگے درصورت اُنکی طرف میل کے تو حالت یہ ہوگی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تمہارا بچانیوالا نہ ہوگا یا یہ کہ دوستی کا خیال مت کرو کہ تمہارا مولیٰ سوائے تمہارے خالق عزوجل کے اور کوئی نہین ہی جو تم کو عذاب آلہی سے بچاوے۔ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے عذاب سے بچنے مین نصرت و مدد نہ دیئے جاوگے ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ اس آیت کریمہ کے اشارہ سے ثابت ہو کہ جو لوگ دکھلانے سنانے کو عابد زاہد و فقیر بنتے ہین اُنکی پیروی سے بالکل پرہیز کرنا واجب ہے بلکہ انکی طرف میل بھی نہ کرے اور جو جاہل آدمی فقیری کا دعویٰ کرے یا عالم بن بیٹھے اسکی طرف بالکل میل نہ کرے اور جو عالم کہ مخلوق کے حق مین بہت مضر ہین یعنی دنیا کمانے کی فکر مین رہتے ہین اور امراء ورؤسا کی صحبت اختیار کرتے ہین وہ خود گم ہین بلکہ بُرے خراب ہین اُنسے پرہیز واجب ہو ورنہ بحکم اس آیت کے عذاب دوزخ مین گرفتاری ہوگی اور اشارہ ہے کہ اُنکی مصاحبت سے اللہ تعالیٰ سے دوری اور دنیا کی ریاست اور جاہ ومنزلت کی محبت سے مردود ہونا حاصل ہوتا ہے اور آدمی بدعت وضلالت مین گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے یہ بھی اشارہ ہو کہ جو لوگ حقوق آلہی سے جاہل ہین اور شرع کے اسرار سے غافل ہین اُن کے ساتھ دل کو تسکین دینا محبت ومواست سے جائز نہین ہے۔ کتانی رحمہ اللہ نے کہا کہ جو شخص کسی امام یا ولی سے ادب حاصل نہ کرے وہ ہمیشہ بیہودگی کے ساتھ ناکارہ رہیگا سہل رحمہ اللہ نے اسی آیت سے یہ حکم نکالا کہ اپنے دین وتقویٰ کے لئے آدمی پر فرض ہے کہ کسی شخص کے طور وطریقہ پر اعتماد نہ کرے سوائے ایسے بزرگ عالم کے جو طریقہ سنت پر خلوص سے عامل ہو۔ حمدون القصار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بدکارون کی صحبت اختیار مت کرو ورنہ نیکون کی صحبت سے محروم کردیئے جاوگے۔ علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن جدہ علیہم السلام نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ آدمی کا نفس جبتک اللہ تعالیٰ کے ذکر ومحبت سے وآخرت کی طرف ہمہ تن ظاہر وباطن توجہ سے مطمئن نہو جاوے تب تک اُسکا نفس دنیائے فانی شہوات کی طرف اُسکو مائل کرکے عذاب مین گرفتار کرنا چاہتا ہے تو وہ بڑا ظالم ہے پس خود ظاہر ہوا کہ اپنے نفس کی باتون وخواہشون کی طرف جبکہ خلاف سنت ہون ہرگز میل نکرے۔ **قال المترجم** لطیفہ نفیس وعجیب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل بدعت جنھون نے طریقہ رسول اللہ صلعم ترک کر دیا اُن کی مصاحبت مت اختیار کرو اقول بیشک وہ لوگ بھی ظالم ہین ہذہ نفائس فی العرائس۔ پھر واضح ہو کہ سوائے رسول اللہ صلعم وصحابہ رضی اللہ عنہم کے عموماً استقامت امر دشوار تھا خصوص صغیرہ گناہون سے عموماً تو محض فضل وکرم سے رحمت نازل فرمائی بقولہ

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ
اور کھڑی کر نماز دونون سرے دن کے اور کچھ ٹکڑون مین رات کے البتہ نیکیان دور کرتی ہین

السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۚ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ
برائیون کو یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والون کو اور ٹھہرا رہ البتہ اللہ ضائع نہین کرتا

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
ثواب نیکی والون کا

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ - اور اچھی طرح ادا کر نماز کو دونون طرف دن کے۔ الصلوۃ سے مراد مفروضہ نمازین ہین اور بعض نے کہا کہ نفل وغیرہ سب شامل ہین ولیکن اصح وہی قول اول ہے کیونکہ ادا کرنے نوافل سے گناہون کا کفارہ ہونا مروی نہین لیکن فرائض کے عمدہ طور پر ادا کرنے سے جب گناہون کا کفارہ ہو گیا تو نوافل زائد فضیلت وکفارہ کے لئے زیادہ اُمید کی چیز ہین ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مراد پانچون فریضہ نمازین اور ابن عباسؓ نے بڑھایا کہ اور باقیات صالحات ہین اور قرطبیؒ نے لکھا کہ ابن المسیب وضحاک کی جماعت کا یہی قول ہے اور مین کہتا ہون کہ احادیث صحیحہ وتفاسیر ائمہ تابعین بالکل اسی پر دلالت کرتے ہین۔ اب تفاسیر معلوم کرنا چاہیئے تو شیخ حافظ رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ طرفی النہار کی نماز دن سے مراد نماز صبح ومغرب ہے اور یہی حسنؒ وابن زید کا قول ہے اور دوسری روایت مین حسن نے اور قتادہ وضحاک وغیرہم نے کہا کہ صبح اول طرف کی اور ظہر وعصر دوسری طرف کی ہے اور یہی محمد بن کعب کا قول ہے۔ **قال المترجم** اور بعض نے کہا کہ ابن جریرؒ نے قول اول کو ترجیح دی کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ دن کی اول طرف صبح ہے اور دوسری طرف مغرب ہے واقول فخر رازی نے کبیر مین قول دوم کو ترجیح دی اور کہا کہ دوسری طرف مین نماز مغرب نہین ہو سکتی کیونکہ وہ زلفا من اللیل کی تحت مین داخل ہے تو ضرور نماز عصر مراد ہوگی۔ مین کہتا ہون کہ اگر نہار سے شرعی نہار مراد ہو تو طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور اگر نہار عرفی مراد ہو تو طلوع شمس سے ہوتا ہے ولیکن اسمین اختلاف نہین کہ اول نماز صبح ہے اور دوم مین ظاہر قول ابن جریر رح ہے کیونکہ بالاتفاق شرعًا وعرفًا طرف دوم غروب ہے اگرچہ نماز عصر کی فضیلت بقولہ والصلوۃ الوسطی الآیۃ وغیرہ سے ثابت ہے ہان جو حدیث سبب نزول پر وارد ہوئی اور آگے آتی ہے تو ظہر وعصر مراد لینے پر انسب ہے وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ - زلف وہ ساعتین کہ ایک دوسرے سے قریب ہون اسی وجہ سے عرفہ کے بعد مکہ سے قریب منزل کو مزدلفہ کہتے ہین قاموس مین ہے کہ زلفہ رات کا ٹکڑا یعنی یہ کہ اور نماز قائم کر رات کے ایک ٹکڑے مین۔ **قال الحافظ** ابن عباس رضی اللہ عنہ وبہتون نے فرمایا کہ نماز عشاء مراد ہے۔ مبارک بن فضالہ نے کہا کہ مغرب وعشاء مراد ہے اور یہی مجاہد وغیرہم نے فرمایا۔ اقول جن اکابر نے دن کی دوسری طرف کو مغرب کہا ان کے نزدیک یہان نماز عشاء ہوگی اور جنھون نے عصر کہا ان کے نزدیک مغرب وعشا ہین اور زلف کے معنی بھی مناسب ہین اور ارجح قول واللہ اعلم یہ ہے کہ اول طرف نہار سے صبح اور دوم طرف دن سے ظہر وعصر دونون اور زلف اللیل سے مغرب وعشاء مراد ہین کیونکہ جمہور مفسرین نے پانچون نماز سے تفسیر کی تو اسی قول پر سب آگئین اور چونکہ مقصود یہان استقامت سے صغائر گناہ معاف ہونا اور احادیث صحیحہ سے جملہ فریضہ نماز دن کا مکفرات ہونا معلوم ہوتا تو سب یہان مراد ہین کیونکہ جملہ حسنات سے سیات زائل ہو جاتے ہین بقولہ تعالیٰ - اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ - ضرور نیکیان بہا دیتی ہین برائیون کو۔ **قال الحافظ** یعنی نیک کام کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہین اسطرح کہ گویا اُن کا وجود ہی نہ تھا چنانچہ حدیث صحیح مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین نے سنا کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے ما من مسلم یذنب ذنبا فیتوضأ ویصلی رکعتین الا غفر لہ یعنی نہین کوئی مسلمان کہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے مگر آنکہ اسکا گناہ بخشدیا جائے گا۔ اقول اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت مین حسنات سے مراد عام ہے خواہ فریضہ نماز ہو یا نفل ہو تو ابتدا ء آیت مین الصلوۃ سے عام نماز مراد ہوگی لیکن حدیث اگر توبہ پر محمول کی جاوے یعنی دو رکعت پڑھکر توبہ کرے تو بخشدیا جائے گا تو ایسا نہ ہوگا اور وجہ حمل یہ ہے کہ حدیث مین یذنب ذنبا سے گناہ عام ہونے کی تاکید ہے خواہ

صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو اور آیت میں علماء کے نزدیک صغیرہ معاف ہوتے ہیں جیسا کہ آگے آویگا ۔ قال الحافظ اور صحیحین میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اُنھوں نے آنحضرت صلعم کے مثل وضو کیا اور کہا کہ میں نے یون ہی رسول اللہ صلعم کو وضو کرتے دیکھا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو میرا ایسا وضو کرے پھر دو رکعتیں نماز پڑھے ان میں اپنے جی سے باتیں نہ کرے (یعنی وسواس و خیالات سے بچا رہے) تو اُسکے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور امام احمد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آخر مضمون یون روایت کیا کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میرا ایسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر پڑھے تو صبح سے ظہر تک درمیان کے گناہ معاف ہون گے پھر جب عصر پڑھے تو ظہر و عصر کے بیچ کے معاف ہون گے پھر مغرب پڑھے تو عصر و مغرب کے بیچ کے گناہ معاف ہون گے پھر عشاء پڑھے تو مغرب و عشاء کے بیچ کے گناہ معاف ہون گے پھر شاید وہ رات کو لیٹے تو رات بھر پڑا لوٹا کرے پھر جب اُٹھکر ایسا وضو کرکے نماز صبح پڑھے تو نماز عشاء و صبح کے بیچ کے گناہ معاف ہون گے اور یہی حسنات ہیں جو برائیون و گناہون کو زائل کر دیتی ہیں اور صحیح میں روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ارأیتم لوان الحدیث یعنی بتلاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو جسمین وہ روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو بھلا اُس کے بدن پر کچھ میل رہ جائیگا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کچھ نہیں تو فرمایا کہ ایسی ہی پانچون نمازیں ہیں کہ انکے واسطے سے اللہ تعالیٰ بندے کے گناہون و چوک کی حرکتون کو محو کر دیتا ہے ۔ امام احمد نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ ہر نماز اپنے روبرو کے گناہ و بھول چوک کو میٹ دیتی ہے ۔ سراج میں لایا کہ علماء نے فرمایا کہ نیک کامون مثل نماز و روزہ و صدقہ زکوٰۃ و تسبیح و استغفار وغیرہ سے صغیرہ گناہ محو ہو جاتے ہیں اور رہے کبیرہ گناہ تو وہ فقط توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور اسکی تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ اب اس گناہ سے بالکل دور ہوا اور دوم یہ کہ جو ہو گیا اسپر شرمندہ و نادم ہوا اور سوم یہ کہ پکا مضبوط ارادہ ہو کہ آیندہ اب کبھی نہیں کرونگا ۔ جب یہ باتیں پائی جاویں تو اسکی توبہ صحیح ہے انشاء اللہ تعالیٰ مقبول ہوگی انتہی مافی السراج و قال الحافظ اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچون نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان گناہون کے مٹنے والی ہیں جو ان کے درمیان میں واقع ہون جب تک کہ کبیرہ گناہون سے بچا رہے انتہی اور قولہ تعالیٰ ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم الآیۃ ۔ سے بھی ایسا ہی ثابت ہوا چنانچہ اسکی تفسیر میں گذر چکا اور بعضے علماء نے کہا کہ بعضے کبیرہ معاف ہونے کی بھی اُمید ہے اور شاید وجہ اختلاف یہ ہو کہ اول قول پر کبیرہ مانند فعل شرک و قتل ناحق و عقوق والدین وغیرہ ہیں تو بدون توبہ معاف نہ ہون گے اور قول دوم پر کبیرہ بہت ایسے حرام افعال کو شامل ہیں جن کے کرنے والے کو عذاب کا خوف دلایا گیا ہے ۔ فی السراج ۔ اور اس آیت کا سبب نزول وہ ہے جو ترمذی نے ابوالیسیر بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میرے پاس ایک عورت آئی جسکے شوہر کو آنحضرت صلعم نے کسی لشکر میں مقرر کر کے جہاد کو بھیجا تھا اُسنے مجھ سے کہا کہ مجھے ایک درم کے چھوہارے دیدو مجکو اسوقت وہ عورت بھلی معلوم ہوئی تو میں نے کہا کہ اس کوٹھری میں اس سے اچھے چھوہارے ہیں وہ میرے ساتھ اندر آئی تو میں نے اسکی طرف جھککر لپٹا کر اسکا بوسہ لیلیا لیکن مجھے خوف الٰہی آگیا تو الگ ہو کر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُنسے یہ حال بکر اپنے گناہ کی معافی کی راہ ڈھونڈی اُنھوں نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنا پردہ رکھ اور توبہ کر لے اور کسی کو خبر مت کر پھر میں پریشان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اُنھون نے بھی یہی فرمایا تو نا چار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور میں نے عرض کر دیا کہ مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا آپنے فرمایا اے تو نے ایک مرد کی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کو گیا اسکے پیچھے ایسی خیانت کی تو مجھے سخت خوف ہوا اور گھبرا کر مجھے تمنا ہوئی کہ

۱ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کاش میں اسی وقت مسلمان ہوتا اور مجھے یقین ہوگیا کہ میں دوزخی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک جھکالیا اور بہت دیر ہوگئی
یہاں تک کہ آپ پر وحی نازل ہوئی جب وہ حالت رفع ہوئی تو مجھے بلایا اور یہ آیت پڑھی واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل ان الحسنات
یذہبن السیئات ۔ ذالک ذکرٰی للذاکرین ۔ یعنی اور قائم کر نماز کو دونوں طرف دن کے اور رات کے ٹکڑے میں ضرور نیکیاں دور
کرتی ہیں برائیوں کو یہ نصیحت ہے متقیوں کیلئے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ خاص اسی کے لیے ہے یا سب
لوگوں کیلئے فرمایا کہ نہیں بلکہ سب لوگوں کیلئے ہے ۔ **قال الترمذی** ہذا حدیث حسن غریب ۔ وفی تفسیر الحافظ اور بخاری رح نے
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرد اجنبی نے ایک عورت کا بوسہ لیکر گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور حاضر ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو اپنے گناہ سے آگاہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اقم الصلوۃ طرفی النہار الآیۃ ۔ اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرے ہی لیے
خاص ہے یا عام فرمایا کہ میری تمام امت کیواسطے ہے ۔ اور مسلم رح نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ اسنے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے چار دیواری کے
باغ میں ایک اجنبیہ عورت کو پاکر اس سے سب کچھ حرکت کی بوسہ لیا اور چپٹایا مگر میں نے اس سے جماع نہیں کیا تو میں اللہ تعالیٰ کے
حکم پر اپنی جان سے حاضر ہوں[۱] جو آپ چاہیں وہ میرے حق میں حکم کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا وہ شخص چلا گیا
اور عمر رض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی پردہ پوشی فرمائی تھی اگر یہ اپنا فعل خود چھپائے رہتا اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی نظر اٹھائی اور فرمایا کہ اس شخص کو پھیر لاؤ لوگ اسکو واپس لائے تو آپنے اسکو یہ آیت پڑھ سنائی اقم الصلوۃ طرفی النہار الآیۃ
تو معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا اکیلے اسی کے لئے ہے فرمایا کہ نہیں بلکہ سب امت کے لیے ہے ۔ پھر شیخ نے مسند احمد وابن جریر کی تفسیر
سے مانند روایت ترمذی مذکورہ سابق کے نقل کیا ولیکن اسمیں حضرت ابوبکر رض کے پاس جانا مذکور نہیں ہے اور لکھا کہ ابن جریر نے اپنے اسناد
سے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں ایک مرد نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میری جان پر وہ سزا پوری کیجئے جو
اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے یعنی میں نے ایک عورت سے سوائے جماع کے مساس و بوسہ سب کیا ہے تو مجھے سزا دیکر گناہ سے پاک کیجئے اسنے
ایک یا دوبار عرض کیا مگر آپنے منھ پھیر لیا پھر مضطرب ٹھہرا رہا پھر نماز کا وقت آیا اور نماز پڑھی گئی جب نماز سے فراغت ہوئی تو آپ نے
فرمایا کہ وہ آدمی کہاں ہے اسنے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں فرمایا کہ تو نے پورا وضو کیا تھا اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی اسنے کہا ہاں فرمایا کہ تو
اب تو اپنے گناہ سے ایسا پاک ہے جیسے تیری ماں نے تجھے جنی تھی مگر اب ایسا نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ اقم الصلوۃ طرفی النہار الآیۃ
اور شیخ رحمہ اللہ نے یہاں مسند احمد سے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ قسم بینکم
اخلاقکم الحدیث یعنی جسطرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے رزق تقسیم فرمائے یعنی نصیب میں مقدر کئے ہیں ویسے ہی تم میں تمہارے خلاق
تقسیم فرمائے ہیں یعنی ہر شخص اپنی قسمت کے موافق اخلاق نیک یا بد کا عامل ہو جاتا ہے ، اور اللہ تعالیٰ دنیا کو تو ایسے شخص کو بھی دیتا ہے
جسکو محبوب رکھتا ہے اور ایسے کو بھی جسکو محبوب نہیں رکھتا جیسے کافروں ومشرکوں کو دنیا کی ثروت بہت ہوتی ہے ، اور دین نہیں دیتا مگر اسی کو
جسے محبوب رکھتا ہے پس جسکو اللہ تعالیٰ نے دین دیا اسکو محبوب کیا اور قسم اس پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی مسلمان
نہیں جبتک اسکا قلب و زبان اسلام نہ لاوے اور کوئی مومن نہوگا جبتک کہ اسکا پڑوسی اسکے بوائق سے امن میں نہو ہم نے پوچھا کہ کیا بوائق
آپنے فرمایا کہ اسکے فریب مکر و دھوکے سے اور اسکے ظلم سے بیخوف ہو اور کوئی بندہ مال حرام نہ کماوے گا کہ اسمیں سے خرچ کرے تو کچھ
برکت ہو اور صدقہ نہ دیگا کہ وہ قبول ہو اور مرکر چھوڑ نہ جائیگا مگر جہنم کی طرف اسکا زاد راہ ہوگا یعنی مال حرام کی کمائی میں کبھی برکت

[۱] یعنی میری جان حاضر ہے ۱۲

نہ ہوگی اور اُسمین سے صدقہ ہرگز قبول نہوگا اور اگر ترکہ چھوڑیگا تو یہ اُسکا جہنم کی منزل کا توشہ ہوگا ، اور اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہین
مٹاتا ہے بلکہ بدی کو نیکی کرنے سے محو کر دیتا ہے اقول یعنی بدلیل قولہ ان الحسنات یذہبن السیات - شیخ ابو عثمان النہدی سے روایت
ہے کہ ہم حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھے اُنھون نے اسکی سوکھی شاخ پکڑکر ہلائی کہ پتے کھڑ کھڑ اکر گر پڑے
پھر کہا اے ابو عثمان تو پوچھتا نہین کہ آپ کیون ایسا کرتے ہین مین نے پوچھا تو فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے بھی میرے ساتھ ایسا ہی
کیا تھا پھر فرمایا کہ مسلمان نے جب اچھی طرح وضو کیا پھر پانچون نمازین پڑھین تو اسکے گناہ اسطرح گر پڑتے ہین جیسے اس شاخ کے
پتے گر پڑے اور یہ آیت پڑھی اقم الصلوۃ طرفی النہار الآیۃ - رواہ احمد - اور معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ کوئی خطا صادر ہو جاوے تو اُسکے پیچھے نیکی کر جس سے وہ محو ہو جائیگی اور لوگون کے ساتھ اچھی خصلت سے برتاؤ کر - رواہ احمد -
اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اگر کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اُسکے پیچھے نیکی کر جو اسکو محو کر دے گی
مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا نیکیون مین سے ہو کلمہ پڑھنا لا آلہ الا اللہ تو فرمایا کہ یہ تو سب نیکیون سے افضل ہو - رواہ احمد - اور
حضرت انس رض سے مرفوع روایت ہو کہ جس بندہ نے رات یا دن مین کسی وقت لا آلہ الا اللہ کہا تو ضرور اسکے نامۂ اعمال مین سے برائیان
محو کر دی جائینگی اور اُسکی جگہ بھلائیان برابر قائم ہونگی - رواہ ابو یعلی - اور حضرت انس رض سے روایت ہو کہ ایک مرد نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ مین نے کوئی خواہش و مالوف چیز نہین چھوڑی بغیر کئے ہوئے تو فرمایا کہ بھلا تو گواہی دیتا ہو کہ لا آلہ الا اللہ و
محمد رسول اللہ اُسنے عرض کیا کہ مین دل سے یقین جانتا ہون فرمایا کہ تو یہ کلمہ ان سب پر حاوی ہوگا - رواہ البزار - مترجم کہتا ہے کہ
لا آلہ الا اللہ پڑھنے کا یہ طریقہ ہو کہ دل سوقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی سے تسکین پاوے اور سب چیز کی خواہش و اچھائی نکلجائے
اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و کمال صفات کا اثر دل پر پیدا ہو اور جو اچھے لوگ ہین وہ تو اس پاک کلمہ کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے
تمام مخلوقات کو دل سے محو کر دیتے ہین پھر اسکی عظمت و جلال کے سوائے خود اپنے آپ کو بھی نہین دیکھتے ہین خلاصہ یہ کہ پڑھنے سے
دو باتین ہین ایک یہ کہ زبان سے اچھی قرأت ان الفاظ کے ادا کرنے مین پیدا ہو جسکو کان خوشی سے سنین تو یہ جہالت کا خیال ہو اور دوسری
بات یہ ہو کہ اسکے مضمون سے دل کے کان کھلین اور جب یقین بھر جاوے کہ بس معبود وہی اللہ عزوجل ہے ماسوائے اسکے سب مخلوق
مجبور ہو کوئی بھی معبود نہین پس جو صفات اللہ تعالیٰ مین ہین ان مین سے کوئی بھی کسی مین نہوگی اور جو حمد و ثنا و تعظیم اسکی شان عالی
و جلیل کیواسطے ہو وہ ذرہ برابر بھی کسی کیلئے نہین ہے پھر یقین قطعی ہوگا کہ اسکے جلال و عظمت کو آسمان و زمین و پہاڑ نہین اُٹھا سکتے تو کون
اُٹھا سکتا ہے پھر خود اپنے آپ کو فانی اور ہیچ و ناچیز جان جائیگا بس جب اسطرح یہ کلمہ طیبہ پڑھے تو بڑی نیکی ہے ضرور بحکم حدیث اس کے
گناہ مٹ جاوینگے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم - پھر چونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ملائکہ کی طرح انسان کو بے روک ٹوک کے میسر نہین ہو
کیونکہ انسان ایسی جگہ مین پیدا ہوا ہو جو طرح طرح رنج و موذی چیزون سے بھری ہے اور اسطرح پیدا ہوا کہ اسکا پیٹ کھانے پینے کی خواہش
کو اور آنکھین سونے کو و بدن آرام طلبی کو متقاضی و ہر عضو اپنی خواہش کا طالب ہو اور نفس جبتک پاکیزہ نہ ہو طرح طرح کی خرابیون پر
آمادہ کرتا ہے اور سب سے بڑھکر شیطان دشمن ہے جو دماغی قوی تخیلات و اوہام و بزدلی وغیرہ کے وسواس دلاتا ہو اور دل سے ذرہ
برابر غفلت ہونے پر یقین مٹاتا رہتا ہے اور آدمی دوسرون کو دیکھکر ہل جاتا اور عجائب دیکھکر جھک پڑتا ہو خصوص جبکہ شیطانی راہ سے
اسکی مطیع قوم کو ایسی ایسی صنعتین و کاریگری سوجھتی ہین جس سے دنیا مین خوب تجمل و آرائش میسر ہو اور تمام دنیا انھین کی سلطنت در

اُن کیلئے بہشت ہو جاوے تو جبتک آدمی خوب یقین کے ساتھ آراستہ و آخرت ہی کو جنت و نعمت و اپنا گھر نہ سمجھتا ہو تب تک ممکن نہین کہ اس قوم کی طرف رجوع نہ ہو جاوے اور اگر یقین کامل سے اسکو دین ملا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوا تو اسپر اپنے اعضاء کی خواہشین و شہوات غالب ہون گی اور حدیث صحیح مین مضمون وارد ہے کہ اگر آدمی سے منع کیا جاوے کہ ساہی کے بھٹ مین نہ گھسنا تو منع کرنے سے خواہ مخواہ اسکا دل لگا رہیگا کہ کسی طرح گھسکر دیکھون تو کیا بات ہو اسوجہ سے دین ہر چند بہت آسان ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ نماز مین مشقت کیا ہے لیکن پھر بھی اسپر بہت گران ہو جاتی ہے جب تک مرتبہ احسان کو نہ پہونچے کیونکہ اس مرتبہ پر نماز نہایت ہی خوب ہو چنانچہ آنحضرت فرماتے کہ قرۃ عینی فی الصلوۃ - میری دونون آنکھین نماز مین ٹھنڈی ہوتی ہین لہذا ابتدا مین آدمی ضرور اپنے نفس پر مشقت سمجھکر گوارا کرے اور شرع پر مستقیم ہو یقین کے ساتھ آخر مرنا برحق ہو اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر امت کو نصیحت فرمائی بقولہ - وَاصْبِرْ اور تو صبر کر یعنی استقامت پر قائم رہنے کی مشقت مین صبر کر اور طغیان سرزد نہ ہونے پر اور ظالمون کی طرف مائل نہ ہونے سے نفس کی شکستگی پر صبر کر بعض نے کہا کہ جس کام کے کرنیکا حکم ہے اسی کی مشقت پر صبر مراد ہو کیونکہ جس سے ممانعت ہو اس سے باز رہنے مین کچھ مشقت نہین ہے اقول یہ بالکل وہم ہے کیونکہ بسا اوقات ممنوعات سے باز رہنا نفس کو نماز ادا کرنے سے زیادہ شاق ہوتا ہے خصوص جبکہ ایسے سامان موجود ہون جنکے ذریعہ سے فسق و فجور کا اسباب بہ آسانی ممکن ہو یا زیادہ تر سامان مہیا ہون تو جو کوئی خوف آلہی کھتا ہے نفس کو مضمحل و مجبور کر کے باز رہے اور یہ مامور کے ادا کرنے سے زیادہ شاق ہے اور ظاہر اقائل مذکور نے اعمال قلب باطن کو دین نہین سمجھا صرف ہاتھ پاؤن وغیرہ جوارح ظاہرہ پر مدار رکھا اور یہی منشا غلطی کا واقع ہوا حالانکہ دین کا بڑا جزو اعمال قلبی سے متعلق ہو از انجملہ نیت تو ہر فعل کے ساتھ لازمی ہو جیسے خلوص وغیرہ فتامل - اور یہ خطاب بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مقصود اُمت ہین پھر بطور دلیل کے اس صبر کے حسن و ثواب کو فرمایا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ - کیونکہ اللہ تعالیٰ مرتبہ احسان پر عبادت کرنے والون کا اجر ضائع نہین فرماتا یا نیکوکارون کا ثواب نہین کھوتا اور مراد اس سے واقعی نیکی ہے حتی کہ جو شخص دل سے بداعتقاد ہو تو اسکی نماز واقعی کچھ نہین اور جو دکھلانے کو پڑھے وہ بھی باطل اور جو حرام کھانے و کپڑے کے ساتھ یا بغیر وضو یا بدون نیت وغیرہ پڑھے وہ بھی واقعی نہین ہو اقول کبھی مسلمانون کے ساتھ نماز کے شریک ہونیوالے جنکو دنیا کا لالچ ہے انکو اسکا عوض دنیا مین مل جاتا ہو ولیکن آخرت کے اجر والون کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہین ہو - ف

فی العرائس قولہ تعالیٰ واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل الآیۃ - اسکے اشارات سے یہ بات ثابت ہو کہ اہل مشاہدہ اپنی اوقات کو ان پانچ وقتون مین فریضہ طور پر محفوظ رکھین تاکہ مراقبہ سے اعلیٰ درجات و قربات پر واصل ہون پس دن کے دونون طرف مجلس ذکر و مراقبہ مین بیٹھنے سے سرباطن سے مشاہدہ ہوگا اسلئے کہ درمیان مین کثرت سے دن مین فتور و غفلت واقع ہوتی ہے تو دونون طرف دن مین عبادت سے یہ سب میل جاتا رہیگا اور صفائی حاصل ہوگی اور یہ سب بمقتضائے رحمت ہو اور رات مین سے اُس کا پہلا حصہ لیا تاکہ ذکر کی حلاوت و صفائی و ولولہ عشق و محبت کا اثر دن تک باقی رہے اور آدمی غافل نہ ہو اگرچہ نیند مین سو جاوے پس جب ان کے اوقات رات سے اور رات کے دن سے مل گئے اسطرح کہ وسواس کی مجال بیچ مین نہ رہی تو دل سے خطرات و اُسکی تاریکی و خواہش فانیہ وغیرہ سب دور ہوئے بقولہ ان الحسنات یذہبن السیآت پس مشاہدہ کے نور سے شیطانی معارضہ نہین رہتا اور کشف جمال کے آگے اوہام و خیال کو مجال نہ رہی اور حسنات توحید و معرفت سے گمان و واہم جسکی مخلوق پابند ہو زائل ہوئے اور یہ امر جو مذکور ہوا اہل ذکر و اخلاص و مراقبہ و معرفت کو خوب روشن ہو کیونکہ وہی یاد والے ہین غافل نہین ہین و قد قال تعالیٰ ذلک ذکری

للذاکرین شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ اوقات وساعات اللہ تعالیٰ کی یاد کیلئے ملامات ہین تاکہ غفلت سے بیدار ودنیا سے عبرت حاصل رہے تو جس شخص کے اوقات وساعات غفلت مین گذر جاوین وہ یقین کرے کہ اسکا دل مرگیا کیونکہ ہر وقت اسپر فرض لازم ہی یا سنت یا کوئی نفل وران سب مین اسنے غفلت کی تو کرنیوالا یعنی دل مردہ ہے واسطی رح نے کہا طاعات کے انوار سے معاصی کی کدورت زائل ہوجاتی ہی اقول یہ اشارہ ہی ورنہ منصوص ہی کہ معاصی خود میٹ دیئے جاتے ہین اور وجہ اشارت حدیث صحیح ہی کہ معصیت سے دل پر سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہی اور توبہ کرنے سے یہان تک بڑھ جاتا ہی کہ تمام دل گھیر لیتا ہے بس روشنی اصلی جاتی رہتی ہے اور نیکی نہین سماتی اور اگر توبہ کرے تو رفتہ رفتہ سیاہی دور ہوتی جاتی ہے بس معلوم ہوگیا کہ نیکیون کی روشنی سے گناہون کی تاریکی زائل ہوجاتی ہی بعض نے کہا کہ جب بندہ اپنے اوپر ہر نعمت کو حتی کہ بندگی کی توفیق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفضل جانتا ہے تو اسکو اپنا فعل کچھ بھی ملحوظ نہین رہتا ہے۔ ابو عثمان نے فرمایا کہ مخلوق کے ساتھ نیک گمان کرنیسے کدورت اور غیبت جاتی رہتی ہی اور ان پر شفقت نصیحت و ترس آجاتا ہی اور یہ اسکو نصیحت مفید ہوگی جو توفیق سے اس لائق کیا جاوے یحییٰ بن معاذ رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن کیلئے گناہ پر راضی نہ ہوا یہانتک کہ اسکو چھپا دیا اور چھپانے پر بھی خوش نہوا یہانتک کہ بخشدیا اور بخشنے پر بھی خوش نہ ہوا یہان تک کہ گناہ کی ماہیت بدل دی اور بدل دینے پر بھی راضی نہوا یہان تک کہ اسپر ثواب دیا چنانچہ مومن تو وہی تھا کہ اسکو نیکی واستغفار کی توفیق دی ہی پھر یہان فرمایا کہ ان الحسنات یذھبن السیآت۔ اور حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن کا گناہ ایکدفعہ مرتبہ چھپا دیتا ہے اور مغفرت مانگنے پر بخشدیتا ہے اور دوسری آیت مین فرمایا فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات۔ اور بعض نے فرمایا کہ توبہ کی نیکی سے خطاکاری کا گناہ مٹ جاتا ہے اور کہا گیا کہ عرفان حاصل ہونے سے عصیان کا گناہ مٹ جاتا ہے اور کہا گیا کہ رحمت الٰہی سے جرم بندہ زائل ہوتا ہے۔ پھر چونکہ حفظ اوقات و پاس انفاس اور ہجوم انوار عظمت سے اہل مشاہدہ و مجاہدہ کے نفس پر بار عظیم واقع ہوتا ہے باوجودیکہ اعضاء وجوارح کے کام دین حنیفیہ مین نہایت آسان ہین مگر حق امانات ونعمہائے مشاہدات کا بار نفس سرکش شہوت پرست پر ایسا شاق ہی جسکا نمونہ آسمان و زمین و پہاڑون کی امانت اٹھانے کے انکار سے ظاہر ہے لہذا نفس کو صابر رکھنا فرض ہے چنانچہ صریح حکم فرمایا بقولہ واصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور اسکے اشارات مین سے یہ ہی کہ مجاہدہ ومکاشفہ مین مذموم خطرات ایسے زبردست وارد ہوتے ہین کہ محض مذموم ہین انکے دور رکھنے مین نفس کو صابر رکھنا چاہیئے اقول صحیح مین ہی کہ صحابہ رضنے عرض کیا تھا کہ ہم کو ایسے خطرات آتے ہین کہ انکا زبان پر لاکر عرض کرنا ہم کو نہایت گران معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ تم انکو برا و مذموم جانتے ہو تو یہی عین ایمان ہی بس معلوم ہوا کہ خیر الخلائق صحابہ ان خطرات سے محفوظ نہ تھے اور عوام تو خود ہی نفس وشیطان کی پیروی مین بسر کرتے ہین ان پر ایسے خطرات ووساوس لانے کی شیطان کو ضرورت نہین ہی اور شیخ نے دوسرا اشارہ لکھا کہ تجلی کبریائی گرانی مین متحمل ہونا چاہیئے کہ بدل وجود فانی سے حصول دیدار باقی عزوجل اور بقا ربقاء حق ہی بعض نے کہا کہ جو طاعات پر مستقیم ہوا اور نفس کو مضبوط رکھا وہ گناہون سے بچا رہتا ہی اقول بدلیل قولہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر۔ اور نیت صادقہ سے اجر عظیم کا امیدوار ہوگا بعض نے کہا کہ ذکر پر صبر کرنا چاہیئے کیونکہ جب کوئی سچے طور پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہی اسکو اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ جب بندہ مجھے اپنے دل مین یاد کرتا ہی تو مین بھی اسکو اسی طرح اپنے ملائکہ سے مخفی یاد فرماتا ہون اور یہ نعمت عظیم ہی۔ **قال المترجم** واضح رہی کہ اللہ تعالیٰ عزشانہ کی بارگاہ اعلیٰ واجل ہے کہ تمام مخلوق بادشاہ سے فقیر تک اُس کے پیدا کئے ہوئے ذلیل وخوار بندے ہین تو اُس کے

یاد کرنیوالے کو ادب ملحوظ رکھنا فرض ہے اور خود پاکیزہ ظاہر و باطن ہو کر حاضر ہوئے اور دل سے یاد کرے جس کے ساتھ زبان بھی جنبش کرے اور وسواس کو دخل نہ دیوے تو اس کرامت عظمیٰ کا مستحق ہو اور اسطرح تھوڑی دیر بہت اچھی ہے بہ نسبت تسبیح لوٹنے کے۔ اور بعض کتابوں سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ بنی اسرائیل کے فاسقوں و بدکاروں سے کہدے کہ مجھے یاد نہ کیا کریں اس حالت میں کہ غافل و دل سے بدکاری کے خیال میں ہیں ورنہ میں اُن پر لعنت کرتا ہوں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر دنیاوی بادشاہ کے روبرو بیٹھکر ایک شخص اس سے بک بک کرے اور نظر اپنی اسکے منقش دیواروں کی طرف اور منہ دوسرے کی طرف رکھے تو بادشاہ اس سے نہایت ناخوش بلکہ بے ادبی پر سخت سزا دیگا تو بھلا حضرت ذوالجلال والاکرام کی شان عظمت و کبریائی کی تو کیونکر تعظیم بجا لاتا ہے جسنے تمام آسمان و زمین پیدا کیئے و یہ بادشاہ اسکے ناچیز مجبور حقیر بندے ہیں۔ فافہم واللہ تعالیٰ ہو الموفق والہادی۔ حاصل اس مقام کی آیات کا یہ ہے کہ بندہ جب استقامت پر ہو اور حق تعالیٰ کے احکام میں طغیان نکرے اور جیسا خود ظلم نہ کرے ویسے ہی ظالموں کی طرف مائل نہوا اور طاعات پر مضبوطی کیساتھ بامید ثواب عظیم قائم رہے کیونکہ یہ اُمیدواری بھی خود طاعت ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال رہتی ہے اور آنحضرت صلعم کو تمام اُمت کیلئے ہادی و مرشد قرار دیا اسکے بعد پھر اگلی اُمتوں کا تذکرہ فرمایا کہ ان میں کوئی ایسا نہ رہا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ظلم و بدکاری سے منع کرے جن کا کہنا مانا گیا۔ لہذا اس طرح عذاب سے ہلاک ہوئے بقولہ تعالیٰ۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ

سو کیوں نہ ہوئے اُن سنگتوں میں　تم سے پہلے　کوئی لوگ جن میں اثر رہا ہو　کہ منع کرتے بگاڑنے سے　ملک میں

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○

مگر تھوڑے　جو ہم نے بچا لئے اُنمیں سے　اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے　اسی راہ　جسمیں عیش پایا　اور تھے　گنہگار

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ○

اور تیرا رب　ایسا نہیں کہ ہلاک کرے　بستیوں کو زبردستی سے　اور لوگ وہاں کے　نیک　ہوں

واضح ہو کہ نظام عالم دو طرح قائم ہے اول یہ کہ جو لوگ تمام روئے زمین پر آباد ہیں قانون عدل کے موافق اپنے اہل عقل و دانش و حکمت کی رائے پر چلیں حتی کہ جانوروں کے ساتھ بھی ترحم رکھیں۔ دوم نظام شریعت الٰہی ہے پس علی طبقہ جو دونوں پر عامل ہو اور اگر فقط اول پر عمل کرے تو دنیاوی نظام قائم ہوگا اور فقط دوم ہو تو فساد برپا ہوگا پھر افسوس کہ اول و دوم دونوں میں فساد ہو خلیل سے نقل ہے کہ قرآن مجید میں سوائے سورہ صافات کے جہاں کلمہ لولا آیا ہے اسکے معنی ہلا ہیں یعنی کیوں نہیں۔ اور زمخشری نے کہا کہ یہ حکایت ٹھیک نہیں اُتری کیونکہ صافات کے سوائے دیگر آیات میں مثل قولہ لولا ان تدارکہ نعمة من ربہ اور قولہ لولا رجال مومنون و نساء مومنات اور قولہ لولا ان ثبتناک لقد کدت الآیہ میں لولا بمعنی ہلا نہیں ہے کذا فی السراج اولوا بقیة اے صاحبان خیر و فضل و تقوی۔ کیونکہ بقیہ بمعنی فضیلت و خیر ہے اور یہ اسلیئے ہوا کہ آدمی جو کچھ اپنے واسطے رکھ لیتا ہے وہ اچھا و عمدہ رکھکر باقی نکالتا ہے پھر خوبی و عمدگی میں مثل ہو گیا چنانچہ کہنے لگے کہ فلان بقیة القوم ہے یعنی اس قوم کے سب ردی و قابل نکال باہر کرنے کے ہیں مگر فلان اچھا و فضل ہے اور شاید بقیہ بمعنی تقوی ہو جیسے تقیہ بمعنی تقوی تو اولوا بقیة بمعنی صاحبان بقار ہوا اور مراد یہ ہے کہ ایسے لوگ جو اپنی جان کو عذاب و غضب الٰہی سے باقی و بچائے رہیں قولہ تعالیٰ۔ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ۔ یعنی یہ اُمتیں جن کے اخبار ہم نے بیان کئے اور عذاب

آخر ہلاک کردی گئیں نہیں تھے ان امتوں میں جو تم سے پہلے ہلاک ہوئیں صاحبان فضل و خیریت ایسے کہ۔ یَّنۡھَوۡنَ عَنِ الۡفَسَادِ
فِی الۡاَرۡضِ ۔ منع کرتے لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے۔ یعنی یہ امتیں جو تم سے پہلے عذاب سے ہلاک ہوئیں اُن کی یہ حالت تھی
کہ ان میں نیکی کرنیوالے اور علم و عمل والے لوگ ایسے نہ تھے جو ان لوگوں کو کفر و شرک و برا عمالی و گناہوں کے سبب زمین میں فساد
کرنے سے روکتے۔ اِلَّا قَلِیۡلًا ۔ لیکن تھوڑے لوگ ایسے تھے جو منع کرتے تھے وہ ایسے مغلوب تھے کہ قوم کے لوگ انکو نہ مانتے اور یہ
بڑھکر نافرمانی تھی کہ سیدھی راہ بتلانے والے کو دشمن جانیں اور ذلیل و خوار کریں پھر اُن کا پتا بتلا دیا۔ بقولہ مِّمَّنۡ اَنۡجَیۡنَا مِنۡھُمۡ ۔
وہ لوگ جن کو ہم نے اس قوم میں سے نجات دیدی وقت عذاب نازل کرنے کے کیونکہ وہ لوگ شرک و عصیان کے فساد سے منع
کرتے تھے تو وہ عذاب سے محفوظ رہے۔ نظیر اُن کی اصحاب السبت کا قصہ ہے چنانچہ تین فریق میں سے منع کرنیوالے اور الگ ہوجانیوالے
بچ رہے اور نافرمان عذاب میں گرفتار ہوئے اور حاصل یہ ہے کہ اگلی امتوں پر جو عذاب آیا اسکا سبب دو امر تھے ایک یہ کہ انمیں
ایسے لوگ تھے جو شرک و عصیان سے منع کرتے لیکن تھوڑے لوگ ایسے تھے جو حق پر قائم تھے انکو ہم نے نجات دیدی اور دوسرا سبب
عذاب یہ تھا کہ وَاتَّبَعَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مَاۤ اُتۡرِفُوۡا فِیۡهِ ۔ اور پیروی کرتے رہے وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر اور غیروں پر ظلم کیا تھا
اُن شہوات کی جو ان کو فراخی سے دی گئی تھیں۔ یعنی سب قوم ظالم اپنی خواہش نفس کی پیروی میں دنیاوی نعمتوں میں اترانے لگے۔ وَکَانُوۡا
مُجۡرِمِیۡنَ ۔ اور تھے مجرم یعنی دنیاوی چیزوں کی خواہش میں موافق شرع کے نہیں چلتے تھے یا جو جی چاہتا تھا وہ شرک و معصیت کرتے
اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ رہتے تھے کیونکہ دنیا کی طیبات لذیذہ کھانا پینا وغیرہ شرع میں بالکل منع نہیں ہے بلکہ اُنکے استعمال
میں حلت و حرمت کے احکام متعلق ہیں پس انمیں موافق حکم آلہی تصرف کرے اور اسکی طاعات ادا کرے ولیکن اُنھوں نے اپنی خواہشوں کے
موافق مجرم و نافرمان ہو کر اسراف کیا اور اترانے لگے تو اُن پر عذاب آلہی آیا کہ بالکل نعمتوں سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے نعوذ باللہ
من عذابہ۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدمی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو اچھا جانتا ہے اور نعمتوں دنیاوی
کے سبب یہ خیال دوڑاتا ہے کہ ہم لوگ بڑے نیک ہیں جبھی ہم کو سلطنت و بادشاہت و مال و متاع و دانائی و عقل دی گئی ہے ولیکن
فی الحقیقت انکو معرفت آلہی سے خبر نہیں اور آخرت سے منکر اور شہوات نفس میں اتراتے ہیں اور ہلاک ہو کر ظلم کا وہم کرتے ہیں حالانکہ
اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان میں ظلم متصور نہیں ہے قال تعالیٰ وَمَا کَانَ رَبُّکَ لِیُہۡلِکَ الۡقُرٰی بِظُلۡمٍ ۔ یعنی جس شہر والے شرک و فساد
سے پاک صالح ہوں انکو اللہ تعالیٰ ہلاک نہیں کرتا ہے کہ ظلم کی صورت سمجھی جاوے بلکہ یہ لوگ درحقیقت بڑے مفسد تھے اور سراج میں
یہ معنی بیان کئے کہ اور نہ تھا تیرا رب کہ تباہ کردے ان شہروں کو فقط اُن کے شرک کے سبب سے۔ وَّاَھۡلُھَا مُصۡلِحُوۡنَ ۔ درحالیکہ اُسکے
رہنے والے آپس میں صلاح پر ہوں یعنی کوئی قوم خالی مشرک ہونے کی وجہ سے ہلاک نہیں کی جاتی ہے جبکہ وے آپس میں صلاح
کرتے رہیں اور معاملات میں مصلح ہوں پس خالی شرک کے اعتقاد رکھنے سے ایسا عذاب نہیں آتا کہ بالکل تباہ کر دیئے جاویں بلکہ ایسا عذاب
اسوقت نازل ہوتا ہے کہ جب بکا برتاؤ آپس میں ظلم و ایذا کا ہو چنانچہ جن قوموں کا قصہ عذاب سے ہلاکت کا نقل ہوا اُن سے
اللہ تعالیٰ نے معاملات میں ظلم و ایذا کا معاملہ بیان فرمایا ہے لہذا بعض نے کہا کہ حقوق آلہی کا مبنی چشم پوشی و سہولت پر ہے اور
بندوں کے حقوق کا مبنی ضیق و بخل پر ہے اور اثر میں مروی ہے کہ بادشاہت کفر و شرک کے ساتھ باقی رہتی ہے اور ظلم کے ساتھ
نہیں رہتی ہے انتہی۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اسکو بندوں کی طاعت و معصیت سے پرواہ نہیں ہے اگرچہ شرک اسکو پسند نہیں ہے

تو آخرت اسکو نہ ملیگی اور دنیا بھی اسکے نزدیک محض بے قدر و ناپسندیدہ ہے تو مشرک کو یہ دنیا دیدی گئی بخلاف ظلم و ایذا کے کہ اسمین بندون کے حقوق متعلق ہین اور وے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہین تو جو کوئی ان پر ظلم کرے ہلاک ہو جیسے قوم شعیب لوگون کا مال مارتے اور ظلم کرتے تھے اور قوم لوط والے لوگون کی اولاد کو بے حیا و زنانہ بناتے تھے بالجملہ مشرک قوم جو خلاف رائے کے شہوات مین گرفتار ہو تو وہ مزید ظلم کریگی جس سے لوگون کی جان و مال پر سخت خطرہ ہوتا ہے ورنہ جو قوم مشرک کہ ظلم و ایذا سے بچے اور لوگون مین معاملات مین صلاح رکھے وہ دنیا کی بادشاہت پاویگی چنانچہ اس آیت کریمہ کی تصدیق اسوقت روبرو موجود ہے حتی کہ جو قومین اسلام کا دعویٰ کرتی ہین ظلم و اتباع شہوات مین گرفتار ہین انکو دنیاوی حکومت مخلوق سے زوال ہے اور بعض مشرک قومین صلاح و انصاف پر آمادہ ہین انکو روز بروز ترقی ہے حضرت جریر البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی جاتی تھی تو مین نے آپکو فرماتے سنا کہ اہلہا مصلحون کے معنی مین فرمایا کہ وے لوگ آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرینگے رواہ الطبرانی و ابو الشیخ و ابن مردویہ والدیلمی - حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ ایسا برتاؤ نہین کرتا جو ظلم کی صورت پر ہو جس حال مین وے صلاح پر ہون یا کسی قوم کو فقط ظلم یعنی شرک کی وجہ سے بالکل ہلاک و تباہ نہین کر دیتا درحالیکہ دنیاوی برتاؤ مین انصاف و اتفاق سے رہتے ہون ایذا و آزار خلق انکا شیوہ نہ ہو بلکہ دنیاوی زندگی بھر ان کو اسی حال پر چھوڑتا ہے اگرچہ وے مشرک کافر ہون تو اگلی قومین جن پر عذاب نازل فرمایا وہ صرف شرک و کفر کی وجہ سے نہ تھا بلکہ انھون نے اترانا شروع کیا اور شہوات نفس کی پیروی مین جو چاہا وہ کیا اور ان مین امن و انصاف جاتا رہا لوگ ظلم کرنے لگے اور ان مین کوئی ایسا نہ رہا جو دین حق پر ہو یا ایسے لوگ نہ تھے جو عوام کو راہ راست پر مصلحت کے موافق اپنی رائے و مشورہ سے چلادین اور سب کو ایک صلاح پر رکھین مگر تھوڑے لوگ ایسے تھے جن کا کہنا نہین چلتا تھا تو عذاب آیا اور یہ لوگ بچائے گئے کہ انکو نجات دیدی گئی - قال لی قطرح - اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کے واسطے فرمایا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الآیۃ یعنی تم مین سے ایک گروہ ایسا ہو جو نیکی کی طرف بلاوین اور معروف کا حکم کرین اور ممنوع سے روکین تا آخر - اور احادیث بکثرت وارد ہین کہ آنحضرت صلعم نے ان مین قسم پر تاکید فرمائی ہے کہ تم لوگ آپس مین نیکیون کے بجالانے کا حکم اور ممنوعات سے منع کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلون مین پھوٹ ڈالیگا کہ تمہاری نیکیون کی دعا بھی قبول نہ ہوگی اور سب تفصیل اسکی قولہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ - اور قولہ کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ الآیہ کی تفسیر مین گذر چکی ہے - ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وما کان ربک لیہلک القری بظلم و اہلہا مصلحون - اس آیت کے اشارت مین شیخ نے لکھا کہ ظاہری تفسیر مصلحون مین کہا گیا کہ ینصف بعضہم بعضا یعنی آپس مین ایک دوسرے سے برتاؤ و معاملات مین انصاف کرتے ہون کوئی کسی پر ظلم نہ کرنے پاوے اقول وہی طبرانی وغیرہ کی حدیث جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور خاص اشارہ سے یہان یون لیا گیا کہ قری عارفون کے دل ہین اور اہل القری ارواح قدسیہ ہین اور معنی یہ ہوئے کہ جب یہ ارواح اپنے نفوس امارہ سے مخالفت کرتے ہین حتی کہ ذکر الٰہی و طاعات مین نفس امارہ کچھ خلل نہ ڈال سکے تو یہ قلوب ہلاک و برباد نہین ہوتے یعنی برابر ان مین تجلیات قدسی وارد ہوتے ہین اور انوار مشاہدہ و قرب سے نورانی رہتے ہین اور ان کو قہریات کے نزول و خطرات و وساوس کے مداخل سے ویران نہین فرماتا ہے اشارہ دوم یہ کہ جو لوگ پورا یقین رکھتے ہین اور اپنے پروردگار سے محبت صادقہ رکھتے ہین اور عارف بندے ہین اللہ تعالیٰ ان قلوب کو خراب نہین فرماتا جبکہ انکے نفوس امارہ مطمئن ہون یعنی بحکم قولہ تعالیٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب وہ یاد الٰہی مین مطمئن ہون پھر اگر بعض خواطر

و وساوس کا گزر بھی ہوا تو حق تعالیٰ اُن کے اسرار کو مشاہدہ حال سے محجوب نہیں فرماتا فقولہ بظلم یعنی تھوڑے ظلم و بعض خطرات سے محروم نہیں کرتا ہی اور تیسرا اشارہ ہی کہ قلوب پر اللہ تعالیٰ کی شان سے ظلم نہیں ہے کیونکہ وہ ظلم سے بالکل پاک ہی اور اگر بفرض محال اسکی طرف سے ظلم متصور بھی ہوتا تو بندگان مقبول وصالحین پر وہ ظلم نہیں فرماتا کیونکہ ازل میں اسنے انکو اپنی معرفت کیلئے منتخب فرمایا چنانچہ کشف صفات سے اُنکو ذات کی معرفت عطا فرمائی پس صلاحیت ان میں برابر باقی رہی بعض نے کہا کہ جو عذاب میں گرفتار ہوا اور اپنے گناہوں کے عوض پکڑا گیا اور جسنے طاعت الٰہی کو اپنے اوپر لازم کر لیا وہ دونوں جہان کی آفات سے محفوظ کر دیا گیا۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ عاجزی سے گڑگڑا کر ہر دم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانا یہی صلاحیت ہو۔ انتہی۔ واضح ہو کہ اگر مشرک قوم اسوجہ سے کہ باہم تصفیہ کر کے معاملات کو صلاح کی صورت پر رکھتے ہیں دنیا میں دولت و مال بلکہ سلطنت پاوین تو یہ دنیا ایک ملعون چیز ہے جو ان کے اعمال کا عوض اُن کی خواہش پر انکو دیدی گئی اور دنیا میں عذاب نہ کیا گیا لیکن آخرت میں اُن کے لئے سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہیں ہے اسوجہ سے کہ انھوں نے وہاں کے واسطے توحید و معرفت و طاعات سے کوئی ذخیرہ نہیں جمع کیا۔ پھر اگر تجھکو یہ وہم ہو کہ اُن کو ہدایت کیوں نہیں دی گئی تو آگاہ ہو کہ اسکا جواب دو باتوں پر موقوف ہے اول یہ کہ تجھکو یہ معلوم ہو کہ صفات الٰہی تقدس و تعالیٰ کی ماہیت و کنہ کیونکر ہے اور دوم یہ کہ تمام مخلوق کے پیدا کرنے میں اسکی حکمت کیونکر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اسکی ماہیت سے آگاہی مخلوق کو محال ہے اور حکیم اسکی صفت ہی تو حکمت سے آگاہی بھی محال ہے چنانچہ کوئی شخص یہ جواب نہیں دیسکتا کہ آسمان سات سے زائد یا ستارے اس سے کم یا زائد کیوں نہیں پیدا کئے اور زمین سے اسقدر دور کیوں ہیں ہاں اسقدر ضرور معلوم ہے کہ خالق عزوجل نے جبوقت کسی مخلوق کو پیدا کیا وہ جاہل نہ تھا کہ یہ کیسے کام کریگا پھر دنیا میں اس مخلوق سے علم الٰہی کے خلاف نہیں واقع ہوسکتا ورنہ نعوذ باللہ لازم آوے کہ وہ علم دروغ تھا جب یہ یقینی بات ہو تو تجھکو اسی قدر پر اطمینان ہو اور یہی تقدیر اور یہی حکمت الٰہیہ ہو چنانچہ اللہ عزوجل نے اسسے آگاہ فرمایا قولہ تعالیٰ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝

اور اگر چاہتا تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک راہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں

إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ

مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے اور اسی واسطے اُن کو پیدا کیا ہے اور پورا ہوا لفظ تیرے رب کا کہ البتہ بھر دونگا

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝

دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۔ اور اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک اُمت کر دیتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ قادر ہی کہ چاہتا تو سب کو ایک ہی ملت ایمان پر یا ملت کفر پر مجتمع و متفق کر دیتا۔ وفی السراج ایک ہی ملت کر دیتا اور وہ اسلام ہی اور یہی بیضاوی میں ہی اور اس آیت میں صریح دلالت ہو کہ ایمان پر ہونا اللہ تعالیٰ کے چاہنے و کرنے سے ہوتا ہے اور اُسنے ہر ایک کا مومن ہونا نہیں چاہا اور جب آدمی سمجھ کے ساتھ غور کرے تو دنیا میں یہ عجب حال دیکھے گا کہ کسی تدبیر سے ان سب کا دل سے ایک راہ پر ہونا ممکن نہیں اور ہر فریق اپنے کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر جانتا ہے اور آخر اسی ملت پر مرجاتا ہے اور دوسرے کی بات نہیں مانتا اگرچہ وہ حق کہتا ہو پھر اگر اسکی سمجھ کا قصور ہے تو شاید معتزلہ کے قول پر یہ وہم ہو کہ یہ رحمت کاملہ الٰہی سے دور ہی

کہ اس بیچارے کو دوسرے کی سی سمجھ کیون نہ دی اور اگر دی تھی اور اُس نے اپنے آپ علم نہ پڑھا اور سمجھ بگاڑی تو جس نے اُس کی ذات کو پیدا کیا وہ ضرور قادر تھا کہ اُسکی صفت علم کو پورا کر دے اور تدبیر کرنے مین اگر اسکا قصور ہے تو خالق عزوجل قادر تھا کہ وہ تدبیر مثل دوسرے کے پوری کرے بیشبہہ جب خالق علیم وخبیر نے اسکو پیدا کیا تو اس سے پہلے جانتا تھا کہ یہ کیا فعل وکیسی حرکتین کرے گا تو ضرور اسی کے موافق اس سے صادر ہوگا اور یہی مشیت آلٰہیہ ہے اسی واسطے فرمایا کہ ولو شاء ربک آلخ یعنی اپنی حکمت ومشیت سے جسکا علم مخلوق کو ممکن نہین ہے تیرا رب چاہتا تو سب کے سب لوگ ایک ملت پر متفق ہوتے ان مین کچھ اختلاف نہ ہوتا ولیکن اُسنے نہین چاہا - وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ - اور برابر ان مین اختلاف وپھوٹ چلی جائے گی یعنی کوئی یہودی کوئی نصرانی کوئی مجوسی کوئی ہندو کوئی مسلمان کوئی نانک شاہی کوئی آزاد رند اور حال مین نئی قوم نیچری ہوئی اور یہ سب اپنے درمیان مختلف اوضاع واطوار سے جدا ہوتے گئے جیسے مسلمانون مین معتزلہ ورافضی وخارجی وغیرہ خلاف سنت پھوٹ نکلے الغرض اسقدر برابر مختلف ہوتے گئے کہ اُسکا انضباط ممکن نہین ہے - قال الحافظ عکرمہ رح نے کہا کہ مختلفین یعنی طریقہ دین مین یا دین حق مین یا اسلام مین - اور حسن نے کہا کہ رزق مین چنانچہ غنی نے فقیر کو مسخر کر لیا ولیکن صحیح قول اول ہے کہ مراد دین مین اختلاف ہے یعنی برابر دین حق وہدایت مین مختلف ہوتے جاوین گے - اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ - باستثناء ان لوگون کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا یعنی رسولون کے پیرو جو اسی طریقہ پر بغیر چون وچرا قائم رہے جو رسول نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر فرمائی اور برابر ہر زمانہ مین ہر رسول کے پیرو دین اسلام وتوحید پر متفق ومرحوم رہے یہان تک کہ حضرت خاتم المرسلین شفیع المذنبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالےٰ نے مبعوث فرمایا پس مرحوم فرقہ نے اسی طرح آپ کی پیروی کی اور جو کچھ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمایا اور صحابہ سے تابعین نے پایا وہی پچھلون نے مضبوط کر لیا اور کچھ مختلف نہ ہوئے اور یہی وہ فرقہ ہے جسکو عذاب اختلاف وجھگڑے سے نجات ہے و فی الفتح حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا فرقت الیہود علی احدی وسبعین الحدیث یعنی یہودی اکہتر فرقہ مین مختلف ہوئے اکہتر مین اور نصاری بہتر فرقہ مین اور عنقریب میری اُمت تہتر فرقہ مین مختلف ہوگی - رواہ ابوداؤد ونحوہ الترمذی - اور معاویہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہم مین کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور اسمین ہے کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے اہل کتاب تو بہتر فرقہ تک مختلف ہوئے اور یہ امت تہتر فرقہ ہو جائے گی جنمین سے بہتر دوزخ مین ہین اور ایک فرقہ جنت مین ہے اور وہ فرقہ جماعت ہے رواہ ابوداؤد - اور شیخ حافظ رح نے مستدرک سے یہ روایت نقل کی اسمین یون ہے کہ یہ امت تہتر فرقہ مین مختلف ہوگی وے سب سوائے ایک کے جہنم مین ہین تو صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ ایک کس صفت پر ہوگا فرمایا کہ اسی حال پر جسپر مین اور میرے اصحاب ہین حافظ عماد رح نے فرمایا کہ یہ حدیث مسانید وسنن مین ایسی سندون سے مروی ہے کہ بعض سے بعض کو تقویت حاصل ہوتی ہے یعنی یہ حدیث آخر قوی ہے اور خطابی رح نے شرح سنن ابوداؤد مین کہا کہ اس حدیث مین یہ دلالت موجود ہے کہ یہ سب فرقے باوجود اختلاف کے دین اسلام سے خارج نہ ہون گے کیونکہ انکو اپنی امت فرمایا ہے اقول اوپر کی روایت مذکورہ مین تو صرف اسی قدر ہے کہ یہ اُمت تہتر فرقے ہو جائے گی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ ایمان پر ہون گے جیسے اگلی امت کے مختلف فرقے ضرور نہین کہ راہ موسیٰ پر یا راہ عیسیٰ پر ہون دیکھو فرقہ نصاری جو حضرت عیسیٰ کے بیٹے ہونے کا قائل ہے یا انکی الوہیت کا قائل ہے بنص قرآنی یعنی قولہ تعالیٰ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ - اور قولہ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم - صریح کافر ومشرک ہین اسی طرح

اسلامیہ فرقون مین سے جنہون نے توحید کو چھوڑ دیا ہے کافر ہین مثلاً رافضہ مین سے فرقہ نصیریہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے الوہیت کے قائل ہین صریح کافر ہین قائل اور علماء نے کہا کہ مراد ان فرقون سے مانند معتزلہ و قدریہ و رافضہ و خارجیہ بسرہ کے ہین اور فرقہ واحدہ ناجیہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہین کیونکہ یہی اس اعتقاد و طریقہ پر ہین جو آنحضرتؐ نے صحابہ کو تعلیم فرمایا تھا اور یہ صریح ظاہر ہے اسلیئے کہ مجموعۂ احادیث پر انھین کا عمل ہے اور یہ جو فرقہ شیعہ نے زعم کیا کہ ہماری احادیث کا بھی ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہونا قطعی ہے تو جاہل ہے اسلیئے کہ خود اقرار ہے کہ اہل بیت کی روایات مخفی طریقہ سے ہین تو انکو اعلان و تواتر کا دعوی زیبا نہین ہے خصوص جبکہ اہل السنت نے انھین ائمہ رضی اللہ عنہم سے صحیح روایات انکے بالکل خلاف روایت کین تو معارضہ سے انکا سقوط ہوا اب اہل شیعہ کے پاس کچھ باقی نہ رہا اور اہل السنۃ سب صحابہؓ کو بحکم صریح قرآن یعنی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے عادل جانتے ہین تو باقی صحابہ کی روایات انکے پاس بلا معارضہ ہین بہرحال ہم قطعی جانتے ہین کہ وہ فرقہ یہی ہے جسنے بالکل آنحضرت صلعم و صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر عمل کیا اور بحث یہان بیکار ہے۔ قال الحافظ اور عطاءؒ نے کہا قولہ لایزالون مختلفین یعنی یہود و نصاری و مجوس۔ قولہ الا من رحم ربک یعنی فرقہ حنیفیہ اقول یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اگرچہ آخر زمانہ مین بعد تابعین کے اُن کے طریقہ سے بھی لوگ اپنی رائے کی پیروی مین مختلف ہوگئے جیسا کہ حدیث مین گزرا۔ قتادہؒ نے کہا کہ الا من رحم ربک وہ جماعت ہین اگرچہ انکی بستیان دور ہون اور ظاہری جسم سے جدا جدا ہون اور مختلفین وہ ہین جنہون نے سنت و جماعت سے اختلاف کیا اگرچہ سب ایک ہی جگہ مجتمع ہون۔ اقول مختلف فرقون سے تعجب ہے کہ جب دریافت کئے جاوین کہ وسے زمانہ رسول اللہ صلعم مین تھے تو سچا اقرار کرین گے کہ نہین یہ فرقہ پیچھے پیدا ہوا ہے پھر وساوس شیطان سے بیخوف ہو کر اپنی ہوس سے ہٹ کئے جاتے ہین کہ ہمین حق پر ہین جبکہ کسی دلیل سے ظاہر نہ ہوا کہ وسے طریقہ رسول اللہ صلعم پر ہین مگر بیشک سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت خود مختار اور حکمت بالغہ مین اُنکے حق مین یون ہی جاری تھا وقد قال تعالیٰ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ۔ اور اسی کیلیئے اُن کو پیدا کیا تھا۔ قال الحافظ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ انھون نے اسکے معنی مین کہا کہ اسیواسطے اُن کو پیدا کیا یعنی اُن کو دو فریق پیدا کیا ایک جنت کیلیئے اور دوسرا دوزخ کیلیئے بمانند قولہ تعالیٰ فمنہم شقی و سعید۔ اقول اگر کہا جاوے کہ لذلک اشارہ واحد ہے اسکا مشارٌ الیہ دو چیز کیونکر ہونگی تو جواب یہ ہے کہ اسطرح اشارہ مجموعہ دو چیزون کی طرف جائز ہے جیسے قولہ تعالیٰ عوان بین ذلک یعنی ان دو رنگون کے بیچ مین اسکا رنگ ہوگا اور قولہ وابتغ بین ذلک سبیلا یعنی ان دونون کے بیچ بیچ مین راہ اختیار کر۔ مجاہدؒ نے کہا کہ قولہ لذلک خلقہم یعنی رحمت کیواسطے انکو پیدا کیا اور عکرمہ سے بھی اسی کے مانند مروی ہے حسن و عطاءؒ نے کہا کہ انکو اختلاف ہی کیواسطے پیدا کیا۔ ابن وہبؒ نے اپنے اسناد سے روایت کیا کہ عطاءؒ کے پاس دو شخص جھگڑتے آئے آخر عطاءؒ نے کہا کہ تم نے بہت جھگڑا پھیلایا تو ایک بولا کہ ہم اسی کیواسطے پیدا کئے گئے آپنے کہا کہ تو جھوٹ بولا اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولذلک خلقہم۔ آپنے کہا کہ اسواسطے نہین پیدا کیا کہ جھگڑین بلکہ ان کو جماعت و رحمت ہی کیلیئے پیدا کیا۔ عکرمہؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ لذلک خلقہم کہا کہ رحمت کیلیئے ان کو پیدا کیا اور ان کو عذاب کیلیئے نہین پیدا کیا اور یہی قول مجاہد و ضحاک و قتادہ کا ہے بمانند قولہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ حافظؒ نے کہا کہ ایک معنی یہ ہین کہ انکو رحمت و اختلاف کیلیئے پیدا کیا جیسا کہ حسن و عطاء و اعمش سے روایت کی گئی ہے۔ اشہبؒ نے کہا کہ مین نے مالک بن انس سے اس آیت کے معنی پوچھے تو فرمایا کہ ایک فریق جنت مین اور ایک فریق دوزخ مین اور دوسری روایت مین مالکؒ نے کہا کہ انکو رحمت و اختلاف کے لئے پیدا کیا۔ قال المترجم میرے نزدیک قولہ خلقہم کی ضمیر کے

مرجع مین اختلاف کے سبب سے یہ اختلاف ہی چنانچہ اگر الامن رحم ربک کے واسطے ضمیر ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ان مرحوم بندون کو اسی رحمت ہی کیواسطے پیدا کیا اور اگر مرجع کل کی طرف ہو تو معنی یہ کہ اسی رحمت و اختلاف کیواسطے ان مجموع کو پیدا کیا اور اسی بنا پر ان اکابر سے روایات تفسیری مختلف ہین ورنہ کچھ اختلاف نہین ہی کیونکہ احتمال دونون طرف ہی۔ فی البیضاوی وغیرہ اس آیت مین دلیل ہے کہ ہدایت و ایمان نہین ملتا جبتک اللہ تعالیٰ پیدا نہ فرماوے کیونکہ سمجھ و عقل دیدینا اور رسول بھیجدینا اور کتاب نازل کر دینا اور عذر دور کر دینا تو سب کے حق مین یکسان ہی چنانچہ کافرون کو بھی یہ دیدیا گیا تھا تو اب یہی رہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت پیدا کرے اور یہی وہ رحمت ہو جسکو ان بندون متقین کیساتھ خاص کیا۔ بالجملہ دو گروہ فرمائے ایک کے حق مین اختلاف کی معصیت قائم ہوئی تو ان کا انجام جہنم کی طرف ہوا اور دوسرے گروہ پر اتفاق و جماعت کا انعام ہوا اُن کا انجام جنت ہو وقد قال تعالیٰ۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ۔ اور پورا ہو گیا کلمہ تیرے رب کا یعنی جیسا ازل مین مقدر فرمایا تھا جسمین تبدل و تغیر نہین ہو سکتا یا یہ کلمہ۔ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ۔ کہ بیشک بھر دونگا مین جہنم کو جنون سے جنت بمعنی جن اور تا ر مبالغہ کی ہی وَالنَّاسِ اور آدمیون سے أَجْمَعِينَ۔ سب سے یعنی دونون فریق کے کافرون و سرکشون مین سے اس کثرت سے ہونگے کہ ان سے جہنم بھر جائے گی قال الحافظ اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہو کہ اسکی قضاء مقدر مین یہ امر جاری ہو چکا کہ اسکے خلق مین سے بعضے مستحق جنت ہون اور بعضے مستحق دوزخ ہون اور وہ پاک معبود ان دونون کو بھر دیوے اور حکمت اسکی پوری ہے اور رحمت اسکی سب مخلوق پر غالب ہے وہی جانتا ہے کہ کن لوگون سے کس منزل کو بھریگا اور اگر چاہتا تو سب کو جنت مین یا سب کو دوزخ مین رکھتا ولیکن اسنے جسطرح چاہا اسطرح واقع ہوا صحیحین مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہو قال اختصمت الجنة والنار فقالت الجنة مالی لا یدخلنی الا ضعفاء الناس وسقطہم یعنی جنت نے کہا کہ میری کیا حالت ہو کہ مجھ مین نہین داخل ہون گے مگر لوگون مین سے ضعیف و ناکارہ یعنی دنیا مین جو عروج و ثروت والے مغرور و متکبر ہین وہ مجھ مین نہ آوین گے بلکہ جو دنیا مین ضعیف و خوار اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین اُمیدوار ہین وہی آوینگے۔ وقالت النار اوثرت بالمتکبرین والمتجبرین۔ یعنی دوزخ نے فخر کیا کہ اہل تکبر و تجبر سے مجھے تخصیص دی گئی ہو فقال اللہ عزوجل للجنة انت رحمتی ارحم بک من اشاء پس اللہ عزوجل نے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہو جسپر رحمت چاہونگا اسکو تجھی سے سرفراز کر دونگا وہ تجھ مین داخل ہو وقال للنار انت عذابی انتقم بک من اشاء اور دوزخ کو فرمایا کہ تو میرا عذاب ہو جس کو اسکے گناہون کی سزا و بدلا دونگا وہ تجھ مین آویگا۔ ولکل واحدة منهما ملؤها۔ اور دونون مین سے ہر ایک کے لئے بھرپور ہے فاما الجنة فلا یزال فیها فضل حتی ینشئ اللہ خلقا۔ پس جنت مین برابر جگہ خالی رہتی جائیگی یہان تک کہ اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق اُسکے لیے پیدا فرما دیگا شاید یہ لوگ اہل جنت کے خدم و حشم ہون یا مستقل ہون واللہ اعلم۔ واما النار فلا یزال تقول هل من مزید حتی یضع علیها رب العزة قدمه فتقول قط قط وعزتک۔ اور رہی دوزخ تو کہا کرتی جائیگی کہ کچھ اور ہو کچھ زیادہ ہو یہانتک کہ جبکہ رب العزة صفت خاص رکھے گا تو سمٹ کر کہنے لگیگی کہ اے رب العزة بس بس ف فی العرائس قولہ ولو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة یعنی ایک راہ توحید و معرفت و قرب مشاہدہ پر سبکو رکھتا ولیکن اسکی حکمت ازلیہ علوم قدیمہ نے طرح طرح کے معارف مین متفرق کیا اقول اس اشارہ مین ظاہر عبارت سے تعرف یہ ہو کہ الناس سے مراد آدمی ہو اور درحقیقت آدمی وہی ہین جو کان ناک آنکھ و دل رکھتے ہین تو یہی یہان لائے گئے ہین اور برخلاف انکے جو صورت کے آدمی ہین تو اُنکی نسبت فرمایا لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها الآية یہان تک کہ فرمایا اولئک کالانعام بل هم اضل الآیة۔ تو جب یہ لوگ آدمی کی صفات سے خارج ہین

تو اُن کو الگ کر دیا اور صرف اہل الحق سے اشارہ یہ لیا کہ جملہ اولیا معرفت کی راہ مین ایک ہی منزل پر نہین ہین بلکہ باعتبار صورت ظاہری کے اختلاف کے راہ معرفت مین بھی اسی طرح متمیز ہین چنانچہ جنید رح کا قول مذکور ہوا کہ ہر ایک کی معرفت خاص ہی اور حضرت شہاب الدین سہروردی سے عوارف مین ہی کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق کلہا مسدودۃ لایصل الیہا الا من اقتفی اثر الرسول یعنی صراط مستقیم مین ہر جان مثل اپنے تشخص کے اختلاف کے اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کی دوسرے سے جداگانہ راہ رکھتی ہے اور سب راہین مسدود ہین کوئی پہونچ نہین سکتا مگر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین صادق ہو پس اختلاف کے یہی معنی ہین ورنہ اُن مین بالکل اتفاق ہے۔ فافہم۔ شیخ نے کہا کہ اور اُسنے ہر ایک کو اپنی ذات کی معرفت وصفات کی معرفت مین علیحدہ علیحدہ راہ دی ہے پس ہر ایک اپنے مذاق ومشرب کے موافق اپنی راہ مین چلتا ہے اور یہ ہر ایک کیلئے ازلی توفیق و تقدیر ہے چنانچہ بعضے معرفت مین اور بعضے توحید مین اور بعضے محبت مین اور بعضے عشق مین اور بعضے شوق مین اور بعضے ارادت مین اور بعضے حالات مین اور بعضے معاملات مین واں ہین اور ابتدائی مریدون کا حال درمیانی درجہ والون سے نہین ملتا ہی اور درمیانی والون کا حال عارفون سے نہین ملتا ہے اور عارفون کا حال انبیاء و مرسلین سے نہین ملتا ہے۔ اقول انبیاء و مرسلین کا حال سید المرسلین وخاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین ملتا ہے بقولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض۔ اور شیخ ابن العربی نے کہا کہ اس امت مرحومہ پر جو معارف منکشف فرمائے وہ سابق مین مطلقاً مسدود تھے اور وجہ انسداد یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور نہین کیا تھا اور اسی واسطے جو انبیاء کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب گذرے انکو سابقین سے اولوالعزمی ہے سوائے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے کہ ملت حنیفیہ کے سردار ہین اور یہ حال بجز ذات پاک باری تعالیٰ جل سلطانہ کے مخلوق نہین جانتی اور مترجم ان مقامات مین کلام نہین کر سکتا اسکو تو اپنی مغفرت کے لالے ہین اللہم اغفر لی بطفیلہم علیہم السلام۔ شیخ نے لکھا کہ ان سب کے علوم و معارف مقدر ہین اور اختلاف مرتفع نہین ہی قولہ تعالیٰ ولا یزالون مختلفین یعنی احوال و مقامات و افعال مین مختلف رہین گے۔ الا من رحم ربک سوائے اسکے جسپر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا یعنی اسکو مقام غیبت و فنا مین داخل کر لیا تو وہ انوار قدم وسطوات ازل مین سرفراز ہے یا جسکو مقام سکر وتلوین سے نکالکر مقام ہوشیاری وتمکین مین داخل کر لیا تو وہ سب پر مطلع ہو جاتا ہے تو اس سے کسی کو مخالفت نہین ہو سکتی ہی اقول جملہ انبیاء اس شان سے موصوف ہین خصوص آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسی واسطے اکثر انبیاء کے احوال آپنے بیان فرمائے اور لبسا اوقات حضرت یونس کو ترجیح دی اور کبھی لوط کو الغرض یہ اطلاع کامل کا سبب تھا اور شاید کہ یہ مرتبہ کسی ولی و نبی کو حاصل نہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ ولذلک خلقہم یعنی اُن کے جوہر اصلی اسی طرح پیدا فرمائے ہین کہ مقامات و درجات مین اسطرح مختلف ترقی کرین اور یہ طریقہ آلہیہ سب اہل الحق مین برابر جاری ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ قد علم کل اناس مشربہم الآیۃ کی اشارت سے ظاہر ہے اور شاید ایسا ہو کہ ابتدا مین سب کو مختلف اوضاع سے ترقی کرنے کے لیئے مخلوق فرمایا اگرچہ آخر و انتہا مین سب متفق ہین چنانچہ ان مقامات و درجات مین انکو رسوخ ہی اقول فیہ نظر کیونکہ کوئی اس حد تک نہین پہونچا جس حد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل ہین اور علی ہذا کسی نبی کا صدیق اس حد تک نہین پہونچا کہ جس حد تک آنحضرت صلعم کی صدیق حضرت ابوبکر کو وصول ہوا کیا تو نہین دیکھتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امتی ہونے کی تمنا فرمائی اور یہ نہ تھا مگر قرب منزلت واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ ممکن ہے کہ سب کے سب رحمت کیلئے پیدا ہوے ہون یعنی بعد عبور احوال و اعمال کے انتہا مین موافقت ہوگی۔ شیخ نے اسکے معنی یہ بیان کئے کہ جب

مشاہدہ تک وصول ہوا تو وہاں اونچے درجہ نیچے درجہ کا امتیاز نہیں رہتا ہے کیونکہ وہ منزل شرف و قرب ہے اور حق تعالیٰ ان سب پر رؤف رحیم ہے بقول ؎ اذا طلع الصباح لنجم راح ؛ تساوی فیہ سکران وصاحی یعنی صبح جب طلوع ہوئی تو مدہوش و ہوشیار سب پر یکساں طلوع ہوتی ہے۔ شیخ جنید رحمہ اللہ نے ظاہر کے موافق یوں تفسیر کے اشارہ میں کہا کہ سب کو اختلاف کیلئے پیدا کیا کیونکہ اگر موافقت کے لیے پیدا کیا ہوتا تو اسکے سوائے غیر کی طرف رجوع نہ کرتے باستثنا ان لوگوں کے جن پر رحمت فرمائی تو انکو انوار موافقت سے تائید فرمائی پس انھوں نے اتباع رسول میں خوب استقامت و مضبوطی کی اور غیر ولن کی طرف کچھ التفات نہیں کیا پھر حق تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو ان قصص کے فوائد سے آگاہ فرمایا بقولہ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي

اور سب بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے ثابت کریں تیرا دل اور آئی تجھکو

هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

اس صورت میں تحقیق بات اور نصیحت اور سمجھوتی ایمان والوں کو

وَكُلًّا۔ اے دکل بنا راو۔ ہر قصہ کہ نَقُصُّ عَلَيْكَ جو تجکو ہم سناتے ہیں۔ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ۔ رسولوں کے اخبار سے یعنی رسولوں کے معاملات جو ادائے رسالت و قوم کی سرکشی و ایذا رکے اور رسول و مومنوں کی نصیحت نہ ماننے اور ان کو ہاتھ و زبان سے ایذا دینے اور آخر رسول و مومنوں کے غالب ہونے و قوم کافر کے ہلاک ہونے کے گذرے ہیں ہم تجکو ان میں سے سناتے ہیں دو فائدہ کیلئے۔ اول۔ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ۔ وہ قصہ کہ جس سے ہم تیرے فواد کو مستقل و ثابت رکھیں یعنی تجکو اپنی قوم کے کفر کرنے اور دوزخ کیلئے ایندھن ہونے سے رنج و غم و حزن نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو اسی واسطے پیدا کیا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ سب تجھ پر ایمان لاویں اور تجکو ادائے رسالت پر طمانیت و صبر حاصل ہو اور قوم جاہل کی اذیت برداشت کرے کیونکہ اگلی قومیں بھی گمراہی کرتی رہیں آخر ہم نے اُن کو ہلاک کیا اور تیرے پروردگار کا کلمہ ٹھیک ہوا پس تو قوم پر ترحم کر کے مضطرب مت ہو کیونکہ حکمت الٰہیہ و اسکی حجت بالغہ و مشیت تامہ اور چیز ہے جس سے کسی کو ماہیت کی آگاہی نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے جسکو اُسنے سعید کیا وہ رسول پر ضرور ایمان لائیگا اور اسکی آنکھوں میں حق آئینہ کی طرح نظر آویگا اور جو شقی ہے وہ اُلٹا دیکھے گا پس تو ان حالات و قصص سے علوم الٰہیہ حاصل کر کے ثابت و متمکن ہوگا اور دوسرا فائدہ یہ کہ۔ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ۔ اور تیرے پاس اس میں حق آیا۔ قولہ فی ہذہ یعنی اس سورہ میں یہ ابن عباس و جماعت نے کہا ہے۔ کذا فی تفسیر الحافظ اور سراج میں کہا کہ یہی اکثر کا قول ہے۔ قال الحافظ قتادہ نے کہا فی ہذہ اے فی ہذہ الدنیا۔ اس دنیا میں اور سراج میں اسکو حسن رح کا قول بیان کیا اور رازی رح نے کبیر میں کہا کہ یہ بعید ہے مقام کے لائق نہیں ہے کیونکہ دنیا کا ذکر اوپر نہیں آیا جس کی طرف ضمیر راجع ہو اگر کہا جاوے کہ حق تمام قرآن میں آیا ہے اس سورہ کی کیا تخصیص ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں بیشک لیکن سورہ کی بزرگی کے لئے فرمایا ہے۔ اقول میرے نزدیک سوال و جواب دونوں وارد نہیں اسلئے کہ مقصود نقص علیک سے وحی فرمانا اور وہ تمام قرآن ہے کیونکہ وحی خالص ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ اور انبیاء کو معجزات و آیات دی گئیں اور مجھے وحی خالص دی گئی تو مجھے اُمید ہے کہ قیامت میں میرے تابعین سب سے زیادہ ہوں اقول یہی ظاہر ہوتا جاتا ہے اسلئے کہ اور اُمتیں تحریف و تبدیل و خود رائی سے بہت قلیل رہیں اور چند روز بعد وسے برائے نام یہودی یا عیسائی رہ گئے

ان مین سے کوئی بھی اپنے پیغمبر کی راہ پر نہین رہا بخلاف مسلمین کے کہ ان مین ایسا نہین ہوا اور دوسرے فائدہ کا تتمہ فرمایا وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور نصیحت و ذکر ہے مومنین کیلئے یعنی اسمین تیرے لئے حق آیا اور مومنون کے لئے نصیحت ہے اور برابر اوروں کے حال سے عبرت ہے اس شان مین مومنون کو اسواسطے مخصوص فرمایا کہ شقی و کفار اس سے منتفع نہین ہوتے بلکہ منہ موڑتے ہین۔ واضح ہو کہ یہ آیت صریح ہو کہ تمام قصص مین جو حالات مندرج ہین اور جن سے اگلی اُمتون کو عذاب ہوا وہ اس اُمت کے لئے نصائح ہین کہ ویسا نہ کرین چنانچہ بخس و تطفیف جو مدین کا پیشہ تھا اُس سے آنحضرت صلعم نے اُمت کو خوب منع فرمایا پس عوام یا خواص جو ان قصص کو فقط کہانی کی طرح سنتے ہین محض جہالت ہو بالضرور اپنے آپ کو ظاہر و باطن ان قومون کی حرکات سے بچاوین اور ان قومون کے تذکرے جب سنین تو عبرت کرین اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگین کیونکہ آخر وے سب بھی اللہ تعالیٰ کے مخلوق تھے اور وہ پاک غنی و حمید ہے ہماری اسکو کچھ پرواہ نہین ہو اور رؤف رحیم ہے کہ عاجزی کرین تو ہم کو اللہ تعالیٰ مغفرت و نجات عطا فرماوے اللہم اغفرلنا وارحمنا وانت خیر الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک۔ شیخ نے کہا کہ واضح ہو کہ عارف جب ازل کے مقام پر پہونچا اور وہان اُسنے کشف سے صفات و ذات کے عجائب دیکھے تو اپنی شان سے متعجب ہو کر گمان کرتا ہے کہ یہ منزلت کسی اور کو نصیب نہین ہوئی خصوصًا ابتداے حال اور یکایک کشف مین متحیر ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مین اس کشف مین فرد ہون پس حق عزوجل نے آنحضرت صلعم کو اول انبیاء کا حال سنایا کہ جس سے معلوم ہو کہ یہ واقعہ عزیب آپ ہی کے ساتھ نہین ہو بلکہ عارفین کے ساتھ معروف ہو اور صدیقین و مرسلین کے ساتھ علی قدر مراتب واقع ہوا حتی کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ازل مین اپنے اولیاء کیلئے جاری فرمایا اس سے آپ کو فرحت و سرور حاصل ہوا اور آپ معلوم فرماوین کہ اس قبولیت کو حوادث سے تغیر نہین ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا۔ اور جو چیز علماء و اولیاء کے نزدیک معروف ہو اسمین معارضا و شبہات کو دخل نہین ہوتا ہے اقول شیخ رحمہ اللہ نے یہ نہایت نفیس قاعدہ ذکر کیا کہ اہل علم و متدین متقی لوگون کے نزدیک جو بات معروف ہو اگر کسی وقت مین کوئی جاہل اسکو اپنی راے کے خلاف سمجھے تو اسکا شبہہ و معارضہ باطل اور وہ خود جاہل ہو اور اس قاعدہ مین جملہ اہل عقل کا اتفاق ہے اسی واسطے جو امر کہ ہزار برس پہلے واقع ہو چکا اور اُس کی تحریر یہ ہزارون آدمیون کے ہاتھ سے ہاتھون ہاتھ ہم کو پہونچے تو قطعی یقین ہے کہ بیشک یہ خبر صحیح ہو اور یون ہی واقع ہوا اور کسی جاہل کا شبہہ کچھ معارض نہین اور اس مین اسکی ضرورت نہین ہو کہ مین بیان کرون کہ مجھ سے فلان شخص نے بیان کیا اور فلان شخص سے فلان دیگر نے بیان کیا اسی طرح ہزار برس تک سلسلہ پہونچاؤن مثلاً قرآن مجید مین کسی قوم کو کلام کرنے کی مجال نہین جبکہ اسکے حافظ آجتک ہزارون موجود ہین اور قاری بے انتہا ہین اور ہر مسلمان اسپر اپنی جان فدا کرتا ہو تو بلا شبہہ یہ وہی ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور صحابہ و تابعین و پچھلون نے اسی پر عمل کیا اسیواسطے رافضی فرقہ کا دھوکا دینا کہ اسمین کچھ اور بھی تھا محض کفر و جہالت ہو اور ہرگز اس قول کا کچھ اثر بمقابلہ حفاظ و قراء کے نہین ہو پس جب اسمین موجود ہو کہ قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم الآیہ۔ یعنی تو کافرون سے کہدے کہ تم عنقریب مغلوب ہو جاؤگے اور حشر کئے جاؤگے جہنم کی طرف۔ یہ واقعی معجزہ ہے اور مراد اس سے کفار یہود ہین چنانچہ یون ہی واقع ہوا اور اسمین ہے کہ کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ الآیہ۔ اس سے قطعی ثابت ہوا کہ یہود سب کے سب منتظر بعثت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کافرون بت پرستون پر آپکے ظہور کی دعائین مانگتے اور آپکے طفیل و واسطہ سے فتمندی چاہتے تھے

پھر بعد ظہور آفتاب رسالت کے نہ پہچانا اور کافر ہو گئے اس سے ضرور ثابت ہو کہ تمام قوم یہودیین توریت کی بشارت سے آنحضرت صلعم کی بزرگی و فضائل کا اشتہار قطعی تھا حتی کہ اپنے پیغمبر کے بجائے آنحضرت صلعم کے نام پاک سے استفتاح کرتے تھے۔ یہ حال ہم کو قطعی معلوم ہو گیا اور یہ واقعہ ان یہودیون کے منہ پر انکا فعل مارا گیا اور ہیچ صریح تھا تو سب یہودیون نے گردن جھکائی۔ پھر اب اگر کوئی قوم ایک کتاب لا دے اور کہے کہ یہ توریت ہو اسمین کہین ذکر نہین ہو تو بالکل اسکا دعوی مسلم نہو گا کیونکہ جو بات قطعی معلوم ہوئے اور اسطرح معروف و مشہور ہے اسکے مقابلہ مین کسی جاہل کا فریب دھوکا کچھ بھی نہین کر سکتا اسی طرح جو معجزات و واقعات حضرت موسی علیہ السلام یا حضرت عیسی علیہ السلام کے قرآن پاک مین موجود ہین سب اعلان و اشتہار کے ساتھ قطعی ہین اب اسکے برخلاف اگر کوئی شخص کہتا ہے یا کوئی کتاب دکھلاتا ہے تو اسکا کچھ اعتبار نہین ہے کیونکہ ہم قطعی یقینی چیز کو چھوڑ کر کیسے ایک جھوٹے آدمی کی بات جسکا اسوقت وجود بھی نہ تھا مان لین گے اور ماننے والا کیسا بیوقوف جاہل ہو گا اسی طرح جو معجزات اس حد شہرت تک پہونچے اس زمانہ مین اگر انکو کوئی نہ مانے تو وہ بالکل جاہل ہو جب اسطرح ایک کتاب سچائی مین عرش پر ہو اور نیکون کے سینہ مین محفوظ ہے تو جو شخص اسکو سچ نہ ملنے اور کسی مؤرخ کی تاریخ پوچ پھر ڈھونڈھے حالانکہ مورخون کا دروغ و تراش و خراش اور بے پر کی اڑانا خوب معلوم تو اس شخص سے بڑھکر کون اجہل و احمق بیوقوف ہو گا گرچہ وہ دنیا ملعون کو بنس مین دبوچ کر خود بھی ملعون ہو گیا اور دنیا میں بڑا عزت والا ہو کیونکہ بحث دین کی سمجھ مین ہو اور دین کو اللہ تعالی نہین دیتا مگر ایسے بندہ کو جو اسکو محبوب ہو اور دنیا تو محبوب کو کم اور مردود کو بہت دیدیتا ہے یہ اصل شریف لطیف یاد رکھو تاکہ تم کو شیطانی آدمی فریب دین اور اب تم سمجھے کہ شیخ نے کہا کہ جو بات علماء و اولیاء کے نزدیک معروف ہو وہ کسی شیطان کے وسوسہ دلانے سے نہین ہٹتی ہے اور لکھا کہ شیخ ابوبکر الکتانی نے کہا کہ مین نے شیخ جنید رح سے پوچھا کہ سچی حکایات جنکی سچائی یقینی ہے پر کس حکمت سے دنیا مین جاری ہین فرمایا کہ زمین مین یہ اللہ تعالی کے لشکرون مین سے ایک لشکر ہین جن سے مریدون اور آخرت کے طلب کرنیوالون کو عبرت و تقویت حاصل ہوتی ہے مین نے کہا کہ اللہ تعالی کی کتاب پاک سے اسپر دلیل ملتی ہے فرمایا کہ ہان قولہ تعالی وکلا نقص علیک من انباء الرسل الآیۃ۔ قولہ وجاءک فی ہذہ الحق مترجم نے بزرگون کے کلام سے سمجھکر جا بجا کہنا یہ کیا ہو کہ جیسے نماز و دیگر اعمال و افعال ظاہر ہین کوئی جسم نہین رکھتے ہین لیکن فی نفسہ حقائق ہین اور روح و جان و قوی سے سوائے جاہل کے کوئی منکر نہین ہو سکتا کہ وہ حقیقت مین موجود ہین اگرچہ مجسم نہین ہین اسی طرح الفاظ و معانی مین سمجھو پس لفظ بحسب المعنی اپنے مقام سے متصل ہے حتی کہ جو کلام محض فحش و شہوت ہو وہ اپنی مستقر جہنم سے واصل ہو لیکن جہنمی لوگ ہی اندھے بہرے ہو نگے تو ان کو اتصال نہین سوجھتا بخلاف اہل جنت کے کہ خوب کلام کا اتصال انکو مکشوف ہوتا ہے چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے یہان قولہ وجاءک فی ہذہ الحق۔ مین تصریح کر دی کہ ان خطابات مین ہر خطاب کے اثر مین جمال حق کا انکشاف تجکو ہوتا ہے اور موافق خطاب کے صفت کا انکشاف ہوتا ہے چنانچہ جہان خطاب بشان کبریائی ہے یعنی اس خطاب سے شان کبریائی سے خبر دی گئی وہان تجھے صفت کبریا منکشف ہوتی ہے اور یہی حال ان آیات کا ہو جنمین عزت و جلال و عظمت و قدم و بقاء سے خبر دی گئی ہے اور جہان ذات پاک سے اخبار ہے وہان تجھے ذات صرف کا انکشاف ہوتا ہے اقول یہان اگر وہم ہو کہ یہی مراتب انکشاف کے امت کو بھی ہوتے ہین چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ آپ مجھے تمام جہان سے سوائے اپنی ذات کے محبوب ہین اور آپ نے خطاب فرمایا کہ کوئی مومن نہین جبتک مجھے اپنی جان سے

بھی زیادہ محبوب نہ رکھے تو اس خطاب کے انکشاف ہوتے ہی فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے میری
جان سے بھی زیادہ محبوب ہین فرمایا کہ ہان اب ایمان کامل ہوا پس جب اُمت کو یہ انکشاف ہی تو شان نبوت مین فرق کیونکر ہی
جواب یہ ہی واللہ اعلم کہ یہان زمین وآسمان کا فرق ہی اور التباس مذکور صرف لفظ کے یکسان ہونے سے پیدا ہوا اور بات یہ ہی کہ
مدارج نبوت کو کوئی شخص نہین پہونچ سکتا کیا تو نہین جانتا کہ نبوت فضل الٰہی ہی اسمین عبادت وطاعت وغیرہ کسی سبب
کو دخل نہین ہے دیکھو بعض صحابہ جنھون نے ہمیشہ عبادت وروزے وغیرہ کا اور کھانے پانی وسونے وعورتون سے الگ رہنے
کا قصد کیا تھا تو یہی کہا گیا تھا کہ آنحضرت صلعم کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اول وآخر سب مغفرت فرمائی ہے ہم لوگ آپکا ہمسکا نہین کر سکتے
ہین اور مراد یہ تھی کہ آپ ازلی مغفور تھے اور ازل ہی سے تمام خلق الٰہی سے اشرف ومحبوب تھے اور دوسرون کو یہ مرتبہ حاصل نہین ہی
پس تمام قرب انکشاف وغیرہ مین وہ درجۂ خاص ہے جو فضل نبوت ورسالت کا ہوتا ہی کہ کسی نبی کو بھی مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حاصل نہ تھا اور دوسرون کو اپنی اپنی قدر کے لائق ہے اور ہر اُمت مین سے کوئی کیسا ہی مقرب ہو کسی درجۂ نبوت سے
مشابہ بھی نہین ہوتا اور اگر وہم ہو کہ مثلاً صحیح حدیث مین ہی کہ سچا خواب نبوت کے اجزا مین سے چھتیسوان جزو ہی تو سمجھ کہ اس سے
مقصود انفتاح اغلاق قلب وسلامتی ہی نہ مشابہت ہان البتہ اُمت مین سے صدیق کا مرتبہ سب اعلیٰ وافضل ہوتا ہے اور ہر نبی
کا صدیق اپنے نبی کے درجہ سے ملحق ہوتا ہے لیکن صدیق کا درجہ انتہائی متصل با ابتداے درجہ نبوت ہی اور اس سے نبی کے
ابتدائی درجہ کا بھی خیالی تصور آدمی کو ہو سکتا ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ۔ شیخ نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائی
درجہ پر تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپکے بھائی دوسرے انبیاء کے احوال ذکر کرنے سے آپکو تقویت فرمائی تاکہ عجائب واردات کے
متحمل ہون پس جب اسمین قوی ہوے تو کشف جمال وجلال مین ثابت وتمکن فرمایا جس سے بحر قدم کے تکرات سے عبور
کرین اور نکبات وامتحانات سے متغیر نہ ہون اقول اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو انبیاء سابقین کے احوال
سے مثبت فرمانے کا قول اور آنحضرت صلعم کے سب سے افضل ہونے کا قول ان دونون کی تطبیق کیونکر ہے تو جواب یہ ہی کہ جب
کسی معزز کو یا جسپر شفقت زیادہ منظور ہو احسن الوجہ سے تعلیم کرنا منظور ہو تو کہتے ہین کہ فلان شخص نے ایسا کام کیا تھا اسکو آخر
عتاب کیا گیا اور فلان مردنیکو کار نے ایسے طریقہ سے یون انعام حاصل کیا اور فلان شخص نے اسطرح نہ کیا اور نہ اسکو درجہ ملتا چنانچہ
اس اُمت مرحومہ کو جو نہایت رحمت سے کمال ایمان وکمال قرب عطا فرمایا وہ قرآن پاک کے وقتاً فوقتاً نزول سے خوب ظاہر
ہے چنانچہ مثلاً یہود ونصاری نے اپنے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب ودوست قرار دیا اسکو رد فرمایا تو اس اُمت مین کوئی شخص ایسی گستاخی
ذکر یگا بلکہ ادب سے اپنے کو ہمیشہ قصوروار بندہ سمجھیگا اور یہود نے آخرت کو اپنے لئے خاص کیا تو انکو فرمایا کہ قل ان کانت لکم الدار
الآخرۃ عند اللہ الآیۃ پس صلاحیت وحسن یقین پر بھی بندہ اسکی جرات نہ کریگا ولیکن حتمی وعدہ یا غالب اُمید پر موت کو محبوب رکھنے کا
اشارہ ہی حالانکہ اگر حکم دیا جاوے تو شاید اکثر اسکی کراہیت کی وجہ سے منکر ہو جاوین حاصل کلام یہ ہی کہ اگلی اُمتون کے حسن وقبح
سب اس کمال سے بیان فرمائے کہ نفس وشیطان کو اہل یقین کے دل مین خلاف راہ مستقیم بہکانے کا موقع نہ رہا اور یہ بات
سوائے عالم الغیب خلاق علیم عزوجل کے کوئی نہین جانتا اور کسی کلام مین یہ بات ممکن نہین ہی اگر میرا مقصود کوئی سمجھ جائے
تو اسکو قرآن پاک کے نہایت عظیم معجزہ ہونے مین شک نہین ہو سکتا اور دوسرے یہ کہ اہل یقین کو عبرت ونصیحت جدید ہر مقام کہ

وہان کے مکائد ومکر سے بچنے اور استقامت پر رہنے کے لئے اس طرح ہے کہ عمدہ باتون پر عمل کرین اور ناکارہ ومضر باتون سے پرہیز رکھین اور رسالت مین تو یہ بھی ضرورت ہو کہ قوم کے ساتھ ایسے برتاؤ سے یہ نتیجہ اور اسطرح معاملت سے وہ نتیجہ ہوتا ہے اور دونون کا انجام ثواب وعیرہ کا بھی معلوم ہوجاتا ہے پس آنحضرت صلعم کے واسطے اگلے انبیاء کے قصص سے یہ مراد ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اسطرح مغاضب ہوکر مچھلی کے پیٹ مین اور حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدخانہ خود دعا کرکے لیا پھر ایک رہا شدہ قیدی سے اپنا حال بادشاہ تک پہونچانے کا تذکرہ کیا اور مترجم کو یہ مجال نہین ہے کہ حضرت حق جل شانہ اور اسکے مخلص محبوب انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کرے اور کچھ سمجھے مجھے اللہ تعالیٰ معاف فرمادے اس سے مراد یہ ہو کہ اسطرح تعلیم وتقویت فرمائی اسیواسطے آنحضرت صلعم نے یونس علیہ السلام کی تعریف فرمائی اور حکم دیا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو اور فرمایا کہ رحم اللہ لوطا ان کان لیاوی الی رکن شدید الحدیث یعنی اگر مین یوسف کے برابر بہت مدت قیدخانہ مین پڑا رہتا تو بلانے والے کا کہنا مان لیتا۔ اگرچہ علماء نے کہا کہ یہ امتحانات اللہ تعالیٰ نے بزرگی بلحاظ عصمت آپ عزوجل ظاہر ہونے پر کئے ہین اور خود انبیاء علیہم السلام معصوم ہین پس یہ تثبیت نبوت ہو اور اسی طرح امت کو انکی قدر کے موافق اگلی امتون کے ذکر سے مستقیم ومضبوط فرمایا۔ شیخ رحمہ اللہ نے لکھا کہ اگلے انبیاء کے قصص سے اور ان کے دیگر موارد سے آنحضرت صلعم کو تثبیت فرمائی اور امت مرحومہ کو آپکے احوال سے تثبیت فرمایا تو دیکھنا چاہیئے کہ سبحان اللہ تعالیٰ اس امت کا بھی کیا بڑا مرتبہ ہے جسکی تثبیت اسکے پیغمبر کے احوال سے منظور ہوئی اول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ کہ تمام انبیاء کے سردار ہین اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی کبریائی کے صدقہ مین آپکی امت کو آپکے پسندیدہ طریقہ مسنون پر فدا کردے کہ آپ کی اتباع مین حق سبحانہ تعالیٰ کو جانین دولعیت سپرد کردین اور شیخ نے لکھا کہ اس قول کی تصدیق کیلئے میرے پاس دلیل یہ کلام پاک ہو کہ فرمایا وموعظة وذکری للمومنین۔ قرآن مجید کا ظاہر تو عمل کرنے والون اور ان کے اعمال کی خوبی ونیکی کے لئے موعظت ہو اور قرآن کے حقائق ان لوگون کے لئے نصیحت ہین جنکو معائنہ سے عین الیقین حاصل ہوا ہے سبحان اللہ تعالیٰ کیسا پاکیزہ کلام ہے کہ ہر شخص اس سے اپنی حالت وسمجھ وادراک کے موافق معرفت حاصل کرتا ہو پس عام لوگ تو قرآن مجید کے ظاہر سے لپٹے ہوئے ہین اور خواص اسکے باطن پر جان دیتے ہین اور جو لوگ کہ خاص الخاص ہین وہ اسمین تجلی حق سبحانہ دیکھکر عجب نور مین ہین کہ آفتاب سے ہزارون وہان ذرہ سے کمتر بلکہ بے مناسبت ہین اور واضح ہو کہ قرآن مجید کی حقیقت تو صفت ازلیہ ہو تو جب حقیقت قرآن کسی پر منکشف ہوئی تو صفت الحق عزوجل کی تجلی منکشف ہوئی چنانچہ حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کیواسطے قرآن مین تجلی فرماتا ہو شیخ ابو یزید رحمہ اللہ نے کہا کہ بندہ مومن اپنی لیاقت کے اندازہ پر قرآن کے فوائد سے آگاہ ہوتا ہے تو جس نے دوسرے بندہ اپنے مثل سے سنا تو گویا اسنے علم احکام کو موعظت نبوت سے سنا پس جس نے حکم پر یقین سے سنا اسکا ظاہر منور وباطن نرم وخشوع وخضوع کے ساتھ محبت مین گرم وسینہ کھل جائیگا اور جس نے اسکو زبان جبرئیل علیہ السلام سے سنا گویا وہ وحی کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ادا کرتے ہین تو وہ غیب کے مطالعہ اور اسکے وعدہ وعید کے معائنہ سے سرفراز ہوا جبکہ اپنے حواس ظاہرہ سے بالکل بیخبر ہوگا اور جس نے اسکو حق سبحانہ تعالیٰ عزوجل سے سنا وہ فنا ہوکر تحقیقی صفات کیساتھ باقی ببقاء حق عزوجل ہوگیا یعنی حق الیقین کے درجات مین علم الیقین وعین الیقین حاصل ہین ہکذا ترجمة ما فی العرائس اور سراج مین قولہ وجاءک

فی ہذہ الحق الآیۃ کے تحت مین لکھا کہ حق کے معنی سے اشارہ ہی قرآن مجید کے سچے صاف روشن دلائل کی طرف جو اسمین توحید و عدل و نبوت و دار الآخرت کی تحقیق پر مذکور ہین اور موعظت سے اشارہ ہے اس دنیا سے ضروری سفر کرنے پر اور یہان کے حالات کی قباحت و برائی و رسوائی و خواری پر جس سے آدمی پرہیز کرے جیسے اندھا کسی آنکھون والے کے بتلانے پر یقین کر کے ہاتھ بڑھا کر نجاست کو نہین چھوتا ہے یا سانپ کو رسی سمجھ کر نہین پکڑتا ایسے ہی رسول علیہ السلام کی موعظت سے مومنین کا حال ہے کہ آخر مین وے خود رسول رسول اور آنکھون والے ہو جاتے ہین اور ذکری سے ان اعمال کی طرف اشارہ ہی جو دار الآخرۃ مین نافع ہین اور لکھا کہ جب اس حد تک اللہ تعالیٰ نے عذاب سے ڈر سنایا اور ثواب کا وعدہ دیا اور ترغیب و نصیحت کو کامل فرمایا تو آخر مین حجت کو ختم فرمایا بکلام ما بعد اور اسکے ضمن مین دلیل تحقیق وعدہ و وعید فرمائی کہ خالق خود غیب جاننے والا ہی تو سب حق ہے چنانچہ فرمایا۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝

اور کہدے اُن کو جو یقین نہین کرتے کام کئے جاؤ اپنی جگہ ہم بھی کام کرتے ہین

وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہین اور اللہ کے پاس ہے چھپی بات آسمانون اور زمین کی

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ

اور اُسی کی طرف رجوع ہی کام سارا سو اُسکی بندگی کر اور اُسپر بھروسا رکھ اور تیرا رب

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

بیخبر نہین جو کام کرتے ہو

ع ۱۰

وَقُلْ۔ اور کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ ان لوگون کو جو ایمان نہین لاتے یعنی قرآن مجید و اسکے احکام پر تیری رسالت کی تصدیق کرکے۔ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ۔ کام کئے جاؤ اپنی حالت پر۔ شعبہ کی قرأۃ مین مکانات بلفظ جمع ہی اور تا وحدت کا معنی منازلکم اپنے ٹھکانون پر اور مقصود یہی ہے کہ جس حال پر ہٹ کرتے ہو اسی پر چلے چلو اور یہ حکم دنیا ویسا ہی ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو حکم دیا۔ واستفزز من استطعت منہم بصوتک و اجلب علیہم بخیلک الآیۃ۔ اور مراد اس سے سخت تہدید ہے یعنی نصیحت سے راہ پر آنے سے مایوسی ہے تو عذاب الٰہی کے منتظر ہو۔ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ہم بھی اپنے اعتقاد توحید و طاعت پر کام کرتے ہین جیسا ہمکو پروردگار نے حکم فرمایا ہے وَانْتَظِرُوْا اور انتظار کرو اُس سزا کا جو تم کو نافرمانی کرنے کی صورت پر وعید کی گئی ابن جریج نے کہا کہ ان دعدون کا جو دنیا کی زینت دکھلا کر تم کو شیطان وسوسہ دلاتا ہے اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ۔ ہم بھی منتظر ہین کہ پروردگار نے جو ہم کو نیک وعدہ دیا وہ اسکے فضل سے حاصل ہو اور تم خوار ہو جاؤ جیسے فرمایا قل للذین کفروا ستغلبون و تحشرون الی جہنم الآیۃ یا ہم بھی تمہارے بدانجام و عذاب کے منتظر ہین پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورہ پاک کا خاتمہ تمام اسرار کا جامع مجموعہ ذکر فرمایا بقولہ۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہی جو مخلوق سے غائب ہے آسمانون و زمین مین اور مراد اس سے علم ہے یعنی غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کیلئے مخصوص ہی از انجملہ مخلوق مین سے ہر ایک کا انجام کہ وہ سعید ہے یا شقی ہے اگرچہ بالفعل کافر و بدکار ہو اسیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش و عرب کے حق مین موافق حکم کے انتظار کیا اور یون نہین کہا کہ تم بدبخت

جہنمی ہو اور دیکھو جب بعض احیاء عرب نے بعضے پرہیزگار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بڑی تکلیف کے ساتھ غدر و بدعہدی سے قتل
و شہید کیا تو آپ نے رنجیدہ ہوکر اُنکے حق مین لعنت فرمائی اور بددعا کی کہ ہمیشہ کیلئے رحمت الٰہی سے دور ہون اور یہ اسطرح ہوگا
کہ وے کفر و شرک و نفاق پر مرین تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لیس لک من الامر شئ الآیۃ اور وجہ وہی ہو کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو
ہے ابولہب و ابوجہل وغیرہ کو ارشاد و ہدایت کرنیکا حکم پیغمبر صلعم کو دیا ولیکن غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہو اور فائدہ اسمین یہ تھا کہ انپر
حجت پوری ہو اور مومنون کے درجات اس کام مین بلند ہون جہان کافرون کی ایذا اُٹھاتے تھے اور کبھی اپنے حبیب مصطفےٰ
سید الانبیاء علیہم السلام کو بعض احوال غیب سے واقف کر دیا اسیواسطے ایک مرتبہ جب ابوجہل نے آنحضرت صلعم سے بیہودگی کے ساتھ
تمسخر کیا اور کہا کہ یہی کہتا ہو کہ جو مجھے نہ مانے وہ جہنمی ہوگا حالانکہ یہ فقیر و ذلیل ہو اور اپنے آپکو اس ملعون نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
معظم و مکرم سمجھا اس گمان سے کہ وہ سردار و رئیس بنایا گیا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان اسمین کچھ شک نہین اور
تو بھی ایک جہنمی ہو بس یہ کلمہ آپ نے بعد مطلع ہونیکے فرمایا اور اس مقام پر تمام نصیحت و پند و ترغیب و ترہیب و تعلیم و ارشاد فرماکر رسول
مکرم صلعم کو انتظار کا حکم دیا اور یہ سخت تخویف ہو پھر علم غیب اپنے واسطے مخصوص فرمادیا جس سے معلوم ہوگیا کہ اس ہدایت
کا مفید ہونا جنکے لیئے ہوگا اُسکا علیم خالق عزوجل ہو اور انتظار عذاب سے جو کچھ واقع ہوگا اس سے حق عزوجل خبیر ہے چنانچہ بڑا
گروہ مسلمان ہوگیا اور کچھ لوگ عذاب مین تھوڑے انتظار کے بعد گرفتار ہوئے بحکم قولہ قل للذین کفروا ستغلبون الآیۃ - اگرچہ
شان نزول اسکا یہود کے حق مین بیان ہوا ہے اور اسیواسطے حضرت سید عالم صلعم نے واقعہ بدر کے روز کفار مقتولین ابوجہل وغیرہ کو
فرمایا تھا کہ ہل وجدتم ما وعد ربکم حقا کیون تم نے وہ عذاب پایا جو تم کو تمہارے رب عزوجل نے فرمان قہر سے وعید فرمایا تھا پس وعید
انتظار مین یہی نہ تھا کہ اُن پر خواہ مخواہ عذاب استیصال آویگا جیسے قوم مدین کے ساتھ واقع ہوا تھا اور یہ بھی سمجھو کہ وعدہ انتظار
سے یہ ضرور نہین ہو کہ دنیا مین ظاہری عذاب ان پر نازل ہو جاوے جو کفر پر جمے رہین بلکہ انتظار کیلئے مہلت قلیل بھی زندگی ہو
اور عمر خفیف ہونیکا حکم حدیث صحیح مین ساٹھ برس تک خود مذکور ہے پس حاصل یہ ہوا کہ پہلے ترغیب و ترہیب فرمائی پھر سخت
خوفناک [خوف دلانا ۱۲] قطعی فیصلہ کر دیا کہ اے رسول حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہدے کہ اچھا اگر میری ہدایت پر اپنے خالق عزوجل کی توحید
و اطاعت نہین کرتے اور اللہ تعالیٰ کی وحی قرآن سے تم کو انکار ہے تو اپنی حالت پر کام کئے جاؤ اور ظاہر ہے کہ اُن کا کام
مستوجب غضب الٰہی تھا کہ صریح شرک و ظلم کرتے تھے اور مین اور میرے اتباع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہم سب اپنے اعتقاد
پر یعنی بوحی و حکم الٰہی عمل کرتے ہین اور دونون کے انجام و نتیجہ کا تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہین دیکھو کون سچا ہوتا ہے
اب یہ کہ کہتک انتظار کرین تو اُسکا وقت قطعی یہی چند روزہ زندگی کے بعد وقت موت ہو اور اللہ تعالیٰ کے غیب مین شاید
بعضون کیلئے درمیان مین وقت ہو اب واضح ہو کہ آیات پاک کا حکم تا قیامت سب کے لئے جاری ہو تو اب اسوقت مین رسول اللہ
صلعم کا نصیحت کرنا عموماً ہر شخص پر ثابت ہو جبکہ قرآن پاک ناطق ہے اور احادیث صحیحہ ظاہر و باہر ہین پس اُسی طرح نرمی و دلجوئی
سے تمام اقوام کو عموماً نصیحت ہو خواہ وہ قوم یہودی ہون یا نصرانی ہون یا اہل ہنود ہون یا اہل اسلام ہون سب پر اللہ تعالیٰ کی
یہ رحمت نازل ہو ذرا تامل سے انصاف کی نگاہ سے انجام پر غور کرین اور پہلے ہی سے نفرت و کراہت کرکے آنکھین بند نہ کرین اور بے
دل سے جھگڑا ہوجانا چھوڑ دین کیونکہ کیسی بھلی اور سچی بات کو جب دشمنی کی نگاہ سے دیکھو تو آدمی پر خراب خیالات چھا جاتے ہین کیونکہ

اُسنے پہلے ہی سے جھگڑالوپن کی خراب خصلت کو اپنے دل مین جگہ دیدی تھی اور دیکھو خالق عزوجل کی بندگی تو صاف صاف فرض ہو اور اُسی کی وحدانیت سب کے نزدیک مسلم ہے پھر ایسی بات جسپر سب متفق ہین کیون چھوڑتے ہو اور جب اُسنے پیدا کر دیا تو اسکو ضرور قدرت ہو کہ پھر جسطرح چاہے زندہ کرے اور آخرت مین بعد موت کے آرام دے یا سزا دے اور یاد رکھو کہ اگر نہ مانوگے اور اسی طرح ہٹ کر کے اپنے خالق کی نافرمانی کئے جاؤ گے تو اچھا یہی چند روز انتظار کر لو دیکھو کیا خراب انجام ہوگا اور خالق عزوجل کا علم تو محیط ہو سب غیب اسپر اسطرح صاف حاضر و روشن ہے کہ مخلوق کا وہم وہان نہین پہونچ سکتا ہے اور خود صحیح فرمایا وَاِلَیۡہِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ کُلُّہٗ ۔ اور امر بالکل اسی کی طرف راجع ہوتا ہے اور فرق درمیان خلق و امر کے قولہ تعالیٰ الا لہ الخلق والامر کی تفسیر مین ہو ۔ اور بعض نے لکھا کہ معنی یہ ہین کہ تمام مخلوق کا امر سب بالکل دنیا و آخرت میں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے یہ جمہور کی قرات یرجع بصیغہ معروف پر ہو اور امام نافع و حفص کی قرأت بصیغہ مجہول یرجع بضم یا و فتحہ جیم بمعنی راجع کیا جاتا ہے اور فاعل محذوف حضرت خالق الخلق والامر ہو اور اشارت یہ ہو کہ مخلوق کو جس حکمت بالغہ سے اسنے اپنے امر سے مخلوق فرمایا اسکا مرجع اسکی طرف ہو باوجود ان تمام ظاہری اسباب و سامان کے وقوع اسی طور پر ہوگا جسکو اسکا علم محیط ہو حتی کہ پیغمبر برحق کی تمام کوشش کمال شفقت سے اور واضح دلائل و حجت سے کافرون کے حق مین بیکار ہوگی اگرچہ کوشش کا ثواب عظیم پیغمبر کو ضرور ملیگا ۔ اور ازل مین جو سعید ہے وہ سعادت پر کام کریگا اور انجام اسکا نیک ہوگا اور جو شقی ہو وہ کیسا ہی نیک بنے مگر انجام اُسکا شقاوت ہو نعوذ باللہ من الکفر والشقاوۃ ۔ لہذا آنحضرت صلعم کو اسمین تسلی فرمائی کہ کافرون و مشرکون و منافقون کے انکار و ہٹ سے کمال ترحم و شفقت کی وجہ سے غمناک نہون اور اُنکی ایذا پر بھی صابر رہین اور اگر وعدۂ عذاب دنیا مین بظاہر واقع نہ ہو تو اسکو علم الٰہی پر حوالہ کرین اور خود فرمانبرداری پر قائم رہین لہذا فرمایا ۔ فَاعۡبُدۡہُ وَتَوَکَّلۡ عَلَیۡہِ ۔ یعنی جب غیب کا جاننے والا وہی تیرا رب ہے اور امر کا مرجع اسی کی طرف ہو جسکے اعتقاد سے انتظام جزا و سزا کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیئے تو تجھکو لازم ہے کہ اسکی عبادت پر قائم رہ یعنی جسطرح تجھکو حکم ہے استقامت سے مستقیم رہ اور مخلوق کو اچھی تدبیر و طریقہ سے ہدایت فرماتا رہ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر یعنے تمام امور میں اسی پر بھروسا کر کہ وہ تجھے کافی ہو اُمید ہو کہ تیری ہدایت سے اہل سعادت خالص توحید پر عبادت کرنے کے واسطے امن پاوین اور اہل شقاوت خوار ہون کہ اہل طاعت کو ایذا نہ دینے پاوین ۔ وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۔ قرأۃ نافع و ابن عامر و حفص مین تعملون صیغہ خطاب بالتا ہے یعنی اور تیرا رب کبھی غافل نہین ہو ان اعمال سے جو تم کرتے ہو اگر مخاطبین فقط آنحضرت صلعم و آپکے صحابہ مومنین ہین تو انکو انکی استقامت و اعمال خیر پر خوشنودی ظاہر فرمائی پس حسن الثواب کی بڑی اُمید ہوئی اور اگر مخاطبین عموماً سب لوگ ہین تو مراد یہ کہ اُن مین سے نیکون کو نیک ثواب ملیگا اور بدون کو عذاب مین گرفتار کریگا باقی ائمہ نے یعملون بیا تحتیہ صیغہ غائب پڑھا تو ظاہر یہ تہدید اہل کفر کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ و رسول صلعم سے منکر ہو کر کافر لوگ جو کچھ دنیا کی خواہش و اسکی کوشش مین کمال زینت کرتے ہین اور عاقبت و اسکے سامان سے اعراض کئے ہوئے بالکل دنیا ہی پر جھکے ہوئے ہین اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال سے غافل نہین ہو ۔ تنبیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیفیت دنیا بسر کرنے مین یہ تھی کہ سوائے ایک سوئی اور بدھنی کے اپنے پاس کچھ نہین رکھتے تھے ایک روز ایک شخص کو چلو سے پانی پیتے دیکھا تو اسکو بھی ایک فقیر کو دیدیا کہ کچھ حاجت نہین ہے اور ایک روز میدان مین ایک پتھر سر کے نیچے تکیہ کر کے سو رہے شیطان نے کہا کہ اے عیسیٰ تم دنیا کی آسائش کی طرف

جھکے تو سر کے نیچے سے نکال کر اسکی طرف پھینکا اور فرمایا کہ لے یہ مال دنیا تیرے لیئے ہی بالجملہ عیسائی ہرگز انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس دنیا کی متاع میں سے کچھ نہ تھا اور اُنکا زہد وتقوی نہایت معروف و مشہور ہی کہ اگر کوئی انکار کرے تو جھوٹا ہو اب اُنکا یہ حال اسی وجہ سے تھا کہ دنیا جملہ ملعون ہی اُنھون نے آخرت چاہی تو جو لوگ آخرت سے منکر اور محض دنیا کی خواہش و آرام و آسائش میں سرگرم اور اسی کا نام تہذیب کہتے ہین کیونکر آنحضرت کی راہ پر ہو سکتے ہین اور شیطان نے اُنکو بہکا دیا کہ وہ تمھارے لئے کفارہ ہوگئے اور سارا عذاب تمھاری بداعمالیون کا اپنی گردن پر لے لیا لاحول ولا قوۃ اسقدر نا سمجھی کہ ایسا کر کے دنیا کا مبغوض الٰہی و ملعون ہونا بھی لوٹ دیا پس کچھ بھی شک نہین ہی کہ حقیقت میں حضرت عیسیٰ کے متبعین تو اہل اسلام ہین جو دنیا سے اسی طرح اعراض کرنے پر کوشش رکھتے ہین اور واضح رہے کہ جن لوگون نے یہ بہتان باندھا کہ اسلام مین تعلیم ہی کہ کوشش و تدبیر مت کرو اور فقیر و محتاج ہو جاؤ اور ذلیل بنو۔ یہ بالکل غلطی و محض نادانی ہی اسی آیت مین دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل کا حکم ہے تو کیا آپ لوگون کو ہدایت کرنے سے باز رہے یا جہاد نہین کیا یا انتظام نہین کیا بلکہ توکل تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھنے کا نام ہی اور کیا خلفاء راشدین مہدیین اتنی بڑی زبردست سلطنتون کے حاکم نہ تھے پھر کیا وے تجارت نہ کرتے یا انتظام نہین کرتے تھے و لیکن آخرت پر انکو پورا یقین تھا تو رعایا و مخلوق کو آرام دیتے اور بے کار دولت و مال و جواہرات کو کچھ نہین سمجھتے صرف بقدر کفاف اسمین سے لیتے اور برابر لشکرون کو آراستہ کرتے تھے لہذا یہ بہتان باندھنے والا محض جاہل ہی سچ یہ ہے کہ آدمی مین بدن و روح دونون کی صفات الگ الگ ہین بدن کا اقتضاء تو کھانا طرح طرح کا مزے دار و لذیذ اور پیٹ بھر کے موٹا ہونا سونا و کھیلنا و جماع کرنا و تصویرین بنانا اور گلاب کا پھول جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اسکو چھوڑ کر اپنی اوقات نقش بنانے مین ضائع کرنا اور اس سے حماقت کیساتھ خوش ہونا یہ سب بیوقوف جانورون کے کام ہین لہذا اسلام تعلیم کرتا ہی کہ بدن سے جانورون کے کام مت لو بلکہ کھاؤ پیو عبادت کرو اور فنون سپہگری سیکھو اور سمجھ لو کہ یہ بدن بعد چند روز کے ایک گڑھے مین ایسا سڑیگا کہ اسکی بدبو سے تابش ہوگی اور کیڑون سے دیکھنا دشوار ہوگا رونا آویگا تو اس بدن سے ایسے نیک کام لو کہ تمھارا ثواب باقی رہے مخلوق کو آرام دو مفلس محتاجون لنجے اپاہج لوگون کی خدمت کرو جانورون کی طرح کھانے پینے جماع کرنے مین عمر برباد مت کرو۔ ایسے ہی روح تو اُسکی صفات علم و معرفت وغیرہ ہین لیکن عام مخلوق تو اسکو ایسے علم سکھلاتے ہین جس سے ایسی دولت ملے کہ خوب بدن کی ترتیب پرورش ہو اور اسلام سکھلاتا ہی کہ روح کے کمال ایسے صفات علم و معرفت سے پیدا کرو کہ باقی و دائم ہو اور روح اشرف ہی اسکو بدن کے تابع مت کرو بلکہ بدن کو روح کے تابع کرو حتی کہ بدن سے وہ کام لو جس سے روح کو تقویت و صفائی و کمال حاصل ہوتا ہی اور بدن کے نقصانات سے مت ڈرو کہ وہ آخر فنا ہونیوالا ہی اور اللہ تعالیٰ نے صریح وعدہ فرمادیا کہ وقت موت مقدر ہے اسمین کمی و زیادتی نہین ہوتی ہی۔ بالجملہ جو کوئی اسلام سے خارج ہوا اُس سے بنص الٰہی عز و جل کچھ قبول نہ ہوگا اگرچہ وہ دنیا مین بڑا عقلمند ہوا اور آسمان و زمین بھر سونا و جواہرات خیرات کیا کرے اب میں اہل ایمان کو فائدہ آیت سے آگاہ کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر مضبوط ہون اور دنیا کی زندگی پر فریفتہ نہ ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہون اور استقامت اختیار کرین اور اسی راہ پر تمام پیغمبر گذرے خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہون یا کوئی اور ہون سبھون نے اسلام تعلیم کیا اور جب یہ بات واضح ہوگئی کہ روح باقی اصل ہی

اور بدن تابع تو اب اسزمانہ مین مسلمانون نے بسبب ضعف یقین وضعف ایمان کے تمام اوصاف روحی ضائع کر دیئے حتی کہ ادنی اوصاف جو بدن کی ضرورت سے ہین جیسے صدق وحیا وعفت وتوحم وجوانمردی وشجاعت سب سے محروم ہوکر غیر قومون کے مقتدی ہوگئے فاتقوا اللہ ڈرو اللہ تعالی سے اور اپنے آپس مین صلاح کرو۔ تنبیہ اسوقت مین کچھ اسباب ایسے جمع ہوگئے ہین کہ اکثر مسلمانون کی نظر پھسلتی اور انکو وہم پیدا ہوتا ہے اور بہت سے لوگ جو کور باطن و دل سے کافر مگر ظاہر مین دنیا کے عروج کے سبب مسلمانون کے بھیس مین ہوکر اہل اسلام کو بہکاتے ہین تو بدبخت لوگ بالکل انکے ساتھ بے ایمان ہوتے جاتے ہین اور اسکا علاج اسوجہ سے دشوار ہوگیا کہ طبیعت سرکش دنیا کی طرف خواہ مخواہ راغب ہوتی ہے اور علم دین مسلمانون مین سے اٹھتا چلا جاتا ہو اور ایسے ضعف ایمان واس جہالت پر طرہ یہ ہو کہ عوام لوگ دین کی بات سننے سے گویا بہرے ہین اور علماء اپنی معیشت کی فکر مین انکو صاف توحید سکھلانے سے گویا گونگے ہین پھر ایسی قوم مین بالتحت ہین کہ ان کو دنیا بھرپور دیدی گئی ہے پس جو سعید کہ نصیحت سنے اور ظلمات دور کرنا چاہے اسکو زیادہ خوض کی ضرورت نہین ہو صرف اس امر کو دیکھے کہ جس قوم پر عقلمند ہونے کا گمان ہو اسنے اپنی عقل سے ایسی دانائی دکھلائی جو باقی دار آخرت کیلئے مفید ہے یا فانی اور فقط بدن کی پرورش مین مفید ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ملک یورپ کی قومین معرفت وتوحید الٰہی وباقیات صالحات مین سے جو روح کے کمالات ہین کچھ بھی نہین رکھتے ہین اور تجارت وریل وتار برقی وکلین وغیرہ یہ سب فانی بدن کے عیش وتنعم کیلئے ہین تو صاف معلوم ہوگیا کہ انکو عقل نہین بلکہ حواس بدنی مین تیزی ہے پس آدمی آپ خود اپنے نفس کے لئے راہ اختیار کرے اگر اسکو دنیائے فانی اور بدن کی پرورش جو عنقریب سڑ کر مٹ جائیگا منظور ہو تو انکی پیروی کرے اور اگر روح باقی اور دار الآخرۃ باقی ونعمتہائے باقی کی خواہش منظور ہو تو جوانمردی کے ساتھ اللہ تعالی خلاق علیم کے رسولون وانبیاء علیہم السلام کی اتباع کرے اور خود حق تعالی نے پارہ پانزدہم سورۂ بنی اسرائیل مین صاف یہ مضمون فرمادیا ہے کہ جو کوئی دنیا چاہے ہم اسکو دینگے مگر چند روز کے بعد مرکر عذاب کے سوائے کچھ نہین پاویگا اور جو آخرت چاہے اور ایمان کے ساتھ نیک کام کرے جیسے کرنے چاہیئے ہین تو اسکی کوشش کا شکریہ ہوگا اللھم اجعلنا مومنین وثبتنا علی الایمان ووفقنا لما تحب وترضی ربنا واللہ تعالی مجیب الدعا مین وہو ارحم الراحمین **فائدہ** عبداللہ بن امام احمد وابن الضریس وابن جریر وابو الشیخ نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت کعب احبار رحمہ اللہ سے روایت کی کہ توریت کا شروع وہ ہے جو سورۂ انعام کا شروع ہے اور توریت کا خاتمہ یہ سورۂ ہود کا خاتمہ یعنی وللہ غیب السموات والارض الآیۃ ہو۔ واضح رہے کہ کشاف نے اور اسکی تبعیت مین بیضاوی نے یہان ایک حدیث لکھی کہ جو کوئی سورۂ ہود پڑھے اسکو دس گنہ ثواب ان لوگون کی تعداد پر ملیگا جو نوح پر ایمان لائے وجنھون نے نہ مانا اور اسی طرح ہود وصالح وشعیب ولوط وابراہیم وموسی پر جو ایمان لائے اور جو کافر ہوئے اور قیامت مین وہ اہل سعادت سے ہوگا سراج مین کہا ہو کہ یہ علم حدیث سے ناواقفی ہو یہ حدیث نہین ہے بلکہ کسی نے بناکر اسکو حدیث کہاہے امام ابن الجوزی نے کہا کہ موضوع یعنی بنائی وگڑھی ہوئی ہو۔ فاحفظ واللہ تعالی اعلم **ف فی العرائس** قولہ وللہ غیب السموات والارض ۔ اشارت سے ثابت ہو کہ اللہ تعالی ارواح وابدان کے غیب سے واقف ہے پس وہی خالق علیم ہے کہ اسنے کس روح وبدن کو اسطرح مرکب کیا کہ روح مین علم ذات کے اسرار وقلب مین علم صفات کے اسرار ازل سے ودیعت فرمائے کہ جب دنیا دی

ظہور مین اس علم کا طلوع ہوا تو روح قوی وغالب و بصیر ودانا ہوئی اور بدن اسکا تابع ہوکر معرفت مین کامل ہوا اور وہی مومن ہوا اور
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وسنت پر مستقیم ہوا اور وہی جانتا ہے کہ کس روح وبدن کو اسطرح مرکب کیا کہ روح تاریکی وجہالت
مین ہے اور بدن قوی ومضبوط وحواس کا تیز دنیا کی زینت مین کامل ہے تو روح مضمحل ہوگئی اور بدن غالب ہوا اور حواس کی
تیزی سے دنیا کی لذتین ومال ومتاع وشوکت وحشمت حاصل کرنے مین قوی ہوا اور روح وعقل بالکل بے نور وآخرت سے کور
ونابینا رہا - اور لکھا کہ غیب السموات وہ بھی ہین جو ملائکہ کے قلوب مین مقادیر کے علوم ہین کہ قضا وقدر کے نام سے بندون کے
افعال پر جاری ہوتے ہین اور غیب الارض وہ علوم ومعارف ہین جو اہل معرفت وصدق وایمان کے دلون مین مضمر وپیدا ہوتے
ہین قولہ والیہ یُرجع الامر کلہ - امر یہان ارواح ہین جو اپنی سعادت کے اندازہ پر صفات وذات کی طرف راجع ہین - پھر اللہ تعالیٰ
نے اپنی عبادت کی طرف راغب فرمایا بقولہ فاعبدہ - کیونکہ جب اسی کا بندہ ہوا تو ہر چیز سے آزاد ہوا اس سے توحید پیدا
ہوگئی جس سے تجرید پیدا ہوئی اور تجرید سے تفرید اور اس سے ذات وصفات مین محو ہوا اور اس مقام سے وہ مخلوق کبھی فنا نہوگا
اور برابر نعمتون وآرام مین باقی رہیگا قولہ وتوکل علیہ یعنی وہی تجھے کافی ہے اسکے قہر سے اسی کے لطف کی طرف اور اسی سے اسی کی
طرف راجع ہو اسیواسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا اعوذ بک منک - تجھ سے تیری ہی طرف پناہ لاتا ہون - نہرجوری رحمتہ نے کہا کہ قولہ
للہ غیب السموات یعنی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے غیب تو جو بندے اپنے مولی کی قبولیت وقرب مین ہین وہ بھی جہان تک اللہ تعالیٰ
چاہتا ہے اسرار ومغیبات سے واقف ہوتے ہین اور یہ وہ لوگ ہین جنہین اپنے شہوات وخواہش کچھ بھی باقی نہین رہی اور نہ ان مین
نفس ووسواس کا مطالبہ ہے پس بلا وجود کے انکا وجود ہے اور بلا شہود کے انکا شہود ہے بلکہ قبضۂ قدرت الٰہیہ مین انکا انقلاب ہے
باشارۂ حدیث انا سمعہ الذی یسمع بی - اور اشارہ آیت تقلبک فی الساجدین پس وے نہ وے ہین اور نہ وے وے نہین ہین بلکہ
از راہ وجود کے وے ممکن ہین اور از راہ اتحاد کے انکا وجود وے نہین ہین - اقول یہ مقام بالکل عوام کی فہم سے باہر ہے صرف
اتنا فائدہ یاد رکھین کہ جو مقولہ صوفیہ فنا فی اللہ کا مشہور ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وصول وقرب سے انکو خود سننا دیکھنا وغیرہ خواہشات
نہین ہین اور وے عجب نعمت ومشاہدہ مین ہین کہ گویا تمام مخلوقات آسمان وزمین سب انکے قبضۂ قدرت مین ہے حالانکہ خود کچھ حرکت
نہین کرسکتے ہین بلکہ جو ارادت اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے مگر وے خود وہی بندے ہین چنانچہ مولانا بحر العلوم نے شرح مثنوی
مین شیخ اکبر کے فصوص وفتوحات وغیرہ سے یہ مقام مشرح لکھدیا ہے کہ ممکن کبھی قدیم وواجب الوجود نہین ہوسکتا پس یہان
انقلاب لماہیتہ نہین جیساکہ عوام کا زعم ہے - قال الشیخ اور یہی لوگ اہل غیب ہین کہ جو اپنی ذات سے غائب ہوگئے ہین نہ ان کو
اپنے نفس کیلئے کوئی حظ ہے اور نہ مخلوق کو انکی طرف کوئی راہ ہے کیونکہ وے تفرقہ سے نکلکر عین الجمع مین پہونچ گئے ہین جہان کسی
عبارت وکلام کو گنجائش بیان نہین ہے اور نہ اس حال کو زبان ادا کرسکتی ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ الیہ یرجع الامر کلہ - سب کا
وہی مرجع ہے کیونکہ وہی سب کا مبدا تھا - فاعبدہ - اپنی خواہش نفس کو اپنی ذات سے ساقط کرو اور ادب وطریقہ سنت
کے ساتھ حکم الٰہی بجا لانے پر قائم وثابت ہو وتوکل علیہ جسکی کفایت ہماری طرف سے ہے ہمین تو کچھ اہتمام مت کرو جسکا تجھے حکم
ہے اسکا اہتمام کرو ماربک بغافل عما تعملون کیونکر اسکو غفلت ہوگی جسنے مقدر کردیا کہ تو بمقدار کام اسطرح کریگا کہ اس سے کم وبیش
آدمی کی مجال نہین ہے اور تو اس سے اپنی آخری سانس پر ملاقی ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سُورَۃ یُوسُف مَکِّیَّۃ

اس سورۂ شریفہ کی خوبیان وفضائل خود نص قرآنی سے ثابت ہین ومقام نزول وشان نزول کابیان یہ ہو کہ بعض کے قول پر ہجرت کے وقت مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے درمیان نازل ہوئی اور اکثرون کے قول پر مکہ معظمہ مین نازل ہوئی اور ابن عباسؓ وقتادہ سے ایک روایت ہو کہ چار آیات کے سوائے باقی سب مکی ہے اور ارجح واصح یہ ہو کہ پوری سورت مکیہ ہو اور اسی پر سراج وغیرہ مین بھی جزم ہو اور شیخ امام حافظ نے کہا کہ وہ مکیہ ہو۔ قرطبیؒ نے علماء سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین بظاہر دیگر انبیاء واُنکی قوم کے وقائع کو مکرر بسلوب ونظم سے بیان فرمایا کہ درجات بلاغت مین اعجاز ہر جگہ ہو اور سورۂ یوسف کو مکرر نہین فرمایا۔ مگر کفار منکرین مین سے کسی نے مکرر وغیر مکرر کسی کے مقابلہ کی قدرت نہین پائی۔ اس سورہ مین ایک سو گیارہ [۱۱۱] آیات ہین اور ایک ہزار نوسو چھیانوے [۱۹۹۶] کلمات ہین اور سات ہزار ایک سو چھتر [۷۱۷۶] حروف ہین قال الحافظ رحمہ روی الثعلبی وغیرہ من طریق سلام بن سلیم ویقال سلیم المدائنی وہو متروک عن ہارون بن کثیر وقد نص علی جہالتہ ابوحاتم عن زید بن اسلم عن ابیہ عن ابی امامۃ عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علموا ارقاءکم الحدیث یعنی اپنے مملوکون غلام وباندیون کو سورۂ یوسف سکھلاؤ کیونکہ جو کوئی مسلمان اسکو پڑھے یا اپنے اہل کو سکھلاوے یا اپنی مملوک کو سکھلاوے تو اللہ تعالیٰ اسپر موت کی سکرات کو آسان کردیگا اور اسکو ایسی قوت عطا فرمادیگا کہ کسی مسلمان پر حسد نہ کریگا اسکے اسناد مین سلام بن سلیم ایسا شخص ہو کہ اسپر اعتماد نہ تھا ومحدثین نے اسکی روایت متروک کردی تھی اور ہارون بن کثیر کو شیخ ابوحاتم نے صاف کہا کہ یہ مرد مجہول ہو قال الحافظ اسوجہ سے تو یہ روایت صحیح نہین ہو کیونکہ اسکی اسناد بالکلیہ ضعیف ہو اقول یعنی ابوامامہ وابی بن کعب تو صحابی ہین انکے سوائے باقی راوی سب ضعیف ہین اور میرا خیال یہ ہو کہ شاید صحیح نسخہ مین یون ہوگا عن ہارون بن کثیر عن عبدالرحمن بن زید بن اسلم عن ابیہ کیونکہ زید بن اسلم کے ضعف مین تامل ہو کیونکہ اُنکی توثیق معروف ہو واللہ اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ حافظ ابن عساکر نے اس اسناد کا متابع ذکر کیا۔ کئی وجہ سے اول من طریق القاسم بن الحکم عن ہارون بن کثیر یعنی سلام بن سلیم کی تقویت ہوئی اور رہی تقویت ہارون بن کثیر تو دوسرا طریق لکھا یعنی شبابہ عن محمد بن عبد الواحد النضری عن علی بن زید عن جدعان۔ اقول شبابہ یعنی ابن سوار اور قولہ علی بن زید عن جدعان ایسا ہی اس نسخہ مطبوعہ مصر مین ہو اور میرے نزدیک خطائے کاتب ہے صواب علی بن زید بن جدعان ہو اور یہ شخص بھی منکر الحدیث ہو پھر تیسرے طریق کو لکھا عن عطاء بن ابی میمونہ عن زر بن حبیش عن ابی بن کعب۔ اقول مقصود اس سے تقویت زید بن اسلم یا عبدالرحمن بن زید ہے اور زر بن حبیش اصحاب ابن مسعود رضہ سے معروف ثقہ ہین اور ابوامامہ رضہ کی متابعت مقصود نہین ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ رحمہ نے ان طرق کے بیان کے بعد لکھا کہ یہ روایت جملہ طرق سے منکر ہے اور لکھا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ مین روایت کیا کہ یہود کے ایک گروہ نے جب آنحضرت صلعم سے سنا کہ یہ سورہ شریفہ آپ اپنی قوم پر تلاوت فرماتے ہین تو سب مسلمان ہوگئے کیونکہ جسطرح انکے پاس یہ قصہ تھا اسی کے موافق آنحضرت صلعم نے وحی سے سنایا تھا۔ شیخ نے کہا کہ یہ روایت کلبی عن صالح عن ابن عباس رضہ ہے۔ اقول یعنی کلبی ضعیف الحدیث ہین ولیکن میزان مین ذہبی رحمہ کے بیان سے ضعف مین بہت شدت ظاہر ہوتی ہو واللہ اعلم۔ شرح مین معالم سے لایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ یہود نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا

کہ آپ ہم سے یعقوب اُنکی اولاد و یوسف کا ماجرا بیان فرمادین تو یہ سورہ نازل ہوا اقول روایت کی توجیہ آتی ہے کیونکہ سورہ کے مکیہ ہونے پر گویا اجماع ہے اور سعید بن جبیر رح سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا تو آپ قوم پر تلاوت فرماتے تو قوم نے کہا کہ ہم امیدوار تھے کہ آپ ہم سے حدیث فرماتے تو نازل ہوا قوله الله نزل احسن الحديث كتابا متشابها مثاني تقشعر منه الآية ۔ پھر قوم نے کہا کہ ہم اُمید رکھتے ہین کہ آپ ہمکو غفلت سے بیدار کرتے تو نازل ہوا قوله الم يان للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله ۔ قوم نے عرض کیا تھا کہ آپ ہم سے مفید حالات سابقین بیان فرمایئے (یعنی جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت و ایمان کیواسطے نصیحت و عبرت ہو) تو یہ سورہ شریف نازل ہوا ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا رحم والا مہربان ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ

یہ آیتیں ہین واضح کتاب کی ہم نے اس کو اُتارا ہے

قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ

قرآن عربی زبان کا شاید تم بوجھو ہم بیان کرتے ہین تیرے پاس بہتر بیان

بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

اسواسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تو تھا اس سے پہلے البتہ

الْغٰفِلِيْنَ ○

بیخبروں مین

الرٰ ۔ الف لام را ۔ ابو علی فارسی نے کہا کہ ان حروف سے انکی مسمی مراد ہین یعنی اسے الف اور ل سے لام اور ر سے را مقصود ہے اور ہر ایک پر وقف ہے اور شیخ حافظ رح نے لکھا کہ ان حروف مقطعہ کے معنی مین اول سورہ بقرہ الم مین گفتگو ہوچکی ہے اور حق راجح و مختار براہ اہل معنی و مراد کے شیخ سیوطی مفسر رح کا یہ ہے کہ انکی مراد سے اللہ تعالیٰ ہی داناہے اور بعض نے کہا کہ یہ بھید ہے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول علیہ السلام کے درمیان کہ سوائے رسول علیہ السلام کے کسی کو یہ مرتبہ نہین کہ ان اسرار کو سمجھے اور یہ قول بھی اچھا ہے اور مفصل کلام الم مین گزر چکا اور دونون قول مین اسطرح توفیق ممکن ہے کہ جیسے قیام جنت و اسکا آرام بالفعل آدمی کو محسوس نہین اگرچہ ایسا ہونے کا یقین ہے تو اس راہ سے اسکی تاویل کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے یا جیسے قیامت قائم ہونے کا وقت معین اگرچہ ہر مومن وقوع قیامت کا یقین کرتا ہے اور اس راہ سے کہ اسکے اسرار سے انکشاف و علم ہو جیسے قیامت کے آثار تو اسکا علم آنحضرت صلعم کو ہوا اور بعض علماء متقدمین و متاخرین نے زعم کیا کہ اہل ایمان کو اسکا علم ہو سکتا ہے مگر دوسری وجہ مذکورہ کے طور پر چنانچہ شیخ ابن تیمیہ رح نے اسکو مفصل ذکر فرمایا ہے پس ائمہ حنفیہ نے جو کہا کہ انکا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہین ہے تو پہلے معنی کے موافق ہے اور امام شافعی رح نے جو کہا کہ مومنین راسخین کو ہوتا ہے تو دوسرے معنی کے موافق ہے

واللہ اعلم ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۔ یہ آیتیں ایسی کتاب کی ہیں جو مبین ہے یعنی واضح روشن ہے جو مبہم امور کو صاف روشن کرتی ہو اور ان کو بیان سے ظاہر کردیتی ہے کذا قال الحافظ ۔ یعنی از آبانہ باب افعال ہے تو بعض نے اسکو متعدی کیا یعنی دوسرے امور کو بیان سے صاف جدا کرنیوالی اور شیخ مفسر وغیرہ نے لازمی معنی پر محمول کیا یعنی خود واضح و روشن اور شیخ حافظ نے گویا دونوں کو جمع کردیا کہ خود بھی واضح ہے اور حق و باطل میں فرق کرنیوالی بھی ہے ۔ زجاج نے کہا کہ حق کو باطل سے اور حلال کو حرام سے جدا ظاہر کرنیوالی ہے اور ایسا ہی مجاہد رحمۃ سے مروی ہو ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ سراج میں کہا کہ تقدیر کلام یہ ہو ۔ انا انزلنا ہذا الکتاب الذی فیہ قصۃ یوسف حال کونہ قرآنا عربیا لکی تعلموا دارادۃ ان تفہموا ما فیہ ۔ یعنی ہمنے اس کتاب کو جسمیں حضرت یوسفؑ کا قصہ ہے نازل فرمایا درحالیکہ وہ قرآن عربی ہے تاکہ تم خوب سمجھو اور لکھا کہ قرآن کے ایک سورہ کو قرآن اسوجہ سے کہا کہ قرآن اسم جنس ہو جیسے کل پر بولا جاتا ہے ویسے ہی بعض پر بولا جاتا ہے ۔ اقول صحیح یہ ہو کہ قولہ انا انزلنا ای انا انزلنا ہذا الکتاب حال کونہ قرآنا ۔ یعنی اگر کتاب سے تمام قرآن مراد ہے تو اسکا قرآن عربی ہونا ظاہر ہے اور اگر فقط یہ سورہ مراد ہو تو وہ توجیہ ہو جو سراج میں لایا ۔ لیکن سراج کا یہ قول کہ ہذا الکتاب الذی فیہ قصۃ یوسف حال کونہ الخ پھر اسکے بعد توجیہ کرنا مناسب نہیں ہو ۔ حاصل معنی یہ ہیں کہ یہ سورہ قرآن مبین کی آیات ہیں ہمنے قرآن کو عربی نازل فرمایا تاکہ تم خوب سمجھ حاصل کرو بیان وہم ہوتا تھا کہ شاید آنحضرت صلعم کی رسالت مخصوص عرب ہے ۔ تو شیخ امام حافظ رحمہ نے اسکو دور کردیا اسطرح کہ عربی زبان میں نزول کچھ عرب کے آدمیوں پر مخصوص لحاظ نہیں ہو بلکہ اسوجہ سے کہ تمام زبانوں سے عربی زبان بہت فصیح ہو اور اسمیں الفاظ ایسے وسیع ہیں کہ جو مضمون باریک کہ دل میں آوے اسکے لئے ایسے نفیس الفاظ ملتے ہیں کہ خوب ادا ہو سکتا ہے اور تھوڑے فرق کیلئے دوسرا لفظ موجود ہو اسواسطے اشرف کتاب کو اشرف زبان میں اشرف الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اشرف الملائکہ جبرئیل علیہ السلام کی سفارت سے اشرف قطعہ زمین یعنی مکہ معظمہ میں اشرف زمانہ یعنی رمضان میں نازل فرمایا پس ہر وجہ سے اسکی بزرگی بڑھ گئی اقول عرب میں نزول کی وجہ یہ بھی ہو کہ ابتدائی تعلیم و ہدایت اسکی عام لوگوں میں سے اشرف کو فرمائی یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم بحکم قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ پس یہ بھی لاحق کرنا چاہیئے کہ اشرف لوگوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا ۔ اور یہ وہم نہ ہو کہ قرآن تو تمام روئے زمین کی ہدایت کیلئے ہو صحابہؓ کی ہدایت کیونکر مخصوص ہوئی کیونکہ ابتدائی نزول اشرف لوگوں کیلئے واقع ہوا اگرچہ حکم و خطاب قیامت تک کیلئے عام روئے زمین کے لوگوں کیلئے ہو اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ قولہ لعلکم تعقلون میں خطاب ان حضرات سے بوجہ انکے اشرف ہونے کے ہو کیونکہ یہ بات بالیقین معلوم ہو کہ اہل عرب جو اسوقت موجود تھے انکی اولاد آخر تک اسمیں داخل ہیں حالانکہ بوقت لعلکم خطاب کے پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو ضمیر خطاب سے انھیں موجودین کا انحصار مقصود نہیں بلکہ انکی اولاد اور تمام روئے زمین کے لوگ داخل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ازلی خلقت سے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اشرف و اکمل اس شان ایمان و عبودیت میں مخلوق فرمایا تھا اسیواسطے قرآن مجید میں اکثر خطاب انھیں حضرات کی طرف فرمایا ہو نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۔ ہم تجھ پر نازل کرتے ہیں یا بیان کرتے ہیں قصص میں سے احسن و بہتر بوجہ ہمارے وحی فرمانے کے تیری جانب یہ قرآن یعنی ہم نے جو تجھ پر قرآن بوحی نازل فرمایا تو ہم تجھے قصص میں سے بہتر سناتے ہیں پس تمام قرآن نہایت بہتر ہے اسکے واسطے مروی ہو کہ قصص میں سے بہتر یہ قرآن ہو مقصود ۔ کہ عوام جنکو معرفت ابتدا ہو انجام نہیں اور نہ اپنی تہذیب نفس

وانسانی کمالات سے دوُر ہو کے بیہودہ دروغ و باطل یا بیفائدہ و بیحاصل باتون کو سنکر خوش ہوتے اور یہ نہین جانتے ہین کہ نفس
و شیطان کے پھندے مین گرفتار ہو کر ہلاک ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مین بندگان صالحین انبیاء و مرسلین و انکی امتون و دو قائم کو
ایسے نفیس اسلوب معجز بیان سے وحی فرمایا کہ آدمی قصہ سنے اور اُس سے یہ فائدہ حاصل کرے کہ بُرے افعال جن سے اگلے ہلاک ہوئے ہین
ترک کرے اور اچھے افعال جن سے اگلون کا انجام بخیر ہوا ہو اختیار کرین اور یہ دنیا بالکل بے ثبات ہی اس سے تعلق منقطع بہتر ہے
ورنہ دنیاوی فریب بھائی کا بھائی جانی دشمن ہو جاتا ہی حالانکہ خیال و تخیل و حاصل و محصول سب چند روزہ فانی ہی بعض نے کہا کہ
احسن القصص سے یہی قصہ یوسف علیہ السلام مراد ہی یعنی ہم اپنی وحی سے تجھے احسن القصص قصہ یوسفؑ سناتے ہین - وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ
اور بیشک تو ہمارے وحی فرمانے سے پہلے لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ - البتہ اس قرآن یا اس قصہ سے غافل تھا مقصود یہ کہ قرآن مین ہم پے در پے
احسن قصص وحی فرماتے ہین تاکہ کسی کو شک ممکن نہو کہ اپنی طرف سے بیان کرتے ہین بلکہ یقین ہو جائے کہ یہ صحیح واقعات ایک اُمّی سے
صرف بوحی ہین لہذا واثق یقین کرین کہ آنحضرت صلعم بیشک رسول ہین چنانچہ مروی ہی کہ یہود مدینہ جنھون نے بواسطہ سرداران قریش کے
اس قصے کو دریافت کرایا تھا جب اپنے یہان کے روایات کو اس سورہ کے مطابق صحیح پایا تو ایک گروہ مسلمان ہو گیا قال المترجم آنحضرت
صلعم کے صدق رسالت کیلئے منجملہ دلائل کثیرہ کی یہ دلیل ہی کہ آپنے گزرے ہوئے پیغمبرون و انکی اُمتون کا حال خصوص انبیاء
نبوت حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو صحیح صحیح بیان فرمایا اور باعلان کہ جن قصص سے عرب غافل تھے اُنکو بیان فرمایا تو ممکن نہین کہ
کسی سے سنکر ایسے اعلان کے ساتھ دعویٰ کیا جائے خصوص جبکہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ دشمن ہو رہے تھے بس صریح ظاہر ہی کہ محض
وحی الٰہی سے بیان فرماتے تھے اور یہ خصوصیت نہ تھی کہ جو آپ خود بیان فرماوین اسی پر مقصور ہو بلکہ جو پوچھا جاتا اسکو بیان فرماتے تھے اور
چونکہ جملہ انبیاء کی تعلیم خالص توحید تھی جس سے نفس و شیطان سے نجات و اپنا کمال حاصل ہوتا ہے تو زمین سے خاصکر حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے حالات کثرت سے بیان فرمائے کیونکہ حضرت موسیٰؑ کے امتی ہونے کے مدعی یہود بہت عرب مین موجود تھے اور
سب دشمن تھے تو کبھی ممکن نہ تھا کہ کچھ حال ظاہر کرتے بلکہ آپکی وحی سے اپنی کتابون کی روایات صحیح پاکر تصدیق کرتے تھے اگرچہ حسد و
عداوت سے بہتیرے ایمان نہین لاتے تھے چنانچہ یہ بات بھی صاف اُن سے کہدی گئی اور اللہ تعالیٰ نے جا بجا تفصیل فرمائی کہ بعوض دنیا
کے لالچ سے وحی و رسالت کی تصدیق چھپاتے ہین اس بیان سے یہ بھید بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء مین سے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے حالات کو کیون زیادہ بیان فرمایا ہے - سراج وغیرہ مین ہی کہ اگر احسن القصص سے مراد یہی سورۂ یوسف ہی تو
اسکا احسن ہونا اسوجہ سے ہی کہ اس قصہ مین دین و دنیا کے فائدے و عبرت و اشارات و حکمت بہت ہین اور اسمین بادشاہون
سے غلامون تک کے برتاؤ اور عورتون کے مکر و دشمنون کی ایذا پر صبر اور قدرت کے وقت عفو کرنا وغیرہ اخلاق و اوصاف کا بیان ہی
اور بعض نے کہا کہ اسمین حبیب و محبوب کے حالات و اشارات ہین اور منجملہ عزائم اخلاق کے اسمین عفت یوسفؑ کا بیان ہی خالد بن معدان نے
کہا کہ جنت مین اہل جنت اس سورۂ یوسف سے اور سورۂ مریم سے تفکہ کرینگے مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارہ بلیغ ہے اسکو مرد کامل
سمجھتا ہی - ابن عطار رح نے کہا کہ جو شخص محزون ہو اگر دل لگا کر سورۂ یوسفؑ سُنے تو اسکو اسطرف راحت ہوگی - شیخ امام حافظ
رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مین اس مقام مین فوائد سے توضیح کے ساتھ جو لکھا اسکا خلاصہ یہ ہی کہ ابن جریر و حاکم نے سعد بن ابی وقاصؓ
اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا تو ایک زمانہ تک آپ لوگون کو سناتے رہے کہ صحابہ رض

عرض کیا کہ ہم امیدوار تھے کہ آپ ہم سے اگلون کے حالات بیان فرماتے (یعنی وحی خفی کے ساتھ تاکہ دلیری ہو) پس اللہ تعالیٰ نے اس اُمید کو وحی جلی سے پورا فرمایا، تو نازل ہوا قولہ الٓر تلک آیات الکتاب المبین الآیات - پھر اُنھون نے آرزو کی کہ آپ ہم سے حدیث فرماتے تو نازل ہوا قولہ اللہ نزل احسن الحدیث کتاباً الآیۃ - اور ابن جریر رح نے اسکو عون بن عبداللہ سے مرسل روایت کیا اور آخر مین ہو کہ اُنھون نے حدیث چاہی تو اللہ تعالیٰ نے احسن الحدیث کی راہ انکو بتلائی اور اُنھون نے قصہ چاہا تو انکو احسن القصص کی راہ بتلائی - مترجم کہتا ہو کہ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید کتاب عظیم کریم کافی شافی ہو اسکی فہم کے ساتھ کسی دوسری چیز کی ضرورت نہین رہتی اور رہی احادیث تو وے اسکی فہم کیلئے مستند ہین قال الحافظ الامام رح جب اس آیت سے ظاہر ہوا کہ قرآن مجید دوسری کتابون سے مستغنی کرتا ہے تو اسکی مؤید احادیث کا ذکر کرنا یہان مفید و مناسب ہے چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی اسناد سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود سے ایک کتاب پائی اسکو آنحضرت صلعم کے پاس لائے اور آپکو پڑھ سنائی تو آپ غضب مین ہو گئے اور فرمایا کہ اے ابن الخطاب کیا تم اسمین متہوک[1] ہے حالانکہ قسم اس پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہو کہ مین اسکو تمھارے پاس پاکیزہ صاف لایا ہون تم یہود یون سے کچھ مت پوچھو ایسا نہو کہ یہ بیباک لوگ کبھی تم کو سچی بات بتلا دین مگر تم انکو جھوٹا بتلا[2] دو اور کبھی تمکو باطل بات بتلا دین مگر تم اسکو سچ مان لو اور قسم اس پاک کی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہو کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی چارہ نہوتا سوائے اسکے کہ میری پیروی اختیار کرے - امام احمد نے لکھا کہ حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا سفیان عن جابر عن الشعبی عن عبداللہ بن ثابت کہ اُنھون نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ قریظہ مین سے ایک بھائی کے پاس میرا گزر ہوا اسنے میرے واسطے توریت مین سے ایک مجموعہ لکھدیا مجھے اجازت ہو کہ مین اسکو آپکی خدمت مین سناؤن پس آنحضرت صلعم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا عبداللہ بن ثابت کہتے ہین کہ مین نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم آنحضرت صلعم کے چہرہ پر آثار نہین دیکھتے ہو پس حضرت عمر رض نے کہنا شروع کیا کہ رضینا باللہ رباً و بالاسلام دیناً و بمحمد رسولاً - ہم دل سے راضی ہین کہ رب ہمارا اللہ تعالیٰ ہے اور دین ہمارا اسلام ہے اور محمد صلعم ہمارے لئے رسول ہین عبداللہ کہتے ہین کہ وہ غضب آنحضرت سے جاتا رہا اور فرمایا کہ قسم اس پاک کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہو اگر موسیٰ تم مین زندہ ہوکر آوے پھر تم مجھے چھوڑ کر اسکی پیروی کرو تو بے شک گمراہ ہو جاؤ تم مخلوق مین سے میرا حصہ ہو اور نبیون مین سے مین تمھارا حصہ ہون ابو یعلی الموصلی نے اپنی اسناد کے ساتھ خالد بن عرفطہ سے روایت کی کہ مین حضرت عمر کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے مین قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص آپکے پاس پکڑا آیا آپنے اسکو فرمایا کہ تو ہی فلان بن فلان العبدی ہے اُسنے کہا کہ ہان آپنے کہا کہ تو ہی مقام سوس مین رہنے لگا اُسنے کہا کہ ہان پس خرما کی چھڑیون سے ہو آپکے پاس تھین اسکو مارا اُسنے عرض کیا کہ اے مومنون کے سردار میرا کیا قصور ہو آپنے حکم دیا کہ بیٹھ وہ بیٹھ گیا پس آپنے اسکو پڑھکر سنایا بسم اللہ الرحمن الرحیم - الٓر تلک آیات الکتاب المبین - تا قولہ لمن الغافلین تین بار اُس کو پڑھکر سنایا اور تین بار اسکو مارا اُسنے کہا کہ امیر المومنین مجھ مین کیا خطا و قصور ہے فرمایا کہ تو ہی ہے جسنے دانیال پیغمبر کی کتاب کو لکھا ہو اُسنے کہا کہ آپ مجھے دین اسلام کا حکم دین مین اسکی پیروی کرون آپنے کہا کہ جاکر اسکو گرم پانی اور صوف سے مٹادے پھر مت پڑھ اور کسی کو مت پڑھا پھر اگر مجھے خبر پہونچی کہ تو نے اسکو کسی آدمی کو پڑھایا تو مین تمکو عبرتناک سزا دونگا پھر فرمایا کہ بیٹھ جا وہ بیٹھا تو فرمایا کہ مین نے جاکر یہود سے ایک کتاب نقل کی اور چمڑے کے قطعات لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا آپنے فرمایا کہ اے عمر یہ تیرے ہاتھ مین کیا ہو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین ایک کتاب نقل کر لایا ہون تاکہ ہم اپنے علم کیساتھ اس کو

ملاکر پڑھا ہین پس آنحضرت صلعم غضبناک ہوگئے یہان تک کہ آپکے رخسارہ مبارک سرخ ہوگئے پھر نماز کیواسطے آواز دی گئی کہ الصلوٰۃ
جامعۃ پس انصار رضی اللہ عنہم نے آپس مین کہا کہ دیکھو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غضبناک کر دیا گیا ہے ہتھیار لاؤ ہتھیار لاؤ -
پس سب مسلح ہو کر آئے اور آپکے منبر کو سب طرف سے حلقہ کرکے کھڑے ہوگئے اور آنحضرت صلعم نے منبر کے اوپر سے فرمایا کہ اے
لوگو مجھے جوامع الکلم وخواتیم عنایت ہوئے ہین اور میرے واسطے نہایت بلیغ اقتصار فرمایا گیا ہو اور قسم ہے کہ مین ان کو تمہارے پاس
پاکیزہ صاف لایا ہون پس تم تھوک نہ کرنا اور تھوک کرنے والے تمکو فریب مین نہ ڈالین عمرؓ نے کہا کہ مین خوف زدہ ہو کر کھڑا ہوگیا
اور کہنے لگا کہ رضیت باللہ ربا" بالاسلام دینا ۔ بک نبیا پس آنحضرت صلعم منبر سے اُتر آئے - قال الشیخ الحافظ اسکو ابن ابی حاتم نے
بھی مختصراً روایت کیا و لیکن اسکی اسناد مین عبدالرحمن بن اسحاق ابو شیبہ الواسطی و اسکا شیخ خلیفہ بن قیس دونون راوی ضعیف ہین
چنانچہ امام بخاری نے کہا کہ اسکی حدیث صحیح نہین ہی - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کا شاید دوسرے راویون سے ابوبکر احمد
بن ابراہیم اسماعیلی نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہو پھر اسکو مطول ذکر کیا اور اسمین مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت مین شہر
حمص مین دو آدمیون نے یہود سے کچھ کلمات لکھے تھے اور حضرت عمرؓ سے پوچھنے آئے تھے کہ ہم یہان اہل کتاب دیس مین ہین وے
ہم سے ایسی باتین بیان کرتے ہین جس سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین تو ہم لیوین یا نہین پس انکو سخت ممانعت کی اور فرمایا
کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تمنے کچھ لکھا ہے تو مین تم کو اس امت کے لیئے عبرتناک نمونہ عذاب کا بنا دونگا پھر اپنا قصہ نقل کیا اور اسمین
ثابت ہو کہ خیبر کے کسی یہودی سے لکھ لائے تھے اور جب سنانے مین آنحضرت صلعم کے چہرہ کو غضبناک سرخ دیکھا تو مارے ڈر کے
زبان بند ہوگئی اور آگے ایک حرف نہ چلا پھر آنحضرت صلعم نے اس تحریر کو مٹا دیا اور فرماتے تھے کہ ارے ان لوگون کی پیروی
مت کرو یہ لوگ تھوک ہوئے ارے یہ لوگ تھوک ہوگئے ہین پس ان دونون نے جا کر جو کچھ لکھا تھا اسکو قدآدم گڈھا کھود کر گاڑ دیا
ابوداؤد نے مراسیل مین اسکے مانند روایت کیا - قال المترجم اس زمانہ مین لوگون مین یہ شامت ہو کہ اگر کہا جاتا ہے کہ جو کوئی نماز
مین بیباکی کرے نہ پڑھے تو عذاب جہنم مین پڑے گا اگر تو بہ نہ کی ہو اور وہ عذاب سخت شدید ہے تو انکو کم اثر ہوتا ہے اور اگر کہا
جاوے کہ بے نمازی کو آگ کی زنجیرون مین کسکر اسکے ناخنون مین آگ کی کل میخین ٹھونکی جاوینگی اور پیرون مین کیلین کہ دماغ مین
پھوٹین گی اور کھال پر یون عذاب ہوگا اور سر پر اسطرح و پیٹ پر اسطرح الغرض ایسی باتین کوئی واعظ کہے تو عوام اُسی کیطرف
جھکتے دوڑتے ہین حالانکہ اسنے اپنی طرف سے باتین گڑھ کر وعظ نصیحت بنائین جیسے یہود کرتے تھے اور یہ خود کبیرہ گناہ ہے اور
یہ واقع ہوا جو امام ابن العربی وغیرہم نے قولہ تعالیٰ یاایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان الآیۃ سے استفادہ کیا
کہ اس اُمت کا عالم بگڑ کر یہود والون سے مشابہ ہو جائیگا اور فقیر درویش بگڑا ہوا نصرانی درویش سے مشابہ ہوگا استغفر اللہ الذی
لا الٰہ الا ہو اللہم ثبت اقدامنا علی الاسلام والایمان ف فی العرائس قولہ تعالیٰ الٓر - الف اشارہ بجناب انانیت توحید ہی
اور لام اشارہ بجانب نکرت اہل تجرید ہے - اور را اشارت بجانب اہل التفرید ہے اقول تحقیق الٓم مین گذری اور وہ ہین
بیان ہوا کہ حقائق مراد سے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی آگاہ نہین اور خاصہ اسرار ہین سے آنحضرت صلعم مثل اپنے مرتبہ
کے اخص علم سے مشرف ہین اور دیگر راسخین فی العلم کو موافق اپنے اپنے مراتب کے وقوف ہو اور شیخ محدث مولانا شاہ
ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی فی الجملہ علم متشابہات کے حصول علم پر بعض کتب مین تصریح کر دی ہے اور جو کچھ شیخ نے

ذکر کیا وہ ہماری نسبت کرکے خود بمنزلہ متشابہ کے ہے اور اس سے وہی آگاہ ہوگا جو اس مرتبہ تک واصل ہو واللہ تعالیٰ اعلم - قولہ تعالیٰ
تلک آیات الکتاب المبین یعنی اشارات ہیں تینوں حروف میں علامات معارف ہیں جن سے صفات قدیمہ کی معرفت حاصل ہوتی
ہے حالانکہ ان صفات کے انوار خود صدیقین کے دلوں میں مبین و ظاہر ہیں اور ملک و ملکوت میں انکے آثار مشاہدہ ہیں اور
ان حروف سے خطاب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اسرار خاصہ ایسے لوگوں سے مخفی رہیں جو ان اسرار کے لائق نہیں ہیں جیسے کفار
یا ان میں بالفعل ایسی استعداد نہیں ہے جیسے عوام مسلمین - **قال المترجم** ظاہرا استعداد کا مرتبہ وہ ہے کہ علم ہو اور رسوخ ہو
اور امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عالم باعمل کو راسخ فی العلم کہتے ہیں اور بعض آثار میں وارد ہے کہ جو کوئی علم سیکھے اور اس پر
عمل کرے تو اسکو اللہ تعالیٰ ایسا علم دیتا ہے جسکو وہ جانتا نہ تھا اور مراد یہ ہے کہ ان علوم ظاہری سے جو سیکھے جاتے
ہیں اور ہر کوئی جانتا ہے کہ علم فقہ و حدیث و تفسیر ہے اسکے سوائے بھی ایسی چیز کا علم دیتا ہے جو اسطرح معلوم نہ تھی اور یہی علم
کشف و عیان ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی اس مرتبہ تک نہیں پہونچا اگر اسپر علم کشفی ظاہر کیا جاوے تو وہ ضرور انکار کر جائیگا کیونکہ
وہ اس قبیل سے نہیں ہے اور بعض لوگوں نے یہ زعم کیا کہ کشف سے نور بصیرت ہوتا ہے جس سے بعض دلائل و مسائل واضح معلوم
ہو جاتے ہیں اور یہ زعم بالکل غلط و وہم ہے اُسنے موافق اصطلاح منطقین کے ایک کیفیت کو تصور کیا جسکو وہ لوگ علم کہتے ہیں اور
وجہ اسکی یہ واقع ہوئی کہ اسنے کشف کے لفظ سے ظاہری طور پر بحث کی کیونکہ علم اُنکے نزدیک انکشاف ہے یا انکشاف اسکو لازم ہے
حالانکہ یہ علم کشف دیگر چیز ہے اسکو چاہو کشف وغیرہ کسی لفظ سے تعبیر کرو بدون اس مرتبہ کے حاصل ہونے کے کبھی اس سے
آگاہی نہیں ہو سکتی ہے اور یقین کرو کہ بندہ ضروری شرائع و اصل عقائد سے آگاہ ہو کر عمل میں اخلاص و طاعت میں مجاہدہ سے
درجہ قبولیت پاتا ہے اور اسکو علم کشفی حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ اصول فقہ و دلائل و علم روایت وغیرہ سے ویسا ہی رہتا ہے جیسا
پہلے تھا اور اکثر آدمی ان علوم ظاہری میں جو اطاق شہرہ آفاق بحاث جدلی ہوتا ہے مگر علم کشف سے بیخبر محض اور کچھ شک
نہیں کہ مقصود و مراد یہی کشف ہے اور اس علم جدلی ظاہری کو اس سے اسقدر نسبت سمجھنا چاہئیے جیسے تخت پر آرام و جلوس کیلئے
کوئی شخص نجاری سیکھے بلکہ کثرت ایراد و دفع جو ظاہر میں محمود ہے در واقع بقول علامہ جلال دوانی کے سخت مذموم و جہالت ہے
وتمام البحث فی المقدمة یہاں مقصود صرف اسی قدر ہے کہ عموماً ظاہری تعلیم قرآن پاک کی موافق فہم عوام ہے کیونکہ اُنھوں نے
ہنوز راہ ہی نہیں اختیار کی تو مقصود تک واصل ہونا کیسا پھر جو کوئی راہ اختیار کرنے میں سخت حجت و دلائل کرکے ایک قدم
بڑھانے کیلئے آمادہ ہو بھلا وہ کیا قدم بڑھا دیگا اور کب اس منزل دور دراز کو طے کریگا وہ تو علامہ فہامہ ہو کر ابھی
راہ ہی نہیں چلا اور ہر قدم پر اسکو ہزاروں وسوسہ آتے ہیں جنکے دفع کرنے میں عمر برباد کرتا جاتا ہے تو جب علامہ کا
یہ حال ہے تو ابتدائی تعلیم جن کو کی جاتی ہے کیونکر اسرار سے واقف ہونگے تو خطاب ہیں اسرار کیلئے حروف ہیں جن سے
حضرت سید المرسلین افضل النبیین خیر الخلائق اجمعین کو آگاہ فرمایا اور پھر آپکے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اُمت اُمی تھے
نہ حساب نہ کتاب کچھ نہیں جانتے تھے واقف ہوے حالانکہ وے خیر الامم تھے تو اسرار سے وقوف مخصوص ہے فافہم شیخ نے کہا کہ
یہ ایک خاص طریقہ بندوں میں بھی معروف ہے کہ دوستوں کے رموز سے دوست ہی واقف ہوتے ہیں انکو حجاب و
پردہ میں اظہار کیا جاتا ہے استاد نے کہا کہ یہاں ایک لطافت ہے کہ ان حروف سے آدمی کبھی اپنے نفس پر مغرور نہ ہوگا

اگراس نے ان حروف عجائب ملک و ملکوت و اسرار کثیرہ سمجھ لئے تو وہ اسی حدتک با پس عوام سے اتنا امتیاز ہوا اور اگر کچھ نہین
سمجھا اور منکشف نہوا تو وہ محض جاہل عامی ہے پس وہ ہنوز غائب پڑا ہے حضوری سے اسکو کچھ حصہ نہین ہی اور یہ بھی کہا کہ
یہان کتاب مبین سے آنحضرت صلعم کو اشارت ہی کہ حکم سابق ازلی قدیم یون جاری ہوا ہے کہ ایسے مرتبہ پر پہونچائے جاوین
کہ کوئی اور اس مرتبہ کو نہین پہونچا۔ **قال المترجم** ابتدا مین آنحضرت صلعم نے جوش توحید و معرفت مین مقام امتحان کے
مشاہدہ سے دیگر انبیاء کو ایک نوع کی تفصیل دی اور آخر مین اپنے مرتبہ پر فائز ہو کر آگاہ فرمایا کہ ایک درجہ مقام محمود ہے
وہان ایک ہی بندہ واصل ہوگا اور مجھے اُمید ہی کہ وہ مین ہی ہون واضح ہو کہ یہ اُمید کا لفظ رعایت ادب ہے، ورنہ
حق تعالیٰ نے قولہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ مین منصوص فرمادیا ہی اللھم صل علی سیدنا محمد وابعثہ مقاما محمودا وعلی آلہ
وصحابہ وسلم کثیراً۔ ثم قال الشیخ فی قولہ تعالیٰ نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک حب حق سبحانہ تعالیٰ نے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کو مقام التباس سے تجلی جمال فرمائی اور افعال قدس سے عشق مظاہر سے ظہور نظاہر چاہا حالانکہ آنحضرت صلعم کو
مشاہدۂ ازل کا یہ معہد غیر نظر آیا تو اس قصہ سے تسلی فرمائی کہ عشق مرکب اہل الصدق ہے کیونکہ عشق انسانی آئینۂ جمال حقیقی ہوتا ہے
قال المترجم شیخ کی ظاہر عبارت طولانی سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم عاشق وبعض ازواج مطہرات معشوق ہوکے
التباس مین ظہور ہوا ولیکن مترجم نادان کو اس سے اعراض ہی بلکہ تمام مخلوق و مظاہر کیلئے آنحضرت صلعم محبوب تھے اور عشق آپکا
ظاہر نہین اور نہ اُمت مین سے کسی بزرگ کا مین نے قول دیکھا لہذا میرے نزدیک شیخ کی مراد شاید یہ ہو کہ اس قصہ سے التباس
ظہور و امتحان زلیخا بعشق حضرت یوسف علیہ السلام سے وصول زلیخا کا بنازل ازل ہونا آپ پر نازل فرمایا جس سے آپ کو
تحمل مشتاق عشق حق عزوجل مین تسلی ہوا اور حدیث مین بھی منصوص ہی کہ آپنے فرمایا ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا
یعنی سوائے پاک حق سبحانہ تعالیٰ کے اگر خلت کیلئے جگہ تجھ مین ہوتی تو کسی فرد بشر کیلئے سوائے ابوبکر کے نہ ہوتی اور خلت کو کمال عشق
سے ائمہ صوفیہ نے تفسیر فرمایا ہی پس کمال عشق آپ کو منحصر بحضرت عظمت حق سبحانہٗ جل شانہ سے تھا اور خود محبوب بھی تھے
اور باقی تمام مخلوق کیلئے سوائے ملائکہ و وحوش کے جنمین استعداد عشق نہین ہی سب اہل استعداد کیلئے آپ محبوب یعنی عشقی تھے
اور یہی دیدار خاص تھا جو آپکی دنیاوی حیات مین مخصوص تھا اور وہ بدبخت کافرون کو حاصل نہوا لقولہ تعالیٰ تریٰھم ینظرون الیک وھم
لایبصرون بلکہ مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم مومنین صادقین کو اس اشرف واعلیٰ کرامت سے مخصوص فرمایا گیا وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم پس حضرت یوسف پر زلیخا نے ہاتھ نہین کاٹا بلکہ زنان مصر نے ایسا کیا تھا اور یہان آنحضرت صلعم پر
صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہاتھ کیسا جان پر بہتر زخم برداشت کرتے اور تلوار و خنجر کھاتے اور آنکھون کے ڈھیلے نکل آتے اور پھر ویسے ہی پروانہ
کی طرح فدا ہوتے تھے چنانچہ احادیث و تفاسیر صحاح روایات سے مصرح ہین پس یہ مقام خوب غور سے دیکھنا چاہیے اور شیخ عارف
سے مجھے مخالفت نہین مگر شاید مین شیخ کے کلام کو نہ سمجھا ہونگا اسی قدر مین کہہ سکتا ہون واللہ تعالیٰ اعلم بمراد عبادہ۔ پھر شیخ نے
لکھا کہ اس قصہ کا احسن ہونا اس وجہ سے ہی کہ ارواح عاشقہ کے مراتب ہین ایک عشق انسانی کا بیان ہی کہ اس مرتبہ پر تھا اور
یہان سے عشق الوہیت پر بلند پرواز ہوا اور قصہ عاشق و معشوق کو احسن اس وجہ سے فرمایا کہ اسمین نظائر اور عبرت کثیر ہیں ذوق
شوق و فراق و وصال اور سختی و مصیبت کا بیان ہے اوّل اور عزت حسن ازل اور پستی ہمراہ بلندی اور فنا ہونا ہر حسن و کمال کا

اور بقاء حسن ازلی لایزال کا اور ارشاد خلائق بحسن ازل از نبوت حضرت یوسف علیہ السلام کہ باوجود اس حسن کمال کے عاشق حسن لایزال و بندہ خاشع و خاضع تھے ہر حال مین مطیع و صابر تھے اور ماسوائے اسکے بہت کثرت سے اشارات ہین۔ قال الشیخ شان یوسف علیہ السلام ہمہ تن عشق تھی چنانچہ باپ عاشق ہوئے اور جس نے دیکھا عاشق ہوا کیونکہ جمال قدیم کا حسن انکے چہرہ سے عیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خلقت مین آئینہ تھے۔ اقول اس مقام سے عشق کا اندازہ ظاہری صورت سے ہو سکتا ہے مولوی روم علیہ الرحمۃ نے کہا ؎ عشق ہا گز زین سر و گر زان سرست ؛ عاقبت ما را بدان سر رہبر است ؛ عوام نے سمجھا کہ عشق حقیقی ہو یا مجازی ہو انجام اسی طرف ہے یہ محض غلط فہمی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ مرید ہو یا مراد ہو یعنی قبولیت حاصل ہونے و وصول کیلئے خواہ بندۂ ازل مین مرید ہوا جیسے اکثر اہل ارادت وجد و جد ہوتے ہین خواہ مراد ہوا کہ وہ مقصود دا شرف ہوتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام۔ اور مجازی عشق کی نسبت خود لکھا ؎ عاشق صنع خدایا فر بود ؛ عاشق مصنوع او کافر بود ؛ عشق آن بگزین کہ جملہ انبیاء ؛ یافتند از عشق او کار و کیا ؛ ؎ عشق بر مردہ نباشد پائدار ؛ عشق را برحے و بر قیوم دار ؛ ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ؛ این فساد خوردن گندم بود ؛ دیکھو شیخ نے اس مقام پر تصریح کردی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا عشق حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت مشاہدہ حسن ازل تھا جوش شہوات کی کیفیات نفسانیہ سے کروڑون کوس دور ہے ولیکن عشق زلیخا و زنان مصر کا بمقتضائے شہوات تھا اور یہ مقام مشکل ہے امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیا مین اور بعض متاخرین نے بھی فی الجملہ تشریح لکھی ہے مترجم کو صرف اسقدر تنبیہ مقصود ہے کہ عوام اپنی سمجھ پر حسب متعارف زمانہ غرہ ہو کر گمراہ نہ ہون قال الشیخ اور یہ قصہ حسن قدیم کا آئینہ ہے احسن القصص ہونا ظاہر کہ ہر حسن کا معدن وہی قدیم ہے اور یہان لطیف اشارت ہے کہ تمام قصہ مین امر و نہی افعال تکلیفی کا ذکر نہین فرمایا گویا مرتبہ عشق کا واصل ان تکالیف عامہ سے بالا ہے۔ قول قال تعالیٰ عن نبیہ یوسف علیہ السلام انی ترکت ملۃ قوم لا یومنون باللہ الآیۃ وقال یا صاحبی السجن الآیۃ۔ پس اصل توحید کی طرف اشارت ہے جس سے مقام عشق خالی نہین ہوتا بلکہ وہی توحید ہے فافہم بعض نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو بھائیون سے جو مصیبت پہونچی وہ زیادہ تھی بہ نسبت اسکے جو آنحضرت صلعم کو اپنی قرابتیون سے پہونچی تو آنحضرت صلعم کو اسمین تسلی ہے اور ارشاد ہے کہ یوسفؑ نے اُن سے انتقام نہ لیا تو آنحضرت صلعم بھی عفو فرمادین کیونکہ یہ موارد قضا و قدر ہین اقول مروی ہے کہ حضرت ذی النورین امیر المومنین عثمانؓ نماز فجر مین کثرت سے اس سورۂ شریف کو پڑھا کرتے تھے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عثمانؓ کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اسکی شفاعت سے میری اُمت سے ستر ہزار یا مخلوق کثیر داخل جنت ہونگے دونون کے مجموعہ سے اشارت سمجھ لینا چاہیئے علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن جعفر علیہم السلام نے کہا کہ عوام تو قصون کے سننے مین مشغول ہوتے ہین اور خواص بندے اُنسے عبرت حاصل کرتے ہین جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب بعض نے کہا کہ اس قصہ مین یون رہنمائی فرمائی ہے کہ مومنین کا احوال سچا ہوتا ہے اور متقین کے معنی کیا ہین چنانچہ باوجود ہر طرح قدرت بلکہ زلیخا کی طرف سے اقتضا و جبر کے بخوف الٰہی تقوی فرمایا متوکلون کی راہ اختیار کرنی چاہیئے ایسے زاہد کی پیروی کی جاتی ہے سب سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو سختیان نازل ہونے کے وقت اسی کی طرف التجا ہو مکار کا فریب کھل جاتا ہے اور کذاب ہمیشہ آخر خوار ہے اعلیٰ درجہ پر پہونچنے والے طرح طرح کی محنتون و مصیبتون مین پڑتے ہین لیکن انجام کو اعزاز و اکرام کے ساتھ چھوٹتے ہین اقول ایک اشارہ ظاہر تھا وہ ذکر نہین فرمایا یعنی زلیخا

ایک حسن فانی کیلئے یہ شدائد اٹھائے حالانکہ وہ خود مختار نہ تھا تو حسن ازل حی القیوم کے مدعی کس قدر محنت اٹھا کر مدعی ہین اللهم غفرانک غفرانک لا آلہ الا انت سبحانک بعض اہل تفسیر نے لکھا کہ حسن قصہ یہ کہ جو اسمین مذکور ہین سب کا انجام سعادت ہی قال تعالی

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ

جسوقت کہا یوسف نے اپنے باپ کو اے باپ مین نے دیکھے گیارہ تارے اور سورج اور چاند

رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝

دیکھے میرے تئین سجدہ کرتے

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ جمہور کی قراۃ بضم سین اور بعض نے بکسر سین و ہمزہ پڑھا اور یہ اسم عبرانی غیر منصرف بوجہ علمیۃ و عجمہ ہونے کے ہی اور بعض نے عربی خیال کیا حضرت یوسفؑ کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی اور باپ انکے یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ سب پیغمبر جلیل القدر ہین ذکرہ الشیخ المفسر فی التحبیر۔ اہل تفسیر نے کہا کہ حضرت یوسف کے گیارہ بھائی اور تھے جنکی تفصیل آویگی و لیکن یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ سے سخت محبت تھی اور انکے بھائی اسی وجہ سے اُن سے حسد کرتے تھے اور کہا کہ حضرت یوسف نے بارہ برس کی عمر مین اور بعض نے کہا کہ سات برس و بعض نے سترہ برس کی عمر مین شب جمعہ لیلۃ القدر کو خواب دیکھا کہ گویا گیارہ ستارے آسمان سے مع چاند و سورج اُترے اور مجکو سجدہ کیا پس اُنھون نے یہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا۔ قال الامام الحافظ۔ انکے باپ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہین چنانچہ امام احمد نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم یعنی یوسف پیغمبر علیہ السلام وہ برگزیدہ ہین کہ خود بزرگ و باپ بزرگ و دادا بزرگ و پردادا بزرگ یعنی پدر بر پدر بزرگی و شرافت حضرت یوسف کو حاصل تھی و رواہ البخاری فانفرد۔ اور بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا کہ اکرم سب لوگون مین سے کون ہے فرمایا اکرمہم عند اللہ اتقاہم جو سب سے زیادہ متقی ہو وہی اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ بزرگ ہے (یعنی اسمین حسب و نسب کو دخل نہین ہی) تو پوچھنے والون نے عرض کیا کہ ہم اسکو نہین پوچھتے ہین فرمایا۔ فاکرم الناس یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ یعنی نسب کی راہ سے اکرم وہ یوسف نبی اللہ ہے جو نبی اللہ (یعقوب) کا بیٹا اور نبی اللہ (اسحٰق) کا پوتا و خلیل اللہ (ابراہیم) کا پرپوتا تھا تب انھون نے عرض کیا کہ ہم اسکو آپ سے نہین پوچھتے تو فرمایا کہ کیا عرب کے معادن کو پوچھتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہان تو فرمایا کہ تم مین جو لوگ جاہلیت کے زمانہ مین بہتر تھے وہی اسلام مین بہتر ہین جبکہ وہ فقیہ ہو جاوین۔ الحاصل اس سورہ مین اسی بزرگ پیغمبر علی نبینا و علیہ السلام کا قصہ حق عزوجل نے بیان فرمایا بقولہ۔ اذ قال یوسف یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو سنادے یہ قصہ کہ جب یوسف نے بیان کیا۔ لِاَبِیْهِ۔ اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے اسطرح کہ یٰۤاَبَتِ۔ یا ابی و یا ابتی اے میرے پیارے باپ۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ۔ مین نے خواب مین دیکھے گیارہ ستارے اور سورج و چاند۔ گویا باپ نے خوب متوجہ ہو کر پوچھا کہ تو نے ان اجرام علویہ کو جنھین عقل نہین دی گئی ہی کیونکر دیکھا تو کہا۔ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔ مین نے انکو عقل والون کی طرح اپنے آپکو سجدہ کرتے دیکھا مفسرین نے کہا کہ چونکہ یہ اجرام سجدہ کرتے دیکھے تھے اسیواسطے رایتہم مین ضمیر ہم مثل عقلاء کے آئی ورنہ رایتہا آتا۔ اور سجدہ سے مراد تعظیم ہی یا حقیقی سجدہ ہی اور یہی اقوی خیال کیا گیا اور کہا کہ جیسے

ہمارے یہاں تحیۃ سلام بدون سر جھکانے کے ہو انکے یہاں تحیہ سجدہ تھا اور بعض نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ سر شیک کے سجدہ
کبھی سوائے خدا کے دوسرے کو نہ تھا پس مراد تعظیم کے طور پر جھک جانا جیسے اس زمانہ مین لوگ جہالت سے یہ فعل ممنوع کیا کرتے
ہین کہ تسلیم و آداب کہکر رکوع کرتے ہین پھر اس خواب کی تعبیر بقول اکثر مفسرین چالیس برس بعد ظاہر ہوئی اور بقول حسن
بصری اسی برس بعد ظاہر ہوئی جبکہ والدین و بھائی سب مصر مین گئے کما فی قولہ وخروا لہ سجدا وقال یا ابت ہذا تاویل
رؤیای من قبل - چنانچہ آخر سورہ مین آویگا - قال الامام الحافظ - اور ابن عباس رض نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب ایک وحی
ہوتا ہے اقول خواب شرع مین تین طرح کا معلوم ہوتا ہے ایک خواب احلام ہین اور وہ شیطانی ہوتا ہے اور حدیث صحیح
مین آیا ہے کہ جب آدمی ایسا مکروہ معاملہ دیکھے تو بائین طرف تین بار تھوک دے اور کروٹ بدل دے اور اسکو کسی سے ذکر نہ کرے
انشاء اللہ تعالی کچھ مضر نہوگا اور ایک شخص نے بیان کیا تھا کہ مین نے دیکھا کہ میرا سر کٹکر زمین پر غلطان چلا جاتا ہے اور مین اسکے
پیچھے دوڑا چلا جاتا ہون تو فرمایا کہ یہ شیطانی خیال ہے تم مین بعضون کو شیطان کیون مسخرہ بناتا ہے یعنی دل کو نورانی خیالات
سے معاف رکھو اور اسمین دنیا کی شہوات کو جگہ نہ دو تو شیطان کو دل مین جگہ نہ ملیگی اور دوسرا خواب وہ ہے جسکی تعبیر کی
حاجت ہوتی ہے اور وہ کچھ ایمان و صلاح پر موقوف نہیں ہے ہان مرد ظالم تبہ کار مخلوق کو ایذا دینے والا نہو ہان انوار
ملکوتی سے البتہ کافر ازلی محروم ہوگا اور دنیاوی واقعات مین وہ بھی دیکھ سکتا ہے چنانچہ بادشاہ مصر نے جو خواب دیکھا تھا
یا دونون قیدیون نے وہ عنقریب آویگا اور کہتے ہین کہ وہ آخر مین حضرت یوسف پر ایمان لایا تھا اور مومنون مین زیادہ
بندگان صالح جن کے پیٹ مین غذا کے انجرات کم بھرے ہوتے ہین نورانی خواب سے مشرف ہوتے ہین اور حدیث مین تعریف
ہے کہ سچا خواب منجملہ چھتیس یا چھیالیس اجزائے نبوت مین سے ایک جزو ہے اور یہ مخصوص بسعادت ازلی ہے اور خواب
حضرت یوسف ع خود ماول تھا اور ان کو تعبیر خواب کا علم عطا ہوا تھا اور تیسرا خواب صریح صاف اور یہ اکثر مخصوص بنبوت
ہے جیسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے پسر کو قربانی کرتے دیکھا اور یہ وحی ہے جیسا کہ ابن عباس رض نے فرمایا یعنی اسپر
عمل کرنا واجب ہے اسیواسطے حضرت خلیل علیہ السلام نے قربانی کرنا اختیار کیا چنانچہ قرآن مجید مین منصوص ہے بخلاف دیگر
استیون کے خواب کے کہ جمہور علماء امت و تمام ائمہ حنفیہ متفق ہین کہ کسی آدمی کو خواب پر عمل کرنا مثل احکام شرع کے نہین
چاہیے اور اسکا اعتبار نہ ہوگا اگرچہ وہ ولی ہو لیکن حکم شرع کی تعمیل مین اگر تائید ہو تو مضائقہ نہین ہے مثلاً اگر کسی نے خواب
دیکھا کہ مجھے ایک بزرگ صورت کہتے ہین کہ تو بڑی مجلس ترتیب کرکے الٹی سیفی پڑھ تو تعمیل حرام ہے بلکہ کفر ہے یا مجلس کرکے حضرت
عیسیٰ کے حالات بیان کرکے خیرات کر تو عمل کرنا ممنوع ہے یا دیکھا کہ کوئی مجھے جھڑکتا ہے کہ تو فرائض و سنن ادا کرنے مین
سستی و کوتاہی کرتا ہے تو چاہیے کہ بیدار ہوکر استغفار کرے اور خوب کوشش سے ادائے فرائض و سنن پر قائم ہو اسقدر
مختصر بیان اس مقام پر کافی ہوگا انشاء اللہ تعالی - قال الامام الحافظ رح پھر علماء نے اس خواب یوسف کی تعبیر مین کلام کیا ہے
بعض نے کہا کہ گیارہ ستارے سے مراد گیارہ بھائی ہین اور شمس لفظ مؤنث سے مراد مان اور قمر مذکر سے مراد باپ ہین اور یوسف
بایتھم کی ضمیر اہل عقل کے مانند فرمائی تو حاصل یہ ہوگا کہ مین نے گیارہ بھائیون و مادر و پدر کو اپنے آپ کو سجدہ کرتے
دیکھا اب اس صورت مین یہ خواب صریح ہوگا ماول و معبر نہوگا جسکا وقوع بعد چالیس برس کے ہوا اور کہا کہ یہی ابن عباس

وقتادہ وضحاک وسفیان ثوری وعبدالرحمن بن زید سے مروی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ خواب میں ستارے و سورج و چاندہی کو
دیکھا تھا تو جواب ماول ہوگا پھر ابن جریر کے اسناد سے روایت لکھی کہ عبدالرحمن بن سابط نے کہا کہ آنحضرت صلعم کے پاس ایک
یہودی جسکو بستانۃ الیہودی کہتے تھے آیا اور کہا کہ جن کواکب کو یوسف ؑ نے سجدہ کرتے دیکھا تھا آپ مجھے بتلادیجیے کہ اُن کے کیا نام
تھے پس آنحضرت صلعم خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا حتی کہ وہ شخص چلا گیا اتنے میں حضرت جبرئیل ؑ نازل ہوئے اور ان ستاروں کے
نام بتلائے تو آپ نے اسکو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ اگر میں تجھے اسکے نام بتلادوں تو کیا تو مسلمان ہوجائیگا اُس نے اقرار کیا کہ ہاں تو فرمایا کہ جریان
طارق۔ ذیال۔ ذوالکتفین۔ قابس۔ وثاب۔ عمودان۔ فلیق۔ مصبح۔ ضروح۔ فرغ۔ پس یہودی نے کہا کہ ہاں واللہ بیشک یہی
نام ہیں۔ اسکو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابویعلی الموصلی وابوبکر البزار وابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے اور ان سب کے
اسانید میں شیخ سدی رحمہ سے حکم بن ظہیرہ راوی ہے اور سدی رحمہ کے شاگرد وان ثقات میں سے کوئی اس حدیث کو روایت نہیں
کرتا ہے صرف تنہا یہ شخص حکم بن ظہیرہ روایت لاتا ہے حالانکہ یہ شخص ثقہ نہیں ہے ائمہ علماء حدیث نے بیان کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے
اور بہتوں نے اسکو متروک کردیا ہے اور جوزجانی نے کہا کہ یہ شخص ساقط الاعتبار ہے اور اسی نے حسن یوسف کی حدیث روایت کی ہے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے نزدیک اس روایت کا ثبوت نہیں ہے اور بیضاوی وکشاف وغیرہ نے بھی جابر رضی کی ایسی ہی حدیث
جسمیں یہی نام وقصہ مذکور ہے ذکر کی اور اسی سے دوسروں نے بیان کی اور خفاجی علامہ نے حاشیہ میں لکھدیا کہ یہ نجوم جو اس حدیث
میں وارد ہوئے ہیں رصد سے دریافت نہیں ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے یہ ثابت ہو کہ حدیث کو آپ نے فرمایا بھی ہے تب رصد وغیرہ
کا ذکر مناسب ہوگا حالانکہ شیخ مفسر سیوطی رحنے درالمنثور میں اس روایت کو لکھا اور سبھی راویوں کا ضعفاء متروکین ہونا ثابت
ہے اور سراج میں بھی لکھا کہ شیخ ابن الجوزی نے کہا کہ یہ روایت بنائی ہوئی موضوع ہے پس جسقدر صحیح ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت
یوسف علیہ السلام نے گیارہ ستارے جنکی صورت ونام کچھ مذکور نہیں ہے مع چاند وسورج کے اپنے آپ کو سجدہ کرتے دیکھے اور اُس کو
اپنے باپ سے بیان کیا۔ فی العرائس قولہ اذ قال یوسف لابیہ الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف کے نام میں ی و س ف چار
حروف جمع فرمائے یا یسار ملک "یعنی آسمانی ملکوت" واو وضاحت وجہ سین سر غیب پر اطلاع بطریق خواب وکشف۔ فا فوز بوفاء عہد ازلی در
ادائے رسالت۔ پس انھیں اوصاف سے یوسف نام ہوا بعض نے کہا کہ اسیف غلام کو کہتے ہیں اور ظاہر میں ان پر عبودیت
طاری ہوئی تھی اور اسف حزن واندوہ کو کہتے ہیں جیسا کہ ان پر واقع ہوا تھا تو یوسف نام ہوا مترجم کہتا ہے کہ یہ اشتقاق
بطور عربی زبان کے ہے اور تجھے معلوم ہوچکا کہ یہ لفظ عبرانی ہے تو معانی سے تعلق بہتر ہوگا اب بیان خواب یہ ہے کہ اہل صدق وصفا
وقبولیت واصطفاء کا پہلا مرتبہ مکاشفہ یہی سچے خواب ہوتے ہیں پھر جب حالت تحمل قوی ہوجاتی ہے تو خواب سے کشف ہوتا
ہے اور مکاشفہ کے درجات بہت ہیں جن کو میں نے کتاب المکاشفہ میں بیان کردیا ہے اور ان معانی کے سمجھنے کے لیے حقتعالیٰ
نے عالم ملکوت کی مثال ستارے وشمس وقمر سے فرمائی اور انھیں سے انبیاء واولیاء کی تمثیل دی ہے پس شمس تو مثل ذات ہے اور
قمر مثل صفات ہے اور کواکب مثال اسماء ونعوت ہیں اور میں یہاں مکاشفہ کی اشکال نہیں بیان کرنا چاہتا بلکہ جو کچھ یوسف ؑ کو کشف
ہوا اسکا تھوڑا حال کہتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام آدم ثانی تھے کیونکہ جو لباس ربوبیت آدم پر تھا وہی یوسف ؑ پر تھا پس
ملائکہ نے وہی لباس دیکھکر جیسے آدم ؑ کو تمام ملائکہ نے سجدہ کیا یہاں یوسف ؑ کو اشراف انبیاء نے جو ملائکہ سے بہتر ہیں سجدہ کیا۔

اقول شاید برادران یوسف علیہ السلام کو انبیاء قرار دیا ہے اور قول یہی راجح معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہان ایک لطیف اشارہ ہے کہ خلیل علیہ السلام نے اس معنی کو بہرہ شمس و قمر و کواکب سے مشاہدہ کرکے ہذا ربی کہا تھا اور یہ ملائکہ و انبیاء کیلئے آدم و یوسف کو سجدہ کیلئے مذہب ہے کیونکہ وہان تجلی حق سبحانہ تو اجرام فلکی سے تھی کہ جنکا وجود از صفت فعلی یعنی افعال ہے اور یہان تجلی حق ان دونون سے تھی اور انکو مزیت ان اجرام فلکی پر ظاہر ہے تو نہین دیکھتا کہ قولہ تعالیٰ خلقت بیدی۔ اور نفخت فیہ من روحی۔ سے اختصاص خاص ظاہر ہے پس اجرام فلک کو لباس انوار ہیبت پہنایا تو سیراً قوم کو انکی طرف ہیجان ہوا جیسے فور کر یہ انوار دیئے تو سیر موسیٰ اسکی طرف مائل ہوا اور آدم و یوسف پر یہ انوار ظاہر ہوئے تو سر ملائکہ و انبیاء کو انکی طرف ہیجان ہوا پس اگر خلیل علیہ السلام حضرت آدم اپنے باپ کو یا یوسف اپنے فرزند کو دیکھتے تو اسرار ملکوت جو اجرام سماوی سے مشاہدہ کرتے تھے انمین بہت زیادہ پاتے کاش اگر یہ سب لوگ مع آدم و یوسف کے انوار جمال سید الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین کو دیکھتے تو دریائے حیرت مین غرق ہو جاتے اور ملائکہ آسمان سے اترتے کیونکہ آپکا نور معدن جمال قدم و ازل سے نہایت ہی انور و اشرق تھا اسمین ایک عجیب نکتہ توحید ہے کہ خلیل علیہ السلام نے جو کہا تھا کہ ہذا ربی بغیر اسکے کہ معبود مسجود قرار دیا ہو تو صاف بیان کیا کہ جلال کبریاء و ساحت عزۃ و بقاء ہر اضداد و انداد سے پاک ہے وہان کوئی مثل و شریک نہین ہے اس معنی کو خلیل نے نور نبوت سے ادراک کیا تھا چنانچہ قوم کو خطاب کیا کہ انی بری مما تشرکون۔ اسمین مرید کیلئے ادب ہے کہ جو مکاشفہ سے ظاہر ہوا اسکو استاد کے حضور مین عرض کرے تاکہ وہ کشف و خیال مین فرق کر دے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو اپنے خواب کی خوبصورتی اچھی معلوم ہوئی تو اپنے باپ سے اسکو بیان کر دیا اور یہی پہلا امتحان تھا جس سے بلا و مصیبت مین گرفتار ہوئے پھر جب یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی تاویل و اسرار کو دیکھا کہ بھائیون کا مع والدین کے اس کے لئے خضوع ہے تو منع کر دیا کہ اپنے بھائیون سے نہ کہے چنانچہ فرمایا۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

کہا اے بیٹے مت بیان کر خواب اپنا اپنے بھائیون پاس پھر وہ بنا دین گے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہے

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

انسان کا صریح دشمن

قَالَ يٰبُنَيَّ - کہا یعقوب نے اے میرے بیٹے۔ بُنَیَّ تصغیر تصغیر جیسے طفلک وغیرہ اور یہ بنظر شفقت پدری ہے یا بنظر صغر سنی یعنی اے میرے بچے۔ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ - مت بیان کیجیو اپنا خواب اپنے بھائیون سے۔ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا - کہ وے تیرے حق مین کوئی مکر یا اندھین یعنی تیرے ہلاک یا ایذا رسانی کی تدبیر و حیلہ کرین۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ - بیشک شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے چنانچہ انسان کی اصل مان و باپ کو اسنے فضل و قرب کو منزلت مین دیکھکر دشمنی سے انکو جنت سے باہر اس محنت کے جنگل مین نکلوایا۔ حاصل یہ ہے کہ جب حضرت یوسف نے اس خواب سے خوش ہوکر اپنے باپ کو آگاہ کیا تو انھون نے نور نبوت و فراست سے اسکی تعبیر ظاہراً اسقدر سمجھی کہ یہ منزلت عالی کی نشانی ہے جو یوسف علیہ السلام کو عطا ہوگی اور شاید یہ بھی جانا کہ مان و باپ و بھائی اسکے لئے خضوع کرینگے چنانچہ بعض مفسرین کا گمان ہے اور شاید یہ ادراک بھی

اس طرح ظاہر نہ ہوئی ہو واللہ اعلم مگر اسقدر ضرور ظاہر ہوا کہ سب بھائیون سے شرف مین ممتاز ہون گے تو یوسف کو منع کرنا کہ اپنے بھائیون سے یہ خواب بیان نہ کرنا ایسا نہو کہ انکو شیطان رشک حسد کا وسوسہ ڈالدے کہ وے تجھ سے عداوت کرین اور تیری ہلاکت کا حیلہ نکالین کیونکہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہی نہین چاہتا کہ کوئی آدمی شرف قرب آلٰہی پاوے اور جب شیطان کو یہ قدرت نہین ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع بندے کے دل مین اپنا وسوسہ دوڑاوے اسطرح کہ وہ معصیت مین مبتلا ہو کر منزلت سے گرجاوے تو یہ کرتا ہے کہ دوسرے آدمیون کو جنمین گنجایش پاتا ہے اپنا وسوسہ انپر دوڑاتا ہے کہ وے اس آدمی سے مکر وفریب کرین کیونکہ آدمی کو آدمی کی طرف بوجہ جنسیت کے التفات ہوتا ہے اسیواسطے حقیقی شیطان سے وہ آدمی زیادہ مضر ہوتا ہی جو شیطانی باتون کو مان لے اسیواسطے اکثر دیکھا گیا کہ اہل الخیر واولیا رآلٰہی کے بغل مین دشمن پیدا ہوتا ہی اور حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ جب کسی عالم کی تعریف سنتے تو اسکے دوست اور دشمن دریافت کرتے اگر معلوم ہوتا کہ اسکے دشمن بہت ہین تو اسکو متقی صالح جانتے تھے پس اس آیت سے ظاہر ہوا کہ جو کوئی اپنے خالق عزوجل کی طاعت واخلاص مین مستعد ہو کر تقرب چاہے تو لوگ اکثر باغوار وسواس شیطانی اسکے دشمن ہوجاتے ہین حتی کہ غیر تو درکنار اسکے بھائی برادر اسکے ساتھ حسد وعداوت کر کے اس کو ایذاء دینے کے درپے ہوجاتے ہین تاکہ یہ شخص طاعت سے باز رہے یا خلل پڑے پھر اگر وہ مستقیم رہا تو اس استقامت کا درجہ بلند ومنزلت عالی ہی اور ضرور انجام کار وہی غالب ہوتا ہے اور دشمن خوار وذلیل ہوتے ہین لیکن ابتدا مین علی قدر مراتب امتحان اخلاص کی سنت آلٰہیہ یون ہی جاری ہی اور وہی رب تبارک تعالیٰ حکمت والا ہی اسیواسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو بھائیون کے سامنے خواب بیان کرنے سے منع فرما دیا۔ قال الامام الحافظ رح یعقوب نے یہ خواب جسکی تعبیر یہ تھی کہ یوسف کے سامنے انکے بھائی بطریق اکرام واحترام کے ساجد ہون گے یوسف سے سنا تو ڈرے کہ بھائی سنکر حسد سے اسکی ہلاکت کے حیلے نکالین گے اور حقیقت مین یہ دشمنی از جانب شیطان ہوگی جو تقرب انسان نہین چاہتا لہذا بھائیون کے دل مین حسد کی آگ بھڑکائی ورنہ بھائی تو بھائی تھے اور جو بات اللہ تعالیٰ چاہے وہ پوری ہوتی ہی کسی حاسد کا حسد کچھ نہین کر سکتا اور یہی وجہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شیطان کو دشمن جانا اور بھائیون کو معذور فرمایا جیسا کہ قصہ مین آویگا۔ سراج مین ہی کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین ایسا خواب دیکھتا جو مجھے بیمار ڈالدیتا یعنی اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھکر معاملہ مکروہ سے خوف زدہ وبیمار محزون ومغموم ہوجاتا تھا یہان تک کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حلم[1] شیطان کی طرف سے ہی تو تم مین سے جو کوئی ایسی بات دیکھے جسکو وہ پسند کرتا ہے تو کسی سے بیان نکرے مگر جسکو محبوب رکھتا ہو اس سے کہے اور جب ایسی بات دیکھے جو بری جانتا ہی تو اسکو بیان نہ کرے اور بائین جانب تین مرتبہ تھوک دے اور اللہ تعالیٰ عزوجل سے پناہ چاہے شیطان رجیم واسکے شر وبدی سے تو وہ خواب اسکو مضر نہوگا واضح ہو کہ خواب نیک وبد سب کا خالق اللہ تعالیٰ عزوجل ہی اور جو حکمت آلٰہیہ تدبیر عالم مین جاری ہی وہی یہان مؤثر ہی اسکے پیدا کرنے مین شیطان کو کچھ دخل نہین ہی پس حدیث مین جو نیک خواب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا تو اسکی نعمت کا شکر ادا کرنے کی جہت سے ہی چنانچہ دوسری صحیح حدیث مین صریح مذکور ہی کہ اسکے شکریہ مین اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور مکروہ خواب کو شیطان کی طرف نسبت بوجہ مناسبت کے ہی کہ شیطان بسبب عداوت کے موقع پاکر وسوسہ کے طور پر ایسے

لہ [illegible] ۱۲

مکروہ واقعہ کو حاضر کرکے آدمی کو ایذا دینے و غمگین کرنے سے خوش و راضی ہوتا ہے اسیواسطے اپنے قلب سے شیطانی اثر دور کرنے کیلئے حدیث میں استعاذہ کا حکم ہے کہ شیطان کی بدی سے پناہ مانگے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر پاک دل میں آویگا پس شیطان کو جگہ نہ ملیگی کیونکہ شیطان کو اسی قلب میں جگہ ملتی ہو جو یاد الٰہی سے خالی ہو یا قلب کا سویدا جو مثل آنکھ کی پتلی کے ہو وہ خالی ہو اسیواسطے اکثر آدمی نماز روزہ کرتا ہے مگر دل کے بیچ میں دنیا کی محبت و شہوات کی لذت رکھتا ہے تو یاد الٰہی کا نور ادھر ادھر کناروں پر آتا ہے اور شیطان کو بیچوں بیچ میں قابو ملتا ہو پس باوجود اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کے وسوسہ دور نہیں ہوتا پھر یہ جو فرمایا کہ استعاذہ پڑھے اور تین مرتبہ بائیں طرف تھوکے اور دوسری روایت میں ہو کہ کروٹ بدل دے تو سراج وغیرہ میں لکھا کہ غیب اسکے احوال سے اللہ تعالیٰ دانا ہے اور انبیاء وصالحین کو جہانتک ظاہر فرمایا انکو آگاہی ہے پس یہ اسباب اسنے سلامتی کے مقرر فرمائے ہیں جیسے کپڑا اوڑھنا سردی سے بچاؤ کیلئے اگرچہ سردی آنکھوں نہیں دکھلائی دیتی لیکن حواس سے محسوس ہو اور یہ مقامات حواس سے اعلیٰ ہیں۔ قال الامام الحافظ اور حدیث میں آنحضرت صلعم سے ثابت ہے کہ جو کوئی تم میں سے ایسا خواب دیکھے جسکو پسند کرتا ہے تو اسکو بیان کرے اور اگر ایسا دیکھے جسکو مکروہ جانتا ہے تو کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں اسکی بدی سے پناہ مانگے اور کسی سے اسکو بیان نکرے تو وہ اسکو کبھی ضرر نہ کریگا۔ امام احمد و بعض اہل السنن نے معاویہ بن حیدۃ القشیری سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا الرؤیا علی رجل طائر الحدیث یعنی خواب مثل پرندکے اسپر پرواز کرتا ہے جبتک تعبیر نہ دیا جائے پھر جب تعبیر دیا گیا تو گر پڑتا ہے۔ قال الامام یہیں سے یہ حکم لیا گیا کہ نعمت کو پوشیدہ رکھنا چاہیئے یہانتک کہ وہ موجود و ظاہر ہو جائے چنانچہ حدیث میں ہو استعینوا علی قضاء الحوائج بکتمانہا الحدیث اپنی حاجتیں پوری ہونے پر انکی پوشیدگی کے ساتھ استعانت چاہو کیونکہ ہر نعمت والا محسود ہوتا ہے کوئی نہ کوئی اس سے حسد کرتا ہے۔ سراج میں ہے کہ حکماء ربانی نے کہا کہ ردی خواب کی تعبیر جلدی ظاہر ہو جاتی ہے اور نیک خواب کی تعبیر دیر میں کھلتی ہے اور فرمایا کہ اسکی حکمت یہ ہو کہ رحمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ بدی سے اسیوقت خبر ہو کہ اسکا ظہور قریب ہو تاکہ غم و اندوہ کم ہو اور خیر سے آگاہی بہت پہلے سے ہو جاتی ہو تاکہ اسکی توقع حصول میں مدت سے خوشی مناتا رہے چنانچہ خواب یوسف علیہ السلام کی تعبیر چالیس برس بعد ظاہر ہوئی فافہم ف۔ فی العرائس قولہ یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک الآیۃ اہل معرفت کی بھی ایسی ہی شان ہوتی ہو چنانچہ مرید کو روا نہیں ہے کہ سر مکاشفہ کو افشا کرے لیکن استاد کے حضور میں بیان کرسکتا ہے اور اگر افشا کریگا تو حجاب میں پڑکر غیرت ازل میں گرفتار ہوگا اور یعقوب کی اسوقت دید اعلم میں تھے ازلی حکم جاری ہونے سے نظر اسطرف تھی تو تدبیر سے اپنے فرزند کی نگہداشت چاہی مگر صورت تدبیر عین تقدیر ہوگئی بعض نے کہا کہ اسوقت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند پر خوف کرکے اسکی تدبیر چاہی ولیکن ہوا جو ہوا اور اگر تدبیر چھوڑکر رضا و تسلیم کی طرف راجع ہوتے تو محفوظ رہتا اقول حدیث میں منع ہے کہ اگر ایسا ہوتا اور اگر ویسا کرتے ان باتوں کا دروازہ شیطان کیلئے مت کھولو پس اگر کوئی کہے کہ ان بعض حضرات کا یہ کہنا کہ اگر تدبیر چھوڑکر تسلیم کی طرف راجع ہوتے تو محفوظ رہتا عین تدبیر ہے جسکو بمقابلہ تقدیر کوئی قیام نہیں ہو ہاں اگر یہ ہوتا کہ بالکل خاموشی سے رضا بتقدیر بنظر ثواب ہو تو درجہ عالی کی امید ہو بالجملہ اس مقام میں ایک طرح کی نمائش مقصود حضرات ہو کہ موافق ظاہر کے جو کام

ہاتھ و آنکھ و زبان وغیرہ سے مناسبت رکھتا ہو عمل مین لاوے ولیکن ان جوارح کو کام مین لاتے وقت بھی قلبی نظر محض جریان قضا و قدر پر ہو تاکہ حسن تدبیر آلہیہ جو کائنات مین جاری ہو اُس سے مخالفت بھی نہو اور اصل حکم ازل جو پردۂ امتحان سے اعلیٰ ہو اُس سے موافقت بھی ہو۔ پھر شیخ نے بعض حضرات کا قول نقل کیا کہ جب آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ اخاف ان یاکلہ الذئب اور کہا کہ لا تقصص رویاک۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسمین وہی نتیجہ دکھلایا جس سے خوف کرتے تھے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ تفویض و تسلیم بہتر ہوتی ہو تدبیر کے ساتھ چپٹے رہنے سے۔ اقول یعنی تدابیر مین ادنیٰ سے ادنیٰ طریقہ جس سے حکم تدبیر آلہیہ سے موافقت رکھنا ثابت ہوجاوے اختیار کرنا چاہیئے اور اسمین مبالغہ وجد و جہد شدید سے احتراز رکھنا چاہیئے اسیواسطے حدیث مین فرمایا۔ اجملوا فی الطلب یعنی تدبیر کی جستجو مین ادنیٰ درجہ پر اکتفا کرو پھر مترجم کہتا ہو کہ جبتک ایمان مستقیم نہو اور انسان کو فی الجملہ نور معرفت نہو تب تک ان مقامات کی وضاحت عامی اندھے بہرے پر نہین ہوسکتی کیونکہ بسا اوقات وہ دیکھتا ہے کہ ایک مرد نصرانی مثلاً تمام جد و جہد سے بہت کچھ دنیا حاصل کرلیتا ہے اور خود مسلم اپنے اختصار سے اس سے ادنیٰ رہتا ہے پس شیطان موقع پاکر اسکے دل مین اوہام و شکوک ڈالتا ہو جس سے وہ دین آلہی سے گمراہ ہوکر شیطان کی اتباع مین خود بھی خراب حال سے نصرانی کیساتھ ہوجاتا ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب پتھر رکھکر سوئے اور شیطان نے اس پتھر مین اپنا حصہ ظاہر کیا اور کہا کہ تم دنیا کی طرف مائل ہوئے تو پتھر نکالکر اسکی طرف پھینکا اور کہا کہ لے یہ مع دنیا تیرے لیئے ہو پس جسکو دار الآخرۃ پر ایمان نہو وہ عام رحمت آلہیہ سے ہر جگہ محروم نہ ہوگا بلکہ شیطان کے ساتھ اسکو دنیاوی حصہ ہو پس اگر ظالم تمہ کار جاہل ہو تو اسنے شیطان کے کارندہ ہونے کی بھی لیاقت نہین پائی اور ظلم سے عذاب آلہی پہونچیگا اور اگر مصلح وہوا خواہ دنیا کا حریص ہو تو بحکم قولہ نوتہ منہا یعنی جو دنیا کی خواہش مین اسکے لیئے کوشش کرتا ہے ہم اس کو دنیا سے حصہ دیدیتے ہین وہ اپنا حصہ اسی حقیر فانی ادنیٰ اموال غلیظہ سے لیجائیگا پھر آخرت مین اسکے لئے کچھ نہین ہو اور جب خوض کرے تو اسکو معلوم ہوجائیگا کہ اُسنے تمام اقسام اموال و دولت فانیہ مین سے صرف اسی قدر پایا جس سے اپنا پیٹ بھر لیا اور باقی دوسرون کیلیئے ہو اور نام اگر رہا یا نہین اسکو کچھ فائدہ نہین ہو جب یہ معلوم ہوا تو اب ظاہر ہوگیا کہ تدبیر محض ایک تعمیل اُس طریقہ آلہیہ کی ہو جو اُسنے اس مقام امتحان مین چاہا ورنہ وہی واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا اور جب ایسا ہو تو آخرت کا سعی کرنیوالا تمام کوشش اسی طرف مصروف فرماوے ورنہ دنیا کی طرف رجوع کرنے سے اسلام و ایمان و معرفت مین قصور ظاہر ہے اور تدبیر کا اثر دونون مین سے ہر ایک فریق کیلیئے موافق اسکی تقدیر کے ظاہر ہوتا ہو والسلام۔ **فائدہ** قصہ لغت مین کسی چیز کے تتبع کو کہتے ہین چنانچہ قولہ تعالیٰ وقالت لاختہ قصیہ۔ مین یہی معنی مراد ہین یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بالہام آلہی سبحانہ تعالیٰ موسیٰ کو صندوق مین بند کرکے دریائے نیل مین بہادیا اور اسکی بہن سے کہا کہ اسکے پیچھے پیچھے جا اور تتبع کر دیکھ کیا ہوتا ہے اور یہ لفظ مصدر ہو اور حکایت کو قصہ اسلیئے کہتے ہین کہ بیان کرنے والا تھوڑا تھوڑا کرکے لاتا ہو کذا ذکرہ فی السراج وغیرہ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک قصہ مصدر بمعنی تتبع ہو یعنی کسی چیز کے نشان روانی پر پیچھے پیچھے چلنا جیسے قالت لاختہ قصیہ۔ مین مراد ہو کہ اس صندوق کی رفتار پر اسکے پیچھے پیچھے چلی جا۔ پھر حکایت کو قصہ اسلیئے کہتے ہین کہ اصل واقعہ تو گذر گیا اب قصہ بیان کرنیوالا اسکے اثر و نشان پر چلتا ہے اور اسکے تصویر کا خاکہ کھینچتا چلتا ہے اگرچہ اس معنی کو تھوڑا تھوڑا کرکے بیان کرنا بضرورت ادائے عبارت کے واقع ہوتا ہو کیونکہ تھوڑا تھوڑا بیان کچھ قصہ کی ضروریات سے نہین ہو بلکہ بیان کا یہی طریقہ ہو حتیٰ کہ اگر ممکن ہو

تو وہ ایک مرتبہ سب صورت دکھلاوے قولہ فیکیدوا لک سوال ہوا کہ فیکیدوک نہین فرمایا حالانکہ قولہ فیکیدونی جمیعا الآیۃ۔ مین بغیر لام متعدی ہوا جواب دیا گیا کہ یہ لام صلہ ہے جیسے قولہ لربہم یرہبون حالانکہ یرہبون ربہم بھی صحیح ہے بعض نے کہا کہ تاکید صلہ ہے جیسے ان کنتم للرؤیا تعبرون اے تعبرون الرؤیا اور جیسے نصحتک ونصحت لک۔ اور بعض نے کہا کہ کید یہان متضمن معنی احتیال ہے اور وہ متعدی بلام ہوتا ہے اور جب کسی کلمہ کو دوسرے فعل سے تضمین کرتے ہین تو اسی طرح اسکی مقتضیات مین سے لاتے ہین تاکہ تضمن ظاہر ہو پس قولہ فیکیدوا لک یعنی حیلہ ڈھونڈھکر تیرے لیئے ہلاکت کا جال پھیلاوین اور کیدا مفعول مطلق بنا بر اظہار قوت کید ہے یا یہ کہ تیرے لیئے مکر ایسا کرین جو پوشیدہ مضبوط ہو قولہ تعالیٰ۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

اور اسی طرح نوازے گا تجکو تیرا رب اور سکھاویگا کل بٹھانی باتون کی اور پورا کریگا اپنا انعام

عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِ يَعْقُوبَ كَمَا اَتَمَّهَا عَلٰى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيمَ وَاِسْحٰقَ

تجھ پر اور یعقوب کے گھر پر جیسا پورا کیا ہے تیرے دو باپ دادون پر پہلے سے ابراہیم اور اسحاق پر

اِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ع

البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمتون والا

اس آیت شریف مین یعقوب علیہ السلام کے علم و فراست کا ظہور ہے جسکو پہلے سے جانتے تھے باوجودیکہ ظاہری اسباب کی تعمیل مین برعایت ادب یون کہا فتقصص رؤیاک علی اخوتک۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکا قول بیان فرمایا۔ وکذلک یعنی جیسے تجکو اس خواب کی بشارت سے جو عزت و کمال نفس کی دلیل ہے برگزیدہ و مخصوص کیا ایسی ہی یجتبیک ربک۔ تجکو برگزیدہ فرماویگا تیرا رب یعنی درجات عالیہ عطا فرماویگا۔ فی السراج وغیرہ۔ اجتباء الٰہی یہ ہے کہ کسی بندے کو خاص ایسے فیض سے سرفراز فرمائے کہ اس سے طرح طرح کی کرامات حاصل ہون درحالیکہ بندے کی کوشش طاعت وغیرہ کو اسمین کچھ دخل نہین ہے اور یہ بات مخصوص با نبیاء علیہم السلام ہے اور ان کے اتباع مین بعض بندے صدیق و شہدا و صالحین جنکو انبیا سے قرب ہے قال المترجم کوشش و طاعت کے دخل نہ ہونیکے یہ معنی نہین ہین کہ یہ لوگ عبادت و زہد و طاعت نہین کرتے بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ قرب و منزلت محض فضل الٰہی ہے اور طاعات تو جبھی ادا کرسکا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کان ناک صحت و تندرستی رزق وغیرہ دیا پھر یہ طاعت تو ان نعمتون کا شکر یہ بھی پورا نہین ہے اور یہ ظاہر ہے نہ ایسی قرب و منزلت واسطے نہایت خلوص ظاہری و باطنی سے خالص اپنے مولیٰ کی عبادت مین سرگرم رہتے ہین پس کوئی بندہ کبھی یہ نہین جانتا کہ اسکا انجام کیونکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے قبول یا عدم قبول اسکے حق مین کیا مقدر فرمایا ہے لہذا ہر ایک پر یہ واجب ہے کہ تقدیر جو شان الٰہی ہے اس سے کچھ بحث نہ کرے بلکہ خود طاعت و عبادت مین کوشش کرے اور کوئی ارادہ کرنیوالا کبھی اپنی خواہش کے موافق قائم نہ رہیگا مگر جبھی کہ اللہ تعالےٰ چاہے چنانچہ یہ بات صاف ظاہر اور حجت قطعی ہے اسیواسطے حدیث مین آیا کہ ہر شخص پر وہی آسان کیا جاتا ہے جسکے لیئے وہ مخلوق ہوا یعنی وہی اسکو میسر آتا ہے پھر اس مقام پر ظاہر ہے کہ حضرت یوسف کو صغر سنی مین بغیر طاعت و عبادت کے اس خواب کرامت فرمائی پس یعقوب علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ یون ہی تجھے تیرا رب درجات عالیہ کے لیئے مخصوص فرماویگا۔ ویعلمک

ع ٦
١١

اور سکھلاویگا تجکو تیرا رب- مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ- خوابون کی تعبیر- یہ مجاہدؒ کا قول ہی اور خواب کو احادیث یعنی باتین اسلیئے کہتے ہین کہ یا تو رویائے صادقہ ہوتی ہین تو فرشتہ کی باتین ہین یا شیطان کی احلام ہین جو اسکی باتین ہین قرطبی نے لکھا کہ باجماع یہ تاویل احادیث بمعنی تعبیر خواب ہی اور یوسف علیہ السلام اسوقت اسمین سب سے زیادہ عالم تھے ولیکن بعض متاخرین نے احادیث کو عام لیا کہ خواب کی باتین ہون یا اگلی کتابون داستون کے بیان ہون- وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ- اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کریگا وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ- اور اولاد یعقوب پر یعنی تجھ پر پہلے اور تیرے ساتھ اولاد یعقوب پر نسلاً بعد نسل اپنی نعمت پوری کریگا جہان تک اسکو منظور ہو مفسرین نے کہا کہ اتمام نعمت سے مراد نبوت مع بادشاہت ہی چنانچہ حضرت موسیٰ سے نبوت و بادشاہت ان مین رہی- اور آل یعقوب سے مراد حضرت یوسف کے بھائی و قرابتی و انکی اولاد ہین اور یہ مؤید ہی کہ برادران یوسف نبوت کو پہونچے- اکثر مفسرین نے کہا کہ شاید ان نعمتون کا اشارہ ہو جو ملک مصر مین داخل ہونے کے بعد انکو میسر ہوئین باوجودیکہ وے سب انبیاء پہلے سے تھے پھر ان مین بادشاہت بھی ہوئی- سراج وغیرہ مین لکھا کہ نعمت سے مراد نبوت ہی جیسا کہ ابن عباس کا قول ہی کیونکہ مخلوق کو جو مراتب حاصل ہوئے ان سب مین نبوت اعلیٰ و اشرف و دائم نعمت ہے اور بعض نے کہا کہ یجتبیک ربک سے عطائے نبوت مراد ہی اور یتم نعمتہ علیک سے دنیا و آخرت کی خوبیان و بھلائیان مقصود ہین اور لکھا کہ قولہ علیٰ آل یعقوب سے اولاد یعقوب مین یوسفؑ کے سب بھائی داخل ہین اور جب اس سے معلوم ہوا کہ اولاد یعقوبؑ پر اتمام نعمت ہوگا اور نعمت نبوت ہی جیسا کہ گذرا تو ظاہر ہوگیا کہ اولاد یعقوب سب انبیاء تھے اور اس سے بڑھکر حجت یہ ہی کہ یوسفؑ نے بھائیون کو گیارہ ستارے دیکھا پس گیارہ آدمی نورانی جنمین داغ دھبا نہین اور ان کو فضل و علم ہے جنکی روشنی سے دنیا والے راہ پادین جیسے ستارون سے روشنی ہوتی ہے اور لوگ ان ستارون سے اپنا راستہ جنگلون و بیابان مین بھٹک کر سیدھا کر لیتے ہین جیسے آنحضرت صلعم نے صحابی کا نجوم فرمایا پس یہ اولاد یعقوب ہادی خلائق انبیاء و رسل ہوئے واقول حدیث مین قولہ منہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد الآیۃ- مین سب کو خیر و ہدایت و منزلت پر فرمایا ہے اور اگر یہ وہم ہو کہ انھون نے حضرت یوسف کی ایذاء و قتل کا اقدام کیا تو جواب یہ کہ قبل نبوت کے ایسا واقع ہوا باوجودیکہ وہ مغفور تھے وقد قال یوسف لا تثریب علیکم الیوم الآیۃ- اور یہ بنا بر اس قول کے کہ انبیاء سے قبل حصول نبوت کے ظہور بعض افعال کالصورت معصیت ممکن ہی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کر ڈالا تھا پھر واضح ہو کہ تیم نعمتہ سے نبوت مراد ہونا اظہر ہے بدلیل ما بعد یعنی تجھ پر نعمت نبوت پوری کرے اور اولاد یعقوبؑ پر كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ- جیسے پورا کیا اس نعمت کو تمھارے دونون باپ پر پہلے اس سے وہ ابراہیم و اسحاق ہین یعنی جیسے ان دونون کو نبوت و رسالت عطا فرمائی یہان دادا و پردادا کو ابوین فرمایا اور خود بھی پیغمبر تھے ظاہرا تواضع و حسن خلق سے اپنا ذکر نہین کیا- قال الامام الحافظ رحمہ اللہ حضرت مجاہد وغیرہم نے فرمایا کہ قولہ ویعلمک من تاویل الاحادیث یعنی خواب کی تعبیر اور قولہ ویتم نعمتہ علیک یعنی تجھے رسول بناکر اور تجھ پر وحی فرماکر اپنی نعمت تجھ پر پوری کریگا اسیواسطے فرمایا- کما اتمہا علیٰ ابویک من قبل ابراہیم و اسحاق جیسے ان دونون پر وحی کرنے و رسول بنانے سے نعمت پوری کی- قال الشیخ حضرت ابراہیم کیلیے جس فرزند کے ذبح کا حکم تھا وہ مجاہدؒ کے قول مین یہی اسحاق ہین ولیکن یہ قول صحیح نہین ہی- إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ- تیرا رب خوب دانا و حکمت والا ہی یعنی جو جس لائق ہی اُس کو

وہی دیتا ہے اگر وہم ہو کہ اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ جو چیز جسکو حاصل ہے وہ اسکے لائق تھا تو جبکہ کافرون کو نعمت و دولت سی
مالامال کیا تو وے اس سرفرازی کے لائق تھے تو جواب یہ ہے کہ دنیا تمام و کمال جب شیطان کو دیدی تو کافرون سے بتجھے کیون
تعجب ہوا اور یہ جو تیرا وہم ہے کہ اس سے بہت سرفرازی ہوئی تو محض غلط ہے دنیا کے اموال کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دنیا کو
دنیا کی ناز نعمت و آرام و فخر و نام و دولتمندی کیلئے لیوے اور یہ ملعون و حقیر و فانی بقدر ہے اور صحیح روایت ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ
کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہین ملتا - دوم صورت یہ کہ دنیا کو بقدر کفایت یا زائد واسطے ثواب آخرت
کے لیوے یعنی مثلاً عبادت کی قوت کیلئے خود کھاوے اور دوسرون کو کھلاوے اور محتاجون کو اتنا آسودہ کریوے کہ وے اپنی
عبادت مین متفکر نہ ہون اور خیرات و صدقات سے دنیا کو آخرت کے لئے کھیتی بناوے تو یہ مال بحدذات خود اسکی نظر دن مین کچھ
نہ تھا نہ اسکی کچھ محبت تھی صرف نیکی مین خرچ کرنے کا ثواب تھا تو اس راہ سے یہ مال وغیرہ نعمت ہے کیونکہ اسکے ذریعہ سے نعمت
آخرت لینے حاصل کی اسیواسطے حدیث صحیح مین آیا نعم المال الصالح للرجل الصالح الحدیث یعنی پاکیزہ مال نیک مرد کیلئے بھلا ہوتا
ہے - دیکھو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مالدار تھے جب آنحضرت صلعم کو فرماتے سنا کہ جیش العسرۃ کیلئے جو سامان کر دے جنتی ہے تو آپنے فوراً
سامان کیا اور تین مرتبہ اشرفیان آنحضرت صلعم کی گود شریف مین نائین جیسا کہ یہ قصہ حدیث صحیح و سیر مین مفصل ہے پس ہر ایک
کو اللہ تعالیٰ اپنے علم و حکمت سے اُسکے لائق عطا فرماتا ہے لہذا اولاد یعقوب علیہم السلام مین سے نبوت کبری حضرت یوسف علیہ السلام
کو عطا فرمائی تنبیہ قولہ من قبل سراج وغیرہ مین کہا کہ من قبل ہذا الزمان - اس زمانے سے پہلے مترجم کہتا ہے کہ خود یعقوب علیہ السلام
پر اتمام نعمت تھا اسکو بطریق تواضع نہین فرمایا اور اگر تقدیر کلام من قبلے ہووے یعنی مجھ سے پہلے تو بھی یہی تاویل ہو گی لیکن حذف
مین تخفیف ظاہر ہے **فی العرائس** قولہ وکذلک یجتبیک ربک الآیۃ - اجتبا و اصطفا یہ تھا کہ نور جمال سے لباس دیا اور
پاکیزگی مین پرورش فرمایا - ویعلمک من تاویل الاحادیث سے علوم الٰہیہ و کشف و وحی سے سرفراز کیا اور یتم نعمتہ علیک الآیۃ
سے رسالت نصیب کی اور اتمام نعمت سے ہے کہ مرتبہ تمکین و تحقیق کو پہونچایا اور تلوین سے مقام استقامت تک فائز فرمایا اور مقام
امتحان زلیخا سے پاکیزہ و طاہر رکھا جیسے انبیا و صدیقین کی شان ہوتی ہے اور درجہ حضرت ذبیح و خلیل تک بلندی قرب
و منزلت حاصل ہوئی - اقول شیخ کی عبارت صریح ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے اور سابق ایک مقام مین فی الجملہ
اس امر مین کلام مذکور ہو چکا ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ قولہ فدیناہ بذبح عظیم کے تحت مین اپنے مقام پر تحقیق آوے گی
ابن عطا رح نے کہا کہ اجتبا حسن خلق و دشمن و دوست سے عمدہ برتاؤ اور اپنی ذات کا انتقام بھائیون سے چھوڑنا بعض
نے کہا کہ اجتبا یہ تھا کہ عورتون کا مکر ان سے دور کیا ورنہ مبتلا ہو جاتے - یحیی بن معاذ رحمہ اللہ نے کہا کہ اتمام نعمت سے یہ بھی
تھا کہ بھائیون کو اُنکے سامنے خضوع و لاچاری سے انکساری کی نوبت پہونچی اور خود ان پر انعام فرمایا - سہل رح نے کہا کہ اتمام
نعمت یہ کہ جو خواب دکھلایا اسکو تحقیق واقع کر دے استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ اتمام نعمت سے یہ ہے کہ نعمت پر شکر کی توفیق ہو
اور نعمت کو مشاہدہ نہ کرے بلکہ منعم حقیقی کو دیکھے تو شان یوسف علیہ السلام حسن و جمال و پاکیزگی و طہارت و بھائیون سے
ایذا اُٹھا کر ان سے حسن سلوک و مغفرت مانگنے مین بہت بڑھی ہوئی تھی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس کو آیات
و عبرت قرار دے کر فرمایا -

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ○ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ
البتہ ہین یوسف کے مذکور مین اور اسکے بھائیون کی نشانیان پوچھنے والون کو جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اُسکا بھائی
أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۚ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○ اقْتُلُوا
زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور ہم قوت کے لوگ ہین البتہ ہمارا باپ خطا مین ہے صریح مار ڈالو
يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا
یوسف کو یا پھینکدو کسی ملک مین کہ اکیلی رہے تم پر توجہ تمہارے باپ کی اور ہو رہیو اُس کے پیچھے
صَالِحِينَ ○ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ
نیک لوگ بولا ایک بولنے والا اُنمین مت مار ڈالو یوسف کو اور پھینکدو گمنام کنوین مین کہ اُٹھالیجاوین اسکو
بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ○
کوئی مسافر اگر تم کو کرنا ہے

لَقَدْ كَانَ فِي خبر يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ۔ بیشک ہین یوسف علیہ السلام واسکے بھائیون کے قصہ مین نشانیان واسطے پوچھنے والون کے یعنی جو لوگ اس قصہ کو پوچھتے ہین انکے لئے یوسف وان کے بھائیون کے قصہ مین آیات ہین یعنی ایسی نشانیان ہین جو اللہ تعالی کی توحید عظیم قدرت و بدیع حکمت و عجیب صنعت پر دلالت کرتی ہین۔ امام رازی نے کہا کہ اور جو نہین پوچھتے ہین اُنکے لئے بھی یہ آیات موجود ہین تو سائلین کا ذکر بمانند قولہ تعالی اربعۃ ایام سواء للسائلین الآیۃ ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ سائلون کا ذکر فقط انکے پوچھنے و توجہ کرنے کی وجہ سے ہے ورنہ آیات جیسے سائلون کیلئے ویسے ہی دوسرون کیلئے یکسان ہین۔ قال الامام الحافظ۔ آیات للسائلین یعنی عبرت و نصائح ہین ان لوگون کیلئے جو اس قصہ کو دریافت کرتے ہین کیونکہ یہ عجیب قصہ اس لائق ہے کہ ضرور اسکی خبر دریافت کی جاوے مترجم کہتا ہے کہ امام نے شان نزول کی روایت کہ یہود وغیرہ نے دریافت کیا تھا اس روایت پر معنی کو موقوف نہین رکھا بلکہ یہ معنی بیان کئے کہ اس قصہ مین عجیب اخبار ہین ہر شخص کو چاہیئے کہ اسکے دریافت کیواسطے سوال کرے پس سائل کو بہت نصائح و عبرت حاصل ہونگے یہ تقریر نفیس ہے اور واضح ہو کہ لقد کان مین معنی ماضی مراد نہین ہین چنانچہ کثرت سے عرب اس لفظ کو استمرار و ثبوت کے معنی مین لاتے ہین پس اب بھی وہ آیات موجود ہین اور مترجم کہتا ہے کہ اگر یہود کے سوال کرنے کی روایت سے معنی کا احتیاط لیا جاوے تو شاید یہ تعریض ہو یہود پر کہ ان کے لئے اس قصہ مین بہت علامات و نصائح و عبرت تھین گویا اُنھون نے انکو حاصل نہ کیا ولیکن احسن وہی ہے جو علماء تفسیر سے مذکور ہوا پھر آیات سے بعض نے تو اللہ تعالی کی توحید و قدرت و صنعت پر علامات مراد لیا اور بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر حجت مراد لیا کیونکہ آیت حجت قطعی و ظنی دونون کو شامل ہے کما صرح بہ البیضاوی فی غیر ہذا الموضع۔ اور آنحضرت صلعم کی نبوت پر حجت ہونے کی یہ توجیہ بیان فرمائی کہ یہود نے مدینہ سے رؤساء قریش کے پاس آدمی بھیجے کہ محمد صلعم سے دریافت کرو کہ ہم سے ایک نبی کا حال بتلادین جو شام مین رہتا تھا اور اسکا بیٹا مصر کو نکالا گیا وہ اسکے غم مین یہانتک رویا کہ اندھا ہو گیا تو اللہ تعالی نے سورہ یوسف پوری یکبارگی نازل فرمائی اور یہ بالکل اُسکے

مطابق واقع ہوئی جو توریت مین تھا تو ضرور انکے واسطے حجت قطعی ہوئی کہ آنحضرت صلعم رسول ہین کیونکہ آپنے اگلی کتابین نہین پڑھین اور نہ عالمون کے پاس بیٹھے اور نہ اخبار والون سے سنا اور نہ ملک حجاز مین کبھی اسکا ذکر ہوا تو ہمزور وحی آلہی تعالی سے آپکو معلوم ہوا اور بعض نے کہا کہ آیات یعنی عجب ہین اور مراد عجب سے وہی جسکو ہندی مین اچنبھا اور فارسی مین شگرف و شگفت بولتے ہین اور بعض نے آیات للسائلین کے معنی مین کہا کہ عبرت حاصل کرنیوالون کیلئے عبرت ہین کیونکہ اس قصہ مین کئی طرح کی نصیحت و عبرت و حکمت موجود ہے از انجملہ حضرت یوسف ؑ کا خواب اور اسکا تحقیقی واقع ہونا اور کیسی کیسی گردش سوانح و وقائع کے بعد کس طریقہ سے اسکا ظہور ہوا۔ از انجملہ بھائی ہوکر حسد کرنا اور اس حسد کا انکو قتل کر ڈالنے پر آمادہ کر دینا اس دعم پر کہ اسکے بعد ہم اپنی سعی سے قوم صالح یعنی برگزیدہ ہو جاوینگے اور آخر حسد کا انجام کیا ہوا اور یوسف علیہ السلام کی راستی و تواضع و صبر کرنا اور ظاہر و باطن اللہ تعالی کے ساتھ صدق و عفت کا برتاؤ اور آخر وہ کس مرتبہ پر فائز ہوئے از انجملہ یعقوب علیہ السلام کا فرزند سے اسقدر تعلق کہ روتے روتے اندھے ہوگئے اور باوجود نبوت کے مرضی آلہی یہی رہی کہ پیغمبر اس حال کو پہونچے اور آنحضرت علیہ السلام کا صابر رہنا اور کچھ دعا نہ کرنا اور کنعان کے کنوین مین یوسف کا پڑا رہنا معلوم نہ ہوا اور مصر سے پیراہن یوسف ؑ کی خوشبو معلوم ہوئی باوجود اسکے یہ کہا کہ مین اللہ تعالی کی طرف سے وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو اور آخر اپنی مراد کو پہونچنا اور از انجملہ وقائع زلیخا کہ مثل دنیا کی زینت کے مزین ہوکر انکو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی اور اسکے لئے کیسے فریب و جال پھیلائے مگر آنحضرت علیہ السلام پاک رہے اور آخر رضائے آلہی و عروج کے ساتھ اس سے بہتر حالت مین وہ بھی مل گئین از انجملہ حکم قول والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ ایمان والے جو سب سے زیادہ اللہ تعالی کو چاہتے ہین انکو اپنی محبت کا اندازہ کرنا کہ زلیخا کے مقابلہ مین انکا کیا حال ہی۔ از انجملہ حکمت اسکی کہ یوسف علیہ السلام نے عورتون کے پاس رہنے سے قید ہونا بخوف آلہی پسند کیا اور ان مین سے ایک قیدی نے رہا ہوکر بادشاہ سے تعریف کی جس سے مملوکیت کے داغ سے بالکل پاک ہوگئے کیونکہ بادشاہ نے اپنے واسطے استخلاص کیا تو آقا ہوگئے اور وہ ان کے دین پر ہوگیا اور عورتون سے بالکل نجات ہوگئی اور سوا اسکے بکثرت نصائح ہین کہ اگر ہر ایک اشارہ لکھا جاوے تو غالباً ایک ضخیم مجلد کتاب ہو جائیگی کیونکہ باریک اشارات سمجھانے کیلئے سب متعلقات بیان کرنا دراز ہوگا وانما الفہم من توفیق اللہ عز وجل وہو الہادی الملہم ولہ الحمد فی الاولی والآخرۃ والیہ یصعد الکلم الطیب۔ اگر کوئی آیات سائلین کے جمیع معانی کو بوجوہ جمع کرے تو بھی ممکن ہی پس کہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام و انکے بھائیون کے قصہ مین سائلین کیلئے آیات ہین یعنی اہل عبرت و اہل عقل کیلئے اللہ تعالی کی وحدانیت پر نشانیان اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت پر قطعی حجتین و دلیلین اور انسانی اصل و انجام و حیات دنیا کیلئے نصیحتین و عبرتین موجود ہین اور جنکے پاس توریت تھی انکے پاس پہلے سے آیات وحدانیت و عجیب صنعت آلہی و نصائح و عبرت و حکمت موجود تھین مگر اکثرون نے انسے نفع نہین پایا پھر اس قصہ مین زلیخا کا تذکرہ تبعیت واقع ہوا اور اصل انکے بھائیون کا حسد ہی تھا لہذا صرف یوسف و اخوتہ کا قصہ فرمایا علاوہ برین تہذیب سکھلائی کہ عورتون کے تذکرہ سے تعلق کم کرین اور واضح ہو کہ حسد کرنیوالے صرف دس بھائی تھے اور گیارہوان بھائی انمین شامل نہ تھا پھر معالم و بیضاوی و سراج وغیرہ مین انکے بھائیون کے نام اسطرح لکھے کہ حضرت یعقوب کی پہلی بی بی انکے مامون لیان کی دختر لیا نام سے یہودا۔ روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ زبلون۔ یشجر چھ بیٹے تھے اور سراج مین مذکور ہی کہ سب سے بڑا
بزون دو آخر ۱۲ بدون نون ۱۲ بدال ۱۲

ردیبل تھا اور ایسا ہی مؤلف الفتح نے قرطبی سے نقل کیا اور زبلون کو زبولون لکھا۔ پھر معالم مین کہا کہ دو لونڈیون سے چار اولاد تھے ان دونون کا نام زلفی وبلقم لکھا اور امام رازی و قرطبی نے بلقم کی جگہ بلہہ لکھا ہے اور ان چار ون کے نام۔ دان نفتالی۔ جاد۔ اشر۔ بیان کئے بقاعی نے کہا کہ نفتالی بنون وفا و تا فوقیہ والف ولام ویا اور فتح مین قرطبی سے نفتالی کی جگہ تفتونا یعنی بتا فوقیہ وفا و تا فوقیہ و واو و نون الف لکھا اور ظاہر غلطی ہے۔ او ر اشر کی جگہ اوشیر لکھا ہے پھر لیابنت لیان کا انتقال ہوگیا تو آنحضرت نے اسکی بہن سے جسکا نام راحیل تھا نکاح کیا اس سے یوسف علیہ السلام و بنیامین پیدا ہوئے۔ سہیلی نے کہا کہ راحیل سے فقط بنیامین ہوئے اور اسی نفاس مین وہ مرگئین پھر حضرت یعقوبؑ نے وقفا سے نکاح کیا اس سے حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے پس بنیامین حضرت یوسفؑ سے بڑے تھے ولیکن یہ قول غریب معلوم ہوتا ہے ظاہرا صحیح وہی اول ہے اور سراج وغیرہ مین لکھا ہے کہ بعض کا قول یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے لیا کی حیات ہی مین راحیل سے نکاح کر لیا تھا اور اسوقت مین دو بہنون کو نکاح کر کے جمع کرنا حرام نہین کیا گیا تھا۔ محمد بن اسحاق بن یسار سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو نبوت ہوئی اور قرابتیون نے اپنے آپ کو نبوت کے لائق و فائق زیادہ سمجھکر آنحضرت صلعم سے حسد کیا اور آپ کی ایذا کے درپئے ہوئے اور بہت کچھ تکلیف پہونچائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر قصہ حضرت یوسف واخوہ نازل فرمایا تاکہ آپکو تسلی ہو اور مثل یوسفؑ کے ایذاء قرابت پر صابر اور انکے حق مین استغفار فرماوین اور انتقام کا قصد نہ فرماوین اقول یہ بھی اس سورہ شریف کی حکمت مین سے ہے تاکہ قوم والے خود حاسد کا انجام دیکھکر لغو خیالات سے باز رہین کیونکہ رسالت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ علیم حکیم ہے خوب جانتا ہے کہ جہان رسالت کا تاج رکھا جاوے۔ بقولہ تعالیٰ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ یہ کسی مخلوق کے گمان پر نہین ہے قتادہ رح وضحاک وغیرہم نے اس آیت مین کہا کہ جو کوئی اس قصہ سے سوال کرے تو وہ یون ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے تم پر بوحی سنایا اور آگاہ فرمایا ہے۔ اقول ظاہرا یہ تفسیر قولہ آیات للسائلین کے متعلق ہے یعنی جو کوئی سائل ہو اور سب عقلاء کو ہونا چاہیے تو اسطرح ہے جیسا بیان ہوا اس سے وے سائل عبرت ونصائح حاصل کرین اسکا بیان یہ ہے۔ اِذْ قَالُوْا یعنی سائلین کیلئے آیات اُن کے اس قصہ مین ہے کہ جب یوسفؑ کے بھائی سوائے بنیامین کے کہنے لگے آپس مین کہ لَيُوْسُفُ قسم ہے کہ یوسف وَاَخُوْہُ مع اُس کے بھائی چھوٹے یعنی باپ و مان دونون کی طرف والے بھائی بنیامین کے۔ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِيْنَا مِنَّا۔ زیادہ محبوب ہے ہمارے باپ کو بہ نسبت ہمارے۔ سراج مین لکھا کہ جب بھائیون کو حضرت یوسفؑ کے خواب کی خبر پہونچی تو کہنے لگے کہ بھائیون سے سجدے کرانیکا خیال دماغ مین سمایا ہے اور اتنے ہی پر بس نہین کیا بلکہ مان باپ سے بھی سجدے چاہتا ہے اور حضرت یعقوبؑ کو بسبب علم نبوت و فراست کاملہ کے حضرت یوسفؑ کی طرف التفات بہت تھا خصوص اس خواب سے باوجودیکہ نور نبوت انکی پیشانی سے ظاہر تھا اور حسن کا آفتاب ایسا چمکتا تھا کہ شمس و قمران کے سامنے سر جھکاتے تھے پس شیطان نے بھائیون کے دلون مین حسد کی آگ بھڑکائی اور باہم مشورہ کیا کہ واللہ یوسف و اسکا بھائی دونون ہماری بہ نسبت ہمارے باپ کو زیادہ محبوب ہین وَنَحْنُ عُصْبَةٌ حالانکہ ہم ایک گروہ زبردست ہین یعنی وے دونون حقیر لونڈے نہ کام کے نہ کاج کے اُن سے کیا مال و دولت و منفعت ملنے والی ہے اور ہم البتہ قوی گروہ کا گروہ ہین ہر طرح کا آرام ہماری ذات سے متصور ہے پھر بھی ہمارے باپ کو انھین دونون سے زیادہ محبت ہے۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ بیشک ہمارا باپ کھلی ہوئی خطا مین پڑگیا ہے۔ سراج وغیرہ مین کہا کہ مراد انکی

یہ بھی کہ ہماری محبت پر انکی محبت کو ترجیح دینے مین اس سے صاف چوک ہوئی ہے کیونکہ اگر دلیل سے دیکھا جاوے تو ہم سب فرزند ہونے مین یکسان ہین تو محبت برابر ہوئی لیکن ہم کو ان دونون پر اسوجہ سے ترجیح ہے کہ ہم ایک جماعت قوی بردست ہین کہ باپ کو ہرطرح نفع پہونچا سکتے ہین اور کوئی برائی آوے اسکو دور کرسکتے ہین اور ہر کام کیلئے کافی ہین اور ان دونون سے یہ بات ممکن نہین ہے تو ہماری محبت زیادہ چاہیئے ہے پھر اگر زیادہ نہ ہوتی تو خیر برابر ہوتی پھر برابر بھی نہین بلکہ انکے لئے زیادہ ہے تو یہ صاف خطا ہے۔ تنبیہ قولہ لیوسف واخوہ احب۔ لام ابتدائیہ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ یوسف واسکا بھائی زیادہ محبوب ہے۔ بعض نے کہا کہ لام قسم ہے یعنی واللہ یوسف الخ اور شاید قسم بوقت تعجب ہے یا باپ کی خطا ثابت کرنے کیلئے قطعی تو طیہ ہے۔ پھر یوسف واخوہ دونون کی خبر مین احب صیغۂ واحد اسوجہ سے ہے کہ جب اسم تفضیل معرف بلام یا مضاف نہو تو اسمین واحد و تثنیہ و تذکیر و تانیث یکسان ہوتا ہے اور شاید کہ واخوہ بمعنی مع اخیہ ہو وے تو اس توجیہ کی ضرورت نہ ہوگی اور مع اخیہ کے معنی انکا مقصود نہ ہونا اسوجہ سے ظاہر ہے کہ درحقیقت خواب فقط حضرت یوسف ؑ نے دیکھا اور آثار نبوت و نجابت صرف اُنکے چہرہ سے ہویدا تھے اور شطر الحسن یعنی نصف حسن یا قریب نصف کے انھین کو ملا تھا اور یہ وجہ بے اختیاری محبت کی ظاہر تھی مگر اُنھون نے بھائی کو بھی ساتھ ملا کر اس محبت کو دوسرے معنی پر محمول کر دیا اگرچہ یوسف علیہ السلام اصلی محبوب تھے تو انکا ایک بیٹے کا بھائی بھی فی الجملہ اُنکی محبت سے محبوب ہوگا۔ سراج وکبیر وغیرہ مین کہا کہ یہان چند اوہام پیدا ہوتے ہین تو انکا جواب پوچھا جاتا ہے اول یہ کہ اولاد مین سے اگر بعض کو بعض پر فضیلت دیجاوے تو دوسرون کو اس سے حقد و حسد پیدا ہو جاتا ہے تو یعقوب ؑ نے ایسا کیون کیا جواب یہ ہے کہ یہ فقط محبت کرنے مین تھا اور محبت آدمی کی اختیاری چیز نہین ہے اقول یہین کہا جائیگا کہ اگر کوئی آدمی اپنی جورؤن کی باری و نان نفقہ وغیرہ امور اختیاری مین کسی کو دوسرے پر فضیلت دے تو گنہگار ہوگا اور اگر محبت ایک سے بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہے تو وہ معذور ہے کیونکہ اسکے اختیار سے باہر ہے دوم یہ کہ اولاد نے باپ پر کیونکر اعتراض کیا حالانکہ جانتے تھے کہ وہ نبی ہین اور یہ لوگ ان پر ایمان رکھتے تھے۔ جواب یہ ہے کہ بیشک پیغمبر برحق جانتے تھے لیکن اُنھون نے بمقتضائے بشریت یہ خیال کیا کہ باپ کا یہ فعل اپنی رائے سے ہے اور جب خود دلیل سے دیکھا تو اُن کی رائے مین آیا کہ باپ کی رائے اسمین خطا کرتی ہے پس اُنھون نے اعتراض کیا اور یہ نہین سمجھے کہ باپ کا ان دونون سے زیادہ محبت کرنا کس وجہ سے واقع ہوا ہے اول یہ کہ ان دونون کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اقول یہ غلط ہے بلکہ ان دونون کی والدہ البتہ مرچکی تھین اور ان دونون کی والدہ مدت تک زندہ رہین ظاہراً توجیہ کی فکر مین یہ یاد نہین رہا کہ خواب کی تعبیر واقع ہوئی اسطرح کہ ماں باپ نے سجدہ کیا اور یہ تو آخر سورہ مین منصوص ہے عجب کہ سراج مین بھی کبیر سے اسی طرح نقل کر دیا خیر یہ زلت قلم مقتضائے انسانی ہے اللھم اغفرلی ولمشائخی وجمیع المؤمنین اور دوم یہ کہ یوسف ؑ مین آثار نبوت و نجابت ایسے ظاہر تھے کہ باقی اولاد مین نہ تھے اقول اسمین بھی یہ مناقشہ ہے کہ پھر بھائیون سے کیون زیادہ اُلفت تھی فافہم۔ اور سوم یہ کہ یوسف اگرچہ صغیر تھے مگر باپ کی ایسی خدمت کرتے تھے جو اورون سے نہین ہوتی تھی اقول یہ کہان سے معلوم ہوا اسکی کوئی روایت نہین آئی علاوہ برین بنیامین کا اشکال باقی رہیگا۔ الحاصل یہ مسئلہ اجتہادی تھا اور اسمین نفسانی خواہش یعنی یوسف ؑ سے حسد کا بھی میل تھا تو اس سے دین مین اعتراض لازم نہین آتا اقول محصول یہ ہے کہ اُنھون نے اس رائے کو دنیاوی معاملہ کی رائے سمجھکر اعتراض کیا درحالیکہ باپ سے اسمین کوئی حکم صریح ظاہر نہ تھا اور مین کہتا ہون کہ اس جواب کو تقویت ایک حدیث سے ہوسکتی ہے جبکہ صحابہ ؓ نے موافق دستور کے درختان خرما مین نر مادی لگائی اور آنحضرت صلعم نے

لغو فرمایا تو اُنھون نے نہین لگائی تو پھل نہ آئے تب آپ نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم - دنیاوی معاملات تم ہی خوب جانتے ہو پس جب مین
دین کے معاملہ مین تم کو حکم دون تو تم پر تسلیم کرنا واجب ہے اور دنیاوی مشورہ مین تم جانو تمھارا کام جانے علی ہذا اُنھون نے اس واقعہ محبت
کو دنیاوی معاملہ پر محمول کر کے اعتراض کیا چنانچہ اپنے آپ کو عصبہ قرار دیکر مستحق فضیلت جاننا اسپر دلالت کرتا ہے تیسرا سوال
یہ ہے کہ باپ کو ضلال کی طرف نسبت دی اور ضلال گمراہی ہے - جواب یہ ہے کہ دین مین ضلال نہین کہا تھا بلکہ دنیاوی مصلحتون کی جو راہ
ہوتی ہے اسکی طرف التفات نہ کرنا مقصود تھا - چوتھا سوال یہ ہے کہ وے کیسے معصوم نبی ہونگے جبکہ اُنسے چند کبیرہ گناہ سرزد ہوئے
ازانجملہ ایک حسد ہے جو کبیرہ کی جڑ کہنا چاہیئے دوم قتل یوسف بیگناہ کا قصد - سوم باپ کو دوام ملال مین ڈالنا - چہارم صریح جھوٹ
بولنا - اُسکا جواب دیا کہ اُنسے یہ حرکتین نبوت حاصل ہونے سے پہلے سرزد ہوئین اور یہان دو قول ہین ایک یہ کہ نبوت کے بعد یہ شرط ہے
کہ نبی سے گناہ کبیرہ سرزد نہو اور اسی قول کے مطابق یہ جواب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نبی سے کبھی گناہ کبیرہ واقع نہ ہونا شرط ہے تو اسکے
مطابق یہ جواب نہین ہوسکتا - واضح ہو کہ یہان دو قول ہین ایک یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی (نبوت سے پہلے یا بعد ۱۲) بھی سب انبیا تھے اور
دوسرا قول یہ ہے کہ وے نہین تھے پس چوتھا سوال اسی صورت پر وارد ہے کہ ان کو انبیا مان لیا جاوے اور اسمین زیادہ گفتگو انشاءاللہ تعالیٰ
آگے آویگی - یہان تو اسی قدر بیان تھا کہ اُنھون نے پہلے مشورہ کیا اور اپنی رائے سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہم سے زیادہ یوسف و اسکے بھائی
سے باپ کا محبت کرنا ہمارے باپ کی طرف سے چوک ہے لیکن اصلی مقصود یہ نہین تھا کہ باپ کی غلطی ثابت کرین بلکہ مقصود یہ تھا کہ حسد سے
یوسف پر اپنی فضیلت ظاہر کرین لہذا باپ کو ایذا و آزار دینا نہین ٹھہرایا بلکہ یوسف کے حق مین یہ نتیجہ نکالا کہ اگر یہ باپ کی نظر سے دور
ہو جاوے تو پھر ہم باپ کے منظور نظر ہو کر صلاحیت و کمال کو پہونچین گویا انکو یہ یقین تھا کہ باپ کے منظور نظر ہونے سے کمال و شرف حاصل ہوتا ہے
اسی سبب سے جب یوسف کو منظور فرمایا تو اسکو خواب وغیرہ کا شرف ملا اور اسی طرح ملتا جائیگا اگرچہ باپ نے ان دونون سے محبت
کرنے مین خطا کی ہے اور محبت کے سزاوار ہم جماعت تھے پس جب یوسف زندہ نہ رہا تو خواہ مخواہ ہم ہی منظور نظر ہو کر قوم صالح یعنی انبیا
ہو جائینگے لہذا یہ رائے ٹھہرائی کہ - اُقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ - مار ڈالو یعنی ہم تم
سب مل کر مار ڈالو - یوسف کو یا پھینک بہاؤ اسکو کسی زمین مین یعنی دور دراز کسی ملک مین تو پھر تمھارے ہی لئے خالی ہوجائیگا
تمھارے باپ کا چہرہ یعنی ہم انبیا مین تو بذات خود منظور نظر نہین ہے یوسف اصلی محبوب ہے اسکو مار ڈالو یا کہین دور بہادو تو پھر
باپ کی نظرون مین خالی تم ہی تم رہجاؤگے اور ان کا چہرہ خالص تمھارے ہی لئے ہوگا تو تم ہی انکے منظور نظر ہو جاؤگے
وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ - اور یوسف کے بعد یا اس واقعہ کے بعد تم ہو جاؤگے ایک قوم صالح یعنی باپ کے منظور
نظر ہو کر تم سب درجہ نبوت و ولایت سے سرفراز ہو جاؤگے ؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ٭ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند
امام حافظ رح نے لکھا کہ گناہ کرنے سے پہلے ہی اُنھون نے توبہ اپنے دل مین رکھ چھوڑی تھی چنانچہ دل مین ٹھان لیا
کہ یوسف کو اسطرح گم کر کے توبہ کر کے قوم صالح ہو جاؤگے - قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ ان مین سے ایک کہنے والے
نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو - قتادہ و محمد بن اسحاق رح نے کہا کہ یہ کہنے والا بڑا بھائی روبیل تھا - سدی رحمہ اللہ نے
کہا کہ وہ یہودا تھا - قال الامام مراد اُسکی یہ تھی کہ حسد و عداوت کو یہان تک ترقی مت دو کہ قتل کر کے جان لو - اور
وے کبھی ایسا کر نہین سکتے تھے کیونکہ حق تعالیٰ نے جو چاہا تھا اُسکا پورا ہونا ضروری تھا کہ وہ مصر مین پیغمبر با تمکین ہون -

اقول شاید یہی حسن طویت یوداکے مقبول ہوئی کہ اسباط داولاد مین خلافت دمملکت کا استحقاق اولاد یہودا مین رہا جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہو واللہ اعلم۔ بہرحال اس قائل نے جب مار ڈالنے سے منع کیا تو اشارہ کیا کہ وَاَلْقُوْہُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ اور ڈالدو اسکو غیابت جب مین ۔ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَۃِ اُٹھا لیجائیگا اسکو کوئی مسافر غیابت ہر ایسی جگہ کو بولتے ہین جو کسی چیز کو ڈھانک کی نظر سے غائب کردے اور جب گڑھا یا بے جگت کا کنوان واسکے مانند پس مراد کنوین کی تہ جسمین نظر نہین پڑتا احتمال ہو کہ کوئی خاص کنوان مقصود نہ تھا اور قتادہ رح سے روایت ہو کہ یہ مشہور کنوان بیت المقدس کا تھا اسپر کثرت سے مسافر وارد ہوتے تھے۔ امام حافظ رح نے فقط قول قتادہ رح ذکر کیا اور دوسرون نے لکھا کہ وہب نے کہا کہ وہ اردن کی زمین مین تھا اور مقاتل نے کہا کہ حضرت یعقوبؑ کے مسکن سے تین فرسخ دور تھا ۔ اقول اتنی دور ہونا چاہیئے کہ صبح کو بھائی ساتھ لیگئے اور آخر وقت یا رات تک واپس آئے اور وہان بکری وغیرہ ذبح بھی کی اور کنعان سے بیت المقدس سے بہت فاصلہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم بعض اہل علم نے کہا کہ ان لوگون نے حضرت یوسفؑ کے قتل کا عزم کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو اسکو بچا لیا تو یہ ان لوگون پر بھی رحمت تھی ورنہ اگر قتل کرتے تو سب ہلاک ہو کر عذاب مین پڑتے ۔ حاصل یہ کہ اس کہنے والے نے انکو سمجھایا کہ تم حسد کو یہان تک نہ بڑھاؤ کہ یوسف بھائی ہو اسکی جان مار ڈالو بلکہ تمھارا مقصود تو صرف یہ ہو کہ اسکو باپ کی نظر سے معدوم کردو تو یہ یون حاصل ہو کہ اسکو جُب کی تہ مین ڈالدو وہان سے نبعضے مسافر اسکو دور اُٹھا لیجاوینگے اور تمھارا مقصود حاصل ہو جائے گا ۔ اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۔ اگر تم کرنیوالے ہی ہو یعنی اگر تم خواہ مخواہ ایسے فعل پر آمادہ ہو۔ ظاہرا یہ کہنے والا ایسی سخت حرکت کو ناپسند کرتا تھا مگر خراب مصاحبون کی صحبت مین اتفاق کرنا پڑا واللہ اعلم ۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ بیشبہہ وے لوگ بڑے سخت کام پر متفق ہوئے تھے ایک تو ناتا قطع کرنا یعنی علاتی بھائی اور ایسے نیک کو اس بیرحمی سے ارادہ قتل کرنا دوسرے باپ کی نافرمانی وعاق ہونا تیسرے اس صغیر بے گناہ پر رحم نہ کرنا چوتھے اس پیر مرد بزرگ کی بیقراری پر ترس نہ کھانا جسکا رتبہ اللہ تعالیٰ کے یہان بڑا تھا پنجم اس حق کا لحاظ نہ کرنا کہ والد و فرزند صغیر کے درمیان جدائی نہ چاہیئے خصوص جبکہ بڑھاپے سے اس بزرگ کی ہڈیان اس قلق کی آنچ سے گھلی جاتی ہون اور یہ فرزند صغرسنی سے اپنے باپ کی لطف و پرورش و اُسکی گود مین آرام کا محتاج ہو بیشک یہ سخت بات تھی اللہ تعالیٰ ہم کو اور اُنکو بخشدے وہ ارحم الراحمین ہو ۔ رواہ ابن ابی حاتم عنہ ۔ امام حافظ رحمہ اللہ نے لکھا کہ جاننا چاہیئے کہ کوئی دلیل اس بات پر قائم نہین ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی نبی تھے بلکہ ظاہر سیاق قرآن مجید اسکے برخلاف دلالت فرماتا ہو یعنی سیاق سے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ لوگ نبی نہین تھے اور لوگون مین بعض یہ گمان کرتا ہو کہ اسکے بعد انکو وحی بھیجی گئی اور وے نبی ہوگئے مگر مجھے اسمین تامل ہو کیونکہ ایسی بات کے کہنے کیلیئے دلیل کی ضرورت ہو اسلیئے کہ صرف رائے سے کسیکو نبی نہین بنا سکتے ہین پھر اسکی دلیل انھون نے کوئی ذکر نہین کی سوائے اس قول اللہ تعالیٰ کے کہ قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط ۔ پس معلوم ہوا کہ اسباط پر وحی نازل ہوا جسپر ایمان لائے ہین تو وے ضرور پیغمبر ہوئے ۔ امام حافظ رح نے کہا کہ یہ تو کوئی دلیل یقینی نہین ہو اسلیئے کہ اسباط تو اولاد اسرائیل کے سب بطون کہلاتے تھے جیسے عرب مین قبائل اور عجم والے شاخین بولے ہین پس فرزندان یعقوب مین سے ہر فرزند کی اولاد نسلاً بعد نسل سبط تھے اور مجموعہ اسباط ہین اور ان اسباط مین انبیاء کثیر گذرے ہین مانند موسیٰؑ و ہارون و داؤد و سلیمان و عیسیٰؑ وغیرہم تو اُنکے کتب و صحف پر ایمان لانا مقصود تھا اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اسباط کے

باپ یعنی اول فرزندان یعقوبؑ جنہین کلام ہو وے بھی انبیا تھے ہان یوسف علیہ السلام بیشک بنص قرآنی پیغمبر تھے۔ اقول ظاہر امراد
شیخ حافظ رح کا اس قول سے کہ بلکہ سیاق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ نبی نہین تھے۔ یہی امور ہین جنکی طرف محمد بن اسحاق رح
نے اشارہ کیا ہی اور سالق مین تفسیر کبیر سے سوال چہارم مین منقول ہوئے اور حاصل یہ ہی کہ جسقدر افعال مذکور ہوئے اکثر انمین سے
کبیرہ اور مہلک کبیرہ ہین از انجملہ عقوق والدین ہی چنانچہ حدیث صحیح مین اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنیکے بعد دوسرے درجہ پر
عقوق والدین شمار فرمایا ہی اور از انجملہ قطع رحم ہی اور قتل مسلم بے گناہ اگرچہ واقع نہین ہوا مگر انھون نے اسپر اتفاق کر لیا تھا
اور ایسے ہی حسد اور باپ پر اس راہ سے کہ پیغمبر تھے اعتراض کرنا اور عمداً جھوٹ بولنا اور فریب کرنا اور امانت و عہد مین خیانت
وغدر کرنا سب از قسم کبیرہ ہین پھر مترجم کہتا ہی کہ اہل الحق نے زعم کیا کہ قبولیت ازلیہ کو کوئی فعل ضرر نہین کرتا یعنی انجام
وہی قبولیت ہوتا ہی اور یہ قول صحیح ہی لہذا محتمل ہی کہ انکے واسطے شان ہو اگرچہ بلا دلیل انکی نبوت پر جزم نہین ہو سکتا لیکن
جس طرح بعضے شعرا نے اس قصہ مین انپر زبان درازی کی ہی وہ روا نہین ہی خصوص جبکہ انکے صالحین ہونے پر جزم ہی اگرچہ
نبی نہون اور ان افعال سے حضرت یوسف وحضرت یعقوب نے عفو و استغفار فرمایا ہی اگر کہا جاوے کہ قتل نفس تو حضرت موسیٰ سے
بھی سرزد ہوا کہ انھون نے قبطی کو مار ڈالا حالانکہ اسکا نفس مصئون تھا اور یہ جواب نہین ہو سکتا کہ انھون نے ایک کافر قبطی
کو قتل کیا کیونکہ جب اسکے ملک مین بوجہ ذمی تھے تو اسکا نفس بھی مثل مسلم کے قتل سے محفوظ تھا آیا تو نہین دیکھتا کہ سلطان اسلام کو
روا نہین ہی کہ اپنی رعیت مین سے کسی ذمی کافر کو قتل کرے اور جیسے یہ روا نہین ہی کہ کسی کافر کی بادشاہت مین آباد ہو کر
کوئی مسلمان جہاد کے بہلنے سے انمین سے کسی کو مار ڈالے اور خود موسی علیہ السلام نے اقرار کیا کہ یہ شیطانی فعل تھا ہان جواب
صحیح یہ ہی کہ قبطی مذکور سخت ظلم کر رہا تھا اسکو انھون نے مارا اور یہ قصد نہ تھا کہ جان سے مار ڈالون مگر وہ مر ہی گیا پس یہ
چوک ہی نہ قتل عمدا اور اللہ تعالی خالق حاکم مالک مختار ہی اسنے بخشدیا بقولہ فغفرلی ربی الآیۃ۔ علاوہ ازین ایسے ظالم کو جو مخلوق
کو ناحق ایذا پہونچاتے ہین قتل کرنا روا ہی جبکہ سوائے اسکے نجات کی راہ نہو چنانچہ ذخیرہ ومحیط وغیرہ مین سید امام کبیر بلخی وغیرہ
سے پوچھا گیا کہ سلطانی سرہنگ جو لوگون سے از راہ ظلم مال لیتے ہین یا حاکم اسطرح ظلم کرتا ہی اسکا کیا حکم ہی فرمایا کہ اسکا قتل
کر دینا روا ہی اور فرمایا کہ قاتل کو ثواب ملیگا چنانچہ عالمگیریہ فتاوی وغیرہ مین مصرح منقول ہی اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ تعالی نے
اگرچہ اسپر فتوی نہین دیا لیکن سکوت کیا ہی اور یہان قبطی مذکور زبردستی اس سبطی بیچارہ کی جان پر مار پیٹ سے ظلم شدید کرتا تھا
پھر بھی انھون نے قتل کا قصد نہین کیا پھر بھی یہ قصہ مؤید قول اہل الحق ہی کہ اسرار حکمت الٰہیہ کسی کو نہین معلوم وہی جانتا ہی اور
مقبول ازلی کبھی مردود نہین ہوتا اور سورۂ فاطر کی آیت قولہ تعالی فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ
کی تفسیر مین صحیح حدیث وارد ہی کہ کلہم علی منزلۃ واحدۃ فی الجنۃ او کما قال یعنی اپنے نفس پر ظلم کرنیوالے اور درمیانی درجہ پر
رہنے والے اور بامادہ الٰہی نیکیون پر سبقت کرنیوالے سب کو اہل جنت مین سے فرمایا پس اگر ظاہری گفتگو کو یہان دخل ہو تو
نفس کا ظالم انکو ہی معلوم ہی جو مرتکب معاصی ہوا اور یہ ہرگز مراد نہین ہی اور بعض علما کا مقولہ کہ نیکوکارون کیواسطے جو کام نیک ہین
وہ اہل قرب و منزلت کے حق مین گویا گناہ ہین اسکی مثال یہ ہی کہ اگر بادشاہ کا وزیر صرف خدمتگار کے برابر پنکھا جھلنے کا کام کر دیا
کرے تو جو کام خدمتگار کے حق مین اسکی خوبی تھی وہ وزیر سے نازیبا ہوگا حتی کہ وہ نالائق قرار دیا جائیگا الحاصل برادران یوسف علیہ السلام

کی نسبت صلاحیت کا گمان لازم ہی اور جو کچھ اُن سے واقع ہوا خواہ باپ کی ایذا تو اسکو خود باپ نے عفو کر کے اللہ تعالیٰ سے انکے لئے استغفار کیا اور خواہ حضرت یوسف کے حق مین تو اُنھون نے خود فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم پس کسی کو مجال نہین کہ کچھ گستاخی کرے اگرچہ بوجہ قطعی دلیل نہ ہونے کے یقین نہین ہو سکتا کہ وے ایسے پیغمبر تھے کہ اُنکو وحی ہوتی تھی اور مترجم کہتا ہی کہ ایک بڑی جماعت مفسرین وغیرہ جو انکی نبوت کے قائل ہین شاید اُنکی مراد بھی نبوت ہو تو ضرور ہوگا کہ انکو وحی ہوتی ہو بلکہ وحی مخصوص بحضرت یوسف علیہ السلام بھی اور وے رسول کے نسل تھے اور یہ صحیح ہوا ہو کہ ایک رسول کے بھی رسول تابعین ہوئے ہین اور خود قرآن مجید مین لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع اور یحیی علیہ السلام حضرت عیسیٰ کے تابع تھے اور بنو اسرائیل مین بہت ایسے پیغمبر گذرے جنکو توریت پر عمل کرنے اور اسی پر مخلوق کی ہدایت کرنے کا کام تھا اور عوام اس امر سے ممنوع ہین کہ شان نبوت یا اسرار الٰہی مین کلام کرین کیونکہ ناسمجھی سے انکو شیطان کے وساوس دور کرنے کی طاقت نہ ہوگی تو اُنکا دشمن اُن پر غالب ہو جائیگا ایسی طرح کہ خود خبردار نہ ہونگے چنانچہ اس زمانے مین نیچری وغیرہ کتنے گمراہ لوگ ایسے ہی خیالات پر اسلام سے خارج ہو گئے اور منہ سے اسلام کا دعوی کرنے سے اور لوگ ان کے دھوکے مین اعتقاد کا ضرر اُٹھاتے اور دنیا کے لالچ سے گمراہ ہوتے ہین جیسے فاحشہ کسبیون کے دعوی سے کہ ہم مسلمان ہین تمام عوام یہ سمجھے کہ بد اعتقادی محض بیباکی اور ایسے کبیرہ گناہون کے ارتکاب سے کچھ اسلام مین تو فرق آتا نہین لہذا عموماً بدکاریون و فسق و فجور کو بیباک ہو کر علانیہ کرنے لگے اور کسی نے نہ روکا تو سب عذاب خواری مین گرفتار ہوئے اسواسطے لازم و فرض ہو کہ عوام جب انکو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دار الآخرۃ کے وعدہ و وعید کا یقین اور اپنی موت کا یقین ہی تو ایسے ہر حکم کی جو قرآن مجید و حدیث مین وارد ہو قطعی اتباع کرین اور ہی تفسیر کی ایسی باتین کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی نبی تھے یا نہین تھے تو اسکا انکو صریح حکم قرآن یا حدیث مین نہین ہی پس اُنکے واسطے نیک گمان کرین اور جو افعال مذکور ہوئے اُن سے بحث نکرین کیونکہ جن پر ظلم سمجھا گیا انھون نے خود معاف کیا اور استغفار کیا تو دوسرا اپنی عاقبت کیون خراب کرے اور اسکا کیا حق اور کیا اختیار ہی۔ فافہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وہو ارحم الراحمین ف کچھ اشارات لاہل الحق کے طور پر مترجم اوپر اشارہ کر چکا ہی کہ جس سے برادران یوسفؑ کی ایک خاص نیت ظاہر ہوتی ہی اور یہان عرائس سے سننا چاہیئے قولہ لقد کان فی یوسف و اخوتہ الآیۃ۔ یہان کثرت سے علامات و آیات ہین جیسے یوسف کے چہرہ سے ظہور نور و انکے قلب سے ظہور علم غیب و معرفت بذات و صفات اور وقائع سے لطائف افعال و صنائع عجیبہ و ربیان اس عظیم قہر کا جو اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ مین رکھا ہے کہ اپنی شہوات و خواہشون و حرص کیلئے آدمی کو فتنہ مین مبتلا کرتا ہی اور اسمین ایک عجیب فریب و مکر ہی کہ کبھی کچھ مضبوط آدمی کو نیک بات کی تصویر دکھلا کر ایک ایسے کام پر آمادہ کرتی ہی کہ اسکے ضمن مین بکثرت معاصی مین گرفتار ہو جاتا ہی حالانکہ وہ بات حاصل بھی نہین ہوتی اور آیۃ اہ سے اس نفس امارہ و طبیعت شیطانیہ مین قوی ارتباط ہے پھر صدق و صبر کا انجام نیک اور مکر و بدی کا بد انجام اور ظہور قبولیت ازلیہ الٰہیہ کہ وہ کسی طرح تبدیل نہین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف و ادب سے مصیبت و ذلت گوارا کرنے مین ایسی اہ سے راحت و عزت کا گمان نہین ہوتا اور مانند اسکے و قال المترجم الشرا اوپر مذکور ہو مین شیخ نے کہا کہ اس قصہ مین مرید کیلئے اپنے درجہ و فہم کے مناسب آیات ہین و متوسطین عارفین کیلئے اپنے اپنے مراتب کے موافق آیات لطیفہ ہین اور قصص مین سے اسمین بڑے بڑے

معارف توحید موجود ہین۔ حمدون قصار رحمہ نے کہا کہ مخلوق کے لیے حضرت یوسف مین آیات ہین اور حضرت یوسف کو خود بھی اپنی ذات مین
بڑی معرفت حاصل ہوئی کہ کہا۔ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ اور بعض نے کہا کہ یہان سے ایک انائی قیافہ لیجاتی ہو
کہ اللہ تعالیٰ جسکی صورت و سیرت اچھی کرتا ہے وہ ظاہر و باطن کسی ناپاکی سے مخلوط نہین ہوتا ہو اول یہ دانائی تو علم الٰہی عزوجل
ہی کو مفوض ہو دوسری خوب اناہو کہ کس کو اُسنے کیسا پیدا فرمایا ہو۔ ابن عطار رحمہ نے کہا کہ شان اس قصہ کی یہ ہو کہ جو محزون اسکو سنے
وہ اس سے استراحت پاتا ہو قلت جب غم اب شکر بھائیونکو حسد ہوا اور دور کرنے پر مشورہ کرکے عزم کیا تو اسپر عمل کرنیکا مکر یا اندما کیا قال تعالیٰ

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ

بولے اے باپ کیا ہو کہ تو اعتبار نہین کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو اسکے خیر خواہ ہین بھیج اسکو ہمارے ساتھ کل کہ کچھ چرے اور کھیلے

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

اور ہم تو اُسکے نگہبان ہین

جب اس بات پر عزم کر لیا کہ یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کر دین تو اسکے لیے حیلہ چاہا اور اس حیلہ کو پورا کرنے کیلئے باپ کی خدمت مین
حاضر ہوئے۔ قالوا۔ اور کہنے لگے بطور تعجب کے۔ یٰابانا۔ اے ہمارے باپ۔ مالک لا تامنا علی یوسف۔ آپکو کیا ہو کہ آپ ہمکو
برادر یوسف پر امین نہین ٹھہراتے ہین۔ وانا لہ لنٰصحون۔ اور ہم تو اسکی بہتری و بھلائی چاہنے والے ہین اسطرح تعجب سے
کہنا صرف حیلہ تھا ورنہ دل مین یوسف سے حسد و اسکے قتل تک کا عزم رکھتے تھے اور چونکہ باپ نے بھی اُنکی طرف سے یوسف
کے ساتھ مکر و حسد کو ترجیح لیا تھا اسیواسطے زبانا نیک خواہ بنا اس شد ومد سے ظاہر کیا کہ بطور تعجب کے بیان کیا کہ ہم تو اسقدر
دل و جان سے اسکے خیر خواہ ہین تو تعجب ہے کہ آپ ہمکو یوسف پر امین نہین ٹھہراتے ہین تنبیہ اگر فراست سے آدمی کو کسی کی
طرف سے کوئی بدی محسوس ہو تو اس سے احتیاط کرنا روا ہو اور ایسی بدگمانی درحقیقت گمان بد نہین یا ممنوع نہین ہو اور منع یہ ہے
کہ کسی کی طرف سے گمان بد پیدا کرکے اسکے آزار کی فکر کرے مثلاً زید کو اپنا دشمن گمان کرکے اسکے مار ڈالنے کی فکر کرے تو منع ہی
اور اگر وجہ عداوت محسوس ہو تو اپنے آپکو اس سے محفوظ رکھنے مین احتیاط ہو اور تمام کلام فی قولہ ان بعض الظن اثم مین انشاء اللہ تعالیٰ
مع تحقیق آویگا۔ جب اپنا ناصح و امین ہونا بیان کر چکے تو درخواست کی۔ ارسلہ معنا غدا۔ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجدیجیے
کل کے روز۔ یعنی جنگل کو ہم کل کے روز مویشی چرانے یا تیراندازی وغیرہ کیلئے جاوینگے ہمارے ساتھ یوسف کو بھی بھیجدیجیے
یرتع ویلعب۔ کہ چھوٹے بند کھاوے و کھیلے۔ رتع پھل پھلاری میوے مزے سے کھانا۔ رتع الانسان اپنے جی کے خوشی کے
موافق جیسے چاہا فواکہ وغیرہ سے تمتع اٹھایا پس مراد یہ ہو کہ دل کھول کر جنگل کے پھل و میوے کھائیگا اور لعب کریگا یعنی
کھیل کود کریگا۔ ابن عباس نے کہا کہ خوش دل ہوگا اور کود پھاند کریگا۔ یہ تو ایک قراۃ کے موافق ہو جسمین یرتع ویلعب بیاء
تحتیہ صیغہ غائب ہو اور فاعل حضرت یوسف ہین دوسری قراۃ ابن کثیر و ابو عمرو اور ابن عامر کی نرتع ونلعب بنون صیغہ
جمع متکلم ہو تو معنی یہ ہین کہ کل ہمارے ساتھ یوسف کو بھیجدیجیے ہم خوشدلی کے ساتھ پھل میوے کھاوینگے اور کھیل کود کرینگے
یعنی ہمارے ساتھ وہ بھی خوشی سے کھیلے کودے گا اس قراۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہو کہ لہو ولعب تو ممنوع ہو یہ کیسے انبیاء تھے
جو کہتے تھے کہ ہم لہو ولعب کرینگے اسکا جواب امام قراۃ ابو عمرو بن العلاء سے یون مروی ہو کہ سائل کو جواب دیا کہ اسوقت وہ لوگ

انبیا نہین تھے یعنی نبوت اُنکو اس زمانہ کے بعد حاصل ہوئی ہو۔ قال المترجم اگر روایت صحیح ہو تو شیخ ابو عمرو بھی انکے نبی ہونے کے قائل تھے اور نیز یہ جواب اسی تقدیر پر ہو کہ قبل نبوت کے نبی ایسے فعل سے جو بظاہر گناہ ہو وسے محفوظ نہین ہوتا ہو جائز ہے کہ اس سے ایسا فعل سرزد ہو جاوے مگر جن لوگون نے کہا کہ نہین بلکہ نبی ہمیشہ سے محفوظ ہوتا ہو تو اسکے موافق یہان جواب یہ ہو کہ سائل نے جو یہ گمان کیا کہ لعب سب ممنوع ہو یہ غلطی ہو بلکہ بعض اقسام کے لعب جائز ہین چنانچہ حدیث مین عورتون سے ملاعبت اور گھوڑے کی سواری واسکے کرتب سکھنا اور مشق کرنا اور تیر اندازی کا کھیل جائز ہو اور یہ اگرچہ حقیقت مین لعب نہین ہو مگر چونکہ لعب کی صورت مین ہو اور ریا والہی و ذکر و تسبیح و قرأۃ وغیرہ کی صورت اس سے ظاہر نہین ہوتی ہو اسواسطے لعب کہلایا پس ممکن ہے کہ انھون نے ایسا ہی کوئی مباح فعل مثل سیر درختان و صحرا کو لعب کہا ہو بلکہ سواری دوڑانے و آگے نکل جانے و تیر اندازی و نشانہ بازی کا کھیل تھا کیونکہ خود بیان کیا تھا۔ انا ذھبنا نستبق یعنی ہم دوڑ یا سواری کی دھاپ مین کہ کون آگے نکل جائیگا کپڑون و اسباب کے پاس سے چلے گئے تھے اور یوسف کو یہان بٹھلا گئے تھے لیکن مقام یہ چاہتا ہو کہ سوائے نشانہ بازی وغیرہ کے اور کھیل بھی ہو جسمین یوسف کی شرکت ظاہر ہوئے۔ اور وہ بھی از قسم مباح ہو سکتا ہو الغرض ایسا جائز کوئی کھیل مقصود تھا جس سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکار و منع نہین فرمایا اور انکا یہ مقولہ مان لیا کہ ہم کھیل کود کرینگے ہمارے ساتھ یوسف بھی خوش ہوگا وانا لہ لحٰفظون اور ہم ہر حال مین یوسف کے خوب محافظ رہین گے یعنی کسی طرح کا اندیشہ آپ نہ فرمادین ہم اسکو خوش و خرم کھلا کود اکر آپکے پاس واپس لا دینگے۔ ف فی العرائس فی قولہ قالوا یابانا مالک لاتامنا الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے امتحان کا حال بیان فرمایا کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ بندون کو امتحان مین ڈالتا ہو تو اسکی باریکی و حکمت بالغہ و قدرت کاملہ کو عقلین حیران و حواس عاجز ہو جاتے ہین کوئی نجات نہین پاتا مگر جسکو خود چاہے یہان تک کہ انبیار بھی نہین بچتے کیونکہ وہ عقول سے بالاتر ہو اور یوسف علیہ السلام کے بھائی تو اس سال مین نبوت کے درجہ تک نہین پہونچے تھے۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان تماری سے مین حیرت مین ہون کہ جب اُسنے تجلی قہر فرمائی تو دیکھو جن لوگون کے نام دفتر ازل مین نبوت و رسالت کے خانہ مین درج تھے انکی فطرتین کسطرح متغیر فرمائین وہ جو چاہے کرے اسپر کوئی حاکم نہین ہو اسی نے سب کو پیدا کیا وہی سب کا مالک ہو اور اسکی حکمت و شان کو کوئی شخص ادراک نہین کر سکتا ہو جو چاہتا ہو حکم دیتا ہو وہی واقع ہوتا ہو۔ یہان سے حق تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو کہ اسنے ہم سب گنہگارون کیلئے عذر بتلا دیا اور اس سے ظاہر کیا گیا کہ صدق و راستی کے مقام پر جو کھڑا ہوتا ہو اسکے دل پر خطرات کسقدر ہجوم کرتے ہین اور وہ سب نفس امارہ کی طرف سے آتین ہین ادنی یہ ہو کہ حسد و مکر سماتا ہو چنانچہ برادران یوسف نے کیسے کہا کہ مالک لاتامنا علی یوسف وانا لہ لنٰصحون۔ حالانکہ اپنے دل مین غلطی کا موقع خوب پہچانتے تھے کیونکہ انھین کے دلون مین حسد بھر گیا تھا اور دل مین یوسف کا آزار و دنیا چھپائے ہوئے ظاہر مین اسطرح بیان کرتے تھے پھر بھی کچھ متنبہ نہین ہوئے پاک ہو وہ خلاق علیم جو بندے کو اسکے نفس سے حجاب مین ڈال دیتا ہو اور صفائی و مودت کو دم بھر مین مکدر کر دیتا ہے دیکھو اس پردہ کی موٹائی کہ اپنے باپ پیغمبر برحق کی فراست سے بیباک ہو گئے اور بھلا نا کہ پیغمبر برحق کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم دیا ہے کہ ہمارے دلی مکر و مضمر ارادہ کو نور فراست سے پہچان جاوینگے بعض نے کہا کہ بے شبہہ یعقوب علیہ السلام انکو یوسف پر مامون نہین رکھتے تھے کیونکہ نور فراست سے ان کے دلی حسد و بغض کو پہچانتے تھے قولہ تعالیٰ ارسلہ

معنا غدا یرتع ویلعب - یہان لہو ولعب کی اجازت دینا صرف اسوجہ سے تھی کہ حضرت یعقوبؑ نے یوسف کی لطافت خاطر کو ملاحظہ فرمایا کہ نبوت کا بوجھ ان پر گران ہوگیا اور انقباض نے سینہ مین اثر کیا تو انکو لہو ولعب کی اجازت دی تاکہ ایک دم حزن محبت کے پیاپے درد اور اثقال محبت ومعرفت کے ہموم سے باہر ہوکر آیات وعلامات آلہی کو مخلوقات مین ملاحظہ کرین لہذا اس حرکت سے چشم پوشی فرمائی ورنہ وہ غافل نہ تھے کہ لہو ولعب سے اُن کو زجر و توبیخ فرماتے اور دیکھا کہ ان کے دلون مین ایک لطیف مکر وآثار قہر کا ظہور ہے اور جانا کہ یہ مقام ابتلا وامتحان ہی تو انھین پر اسکا مدار رکھا اور تقدیر آلہیہ ہر تدبیر سے سابق ہے اور غیرت آلہیہ نے حجاب دوری اُنکے ویوسفؑ کے درمیان مقدر فرمائی تھی - محمد بن علیؓ نے فرمایا کہ جب انکو زجر سے منع نہ کیا اور خاموش ہی تو اس لعب سے متصل وہ چیز نتیجہ نکلی جس سے برابر غم متصل ہوگیا - ابن عطا رنے کہا کہ اگر حفظ آلہی کے سپرد کردیتے اور جانے دیتے تو محفوظ رہتا و لیکن انھون نے حفاظت کی تدبیر کی اور انکے اس عہد پر کہ انا لہ لحافظون - اعتماد کیا تو انھون نے امانت مین خیانت اور عہد مین بدعہدی کی چنانچہ دوسری مرتبہ نبیامین کے بارہ مین کہا کہ اللہ خیر حافظا - تو محفوظ رہا بلکہ سب مل گئے بعض نے کہ کہا کہ حضرت یعقوبؑ نے تین مرتبہ اپنے نفس کی طرف رجوع کیا اور اسی مین مبتلا ہوئے اول تو یوسف سے کہا کہ لاتقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا پس آخر انھون نے کید کیا اور دوسری مرتبہ جب اُنھون نے کہا کہ ہمارے ساتھ بھیجدو تو کہا کہ اخاف ان یاکلہ الذئب - آخر انھون نے کہا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا تیسری مرتبہ کہا کہ لاتدخلوا من باب واحد - آخر ان لوگون کو وہی پہونچا جس سے پرہیز چاہا تھا - انتہی - جب برادران یوسف علیہ السلام نے درخواست کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا -

قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ
بولا مجکو غم پکڑتا ہے اس سے کہ لیجاؤ اسکو اور ڈرتا ہون کہ کھاجاوے اسکو بھیڑیا اور تم

عَنْهُ غَافِلُونَ ○ قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا
اس سے بیخبر رہو بولے اگر کھاگیا اسکو بھیڑیا اور ہم یہ جماعت ہین قوت ور تو تو ہم نے

إِذًا لَخَاسِرُونَ ○
سب کچھ گنوایا

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے یہ عذر بیان فرمائے - قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي - کہا کہ ضرور مجھے غمگین کرتا ہے أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ یہ امر کہ تم یوسف کو لیجاؤ یعنی شدت الفت سے ایک دم کی جدائی ناگوار ہی تو اتنی دیر تک تمہارے ساتھ بھیجنا مجھے بیشبہہ غمگین کریگا اور دوسرا عذر یہ کیا کہ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ - اور مجکو خوف ہی کہ اسکو بھیڑیا کھا جاوے وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ - درحالیکہ تم اس سے غافل ہو یعنی مویشی چرانے اور سبقت و تیراندازی وغیرہ مین تم اس سے غافل ہو اور تمہاری غفلت مین اسکو بھیڑیا کھاجائے - سراج مین لایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ یوسف علیہ السلام پر بھیڑیئے نے حملہ کیا لہذا احتیاط و پرہیز رکھتے تھے اور اسی خیال سے ان سے یہ بات ذکر فرمائی اور آخر اسی بات کو اُنھون نے بہانہ پکڑ لیا تھا اسی واسطے ابن عمرؓ سے حدیث مروی ہی کہ ان لوگون کو خراب باتین مت سکھلاؤ کہ وے جھوٹ بولین چنانچہ

یعقوبؑ کے بیٹون کو یہ حیلہ نہین معلوم تھا کہ آدمی کو بھیڑیا کھا گیا مگر جب باپ نے انکو بتلایا تو جھوٹ باندھا اور کہنے لگے کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا رواہ السلفی وابو الشیخ وابن مردویہ۔ اب جاننا چاہیے کہ پہلا عذر جو حضرت یعقوبؑ نے بیان فرمایا اگرچہ اس سے اپنی بیقراری پر ترحم کا اظہار چاہا کہ جب اتنی دیر صبر نہین ہو سکتا تو مدت تک بیقرار و غمگین کرنے کی تدبیر نہ کرنی چاہیے مگر برخلاف اسکے یہ کلمہ زیادہ حسد کو بھڑکانیوالا ہو گیا ادنی یہ کہ اسکی ایکدم کی جدائی ایسی ناگوار ہے اور ہماری ہر روز کچھ پروا نہین ہے اور یہ آخر جسقدر غم حضرت یعقوبؑ کو ہوا اسقدر انکے خیال مین بھی نہ تھا بلکہ جانتے تھے کہ چند روز مین دفع ہو کر ہماری طرف متوجہ ہونگے لہذا اُنھون نے اس سے حسد کو زیادہ بھڑکایا اور اُسکا کچھ جواب نہین دیا بلکہ دوسری بات کا جواب دیا۔ قَالُوْا دوسری بات کے جواب مین کہنے لگے کہ لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ اگر یہ تصور کیا جاوے کہ اسکو بھیڑیے نے کھا لیا۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ۔ حالانکہ ہم لوگ ایک جماعت ہین جیسے سر کے گرد عصابہ محیط ہوتا ہے ہم اسکو گھیرے ہوے رہین گے اور ایسی حالت مین کھا لیا تو۔ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ایسی صورت مین ہم لوگ بیشبہہ خاسرین ہونگے یعنی کمزوری و عاجزی کی وجہ سے گویا ہمارا عدم وجود برابر ہوگا اور ہم کسی شمار مین نہونگے۔ فائدہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب بیان کیا تو بلائے حسد ہجوم کر گئی اور یعقوبؑ نے کہا کہ بھیڑیا کھا جائیگا تو اسی مکر سے غمگین ہوئے۔ عرب کی مثل صادق آئی کہ البلاء موکل بالنطق۔ باتون پر بلا موقوف ہے اور یہان سے زبان کے آفات سمجھنا چاہیے۔ بعض تابعین سے مذکور ہے کہ اگر بات خالص چاندی ہے تو اس سے خاموش رہنا بالکل سونا ہے اور بیشک حدیث صحیح ہے کہ من صمت نجا جو خاموش رہا وہ سالم رہا۔ ف فی العرائس فی قولہ واخاف ان یاکلہ الذئب۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا اُن کے حسد کے بھیڑیے سے خوف کیا اور اسکو بھیڑیا دیکھنا حقیقت تھا یعنی حسد کی صورت بھیڑیے کی ہے اور ان واقعات مین جو کچھ حضرت یعقوبؑ نے دیکھا اسمین انکی نظر باطنی سابقہ تقدیر پر واقع ہوئی اور فرزندون سے دربارۂ یوسف علیہ السلام کے جو کچھ نور نبوت سے دیکھکر بیان کیا وہ آئندہ زمانے کے واقعات ہونیوالے تھے اور یہ تدبیر وغیرہ کچھ حقیقت توحید کے منافی نہین ہے کیونکہ عقل و عادت و حواس کو بمقتضائے بشریت استعمال کرنا کبھی انبیاء و صدیقین کے لیے حقائق تقدیر کے معائنہ سے پردہ نہین ہو سکتا کیونکہ انکا یقین ہماری محسوسات کے دیکھنے سے بھی بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے وہ خوب جانتے ہین کہ عرش سے فرش تک جو کچھ حرکات و سکنات واقع ہوتے ہین وہ حرف کن اور حکم الٰہیہ مین مسخر و مقدر ہین نیز معلوم کر لیا کہ تقدیر مین میرے و اسکے درمیان فراق ہے لہذا لیجانے ہی پر حزن پیدا ہوا اور فرزندون کو غافل اسی معنی مین کہا کہ جو میرے علم مین ہے اس سے تم کو آگاہی نہین ہے۔ اقول یہ اشارہ ہے کہ شہود وحدت مین تکلم بظاہر غیر سے اور بباطن حضرت حق سبحانہ تعالی سے ہے بس اظہار اندوہ و ملال کسی دوسرے سے نہین ہوتا۔ فافہم فانہ دقیق واللہ تعالی اعلم۔ انھون نے دیکھا کہ غیرت حق کسی غیر پر نظر رکھنا نقص شان نبوت قرار دیتی ہے حتی کہ وسائط پر بھی نظر نہ ہو صرف شہود حقیقت ہو۔ اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ بھیڑیے نے یوسفؑ کو نہین کھایا تو معلوم ہوا کہ وہی حسد کا بھیڑیا متمثل ہوا اور فراست نبوت مین خطا کا احتمال خطا ہے اور خود انکو فراست سے یوسفؑ کے آخر عمر تک کے واقعات معلوم تھے چاہیے کہ خواب وغیرہ سے ظاہر ہوے لیکن انھون نے مراد الٰہی تعالی سے موافقت کی کہ یوسفؑ سے جدائی و شہود حقیقت پر نظر ہو تو اپنی مراد چھوڑ دی ابو علی جرجانی نے کہا کہ بھیڑیے سے خوف کیا تھا وہی مسلط کیا گیا اور اگر اللہ تعالی کا خوف کرتے تو بھائیون کو مجال نہین ہوتی اقول یعنی یہان

سے بھی نہ کہتے کہ بھیڑیئے کا خوف ہی جنیدؒ نے کہا کہ ان کا حسد اسی شفقت کے کلمہ سے اور زیادہ بڑھا کہ قصد کو خواہ مخواہ پورا کیا۔ قولہ تعالیٰ قالوا لئن اکلہ الذئب ونحن عصبۃ الآیۃ۔ تقدیر ازلی کو قوت تدبیر دفع نہین کرسکتی ہی اور قولہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ اور قولہ وما النصر الا من عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم وغیرہ آیات سے اسطرف اشارات ہین لیکن نظر توحید کبھی بعض اسباب سے ساکن ہوجاتی ہی پس انکے اس خیال پر کہ ہم ایک جماعت قوی ہین خاموش ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے اسکو قطع کردیا اور ان عہد وامانت والون نے اسکو لیجا کر جُب مین ڈالدیا اور بنیامین کو ساتھ کرتے وقت اللہ خیر حافظا۔ کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حفظ سے اسکو یوسفؑ تک پہونچایا اور یوسفؑ کے ساتھ ان سب کو یعقوبؑ کے پاس جمع کردیا۔ یہی عبرت ونصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنیکا حال و غیر پر اعتماد کا نتیجہ کیسا ہوتا ہی۔ القصہ جب بیٹون نے باپ کو اطمینان دیا تو آگے یہ حال ہوا۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

پھر جب لیکر چلے اُسکو اور متفق ہوے کہ ڈالین اُس کو گمنام کنوین مین اور ہم نے اشارت کی اُسکو کہ تو جتادے گا اُن کو

بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○

اُنکا یہ کام اور وہ نہ جانین گے

شیخ وہب بن منبہ ودیگر اہل اخبار وقصص نے ذکر کیا کہ بھائیون نے حضرت یوسفؑ کو سمجھایا اور پھسلایا کہ ہم ایسے ایسے کھیل تماشے مین خوشی کرتے ہین تمہارا جی ہمارے ساتھ چلنے کو نہین چاہتا ہی یوسفؑ نے کہا کہ ہان مین بھی چلونگا تو بولے کہ اچھا باپ سے چل کر اجازت مانگو تو سب نے جاکر کہا کہ یوسف کا بہت جی چاہتا ہی حضرت یعقوبؑ نے پوچھا کہ بیٹا تیری کیا مرضی ہی کہا کہ ہان بابا مجھ کو میرے بھائی پیار ومحبت کرتے ہین اب آپ اجازت دیدیجئے حضرت یعقوبؑ نے پیار سے اُن کے عہد پر اُن کے ساتھ کردیا۔ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ۔ پھر جب اسکو لے گئے تو جبتک نظر کے سامنے رہے ہر ایک باری باری سے کندھے پر بٹھاتا اور گود مین لیتا تھا جب نظرون سے غائب ہوکر دور جنگل مین جہان کوئی نہ تھا پہونچے تو غیظ وغضب ظاہر کیا اور اس صغیر بیگناہ بچہ کو تھپڑون و لاتون سے مارنا شروع کیا وہ رو رو کر فریاد کرتا اور ایک کے طمانچہ سے بلبلاکر دوسرے کی طرف پناہ لینے دوڑتا وہ بھی جب مارتا تو تیسرے کی طرف جاتا مگر یہی آفت پاتا اور جس سے فریاد کرتا وہی ترس کی جگہ اسکو طمانچہ مارتا آخر مایوس ہوکر باپ کا نام لے کر رونے لگا کہ اے پدر مہربان تیرے یوسف کا یہ حال ہی بابا اگر تم دیکھتے تو تم سے صبر نہ ہوتا اے باپ اُنھون نے کتنی جلدی تمہارا عہد بھلا دیا آخر اس صدمۂ جانکاہ سے قریب مرگ نوبت پہونچی اور بڑے بھائی روبیل نے زمین پر پٹک دیا اور سینہ پر چڑھکر چاہا کہ قتل کردے۔ حضرت یوسفؑ نے اس چوٹ وصدمہ کے بعد اپنے قتل کا سامنا دیکھکر اُس سے فریاد کی کہ مجھ پر رحم کر مجھے چھوڑ دو اُسنے کہا کہ اے راحیل کے بچہ اب تیرا وہ جھوٹا خواب کہان ہی اُنھین چاند سورج سے کہو کہ تجھے چھڑادے اور گردن مروڑ کر مار ڈالنا چاہا حضرت یوسفؑ نے یہودا سے فریاد کی اسکو رحم آگیا اُسنے روبیل کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تم نے یہ کچھ عہد نہین کیا تھا آخر لیچلے کہ جُب مین ڈالدین۔ کما قال تعالیٰ۔ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ۔ اور سب متفق ہوئے کہ اسکو جُب کے کول مین ڈالدین جب وہان پہونچے تو حضرت یوسفؑ اُسکو دیکھکر ڈرے مگر اُن لوگون نے اس اندھیرے کنوین مین جسکا پانی کھاری تھا لٹکا دیا اور یوسفؑ کے ہاتھ کنارون سے جھٹک کر سے

بندھا ہوا اندر اُتارا اور بیچ کنوین سے رسی کاٹ دی - آنحضرت اندر گرے اور پانی سے اُبھر کر ایک پتھر اُسمین تھا اسکو پکڑ کر اسپر آرام پایا اور اس حال مین جب لٹکاتے تھے ان کی قمیص ان لوگون نے اُتار لی تھی روایت ہو کہ جب بیچ مین سے رسی کاٹ دی تو بحکم الٰہی حضرت جبرئیل نے بیچ مین سے آپکو بغیر تکلیف کے اس پتھر پر بٹھادیا اور جب ابراہیم خلیل علیہ السلام کو نمرود نے قمیص اُتار کر گوپھن کے ذریعہ سے آگ مین پھینکا تھا تو بحکم الٰہی تعالیٰ حضرت جبرئیلؑ نے حلہ جنت انکو پہنایا تھا وہ قمیص حضرت اسحاقؑ سے حضرت یعقوب تک وراثت پہونچی تھی حضرت جبرئیل نے اسوقت حضرت یوسفؑ کو پہنائی اور وحی الٰہی سنائی وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ اور ہم نے وحی بھیجی یوسف کو یعنی اُسی جُبّ کے اندر کہ - لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا تو ان لوگون کو ان کے اس قول سے آگاہ کریگا - وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ - حالانکہ وے نہ جانتے ہون گے کہ تو یوسف ہو یعنی کسی ہلاکت وغیرہ کا خوف مت کر ہم تجکو ایسے رتبہ پر پہونچادینگے کہ یہ لوگ تیرے آگے ذلیل کھڑے ہونگے اور تو ان کو اس فعل سے آگاہ فرمادیگا اور یہ تیرے بلندی درجہ کی وجہ سے یہ گمان بھی نہ کرینگے کہ یوسف ہو بلکہ ان کو یہ خیال ہو کہ یہین ہلاک ہوجائیگا چنانچہ جب حضرت یوسف کنوین مین ٹھہرے تو بھائیون نے آواز دی اور حضرت یوسفؑ کی عمر چونکہ بارہ برس یا کم تھی تو ان کو اس اُمید پر جواب دیا کہ شاید مجھے نکال لین گے پس ان لوگون نے پتھر جمع کیے کہ ابھی جیتا ہے اسکو پتھرون سے ہلاک کرین مگر یہودا نے روکا اور نہ مانا کہ کوئی مارے اور روایت ہو کہ تین روز آنحضرت اس کنوین مین رہے اور یہودا انکو کسی ترکیب سے کھانا پہونچاتا تھا اور کنوین کا پانی بحکم الٰہی شیرین ہوگیا ؎ ترے قدم کے تلے خاک کیمیا ہو جائے ✤ ترے ٹھانے کو ہر خار شکل گل بنجائے ✤ ابن جریرؒ نے اپنے استاد سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قحط مین جب یوسف کے پاس انکے بھائی اناج لینے پہونچے تو موافق قولہ تعالیٰ فعرفہم وہم لہ منکرون - یوسفؑ نے اُن کو پہچانا اور وے نہین پہچانتے تھے پس حکم دیا کہ صواع لاؤ یعنی وہ پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا اسکو ہاتھ پر رکھکر ٹھنکایا تو اس سے جھنجھناہٹ کی آواز نکلی فرمایا کہ مجھے یہ پیالہ آگاہ کرتا ہو کہ تم ایسے لوگ ہو کہ باپ کی طرف سے تمھارا ایک بھائی یوسفؑ تھا اسکو باپ تم سب سے زیادہ چاہتا تھا اسکو تم نے لیجاکر غیابت الجب مین ڈالدیا - پھر دوبارہ اس جام کو جھنکارا اور کہا کہ پھر تم اپنے باپ پاس آئے اور تم نے کہا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا اور اسکی قمیص دروغ خون مین لتھاڑ لائے یہ سنکر اُنھون نے آپس مین کہا کہ عجب ہو یہ جام تو ٹھیک تمھاری خبر بیان کرتا ہو - ابن عباس نے کہا کہ ہمارے علم مین یہ آیت لتنبئنہم بامرہم ہذا الآیۃ - اسی بارہ مین ہو بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ وہم لایشعرون کے معنی یہ ہین کہ ہم نے اسکو جُبّ مین وحی فرمائی درحالیکہ ان لوگون کو وحی ہونے سے خبر نہ تھی - سراج مین کہا کہ اخفا کا فائدہ یہ تھا کہ خالی خواب حسد تھا تو اس کرامت سے بالکل دشمن ہوجاتے - اقول اسرار کی توجیہ محول بعلم الٰہی ہونی چاہیے کیونکہ اگر اُن کو وحی الٰہی یا حضرت جبرئیلؑ کی صورت سے آگاہی ہو جاتی تو مارے خوف کے جان نکل جاتی وبحکم قولہ ولو شاء ربک ما فعلوہ - اگر تیرا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہین کرسکتے تھے ہرگز کسی کو مقابلہ حق عزوجل کی طاقت نہین ہو - فافہم - پھر اگر کہا جاوے کہ حضرت یوسف بالکل صغیر تھے ایسی حالت مین وحی فرمانے کے کیا معنی ہین تو جواب اسکا کئی وجہ سے دیا گیا اوّل یہ کہ شان نبوت کے استقرار حالات سے دریافت ہوا کہ وحی اسرار و احکام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تو سخت وشدید تھی کہ سخت سردی مین آپکی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگتا اور اُسکے بوجھ کو سوائے آپکے کون سنبھالتا کیونکہ بڑے قوی جوان

کی ران پر آپ کا سر مبارک ہوتا تھا تو وہ اسقدر بیتاب ہو جاتا کہ گویا اسکی ران پھٹی جاتی ہے پس یہ وحی تو اسوقت بجمیع اقسام حضرت
یوسف پر نازل نہین ہوئی بلکہ جملہ اقسام مین سے صرف ایک قسم یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف کے پاس ایک بزرگوار
شفیق جس نے یوسف کو تسکین ہو بہت شفقت کے ساتھ آئے اور اس غم والم سے انکو تسکین دی کیونکہ جو صدمات اسوقت اس
صغر سنی مین آپ پر پیش آئے اگر کسی بالغ پر ہون تو شاید اسکی روح فنا ہو جاوے تو صغیر بچہ کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ خلاصہ
اسکا یہ ہے کہ ایک صغیر بچہ جو ہمیشہ شفقت و ناز و نعمت کی گود مین پالا گیا یکایک ہولناک جنگل مین دس مرد زبردست کے ہاتھون
قتل کی دہشت و چوٹ کی صدمات مین گرفتار ہو کر ایک ہولناک کنوین مین ڈھکیل دیا گیا پس خیر الملائکہ اچھی صورت مین اسکی
تسکین و پیار کیلئے آدمی کی صورت مین آئے اور بشارت دی کہ تم نجات پاکر بڑے عالی درجہ کو پہونچوگے ۔ دوم وجہ یہ کہ ایحار
مذکور ویسا ہی تھا جیسا حضرت یحیی و عیسی علیہما السلام کو صغر سنی مین وحی فرمائی اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ یہ بات جائز ہے
کہ اللہ تعالی صغیر کو نبوت دے اور وحی سے سرفراز کرے اور بعض فرقہ معتزلہ وغیرہ نے جب ان سے انکار کیا تو یہان یہ دعوی کیا کہ حضرت
یوسف کی عمر سترہ سال کی تھی اور پورے مرد ہو چکے تھے ولیکن یہ قول صریح مردود ہے اسلئے کہ اتنے بڑے آدمی پر یہ خوف نہین ہوتا کہ
اسکو بھیڑیا کھا جائیگا جیسے اور بھائیون مین سے کسی پر یہ خوف نہین ہوا ۔ وجہ سوم بعض نے کہا کہ یہ وحی بطریق الہام تھی جیسے قولہ اوحی
ربک الی النحل ۔ اور قولہ اوحینا الی ام موسی ۔ وغیرہ مین ہے ولیکن صحیح قول اول ہے پھر اگر سوال کیا جاوے کہ آیت مین فلما کا جواب مذکور
نہین ہے تو کہا جاوے کہ ہان اسوجہ سے کہ وہ خود ظاہر ہے اور شاید وہ افعال جو ان سے سرزد ہوے کہ ایسے باپ کی نافرمانی مین ایسے
پیارے بھائی کو اسطرح ایسی بیرحمی سے تڑپا کر مارا کہ رقیق القلب آدمی سنکر تڑپ جاتا ہے اور چونکہ یہ صدمہ خالی جسم پر ہے اور مقصود تعلیم
روحانی ہے لہذا اسطرف توجہ نہین چاہیئے اسیواسطے جو کوئی جہاد وغیرہ حکم الہی کی تعمیل مین اپنے بچون کی طرف دیکھکر باز رہتا ہے اسنے
وسوسہ شیطانی قبول کیا پس تقدیر کلام یہ ہے فلما ذہبوا بہ لم یلبثوا ان فعلوا بہ ما فعلوا و اجمعوا ان یجعلوہ فی غیابت الجب یعنی لیجانے
کے بعد اسکے ساتھ پہلے بہت بیرحمی کا برتاؤ کر کے پھر اس بات پر اتفاق کیا کہ اسکو جب مین ڈالدین پھر مترجم کہتا ہے کہ جو کچھ صدمات و ضربات
دشنام و انتہا بیرحمی کا برتاؤ مذکور ہوا ہے یہ قرآن مجید مین بصریح و کنایہ مذکور نہین اور حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان
فرمایا ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کسی سے صحت کو پہونچا بلکہ طبقہ تابعین و اتباع مین سے بعض نے ذکر کیا ہے تو اسکی راہ سوائے
اسکے اور کوئی نہین ہے کہ انھون نے اہل کتاب سے لیا ہو اور غالباً یہودیون سے لیا ہے پھر جب یہودیون کے روایات کو دیکھا جاتا ہے تو یہ
بالکل بیباکی سے کتاب الہی کے حکم تک بدل ڈالتے تھے تو بھلا قصون مین کیا اعتبار ہا لہذا نہ ہم تصدیق کرتے ہین اور نہ جھٹلاتے
ہین اور اسیواسطے ہم کہتے ہین کہ تقدیر کلام میرے نزدیک اسطرح مناسب ہے فلما ذہبوا بہ و اجمعوا ان یجعلوہ فی غیابت الجب فعلوا
یعنی جب لیگئے اور اتفاق کیا کہ اسکو کنوین مین ڈالدین تو اسکو کر گزرے پھر جو کچھ افعال سختی و بیرحمی کے قصص سے مذکور ہوئے ہین بہت
بعید ہین پھر اگر صحیح نہ ہون تو ناحق ایک سخت تہمت کا دنیا مین پھیلانا ہو جائیگا لہذا جسقدر کلام الہی و قرآن مجید سے ثابت ہے وہ یہ ہے
کہ بھائیون نے حضرت یوسف پر حسد کر کے چاہا کہ اسکو باپ سے جدا کر کے خود انکی نظرون مین محبوب ہون تو بعض نے کہا کہ جان سے
مار دو کوئی بولا کہ نہین ہم جان سے بھلا کیا مارین اسکو فلان کنوین مین شاید وہ باؤلی ہو گی اتار دو وہان سے کوئی مسافر لیجائیگا
پس بہانہ سے باپ کی اجازت سے لیگئے اور اگر مار ڈالنا چاہتے تو ممکن تھا کہ ہین کسی حیلہ سے مار ڈالتے اور لیجا کر شاید بیچ مین

بعض نے اختلاف کیا) اتفاق کرکے کنوین مین اُتار دیا اسوقت اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تو پریشان مت ہو تو انکو انکے ایسے افعال سے خبردار کریگا اور وے بےشعور ہونگے۔ مترجم کہتا ہو کہ اس سے زیادہ ہم نہین جانتے اور نہ ہم کو تہمت لگانا بغیر یقینی طریقہ کے جائز ہو لہذا مفسرین مین سے جنھنے بیرحمی کی روایات ذکر کیے یہ نتیجہ نکالا کہ انبیاء کے یہ افعال تو ہو نہین سکتے ہین یہ تو مردصالح کے بھی افعال نہین ہین تو یہ لوگ صالح بھی نہ تھے۔ مین کہتا ہون کہ اسنے یہ نتیجہ خراب تہمت کا کس دلیل سے نکالا ہے اگر قرآن مجید و حدیث صحیح سے نکالا تو غلط ہو کیونکہ سوائے قصد قتل کے جو بعض کا خیال تھا یا حسد کے اور کچھ ثابت نہین ہے اور اگر یہودیون کے بیان سے نکالا تو ہم کو آنحضرت صلعم نے منع کردیا ہو کہ ہم انکی باتون پر اقرار یا انکار کچھ نہ کرین اسلئے کہ اس قصہ کے معاینہ کرنیوالے راوی تک ثقہ نقل کرنیوالے کہ جو متقی ہون نہین ملتے ہین تو بھلا ایسی روایات پر ہم کو ہرگز روا نہین ہو کہ ہم برادران یوسف کے نسبت جنکو باپ نے معاف کیا اور خود حضرت یوسف نے معاف کیا ایسا الزام لگا دین اور یہ وہم نہ کرنا کہ مسلمان کے شاعرون و قصہ کی کتابون اور عموماً لوگون کی زبان پر جاری ہوگیا ہو کیونکہ اصل حال تو معلوم ہوگیا اب اس شہرت کا کیا اعتبار ہو دیکھو جہان بھر مین مشہور ہو کہ فرعون دریائے نیل مین ڈوبا حالانکہ محققین مفسرین بلکہ جملہ معروفین نے لکھدیا کہ نہین بلکہ قلزم مین ڈوبا اور قرآن و حدیث مین بحر کے اندر ڈوبنا مذکور ہو اور یہی صحیح ہو اور مترجم نے سراج وغیرہ سے جو یہ روایات لکھدین تو ان لوگون نے خود لکھدیا ہو کہ قصص سیر و اخبار کی روایتین ہین اور اُن مین سے کسی نے برادران یوسف پر یہ اعتراض نہین کیا کہ اسکے نتیجہ سے وے صالح بھی نہین معلوم ہوتے ہین بلکہ سراج وغیرہ مین انکے انبیاء ہونے پر جزم کیا ہو اور سوچ سے کہ وے ہر قول کو اسکے رتبہ پر رکھتے ہین یہ اعتراض صرف بعضے ابنائے زمانہ نے کیا جن کو تفسیر لکھنے مین شاید یہ امتیاز نہین ہو اللّٰہم اغفر لنا وارحمنا وانت ارحم الراحمین **ف۔ فی العرائس** جب حضرت یوسفؑ امتحان مین پڑے اور بھائیون کے ہاتھون عاجز ہوکر مصیبت اُٹھائی تو غیبت اُنکی تسلی خاطر فرمائی کما قال تعالیٰ واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لایشعرون اشارہ ہو کہ جب رتبۂ رسالت و نبوت و تمکین کو پہونچین گے تو زبان نبوت سے اُنکو اخبار ولیت سے انکے قول و فعل و حرکات کو بیان کرینگے اور یہ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو کمال تسلی ہو اقول اسلئے کہ تمام مصائب دنیا درواقع آسان ہین جبکہ انجام بخیر و رضوان الٰہی ہونا معلوم ہوجائے اور ایسے شخص کو مصائب کی حالت مین بھی قوت آنیہ ایسی پہونچتی ہو کہ وہ استقامت پر رہتا ہو کیونکہ وہ مقبول ہو فاللہ اعلم۔ استاد رحمہ نے فرمایا کہ اشارہ یہ ہو کہ جب بلا مین پھنسایا تو رضوان کا مژدہ معمولی وقت سے پہلے سنایا جس سے یہ بلا ظاہر ہوجائے کہ رحمت ہو عذاب نہین ہو۔ کہا گیا ہو کہ جب یوسف علیہ السلام سے شفقت پدری منقطع کیگئی تو رحمت مولیٰ عطا فرمائی گئی اقول سبحان اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لطف کے عوض حضرت حق عزوجل خالق یعقوب کا لطف محض فضل و انعام ہو قال تعالیٰ۔

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ

اور آئے اپنے باپ پاس اندھیرا پڑے روتے کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑتے آگے نکلنے کو اور چھوڑا یوسف کو

عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ

اپنے اسباب پاس پھر اُسکو کھا گیا بھیڑیا اور تو باور نہ کریگا ہمارا کہنا اگرچہ ہم سچے ہون اور لائے اُس کے

عَلٰی قَمِیۡصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍؕ قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَکُمۡ اَنۡفُسُکُمۡ اَمۡرًاؕ فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌؕ وَاللّٰہُ الۡمُسۡتَعَانُ

کرتے پر　لوہو لگا جھوٹھ بولا کوئی نہین بلکہ بنادی ہے تم کو تمہارے جیون نے ایک بات اب صبر ہی اچھا ہے اور اللہ سے مدد مانگتا ہون

عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ ○

اس بات پر جو بنانے ہو۔

جب حضرت یوسف کو قمیص اتارکر غیابت الجب مین ڈال چکے تو اُسی قمیص کو خون مین لتھا ڑکر گھر کو روانہ ہوئے۔ وَجَآءُوۡۤ اَبَاہُمۡ عِشَآءً یَّبۡکُوۡنَ ۔ اور آئے اپنے باپ پاس وقت عشا کے درحالیکہ روتے تھے۔ قال الامام یہ بندش پہلے سے باندہ رکھی تھی جب یوسف کو اس اندھیرے مین اُس پاس کے ساتھ اکیلا چھوڑ چکے تو اندھیری رات مین باپ پاس آئے روتے تھے اور بڑا ماتم وغم ظاہر کرتے تھے۔ فی السراج وغیرہ عشا کے وقت رات مین اسوجہ سے آئے کہ اُن کے چہرہ کو دن کی روشنی مین دیکھکر حضرت یعقوب علیہ السلام فراست سے اس حیلہ کے برخلاف نہ دریافت کرلین اسیواسطے بعض علمار کا قول ہی کہ کسی سے اپنی حاجت رات کے وقت نہ مانگے کیونکہ مروت وحیا آنکھون مین ہوتی ہے وہ روشنی مین چار ہون گے اور دن مین کسی گناہ کا عذر نہ کرے کیونکہ غیا ہے عذر ثابت کرنے مین زبان لغزش کریگی۔ قولہ یبکون حال ہے اور رونا فقط آنکھون سے آنسو جاری ہونے کو کہتے ہین اور اسکے واسطے درد دل ضرور نہین ہے پس آیت مین صاف دلیل ہی کہ رونا کچھ سچائی کی دلیل نہین ہی کیونکہ بناوٹ بھی ہوتی ہے اور روایت ہی کہ حضرت شریح قاضی کے پاس ایک عورت نے نالش کی اور روتی تھی آپنے موافق اصول شرع کے گواہ مانگے وہان شعبی رح بیٹھے تھے کہنے لگے کہ اے ابوامیہ تم نہین دیکھتے کہ وہ رورہی ہے تو فرمایا کہ یوسف کے بھائی نہین روتے آئے تھے حالانکہ وہ ظالم جھوٹے تھے کسی قاضی کو روا (یعنی شریح) نہین ہے کہ ایسی باتون پر حکم دیدے سوائے طریقہ حق وعدل کے۔ الغرض یہ حالت دیکھکر حضرت یعقوب علیہ السلام گھبراکر پوچھنے لگے کہ کیا ہوا کیا تمہارے مویشی کو کوئی آفت پہونچی بولے کہ نہین پھر فرمایا کہ یوسف کا کیا حال ہی۔ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ ۔ بولے کہ اے ہمارے باپ اِنَّا ذَہَبۡنَا نَسۡتَبِقُ ۔ ہم جاکر دوڑ کی مشق یا تیراندازی کی مشق کرنے لگے وفی الحدیث لاسبق الافی خف اونصل وحافر۔ حدیث مین ہی کہ سبقت معتبر نہین مگر گھوڑ دوڑ مین یا تیراندازی یا اونٹ دوڑ مین۔ اور بعض نے کہا کہ پاؤن کی دوڑ تھی کہ کون آگے نکل جاتا ہی کیونکہ سواری پر نہین گئے تھے اور انمین (یا بندوق بازی) کلام ہی کہ اس مشق کی ضرورت بنظر جہاد تھی اور روایت نہین ہی کہ اسوقت جہاد فرض تھا ہان حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شریعت توریت مین فرض ہوا اور برابر فرض رہا یہان تک کہ حضرت عیسیٰ کی انجیل مین منسوخ ہوا لہذا استباق کو لہو ولعب قرار دیا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ عدم مفروضیت کا یقین نہین ہوسکتا تھا تو اس سے ممنوع نہین ہوسکتا اور حدیث صحیح مین ہی کہ ارموا فان اباکم کان رامیا۔ لڑکون کو تیر سے چاندماری کرتے دیکھکر فرمایا کہ ہان تیراندازی کی مشق کرو کہ تمہارا باپ تیرانداز تھا۔ شارحین ومفسرین نے کہا کہ باپ سے عرب حجاز کے باپ حضرت اسمعیل علیہ السلام مراد ہین اور محتمل ہی کہ حضرت ابراہیم مراد ہون پس ظاہر ہوا کہ اُسوقت بھی مستحسن تھا تو لہو ممنوع نہین ٹھہرا۔ الحاصل اُنھون نے بیان کیا کہ ہم استباق مین گئے۔ وَتَرَکۡنَا یُوۡسُفَ عِنۡدَ مَتَاعِنَا ۔ اور ہم یوسف کو اپنی متاع یعنی کپڑون وغیرہ کے پاس چھوڑ گئے تھے فَاَکَلَہُ الذِّئۡبُ ۔ پس اسکو بھیڑیا کھا گیا یعنی کھیل مین ہم سے غفلت ہوگئی اس سبب سے اسکو بھیڑیا کھا گیا ف جو لوگ عبرت حاصل کرتے ہین اُنھون نے یہان دیکھا کہ آدمی اگر اپنے دل کو یاد الٰہی سے غفلت مین ڈال دے تو دشمن جان سے بڑھکر دشمن شیطان اسکو مردہ کردیتا ہے پھر عام مسلمان تمام پر

یہ ہو کہ اشتباق اگر لہو ممنوع تھا تو غفلت وحرمان ظاہر ہو لیکن ظاہر تفسیر پر اعتراض ہوگا کہ برادران یوسف کیونکر مرتکب ہوے اور اگر ایسا لہو تھا جو شرع میں مباح ہو تو اس سے یہ خانہ بربادی کیونکر ہوئی کیونکہ لازم آتا ہو کہ بعض شرعی مباح سے بھی یہ نوبت پہونچتی ہو بلکہ جبکہ اس سے یہ نوبت پہونچتی ہو تو مباح کیون لکھا گیا اسکا جواب یہ ہو کہ ہان مراد وہی لہو مباح تھا لیکن مباح وہین تک جائز ہو کہ غفلت نہ آ سے ورنہ حرام ہو جائیگا اور اسیواسطے جو کھانا پینا مباح اس حد تک پہونچے کہ آدمی نیند کے جوش مین ایسا غافل سووے کہ نماز جاتی رہے تو مکروہ ہو اور صریح نص اس کے قصہ حضرت سلیمانؑ مین صافنات الجیاد کا معائنہ ہو کہ جہاد کی گھوڑیان ملاحظہ کرنے مین وقت نماز سے غفلت ہوگئی باوجودیکہ جہاد کی نیت سے یہ کام ثواب کا تھا مگر پھر بھی اُنھون نے کہا۔ انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب۔ اور سب گھوڑیان جو غفلت مین ڈالنے والی تھین ذبح کردین اور یہان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ غفلت مین ڈالنے والی چیز دور کردینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عظیم وثنا حاصل کرتا ہو پس جب خیر سے غفلت کا یہ حال ہو تو مباح کا کیا حال ہوگا اور بھید یہ ہو کہ تیراندازی وگھوڑدوڑ وغیرہ خود امر آخرت نہین ہین بلکہ واسطہ ہین اور ذکر الٰہی ونماز وغیرہ خود آخرت سے ہین اب جانو کہ دنیا لہو ولعب ہو بحکم صریح قولہ تعالیٰ۔ انما الحیوۃ الدنیا لہو ولعب۔ اور جو لہو ولعب مباح غفلت مین ڈالے وہ مکروہ ہے تو دنیا بالکل مکروہ وحرام ہے الا اسی قدر کہ غفلت مین نہ ڈالے اسیواسطے حدیث سے ثابت ہو کہ ماقل وکفی خیر مما کثر والہی۔ اگر زیادت سے غفلت ولہو مین پڑے تو قلیل کفایت پر قناعت واجب ہو۔ یہ مختصر تنبیہ اسلیئے بڑھائی گئی کہ قرآن پاک ہمہ تن نصائح وعبرت وعلوم واصلاح قلب طریق دار الآخرۃ دائم وباقی وموصل رضوان آلٰہی جل شانہ ہو پڑھو اور دل سے صاف کرو اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہو واللہ الہادی الی سواء الصراط۔ القصہ برادران یوسف علیہ السلام نے یہ عذر کیا کہ لہو ولعب مین ہمارے ہاتھ پاؤن مشغول ہوگئے اور ہمارے حواس غافل ہوگئے تو یوسف کو ہمارا دشمن بھیڑیا کھا گیا۔ بھلا یعقوب علیہ السلام کی فراست کے آگے انکو کب فروغ ہوتا یہ خود جانتے تھے لہذا کہا۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا۔ اور آپ تو کبھی ہم کو سچا ماننے والے نہین ہین۔ وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ۔ اگرچہ ہم درواقع اس بات مین سچے ہون تو بھلا جب آپ کو ہماری طرف سے حضرت یوسف کے بارہ مین شبہہ تھا تو آپ کب سچ مانین گے اور پہلے آپنے کہدیا تھا کہ شاید تم غافل ہو جاؤ اور اسکو بھیڑیا کھا جاوے اتفاق سے ویسا ہی واقع ہوا بعض نے کہا یعنی آپ بلا دلیل ہم کو سچا نہ مانین گے اگرچہ ہم حقیقت مین سچے ہون۔ وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ۔ اور لائے تھے اسکی قمیص پر دروغ خون یعنی ایسا خون جسمین جھوٹ باندھا تھا کیونکہ اُنھون نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ خون حضرت یوسفؑ کا ہو مگر اصل مین جب کنوین مین ڈالا تو قمیص زبردستی اُتار لیا تھا اور بکری کا بچہ ذبح کرکے اس کے خون مین یہ قمیص بھگا کر حضرت یعقوبؑ کو اپنے قول کی نشانی دکھلانے لائے۔ روایت ہو کہ حضرت یعقوبؑ نے یہ قمیص اُنکے ہاتھون سے لیکر اپنے چہرۂ مبارک پر ڈالی اور یہان تک روے کہ داڑھی اس خون سے مانند خضاب کے رنگین ہوگئی اور فرمایا کہ اللہ سے کہ مین نے آج کا سا بھیڑیا نہین دیکھا ایسا ہوشیار کہ میرا بچہ کھا گیا اور قمیص کہین سے نہ پھاڑی۔ شعبی رح نے کہا کہ یوسف کی قمیص مین عجیب واقعات ہین بھائیون نے قمیص اُتار کر خون مین ڈبو دیا مگر قمیص نے ان کو جھٹلایا کہ سب صحیح سالم تھی۔ زلیخا نے ان پر الزام لگایا تو ننھے بچے نے گواہی دی کہ ان کان قمیصہ قد من قبل الآیۃ۔ اس قمیص نے زلیخا کا مکر چلنے نہ دیا۔ آخر وہ قمیص آئی اور اُن کے باپ کی آنکھین روشن کردین بقولہ والقاہ علی وجہہ فارتد بصیرا۔ وہ لباس نور ہو جو کسی عیب نجاست سے

میلا نہین ہوتا اور آخر اپنی اصل سے متصل ہوتا ہی القصہ حضرت یعقوبؑ نے نہ مانا۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا۔ فرمایا کہ نہین بلکہ تمھارے نفس نے تسویل سے کوئی امر کیا ہو یعنی تم لوگ اپنے نفوس کے پھندے مین مبتلا ہوئے اُسنے تم کو بُرا کام بھلا دکھلایا وہ تم کر کے آئے ہو بھیڑیئے وغیرہ نے نہین کھایا۔ ذکرالحافظ رح ابن عباس رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر بھیڑیا کھاتا تو قمیص پھاڑتا۔ یہی شعبی رح وحسن وقتادہ وغیرہم سے مروی ہی۔ بعض علما رح نے کہا کہ آنحضرت علیہ السلام تو پہلے ہی اپنے فرزند دلبند کو کہہ چکے تھے کہ کذلک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ولیکن تقدیر الٰہی جب جاری ہوتی ہی تو حسن تدبیر حکمت الٰہیہ سے پردۂ عجیب طاری ہوتا ہی ولقد قال تعالیٰ واللہ غالب علیٰ امرہ۔ اور خود حضرت یعقوبؑ نے آخر کہا کہ انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکو جو علم تھا اس سے جانتے تھے کہ یوسفؑ زندہ ہین۔ بعض نے لکھا کہ علم الٰہی سے یہ کچھ منزلت تھی کہ مصر سے قمیص کی خوشبو سونگھ لی لیکن بھائیون نے گانؤن کے پاس کنوین مین ڈالا وہ نہ جانا تو یہ پردۂ تقدیر ہی اور عین دلیل اس امر کی ہے کہ اوتعالیٰ غالب قوی عزیز حکیم ہی جو چاہتا ہے ہوتا ہے جب چاہا علم دیا جب نہ چاہا کچھ نہین پس حمد وثنا اُسی قادر حی القیوم کیلئے ہی بالجملہ کسی خاص علم سے آنحضرت علیہ السلام نے اُنکے قول کو جھٹلایا اور اُسپر یہ بھی زیادہ کیا کہ تمھارے نفوس نے کسی حرکت پر تم کو آمادہ کیا جو تم سے سرزد ہوئی۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ۔ اے فصبر جمیل اولیٰ من الجزع وقیل فصبری صبر جمیل وقیل فہو صبر جمیل والاولی ہو الاول۔ پس صبر جمیل خوب ہی شکایت وجزع وفزع سے۔ علما رح نے کہا کہ صبر دو طرح کا ہی ایک جمیل جو خالص اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہونے کیلئے ہو پس اسکو ایک نور مشاہدہ ہوگا کہ یہ امر حق تعالیٰ ہی لہٰذا اسکے استغراق مین کسی سے شکایت نہین کریگا اسی سے کہا گیا کہ پوری محبت وصدق مودت نہ وفا سے بڑھے اور نہ جفا سے گھٹے اور دوسرا صبر جو جمیل نہ ہو اور وہ کسی غرض وغیرہ سے سوائے خلوص رضاء الٰہی کے ہوتا ہے۔ وفی تفسیر الحافظ۔ مجاہد رح نے کہا کہ فصبر جمیل یعنی جزع نہین ہے ثوری رح نے اپنے بعض شاگردون سے نقل کیا کہ اُسنے کہا کہ صبر مین سے یہ ہی کہ اپنے درد ومصیبت کو کسی سے بیان نہ کرے اور اس سے اپنے نفس کی خوبی نہ سمجھے اور حبان بن ابی جبلہ سے مرسل روایت ہی کہ صبر جمیل کی تفسیر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر لاشکوی فیہ۔ ایسا صبر ہی کہ جسمین شکوی نہ ہو۔ اور بعض اہل تفسیر نے اتنا اور زیادہ ذکر کیا کہ جس نے بیان کیا اُس نے صبر نہ کیا اور امام حافظ رح نے کہا کہ امام بخاری رح نے اس مقام پر حدیث عائشہ رض جو دربارۂ افک حضرت صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا تھی وہ بیان کی چنانچہ اسکے آخر مین جب آنحضرت صلعم نے خود حضرت ام المومنین صدیقہ رض سے پوچھا اور آخر اُنھون نے خود جواب دیا تو یہ کہا کہ جھوٹے بہتان باندھنے والون نے جو کہا وہ تم لوگون کے خیال مین جم گیا ہے اب اگر مین قسم کھاؤن تو تم میری تصدیق نہ کروگے اور اعتذار کرون تو نہ مانوگے (حضرت صدیقہ نے کہا کہ مین قرآن کم پڑھتی تھی اُسوقت مجھے یعقوب تو یاد نہ آیا مین نے یوسف کا باپ کہدیا) میری اور تمھاری مثل وہ ہی جو ابو یوسف نے کہا تھا فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون۔ اُسیوقت اللہ تعالیٰ نے اُنکا عذر نازل فرمایا اور پاکیزگی ظاہر فرمائی اور بہتانیون پر غضبناک جھڑکی اُتاری اور ایسا ہی سراج مین بھی اسکو یہان ذکر کیا ہے مترجم کہتا ہی کہ شاید امام بخاری کا یہان یہ حدیث لانا صرف روایت پر محمول ہو اور تفسیر سے اسکا ربط کچھ ظاہر نہین ہوا اسیواسطے اس سے کچھ استفادہ بیان نہین ہوا اور مترجم ضعیف اپنے مالک مولیٰ حق سبحانہ تعالیٰ کی توفیق سے جو کچھ سمجھتا ہی ظاہر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاء سے پناہ مانگتا ہے۔ واضح ہو کہ اس حدیث سے اس آیت کریمہ کی تفسیر مین بہت مدد ملتی ہے

کیونکہ حضرت یعقوبؑ نے دو جملے فرمائے ایک تو قولہ فصبر جمیل ۔ اور دوسرا قولہ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ۔ یعنی امر یوسف میں جو تم
کہتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ ہی مستعان ہے یعنی اُسی سے استعانت میں بھی چاہتا ہوں اور ہمیشہ چاہونگا اور ہر ایک اُسی سے چاہے اور وہی لائق
و مستحق ہے کہ سب مخلوق اُسی سے استعانت چاہے پس صبر جمیل تو طاعت و تسلیم ہے بمنزلہ قولہ ایاک نعبد ۔ اور یہ کلام بمنزلہ ایاک نستعین ہے پس
حدیث موصوف سے بیان کی باتیں معلوم ہوئیں اوّل یہ کہ حضرت ام المومنین صدیقہؓ کئی دن رات برابر روئیں اور آخر میں صبر جمیل فرمایا تو
جب نظر بجانب خوف الٰہی ہو اور رونا کچھ شکایت قضاء الٰہی سے نہ ہو تو صبر جمیل زائل نہ ہوگا چنانچہ اولاد وغیرہ کے مرنے میں مطلقاً رونا ممنوع
نہیں ہے جبکہ طپش دل سے آنسو جاری ہوں یا بشفقت یا بخوف الٰہی مگر قضاء مقدر سے شکایت کسی مخلوق کے سامنے نہ ہو کیونکہ حضرت یعقوبؑ
کہا تھا کہ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ ۔ تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں تضرع اُس سے اُسی کی طرف ممنوع نہیں ہے ۔ دوم یہ کہ صبر جمیل یہ ہوا کہ
باوجود تمام صدق کے قسم کھانا بے سود تھا و اعتذار بے فائدہ تھا تو صبر جمیل میں قسم نہ کھاوے نہ اعتذار کرے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام
نے نہ اُنسے مواخذہ کیا اور نہ اوروں سے دوبارہ تفتیش وغیرہ کی استعانت لی اور نہ تحقیقات کی اگرچہ کید و فریب اس قمیص سے ظاہر
ہوگیا تھا بلکہ صبر جمیل کیا اور اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہی اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہوگیا اخیر کلام کے معنی اور ربط کس طرح ہے
اور یہاں فوائد بھی بہت ہیں میں گنجائش نہیں پاتا واللہ الموفق اور شاید کہ صبر جمیل میں اللہ تعالیٰ سے استعانت عین عبادت ہے
تو اب یہ سوال بھی وارد نہیں ہوتا جو سراج وغیرہ میں مذکور ہے کہ قضاء الٰہی پر صبر کرنا واجب ہے مگر ظالموں کے ظلم پر صبر کرنا ضروری نہیں ہے
تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس معاملہ میں اچھی طرح تفتیش کیوں نہ کی اور دوسروں سے استعانت کیوں نہ لی اسلئے کہ خاندان شرافت
میں سے تھے اور لوگ اُنکو مانتے تھے اور جواب یہ دیا کہ شاید برادران یوسفؑ اس امر سے مانع ہوتے اور شاید وحی سے منع کئے گئے ہوں
تاکہ مشقت سے ثواب زیادہ ہو اور مترجم کے نزدیک حدیث موصوف سے استفادہ اقوی ہے اس لئے کہ اگر ملنے والے ہوں گے
تو بغیر کسی جستجو کے مل جاوینگے اور اگر نہیں تو یہ اضطراب بے فائدہ ہے پھر اگر وہم ہو کہ رزق حلال کی جستجو بھی بیکار ہے کیونکہ جو مقدر ہوگا ملے گا
ورنہ نہیں تو جواب یہ ہے کہ بیشک جسقدر رزق مقدر ہوگا ملیگا اور جسطرح مقدر ہوگا وہ اس بندے سے ضرور واقع ہوگا اور شاید
یہ مقدر ہو کہ مشقت سے اسقدر اور بے محنت بہت قلیل ملے بہرحال اُسنے یہ کہاں سے جانا کہ میرے حق میں یہ مقدر ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑ
کے بیٹھ رہوں اور فرق یہاں یہ ہے کہ رزق کے واسطے تلاش کا حیلہ مقرر ہے تو جب اُسنے یہ حیلہ نہ کیا تو عادت الٰہیہ سے اُسنے برخلاف کیا
اور یہ معصیت ہے اگر ایسی نیت ہو اور ظاہر ہے کہ گناہ کرنے سے رزق میں کمی ہو جاتی ہے جیساکہ حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہے جیسے گھبراہٹ
کے ساتھ حرص میں طمع کا پاؤں پھیلانا معصیت سخت ہے اس سے کچھ مقدر سے زیادہ نہیں ملتا اور گناہ شدید کے بعد جو ملا وہ رزق
کیا بلکہ عذاب ہے یہیں سے سمجھو کہ جو بعض سرکش گنہگار بہت کچھ مال پاتے ہیں وہ ان کے حق میں رزق حلال نہیں بلکہ عذاب شدید ہے
کہ فوراً مرتے ہی یہ پردہ اُٹھ جائیگا پس حاصل یہ کہ حدیث میں اجملوا فی الطلب کا حکم اسی معنی میں ہے یعنی طلب جمیل کرو رزق کی تلاش
میں پس طلب جمیل یہی ہے کہ آخرت کے کام مقدم کرکے تبعاً اسکے طالب ہو اور یہ نہ چاہئے کہ طلب کو مقدم کرکے پھر جو کچھ وقت نکلے اُسمیں
عبادت کرے اور قصہ میں صبر جمیل یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہی اور ایسی جستجو میں پڑنا جو خلاف طریقہ تقضا و قدر ہے خلاف
جمیل جانا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ف ۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام سے باپ کی شفقت توڑ دی گئی اور اس صالح نے رضائے
حق تعالیٰ کی طرف جگہ ڈھونڈھی تو ارحم الراحمین سے دی تسلی پہونچی اور ہزار ناز و نعمت میں ہو گئے ۔ رہا بھائیوں کا ما

توفرمایا حق تعالیٰ نے وجاءوا اباہم عشاءً یبکون ۔ اسمین منجملہ اسرار کے یہ ہو کہ آدمی مین جو طبیعت رکھی گئی ہو اسکی کیفیت یہ ہو کہ جب اسکی مراد حاصل ہوجاتی ہے تو بہت نرم ہنجاتی ہو اور رونے کو چاہو تو رونا آجاتا ہے اور یہ قعلہ دنیا کی خواہش ولذت وشہوات کے حصول سے مکر ہوتا ہے جو عقل پر پوشیدہ نہین ہو اور اکثر یہ رونا خالی بناوٹ ہوتی ہو کسی عبرت وقلق آخرت سے دموجب ثواب وکمال نہین ہوتا ہو اور عشاء کو اسی جہت سے آئے کہ باپ کے رعب سے حالت سے دہشت نہو اور بناوٹ ظاہر نہ ہوجائے اور اندھیرے مین عذر کی بناوٹ ٹھیک ہو قولہ وجاءو علی قمیصہ بدم کذب الآیۃ ۔ اسمین منجملہ اشارت کے یہ ہو کہ فریب ومکر اہل ایمان ونور فراست والون پر پوشیدہ نہین ہوتا حالانکہ وے قرب مقامات اور اولیاء کے مقالات سے مدعی ہوتے ہین اور یہ لوگ سچے ہین اور ظاہر یا باطن راہ حق مین شہید ہین اُن کے خون سے شہادت ٹپکتی ہو اور حدیث صحیح مین آیا لہ المتشبع بمالم یعط الحدیث جو ایسی چیز سے سیر ہو بیٹھے کہ حقیقت مین اسکو نہین ملی تو ایسا ہی جیسے کوئی مکر کا لباس پہنے ہو یعنی بناوٹ سے خلعت پہنکر شاہزادہ نہین ہوجاتا اگرچہ اسکو اسوقت خلعت بھی حاصل ہو تو بھلا جو کوئی فریب سے خلعت کی قطع بنادے وہ ضرور آنکھون والون پر مکار ظاہر ہوجائیگا عجب ہے کہ جس کے دل مین ایمان کا نور ہی اگرچہ وہ ولی نہ ہو وہ آخر ضرور ولی ومکار مین امتیاز کرلیتا ہو تو بھلا گراہ ہونے والے کس زعم پر مطلع نہین ہوتے ہین طبیعت مین جب حسد چھایا تو اس سے دروغ وگناہ پیدا ہوتے ہین اور عالم مین آگ لگادیتے ہین حسین بن الفضل رح نے کہا کہ آخر مین برادران یوسف نے کہا تھا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل ۔ اور یہ دروغ کلمہ تھا تو آخر دروغ بھی اسی اول حسد کے دروغ سے ہوا جب کہا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا ۔ قولہ بل سولت لکم انفسکم امرا ۔ اس سے فراست یعقوب علیہ السلام ظاہر ہے اور انکو نفوس کے کید وفریب سے آگاہ کردیا اور اشارہ ہے کہ تم اپنے فریب مین خود گرفتار ہو اور مین تو درمیان مین سوائے سابقہ تقدیر کے کچھ نہین دیکھتا ہون بس قولہ فصبر جمیل سے حق عزوجل نے لباس پہنایا اور صبر جمیل وہ ہو کہ مصیبت مین گرفتار ہوکر تقدیر ازل ومراد آلٰہی کو مشاہدہ کرکے اس سے صابر ہو اور اپنے نفس سے تکلف کا صبر نہو ۔ ولقد قال تعالیٰ وما صبرک الا باللہ ۔ وقال تعالیٰ واصبر لحکم ربک فانک باعیننا اور تحقیق اسمین یہ ہو کہ دل پر جو کچھ اللہ تعالیٰ جاری فرمائے اُسپر آسودہ ہو اسطرح کہ یا دالٰہی صاف اور ذوق مشاہدہ منور رہو لہذا فرمایا ۔ واللہ المستعان علی ما تصفون ۔ میری استعانت صبر بلا مین اُسی سے ہو کسی اور چیز سے نہین، ہو شیخ حسین نے فرمایا کہ موارد قضا پہ ظاہر وباطن کی آسودگی کو صبر جمیل کہتے ہین ۔ یحییٰ بن معاذ رح نے فرمایا کہ صبر جمیل یہ ہو کہ بلا کو دل خوش ولب خندان قبول کرے ۔ قال تعالیٰ

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ ۚ

اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پنھارا اُسنے لٹکایا اپنا ڈول بولا کیا خوشی کی بات ہو یہ ہے ایک لڑکا

وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَٰهِمَ

اور چھپا لیا اُسکو پونجی سمجھکر اور اللہ خوب جانتا ہو جو کچھ وہ کرتے ہین اور بیچ آئے اُسکو ناقص مول کو گنتی کی کئی

مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ ۝

باؤلیان اور ہو رہے تھے اُس سے بیزار

ع ۱۴ ۲ ۱۲

جب حضرت یوسفؑ بنا بر بعض روایات کے تین روز اُس جب مین رہے کہ یہودا اُن کو کھانا پہونچاتا رہا اور بنا بر بعض روایات کے ایک ہی روز رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اندھیرے کنوین سے جسکا پانی کھاری تھا اپنے بندہ مخلص کو خلاص فرمایا اس طرح کہ

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ اور آگئے کچھ مسافر۔ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ۔ سو اُنھون نے اپنے وارد کو بھیجا۔ سراج وغیرہ مین لکھا کہ سیارہ در اصل سیر کرنیوالے جو زمین مین پھرتے رہتے ہین پس مسافرون کو اسی وجہ سے سیارہ کہتے ہین اور یہ لوگ جو بئر الجب پر وارد ہوئے تھے مدین سے یا شام سے روانہ ہوکر مصر کو جاتے تھے وے راستہ بھول کر بھٹکتے ہوئے اس جنگل مین آئے جہان یہ کنوان تھا اور یہ کنوان آبادی سے دور ایک جنگل مین تھا جس سے پانی لینے سوائے چرواہون کے کوئی نہین آتا تھا اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے ایک روایت یہ بھی مذکور ہوئی کہ اس پر اکثر لوگ اترا کرتے تھے تو ظاہر اس قول پر بعض نے زعم کیا کہ وہ بیت المقدس کا کنوان تھا یا مراد یہ ہو کہ چرواہے بہت آتے تھے لیکن مناسب مقام یہی قول ہے جو یہان مذکور ہوا بہرحال روایت ہے کہ اس کنوین کا پانی کھاری تھا حضرت یوسفؑ کی برکت سے شیرین ہوگیا تھا یہ لوگ بھٹکے ہوئے وہان اترے اور آگے آگے اپنا وارد پہلے بھیجدیا تھا اور وارد اسکو کہتے ہین جس کو مسافرون کی جماعت اپنے مین سے منزل پر پہلے بھیجدے تاکہ وہان پانی کا بندوبست کردے تو وہ اپنی جماعت سے پہلے منزل پر پہونچ جاتا ہے اور پانی بھر کر جمع کرتا ہے تاکہ ساتھی لوگ آتے ہی جانورون کو پلا دین اور کھانے پکانے کا سامان کرین اور اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ یہان ان کے وارد کا نام مالک بن ذعر الخزاعی عرب کا بدوی تھا اسنے پہونچکر یہی کنوان پایا جسمین آنحضرت علیہ السلام اس بیکسی سے ڈالے گئے تھے۔ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ۔ پس وارد نے اپنا ڈول کنوین مین لٹکایا اور ظاہر ہے کہ یہ بچہ بیچارے ایک نکلنے کا وسیلہ وسبب پاکر ضرور چمٹ گئے چنانچہ اُسنے نکالا تو یہ عجب دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا نکل آیا۔ خوبصورتی کی تفصیل بعض راویون نے بیان کی کہ گھونگروالے بال بڑی بڑی آنکھین چہرہ خوبصورت رنگ گورا بانہین اور ٹانگین گداز بھری ہوئین سینہ چوڑا کمر پتلی ناف باریک چھوٹی تمام اعضاء نہایت متناسب کوئی تعریف کر نہین سکتا جب بولتے تو دانتون سے نور برستا یا کہو کہ موتی جھڑتے اندھیری رات مین چاند تھے بلکہ دن ہوجاتا اور ابتدائے خلقت حضرت آدمؑ سے مشابہ تھی خلاصہ بیان کافی وہ ہے جو حدیث کی روایت مین آیا کہ یوسف کو آدھا حصہ حسن کا دیا گیا تھا اور بعضے کہتے ہین کہ آپ کی پردادی حضرت سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو چھٹا حصہ حسن کا دیا گیا تھا اور مراد اُس حسن سے یہ ہے کہ ظاہری دیدار نہایت خوبصورت تھا۔ القصہ جب اُسنے ایسا لڑکا دیکھا جسکو نصف حسن دیا گیا تھا تو۔ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ۔ بول اُٹھا کہ اے بشارت یہ تو غلام ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ خوشی کے وقت بشارت کو پکارتے ہین اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ وقت وہ ہے کہ اے بشارت تو حاضر ہو جیسے غم کے وقت ویل وہلاکت کو پکارتے ہین چونکہ خوشی کا وقت تھا اسنے اپنے لیے بشری یعنی بشارت کو پکارا اور بعض قراءۃ مین بشری بکسر الراء وسکون یاء آیا تو اصح یہ ہے کہ اسکے معنی بھی یہی ہین صرف اتنا ہوا کہ اسنے میری بشارت کہا۔ یہی ابن کثیرؒ نے ارجح قرار دیا اور بعض نے زعم کیا کہ اسکے ساتھ بشری کوئی عورت تھی اور بعض نے کوئی دوسرا مرد گمان کیا واللہ اعلم اولی وہی اول ہے پھر غلام سے مطلق لڑکا ہے کیونکہ آنحضرتؑ بچہ تھے یا غلام مملوک پس اُسنے آپ کو غلام شاید اسوجہ سے گمان کیا کہ ننگے بدن بے نہایت خستہ حالت مین تھے بھلا کوئی فرزند کے ساتھ ایسا کیون کرتا خصوصاً ایسا خوبصورت بیٹا۔ اور یا اس قرینہ سے کہ کنوین مین پانی بھرنے کو غلام آیا کرتا ہو لہذا ظاہر غلام بمعنی مملوک لئے اُسنے مراد لیا بقرینہ قولہ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً۔ اور اُنھون نے اسکو پوشیدہ رکھا ایک نفیس اسباب یا اصطلاحی بضاعت قرار دیکر۔ یا بعد قرار دیکر یہ دونون متخالف باتین ہوتے ہین کہ اسروہ کی ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے پس دو احتمال ہین اول یہ کہ وارد مع ساتھیون کی طرف ہے یعنی اسر الوارد واصحابہ یوسف بضاعۃ۔ یعنی وارد الخزاعی نے اپنے لوگون سمیت جو اسوقت کنوین پر اسکے ساتھ تھے مشورہ کیا کہ باقی لوگون سے جو آج منزل پر آتے ہون گے اسکو خفیہ کرلو کہ یہ ہمارے لئے خاص ایک بضاعت

یا انفیس اسباب ہوگا اسکو ہم مصر مین پہونچکر بیچکر با لامال ہوجائین گے دچھپانا مشکل امر تھا واللہ اعلم یا یہ مشورہ کیا کہ اس راز کو پوشیدہ کرو
کہ ہم نے کنوین سے پایا بلکہ ساتھیون سے کہہ دو کہ راستہ مین کسی مقام پر ہمارے عزیز ملے تھے اُنھون نے یہ غلام اپنا مال ہم کو بضاعت
دیا ہے کہ مصر مین اُنکے لئے فروخت کر دین اور بضاعت وہ مال ہوتا ہے جو آدمی کسی دوسرے عزیز یا ملاقاتی کو اس غرض سے دیتا ہے
کہ تم تجارت کو کسی کام کو جاتے ہو ہمپر احسان ہوگا کہ ہمارے اس مال کو تجارت کرتے لاؤ تمہاری بدولت ہم کو کچھ نفع ملجائے گا اور اگر
شاید خود بخود تلف ہو یا چور لیجاوین یا گمشدہ پڑے تو خیر ہماری قسمت ہے بس حاصل یہ ہوا کہ وارد اور اسکے ساتھیون نے بضاعت
کرکے اسکو چھپا ڈالا ۔ احتمال دوم یہ کہ ضمیر مذکور آنحضرت کے بھائیون کی طرف راجع ہو اور بات یہ تھی کہ یہودا ہر روز یوسف کو طعام
لاتا پس اُسنے تیسرے روز کنوین مین نہ پایا تو بھائیون کو آگاہ کیا اور ان کو خیال ہوا کہ شاید اسی دیس کا کوئی نکال لایا ہو تب تلاش
کی تو مالک بن ذعر الخزاعی وغیرہ کو اُترا پایا اور وہین یوسف کو دیکھا تو عبرانی زبان مین قتل سے ڈرایا اور مسافرون سے کہا کہ
یہ ہمارا غلام بھاگ کر کنوین مین گرا تھا تم کو مفت نہین ملیگا ہان ہم کو اسکی یادہ خواہش نہین ہو تم کو ہم سستا دینگے الحاصل
معنی قولہ واسروہ بضاعۃ یعنی یوسف کے بھائیون نے اسکو مخفی کیا کہ اُنکا بھائی ہو اور یوسف نے قتل کے خوف سے چھپایا
اور بیع ہونا گوارا کیا پس وارد خزاعی نے ساتھیون کو آواز دی کہ یا بشری ہذا غلام یعنی اے ساتھیو خوشی کا مقام ہے کہ یہ
حسین غلام سستا بکتا ہو قال تعالی ۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔ اور اللہ تعالی جانتا ہے جو یہ لوگ حرکت کرتے تھے کہ ایسے کریم بن الکریم
بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم التسلیم کو اسطرح غلام بضاعت بناکر فروخت کرتے تھے جب یہ گفتگو ہوئی تو
معاملہ ٹھہرا ۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ ۔ اور بیچ ڈالا اسکو بعوض داموں نجس یعنی حرام کے قول ضحاک ہو اسلئے کہ آزاد کے دام حرام ہین یا
ثمن زیوف کے قول ابن مسعود روایت کیا جاتا ہو یعنی بعوض کھوٹے داموں کے ۔ یا بقول عکرمہ بعوض قلیل داموں کے جیسا کہ اللہ تعالی
نے فرمایا ۔ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ یعنی کچھ گنتی کے روپیون کے بدلے اور یہ عرب کا محاورہ ہو مراد بہت تھوڑے درم ہوتے ہین کیونکہ
چالیس درم ہوتے تو اسکا حساب تول سے ایک اوقیہ ہوتا ہے اور اس سے کم گنتی کے ہین اور مروی ہو کہ بیس کو بیچکر دو دو درم بانٹ
لئے تھے کیونکہ وے تو چاہتے ہی تھے کہ کوئی لیجائے انکو مال عزیز نہ تھا لہذا الرایا ۔ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ۔ اور یوسف کے
حق مین اُنکے بھائی لوگ بالکل بے پروا اور بے رغبت تھے ۔ مفت بہادیا واضح ہو کہ شیخ حافظ نے لکھا کہ قولہ اسروہ بضاعۃ یعنی خزاعی
وغیرہ نے باقی مسافرون سے چھپایا اور کہا کہ ہم نے اسکو خریدا یا بضاعت دیا ہے اس خوف سے کہ ساتھی اسمین ساجھا مانگین گے
جب اُنکو صحیح بات معلوم ہوجائے ۔ یہ مجاہد وسدی و ابن جریر کا قول ہو اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا کہ اسروہ بضاعۃ
یعنی بھائیون نے یوسف کا حال پوشیدہ کرکے غلام تبلایا اور آخر تک موافق مذکورہ بالا کے تفسیر ذکر کی اور لکھا کہ قولہ وشروہ
بثمن یعنی بیچ کیا اسکو بھائیون نے یہ ابن عباس و مجاہد و ضحاک کا قول ہو پس شراء بمعنی بیع بھی بحسب لغت ہو اور قتادہ نے کہا کہ یعنی
خریدا اسکو مسافرون نے لیکن کہا کہ قول اول راجح ہو کیونکہ مسافرون نے خوشی سے خریدا تھا اگر جواب یہ ہو کہ اُنھون نے دھوکا کھایا
کہ یہ بھگوڑا ہے اسلئے کم داموں کو بے رغبت ہوکر خریدا تھا اور لکھا کہ ابن مسعود نے کہا کہ بیس درم کو اور ابن عباس و نوف البکالی
وسدی و قتادہ و عطیہ نے بڑھایا کہ دو دو درم بانٹ لئے اور مجاہد نے کہا کہ بائیس کو بیچا مترجم کہتا ہو کہ دو دو درم بانٹنے سے
گیارہ بھائی کے حساب سے بائیس ہوئے لیکن بنیامین قطعاً شریک نہ تھے تو یہ وہم ہوگا اور لکھا کہ محمد بن اسحاق و عکرمہ نے چالیس درم

بیان کئے مترجم کہتا ہے کہ پھر معدود درم نہ ہون گے لہذا کم ہونا چاہیئے ۔ سراج وغیرہ مین محمد بن اسحاق کا یہ قول اچھا معلوم ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ جانے کہ بھائیون نے بیچا یا مسافرون نے خریدا یعنی مقصود تو ظاہر ہے اس سے زیادہ بحث کی کچھ ضرورت نہین ہوا اور
سراج مین لایا کہ اسروہ بضاعۃ کے دونون قول مین سے خزاعی وغیرہ کا خفیہ کرنا اقوی ہے کیونکہ بضاعۃ حال اُس وقت لاحق ہے
کہ جب خفیہ کیا اور مترجم کہتا ہے کہ اظہار اس مقام پر یون ہو کہ اسروہ بجعلہ بضاعۃ ۔ تو حال نہ ہوا یعنی چھپانا اس پیرایہ سے تھا کہ اس کو
بضاعت ظاہر کر دیا ۔ روایت ہو کہ جب آنحضرتؑ کنوین سے نکالے گئے تو اسکی دیوارین آپکے فراق پر روتی تھین ۔ اقول سبحان تعالیٰ
تعالیٰ یہ اسرار عجیب مخفی و مضبوط صنعت الٰہی تعالیٰ ہو کہ دیوارون کا یہ شعور دیکھو اور ادھر برادران یوسف یا مسافرون کی یہ بے شعوری
دیکھو کہ کسی نے نور نبوت و ظہور کرامت کبریائی کو نہ دیکھا بلکہ غلام قرار دیا اور بیچا اور اسقدر زاہد و بے رغبت ہوئے اور قصہ مین
مذکور ہے کہ بھائیون نے مسافرون کے پیچھے پیچھے چلانا شروع کیا کہ یار خوب مضبوط گھیرے رہو وہ بڑا بھاری بھگوڑا ہے آخر
بہت دور تک پہونچا کر مصر کی منزل پر چھوڑا اور بالکل بے کھٹکے ہوگئے ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وجاءت سیارۃ فارسلوا واردہم
مترجم کہتا ہے کہ اشارت مین اگر قلب و حاقی سے کنایہ ہو تو موافق حدیث کے ملائکہ سیارہ کا اشارہ ان سیارہ سے ظاہر ہو لیکن
اہل دنیا اسکو بعوض حقیر دنیا کے فروخت کر ڈالتے ہین اسیواسطے روایت صحیح مین آیا کہ کافرون مین قلب نہین ہوتا اور خود قرآن
مین افئدتہم ہوی یعنی خالیہ سے تصریح ہو کیونکہ جب انھون نے بعوض دنیا کے بیچا تو سیارہ نے یاد سے خالی رہ گئے اور وہ مصر
کبریائی مین درجۂ عروج کو پہونچا اور بیان ایسی باتون کو متحمل نہین ہوسکتا اور افہام بیان قصور کرتے ہین بلکہ خوف ہو کہ نا سمجھی
سے منکر ہون ۔ لہذا نادان مترجم اپنے نادان بھائیون کے سامنے اہل الحق کے اقوال نہین بیان کرتا ہے بلکہ بمجبوری شیخ کا
قول نقل کرتا ہے تاکہ سمجھنے والے سمجھین یا خاموش رہین ۔ کہا کہ جب ارواح عدم سے نکلکر فضائے قدرت مین سائر ہوئین اور
موارد قدم کو ڈھونڈھا تو بحر ناپیدا کنار پایا اور ذلو ہمت سے مشاہدۂ آفتاب یا ماہتاب حاصل ہوا تو فرحت سے بزبان عشق بشارت
دی اور اپنی بقا پر نازان ہوئین و قولہ تعالیٰ واسروہ بضاعۃ ۔ اسمین بضاعت توحید و معرفت کو اغیار سے چھپایا اور اس سفر سے
یہ رتبہ پایا اگرچہ نفوس جو ظالم ہین بحکم قولہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ ۔ اسی دیس سے مانوس ہوکر بہرحال ذلت و خواری مین رہے
لکھا کہ اگر یوسفؑ والے مسافرون کو انوار حسن ازل اس آفتاب نبوت سے ظاہر ہوتے تو آدم کو سجدۂ ملائکہ کی طرح عشق و
محبت سے سجدہ کرتے ۔ اور یہ عبودیت کا سجدہ نہین ہو بلکہ مشاہدۂ انوار الٰہی بیچون و بیچگونہ ہو اور یہ گمان مت کر د کہ وہان حلول
یا خفا تھا بلکہ مخلوق سے صنعت صفات صانع کا ظہور بیچون و چرا ہوتا ہے حالانکہ وہان صانع اندر سمایا نہین اور نہ کچھ ملازم ہو
تعالیٰ اللہ علواً کبیرا ۔ شیخ جعفرؒ نے کہا کہ یوسف مین اللہ تعالیٰ جلشانہ کا ایک بھید تھا پس مقام ستر کو انکی نظرون سے پوشیدہ کر دیا اور اگر
اس بھید کو ان پر ظاہر فرماتا تو مر جاتے دیکھو کیسے انھون نے کہا کہ ہذا غلام اور اگر آثار قدرت سے واقف ہوتے تو کہتے کہ ہذا
نبی صدیق ۔ چنانچہ زنان مصر پر جب بعض امور کا انکشاف ہوا تو بولین کہ ہذا ملک کریم اور جب اُن کو اسرار قدرت و کرامت
نہ سوجھے تو انھون نے اسکو ثمن بخس کے عوض بیچ ڈالا ۔ کما قال تعالیٰ وشروہ بثمن بخس دراہم معدودۃ ۔ اگر ان مین وہ عشق و محبت
بمشاہدۂ آثار قدرت ہوتی جو حضرت یعقوبؑ مین اسرار باری تعالیٰ معائنہ کرنے سے تھی تو کبھی اسکو دونون جہان کے عوض نہ بیچتے کیونکہ
جس جمال باطن کا پرتو جمال ظاہری تھا یہ ظہور اُن کو کہین جہان مین نہ ملتا اگرچہ عین دیدار باطن کا معائنہ اُن کے مانند انبیاء

وصدیقین سے مشاہدہ ہے لیکن جمال باطنی کا مشاہدہ بغیر فضل الٰہی ممکن نہین تو نہین دیکھتا کہ کیسے حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ
وعلی جمیع الانبیاء اجمعین کے دیدار سے کفار کی نفی فرمائی بقولہ تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون کیونکہ اصل بصیرت ہے نہ بصارت کیونکہ
بالاتفاق اندھا عالم کے سامنے آنکھون والا جاہل اندھا ہے جعفرؒ نے فرمایا کہ حضرت یوسفؑ کی قدر نہ پہچانی تو قلیل دامون کو بیچ ڈالا
ابن عطار رحمہ اللہ نے نہایت لطیف اشارہ فرمایا کہ اے شخص بتجھے تعجب ہوتا ہے کہ برادران یوسف نے اپنے یوسفؑ سے بھائی کو
ایسے حقیر دام کو بیچ ڈالا ۔ ارے تو نے تو بڑا غضب کیا ہے کہ اپنے قلب نفس کو ذرا سی شہوت کے عوض بیچا ۔ تیرا نفس ذرا سے مزے
کے ہاتھ بک گیا ۔ ارے تو نے اس سے بھی زیادہ ظلم کیا کہ پہلے اپنے مالک خالق مولی رحیم کریم کے ہاتھون بھاری دامون کو بیچا بحکم قولہ تعالیٰ
اشتریٰ من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ ۔ ایسی تیری جان حقیر کو اتنے بھاری دامون جنت کے عوض خریدا اور تو نے یہ خیانت
کی کہ چیز حقیر کو اپنے دشمن شیطان کے حوالہ کیا اور اسکو اپنے اوپر بالکل قابو دیدیا اور ذرا سے مزے کے عوض بیچ ڈالا بھلا بکی ہوئی چیز کو
دوبارہ بیچنا کہین جائز ہے بھلا یہ دوسرے دام بالکل حرام ہوئے یا حلال ہوئے ارے تو بڑا سخت بیوقوف ظالم ہے تیرا گمان ہوا
کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیون نے اُن پر ظلم کیا مگر یہ نجانا کہ تو اُن سے کہین بڑھا ہوا ظالم ہے تیرے وانکے ظلم مین زمین وآسمان
کا فرق ہو دیکھ تو یوسفؑ کو اُن کے دشمن بھائیون نے بیچا اور نیت یہ تھی کہ پیغمبر جلیل القدر پدر کی شفقت ہمین پر رہے اور تیرا یہ حال ہوا کہ تو نے
اپنے یوسف کو خود ہی اپنے دشمن کے ہاتھ بیچا اور تجھے حدیث صحیح مین معلوم کہ سب سے بڑا تیرا دشمن خود تیرا نفس ہو جس کو تو اپنے دونون پہلو
مین پیار سے دبائے ہوئے ہو اور اُسکو اسکی شہوات کی غذا سے خوب موٹا تازہ کرتا ہے کہ دن مین ہزار بار تجھکو قعر جہنم مین ایسی آگ کے
کنوین مین بُری طرح ڈھکیلتا ہے کہ کبھی وہان سے تیرا چھٹکارا نہ ہوگا اگر ایمان نہو اور یوسف کو تو اُن کے دشمنون نے پانی ہی
کے کنوین مین ڈالا تھا جہان سے وہ تین ہی روز مین نکلے ۔ تجھے کہان تک بتلایا جاوے تو احسن القصص کو کہانی مت سمجھ غور کر
دیکھ تو یہان ایسے اعلیٰ مقامات ہین کہ ہم ابھی اُن کا اشارہ بھی نہین کر سکتے ارے جاہل وسوسہ چھوڑ دے خیانت چھوڑ دے ۔ دشمن
سے الگ ہو تب تیری آنکھین جنت کی ہوا سے ٹھنڈی ہون اور ابھی تو جہنم کے دھوئین سے تو چوندھایا ہوا اندھا ہے ۔ اللہم
اہدنا اللہم انت الہادی ثم قال الشیخ ۔ اور ابن عطار وجنید وغیرہ نے کہا کہ قدرت الٰہیہ نہ دیکھی تو ہلکے دامون کو بیچا اور اگر تمام
دنیا و مافیہا بلکہ آخرت کے عوض بیچتے تو یہ بھی معدود چیز تھی ثمن بخس ہوتا لہٰذا تجھکو عبرت چاہیئے کہ ثمن بخس پر ہمیشہ احتیاط رکھ ۔ قال تعالیٰ

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَاَتِهِ اَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَى اَنْ يَنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهُ

اور کہا جس شخص نے خرید کیا اُسکو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اُسکو شاید ہمارے کام آوے یا ہم کر لین اسکو

وَلَدًا ط وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ ز وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَاْوِيلِ

بیٹا اور اسطرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اُس ملک مین اور واسطے کہ اسکو سکھاوین کچھ کل

الْاَحَادِيثِ ط وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○ وَلَمَّا بَلَغَ

بٹھانی باتون کی اور اللہ جیت رہتا ہے اپنا کام اور لیکن اکثر لوگ نہین جانتے اور جب پہونچا

اَشُدَّهُ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○

قوت کو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور ایسا ہی بدلا دیتے ہین ہم نیکی والون کو

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے زعم مین مسافرون کے ہاتھ فروخت کرکے جھگڑا ہونے کے قریب سے مشتری کی حراست مین کردیا تو بے فکر ہوگئے اور سمجھے تھے کہ باپ کو ہم پر التفات ہوگا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کو فراق یوسفؑ مین رونا تھا اس درد جدائی سے آہ کرتے رہتے تھے بھائیون نے خالی خیال دگمان کی پابندی پر ایسی حرکت کی اور کچھ مراد حاصل نہوئی پس ہر جو کوئی یقینی بات کو چھوڑکر خیالی دگمانی باتون کی پیروی کرے اُسکا احمق ہونا ظاہر ہے اور یہان یہ یقینی بات تھی کہ صلاحیت د باپ کی شفقت خوش اخلاقی وعدل وانصاف وخدمت سے جسقدر بقدر ہوگی حاصل ہوگی اور ظلم وجور ومعصیت وایذا ونافرمانی وغیرہ تدبیرون سے کچھ فائدہ نہین ہوسکتا بلکہ ایسے معاصی موجب خواری ہین اور اگر یوسفؑ کے حق مین عروج بمنزلت نبوت وغیرہ مقدر ہو تو اُس کا انسداد نہین ہوسکتا پھر دہی تدبیر سے کسی معصیت کا ارتکاب روا نہین ہے ۔ آخر یہی ہوا کہ کنعان تمام سلطنت حکومت نہ تھا وہان سے حق عزوجل نے یوسفؑ کو بھائیون کی حرکت سے بذریعہ مسافرون کے مصر پہونچایا وہان اسوقت مین عمالقہ مین سے ریان بن الولید بادشاہ تھا ان بادشاہون کا لقب فرعون ہوتا تھا اور بعضون نے کہا کہ وہی حضرت موسیٰؑ والا فرعون تھا ولیکن صحیح اول ہے وابن جریرؒ کے نزدیک بعد ریان کے قابوس فرعون ہوا اور اسکے بعد مصعب بن الولید فرعون موسیٰؑ ہوا ہے غرضکہ اس فرعون کا وزیر خزانہ عزیز نام تھا اور یہ تو قرآن مجید مین مذکور ہے لیکن شاید یہ لقب ہو کیونکہ ابن عباسؓ سے عوفی نے روایت کی کہ نام اسکا قطفیر تھا اور محمد بن اسحاق امام سیر ومغازی نے کہا کہ اطفیر بن روحیب نام تھا اور بعض نسخ مین لو وحب لکھا ہے اور کہا کہ یہی وہ عزیز ہے جو وزیر خزانہ تھا اور شیخ حافظؒ نے جزم کیا کہ بادشاہ اسوقت عمالقہ مین سے ریان بن الولید تھا اور شیخ نے حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی کہ بھائیون نے جب یوسف کو مسافرون کے ہاتھ بیچا تو ان کے پیچھے دور تک کہتے جاتے کہ بھگوڑا ہم خوب مضبوطی رکھو کہ بھاگ نہ جاوے یہان تک کہ مصر کی منزل پر پہونچے پھر مسافرون نے مصر مین لاکر بازار مین منادی کی کہ بشارت ہو جو اسکو خریدے پس اسکو بادشاہ نے خریدا اور وہ مسلمان تھا مترجم کہتا ہے کہ حضرت مجاہدؒ سے شاید کسی نے ایسا سوال کیا ہو جسکے جواب مین اُنھون نے اس طور پر اختصار سے جواب دیا ورنہ مشہور ہے کہ خریدنے والا عزیز مصر تھا اور کہا گیا ہے کہ بادشاہ مذکور آخر حضرت یوسف پر ایمان لایا تھا پہلے سے مسلمان نہ تھا پھر عزیز مذکور جسکا نام قطفیر یا اطفیر بیان ہوا ہے لاولد تھا اور کہتے ہین کہ عنین محض تھا اور اسکی جورو کا نام محمد بن اسحاق نے راعیل بنت رعاییل بیان کیا اور کہا کہ وہ فرعون ریان بن الولید کی بہن کی بیٹی تھی ذکرہ الحافظ اور دوسرون نے زلیخا بیان کیا ہے ۔ قاموس مین کہا کہ زلیخا بفتح اول وکسر ثانی آخر ممدود ۔ اور خفاجی وغیرہ نے بضم اول وفتح ثانی لکھا اور بعض نے کہا کہ ایک نام دوسرا لقب ہے اور عزیز نے اسکو اپنی جورو کیلئے خرید ا تھا اور قیافہ وفراست سے ہونہار دیکھکر اکرام کے ساتھ رکھنے کی تاکید کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کا حال بیان فرمایا کہ ۔ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ ۔ اور کہا یعنی تاکید کی اپنی جورو سے اس شخص نے جس نے یوسف کو مصر مین خرید ا تھا کہ اسکا ٹھکانا ومرتبہ اکرام کے ساتھ رکھیو ۔ کہتے ہین کہ جب مالک خزاعی نے بازار مین پیش کیا تو جیسا شرفیان دام لگے اتنے مین زلیخا کی فرمائش سے عزیز مصر نے لینا چاہا اور دام بڑھتے بڑھتے آخر یہ نوبت ہوئی کہ حضرت یوسف کے برابر سونا وچاندی وکپڑے وجواہر ومشک وعنبر وغیرہ واقسام اموال نفیسہ دیئے جاوین اور حضرت یوسف کا وزن چارسو رطل تھا اور اسپر بھی ایک دوسرے سے بڑھاتا گیا یہان تک کہ اُن کے وزن سے بھی دوتا یا زیادہ چڑھ گیا آخر عزیز نے اس بے بہا جوہر کو لیکر اپنا جوہری ہونا ظاہر کیا خصوص جبکہ

اپنی جورو سے کہا کہ اسکو غلامون کی طرح نہین بلکہ اکرام و منزلت سے رکھو یہ ہونہار ہے۔ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ۔ شاید ہم کو نفع پہونچاوے یعنی ہمارا کارپرداز ہو جاوے کہ مثل فرزندون کے مہمات خانہ داری و انتظام کرے اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا۔ یا ہم اسکو حقیقت مین بیٹا بناوین۔ شاید یہ مطلب تھا کہ اگر ہمارے اولاد ہوئی تو اسکو بیٹا نہ بناوین گے بلکہ بیٹون کی طرح حسن سلوک سے ہمارا منتظم و کارپرداز ہو جائے گا اور ہمارے مال و دولت کو نفع ہوگا اور اگر اولاد نہ ہوئی تو اسکو متبنی کر لین گے بس اگر اسوقت اسکے ساتھ غلامون کا برتاؤ ہوا تو آیندہ یہ بات نازیبا و غیر مناسب ہوگی یہ عزیز مصر کی فراست تھی و فی تفسیر الحافظ قال ابو اسحٰق عن ابی عبیدة عن عبد اللہ بن مسعود رضہ انہ قال افرس الناس ثلثة الخ۔ قال المترجم ابو عبیدہ ہذا ہو ابن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حاصل آنکہ حضرت ابن مسعود رض نے فراست مین تین آدمیون کو سب سے زیادہ بیان فرمایا اول وہ شخص جس نے یوسف کو اپنی جورو کیلئے خرید کر اس سے تاکید کی کہ اکرمی مثواہ عسٰی ان ینفعنا الآیۃ۔ اور دوم وہ عورت[1] جس نے موسٰی کی نسبت اپنے باپ سے کہا تھا یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین۔ اور سوم حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہ فراست سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ قال المترجم اس اثر مین ایک فائدہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے سوائے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے کسی نام کی تصریح نہین فرمائی حالانکہ سیر و تواریخ کی روایات سے اوپر[2] مذکور ہوا کہ قطفیر یا اطفیر خریدنیوالا اور زلیخا کہنے والا تھا۔ اور صفورا حضرت موسیٰ کی پاک بی بی تھین انھین نے اپنے باپ حضرت شعیب سے کہا تھا لیکن چونکہ ان اخبار کی تحقیق بدون تنصیص الٰہی تعالیٰ کے قطعی نہین ہے لہذا احتراز کیا اور مترجم کہتا ہے کہ اسی طور سے کلام الٰہی تعالیٰ کی تفسیر کرنے مین ان روایات و اخبار وغیرہ سے احتراز چاہیئے اور مراد میری یہ ہے کہ ان روایات پر معنی و احکام کا مدار نہین ہے ہان جو حکم و نصیحت کہ صریح نص الٰہی سے نکلے وہ مین صواب ہے اسیواسطے مینے پہلے بہت تنبیہ کر دی کہ کلام الٰہی مین حضرت یوسف کے بھائیون کی نسبت انبیاء ہونے یا فساق ہونے کا کچھ ذکر نہین ہے ہان حضرت یوسف کے ساتھ جو معاملہ ہوا اُس سے معاف ہونا منصوص ہے تو زبان درازی کرنا بڑا خطرۂ عظیم ہے اور کلام الٰہی مین صرف کنوین مین ڈالنا مذکور ہے باقی مارپیٹ و بیرحمی وغیرہ کا ثبوت کسی آیت یا حدیث سے نہین ہے۔ سراج مین تفسیر امام رازی سے نقل کیا کہ امام رازی نے کہا کہ جاننا چاہیئے کہ ان روایات قصص و سیر مین جو کچھ مذکور ہے وہ قرآن مجید سے کچھ ثابت نہین ہوتا اور کوئی حدیث صحیح بھی وارد نہین ہوئی جسمین اسکا کچھ بیان ہو اور قرآن مجید کی تفسیر کرنا ان روایات مین سے کسی روایت پر موقوف نہین ہے تو عاقل پر فرض ہے کہ ان روایات کے بیان کرنے سے بھی احتراز کرے انتہی کلامہ مترجم کہتا ہے کہ رازی نے اشارہ فرمایا کہ ان روایات پر یقین کرنا تو درکنار انکو ذکر بھی نہ کرنا چاہیئے پھر خطیب رح نے کہا کہ ان روایات کو شیخ بغوی رحمہ اللہ نے معالم مین ذکر کرنا شروع کیا پس دیگر جماعت مفسرین نے انھین کی پیروی مین اپنی اپنی توالیف مین ذکر کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ امام بغوی محدث مفسر ہین وہ خوب جانتے تھے کہ یہ روایات اس قسم کے اخبار ہین جیسے سنن ابو داؤد وغیرہ مین ہر حدیث کو صاحب السنۃ خوب جانتا تھا کہ یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف ہے لیکن یہ افسوس ہے کہ پچھلے لوگ جنکو اسماء الرجال مین تمیز نہین ہے اکثر بھٹک گئے اسی طرح ان روایات کا حال ہے جنکو امام بغوی رح نے ذکر کیا چنانچہ پچھلے لوگون نے انکو مثل اقوال صحابہ یا حدیث کے تصور کر لیا اور تعجب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض مدعیون[3] نے انھین روایات سے یہ حکم نکالا کہ ایسے بیرحم و فاسق لوگ تو مومن صالح نہین ہو سکتے پھر نبی کہان ہو سکتے ہین حالانکہ اس شخص کو یہ سمجھ

[1] یعنی حضرت موسیٰ کی پاک بی بی
[2] یعنی مودی
[3] ترجمہ حسن منان ۱۲ از فتح البیان ۱۲

نہ آئی کہ ان روایات کا ذکر کرنا صرف اس غرض سے ہوسکتا ہے کہ ہود وغیرہ نے یون بیان کیا ہے ورنہ ذکر نہ کرنا بہتر ہے پھر ان روایات سے کوئی حکم نکالنا حلال نہیں ہے پھر ایسا حکم نکالنا جو صریح نص کے خلاف ہو اعوذ باللہ من ذلک۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون۔ القصہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اسطرح پوری فرمائی کہ جس نے مصر مین اپنی جورو کے لیے حضرت یوسف کو خریدا تھا اپنی جورو سے تاکید کی کہ اسکو اکرام سے جگہ دے شاید ہم کو نفع پہونچا دے یا ہم اسکو بیٹا بنا دین۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت علیہ السلام غلامی کی ذلت مین نہین رہے پھر فرمایا۔ وَکَذٰلِکَ اور ایسے ہی یعنی جیسے ہم نے یوسف کو قتل سے اور کنوین سے نجات دیکر عزیز مصر کو اُسپر مہربان کیا اور اُس سے باوجود اسکا مملوک ہونے کے اکرام کا برتاؤ لیا ویسے ہی مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ۔ تمکین و قابو دیا یوسف کیلئے زمین مین مراد زمین سے ملک مصر ہے۔ بقاعی نے کہا کہ سرسبز و شاداب و کثیر المنافع اسقدر ہے کہ گویا یہی سب زمین ہے اور مین کہتا ہون کہ تمام زمین ایک سرائے مسافرانہ ہے کوئی ٹھکانا ہو امین جسکو توفیق الٰہی تعالیٰ نیکیون کیلئے قابو ملا وہ خوب ہا پس اللہ تعالیٰ نے تمام واقعات گردش مین آنحضرت علیہ السلام کے صبر و رضا سے ثواب دیکر آخر مصر میں ٹھکانا دیا وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ۔ اور تاکہ ہم اُس کو سکھلادین احادیث کی تاویل یعنی خوابون کی تعبیر۔ اس عبارت کی ترکیب مین بعض نے کہا کہ مکنا سے متعلق ایک فعل مقدر ہے جسپر یہ عطف ہے یعنی لنمکنہ ولنعلمہ من آلخ یا واؤ یہان زائدہ ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ ہم نے یوسف کو حیات دنیا مین ہجگہ تمکین دی تاکہ مقرب و مؤدب بآداب رسالت بنادین اور تاکہ اسکو خوابون کی تعبیر سکھلادین اور ان دونون باتون کا فائدہ تمام مخلوق کے لئے عام ہے و فضل عام ہے کیونکہ نبوت سے عوام کو تقرب معرفت ہے جس سے وہ درجۂ جانور سے آدمیت کے عروج پر پہونچکر صاف منزلت دیکھتے و شکر کرتے ہین اور ایسے ہی خواب کی تعبیر سے اسرار آلہیہ و علوم غیبیہ کیواسطے طاعت و عبادت و صلاح و تقوی سے آراستہ ہوتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ برادران یوسفؑ نے چاہا کہ ہم یوسف سے بڑھکر مقرب صالح ہون اور ہم درجۂ نبوت پر فائز ہون جو باپ کی طرف سے ملنے کا یقین رکھتے تھے بدلیل قولہ تاللہ لقد آثرک اللہ علینا۔ اور بدلیل قولہ یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ پس اُن سے دو طرح غلط فہمی ہوئی اول تو یہ سمجھے کہ نبوت اور ولایت ایک ایسی چیز ہے جو تدبیر و کوشش و کمائی سے حاصل ہو جاتی ہے حالانکہ یہ محض فضل آلہی ہے لیکن جو کوئی ولی ہوتا ہے وہ ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور خلق خدا پر رحم کرنے اور اُن کو عذاب دنیا و آخرت سے بچانے میں اپنی جان کی طرح کوشش کرتا ہے خواہ وے کافر ہون یا مشرک ہون اور سب کو آرام سے رکھنا چاہتا ہے اور اب کوئی نبی نہین ہوسکتا مگر ولی انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہون گے۔ دوم یہ غلطی کی کہ نبوت کو باپ کی طرف سے بطور میراث سمجھے حتی کہ بعد یوسفؑ کے انبیاء ہون ولیکن تدبیر کچھ مفید نہ ہوئی اور وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِهٖ۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے حکم پر۔ اسکا حکم کوئی روک نہین سکتا۔ یا غالب ہے اپنے امر پر یعنی جس امر کا ارادہ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے اور بعض نے امر و ارادہ کو ایک کہا ولیکن ہم فرق پہلے بیان کر چکے ہین الخ اور بعض نے امرہ کی ضمیر حضرت یوسفؑ کی طرف راجع قرار دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے یوسف کے امر پر یعنی شان یوسفؑ مین جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی ہوا چنانچہ بھائیون نے قتل چاہا پس امر الٰہی اُن پر غالب ہوا پھر چاہا کہ مسافر اسکو لیجادین تاکہ اسکا نام مٹ جائے پس اسکا نام مشہور ہو گیا اور فروخت کرکے ذلیل بنانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اسکا امر غالب کیا کہ وہ بادشاہ ہوا اور یہ لوگ اُسکے سامنے سجدہ مین جھکے اور

چاہا تھا کہ آپ کو اس طرح تکلیف دیکر پھر خوش کرین کہ انہین کی جانب احتیاج ہو تو امر آلہی غالب ہوا کہ اُن کے مکر سے آگاہ ہو کر ہمیشہ ناخوش ہوئے اور عزیز کی جورو کے یوسفؑ سے مراودت کی مگر امر آلہی وہ بالکل پاک ہے پھر انہنے قید وغیرہ سے ذلت چاہی مگر وہ تہمت سے پاک اور معزز رہے پھر یوسفؑ نے ساقی کے ذریعہ سے بادشاہ کو اپنے حال سے آگاہی دلانی چاہی مگر امر آلہی غالب ہوا وہ بھول گیا یہان تک کہ جو مدت مقرر تھی وہ پوری ہوئی اور اس قصہ مین اکثر ایسے امور ہین جن سے صاف ظاہر ہے کہ حکم وامر فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کسی غیر کی شرکت نہین ہی۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ - ولیکن بہیترے آدمی یعنی کافر ومشرک لوگ اس بات کو جانتے نہین ہین کہ کل امر بقبضۂ قدرت آلہی تعالیٰ ہے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ - اور جب پہونچ گیا یوسف اپنی مضبوطی کو یعنی اتنے سن پر پہونچے کہ وحی نبوت ورسالت کو برداشت کرین یا علم وحکمت کو اُٹھا دین۔ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا - تب ہم نے اسکو حکم اور علم دیدیا۔ سراج وغیرہ مین لکھا کہ اشدہ یعنی شباب کی انتہا اور قوت وشدت پر پہونچے۔ عرب بولتے ہین کہ بلغ فلان اشدہ یعنی فلانا انتہائے شباب کو پہونچ گیا۔ وبلغوا اشدہم۔ وے لوگ اپنی منتہائے شباب کو پہونچ گئے شیخ حافظؒ نے لکھا کہ اس مقدار مین کئی اقوال مروی ہین۔ ابن عباس۔ مجاہد۔ قتادہؒ نے کہا کہ تینتیس سال کی عمر ہوئی تھی۔ ضحاکؒ نے بیس سال وعکرمہ نے پچیس وحسنؒ نے چالیس سال وسدیؒ نے تیس بیان کئے۔ امام مالکؒ وربیعہ اور زید بن اسلم وشعبی نے کہا کہ اشد احتلام کا سن ہی انتہی۔ بعض اہل لغت نے کہا کہ انتہا اسکی بتیس برس ہوتی ہے اور سراج مین بیان اطبار کا قول تنامد وانحطاط کا مجمل نقل کیا اور مترجم کہتا ہے کہ اطبار کے نزدیک وقوف کا سن آخری چھتیس سال ہی اور شاید کہ مرتبہ نبوت کا چالیسوان سال ہو جیسا کہ حسنؒ کا قول ہی اور مواہب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سن سے پہلے نبوت نہین ہوئی ہے واللہ اعلم بالجملہ قرآن مجید مین جو منصوص ہے اسی قدر ہم کو کافی ہے کہ جب وے اپنی مضبوطی کو پہونچ گئے خواہ کوئی سن ہو تب ان کو حکم وعلم عطا ہوا۔ سراج مین کہا کہ سابق مین قولہ تعالیٰ اوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم - مین بیان ہو چکا کہ وحی انکو پہلے ہو چکی تھی اب یہ حکم وعلم خالی وحی نہین ہی بلکہ حکم سے مراد علم بعمل ہی مترجم کہتا ہے یعنی خاصۃً درجہ فقہ کہ متفرق علوم پر عمل کرنا جس سے ظاہر وباطن ہر حال مین موافق رضائے آلہی ہے حکمت ہی کیونکہ باوجود علم کے اسپر عمل کا طریقہ اکثر لوگون کو نہین آتا ہی اسی واسطے کسی شیخ عارف کامل کے مرید ہو جاتے ہین جو خود یہ درجہ طے کر چکا ہو مصرعہ کہ۔ سالک بے خبر نبود ز راہ ورسم منزلہا ؛ اور بعض نے کہا کہ حکم سے مراد لوگون کے درمیان حکومت ہی لیکن حکومت ان کو عرصہ کے بعد جب قید خانہ سے نکلے ہین تب حاصل ہوئی تھی اور تاویل الاحادیث کا علم پہلے ہو چکا تھا چونکہ علوم آلہی عجیب اعلیٰ ہین کہ جو اس مرتبہ تک نہین پہونچا اس سے اگر بیان کیا جاوے تو وہ جہالت سے انکار کر جاوے اسکو تو ابھی ایمان کی تصدیق پوری نہین ہوئی ہی لہذا ہم کو اسقدر کافی ہی کہ مرتبہ بلوغ وقوت کے وقت اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا علم وحکمت انکو عطا فرمایا جو نہایت عظیم الشان وقابل قدر ہی۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ - اور یون ہی ہم محسنین کو نیک عوض دیتے ہین جیسے یوسفؑ کو ایذا پر صبر وثبات کے عوض یہ علم ربانی عطا فرمایا اور محسن وہ شخص ہی جو صدق وخلوص کیساتھ حضوری سے عبادت وطاعت ادا کرے اور حدیث سے اسکی تفسیر کئی مقام پر گزر چکی ہی اور طبرانی وغیرہ کی روایت مین ہی کہ جو شخص اپنے علم کے موافق عمل کرتا ہے اُسکو اللہ تعالیٰ ایسا علم دیتا ہی جو وہ نہین جانتا تھا پس شدائد ومصائب پر صبر کرنا اور جان لینا کہ بغیر تقدیر آلہی واقع نہین ہوا پس مستقیم رہنا منجملہ ایمان کے ہے ف فی العرائس قولہ اکرمی

مثواہ عسیٰ ان ینفعنا الآیۃ۔ اسمین آخرت کیلئے خریداری بہتر ثابت ہو اور اکرام منزلت سے تھا کہ یوسف کو بنظر شہوت نہ دیکھے کیونکہ اگر عارف باطن ہو تو چہرہ اس عالم مین آئینہ تجلی حق ہو اور یہ آئینہ سب سے افضل ہو کیونکہ طور سینا کی تجلی تو پہاڑ سے تھی اور یہ آدم سے ہے اسواسطے عالم الغیب کے دیکھنے والے مثل یعقوب علیہ السلام کے وہان کچھ اور دیکھتے تھے۔ عمل اکرام قلب ہو تب معرفت و طاعت ملتی ہو اور اگر نفس کو قرار دے تو فتنہ و شہوت جوش کریگی۔ نفع اکرام قلبی کا معرفت مرتبہ صدیق ہے اور مشاہدہ حضرت رب العالمین ہو۔ قولہ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض الآیۃ۔ تمکین یہان بمرتبہ صبر مین ہو حتی کہ معرفت مین جو رس قائم ہو اور مشاہدہ غیب سے دہشت کرے اور اسکو تکوین و تغیر احوال سے باہر کر دیا تاکہ ضعیف و غریب لوگ اُس سے فیض و ہدایت پاوین اسواسطے کہ حقائق مکاشفہ و لطائف خواب و اسرار ملائکہ سے آگاہ و خبردار رہو۔ قولہ واللہ غالب علی امرہ۔ اگر ضمیر امرہ راجع بجانب یوسف ہے تو جو امور اوپر مذکور ہوئے اُن سے یوسف کا خلاص ہونا بغلبہ الٰہیہ ہو اور اگر ضمیر راجع بجانب الٰہی عزوجل ہو تو لطیف اشارہ ہو کہ امر الٰہی از عالم فعل ہو اور عقول مکلف الشریعت و طریقت مین ہیں مگر تو از راہ رسم ہے اور غلبہ از راہ قہر پس تقدیر ہر حال مین غالب ہو ولیکن انسان موافق تدبیر کے کام کرنے پر معذور ہو اور وہ اس تدبیر پر بھی غالب ہو۔ قولہ ولکن اکثر الناس لایعلمون۔ امور مخلوقات منوط بتدبیر مین اکثر لوگ نہین جانتے کہ تقدیر ازلی کا موقع کیا ہو۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ اپنے امر پر غالب ہے جو چاہا جس مخلوق کی طرف چاہا جسطرح چاہا اسکی طرف جاری کر دیا اور جس سے چاہا پھیر دیا ولیکن اکثر لوگ یہ جانتے و دیکھتے نہین کہ امر الٰہی اسطرح غالب ہو کہ اپنے بندون کو طاعت کا حکم دیا مگر جسکے لیئے چاہا آسان کر دیا اور جسکے لیئے چاہا اسکو ادائے طاعت سے عاجز کر دیا۔ واسطی رح نے کہا کہ تدبیر مین انکو مصروف فرماتا ہے اور اُن کے تصرف مین خود تدبیر فرماتا ان مین گم موجود ہوتا اور موجود گم ہوتا ہے پس کسی بات کو کسی مخلوق کی طرف نسبت کرنا ایک طرح کا شرک ہے۔ قولہ ولما بلغ اشدہ آتینٰہ اشد مرتبہ تمکین ہو کہ معاملات مین بھی مستقیم ہو اور حال و آداب مین کوئی تلون صادر نہ ہو پس مکاشفہ مین۔ ربوبیت کا تصرف ظاہر فرمایا پس حکم بعبودیت اور علم بربوبیت اور حکم بطریقت و علم بحقیقت۔ حکم بملک دنیا و علم بملک آخرت عنایت کیا وکذلک نجزی المحسنین جو کوئی ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانکر اپنی کوشش و طاقت کو فی اللہ و باللہ خیرات کرے وہ محسن ہے اور نصرآبادی رح نے اس مقام سے اشارہ لیا کہ جو کوئی علوم سنت حاصل کرکے ادب کے ساتھ امر و نہی پر قائم رہے اسکو علم غیب سے حصہ ملتا ہو اور ہوائے نفس سے مخالفت کا علم جان لیتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام مرتبہ احسان مین آزمائے گئے اور محسن تھے کہ اس علم سے فائز ہوئے چنانچہ فرمایا۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ

اور پھسلایا اسکو عورت نے جسکے گھر مین تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کئے دروازے اور بولی شتابی کر کہا

مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ○

خدا کی پناہ وہ عزیز مالک ہو میرا اچھی طرح رکھا ہے مجکو البتہ بھلا نہین پاتے جو لوگ بے انصاف ہون ۱

یہان سے اُن وقائع کا بیان ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کے گھر مین گزرے اور پہلے اس کا ایک نمونہ یعنی قولہ وقال الذی اشتراہ من مصر لامرأتہ اکرمی مثواہ الآیۃ ذکر کر دیا اور درمیان مین قولہ کذلک مکنا لیوسف فی الارض الی قولہ نجزی

المحسنین سب جملہ معترضہ درمیان میں اسواسطے بیان فرمادیا کہ سننے والا آگے سنیگا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت سے فتنے پیش آئے تو جب پہلے سے اسکو معلوم رہیگا کہ ان سب سے نجات پاکر انجام کو بڑے مرتبہ پر پہونچے تو غور سے دیکھتا رہیگا کہ ایسے فتنے سے کس طریقہ سے نکلکر اس منزل کرامت پر پہونچے ہیں۔ مراودت نرمی و آہستگی کے ساتھ خواہش کرنا اور چاہنا پس رود اسکا مادہ ہی جسکے معنی نرمی و آہستگی کے ہیں اور بعض نے کہا کہ راد یرود سے ماخوذ ہے جسکے معنی کسی چیز کے طلب میں آنا جانا گویا مطلب یہ ہی کہ ایسا فعل کرنا جیسے دھوکا دینے والا کرتا ہے اور کبھی خاص کرکے جماع کے حیلہ کرنے میں بولتے ہیں۔ القصہ جب عزیز مصر نے اپنی جورو سے دربارۂ اکرام منزلت یوسفؑ کے تاکید کی تو آنحضرت اسکے گھر میں اچھی طرح پرورش پانے لگے یہان تک کہ بالغ ہوئے اور اُسکی جورو ہر وقت ان کے کمال حسن کو دیکھتی آخر ان پر فریفتہ ہوگئی اور اُن کو اپنی طرف لبھانا چاہا چنانچہ فرمایا۔ وَرَاوَدَتْهُ۔ اور لبھایا اسکو۔ الَّتِي اُس عورت نے ھُوَ کہ یوسف۔ فِي بَيْتِهَا جسکے گھر میں تھے۔ عَنْ نَفْسِهِ۔ یوسفؑ کی ذات سے یعنی چاہا کہ یوسف اپنی ذات کو اُسے دیدیں اسکے لئے اُسنے انکے ساتھ مراودت کی۔ اور مراودت اگرچہ از باب مفاعلۃ ہی جسکے معنی دونوں طرف سے یہ کام ہونے کے آتے ہیں جیسے مکالمہ دونوں طرف سے باہم باتیں کرنا اور معانقہ دونوں طرف سے باہم گلے ملنا وغیرہ لیکن یہان یہ باب ایک ہی طرف سے ہی یعنی خالی عورت نے انکو چاہا تھا جیسے قرضدار کا مماطلہ کرنا یعنی ادا کرنے میں تاخیر کرنا اور جیسے طبیب کا مداواۃ کرنا یعنی علاج کرنا اور جیسے چور کا معاقبہ یعنی پیچھا کرنا۔ اور بعض نے کہا کہ عورت کی طرف سے طلب تھی اور آنحضرت کی طرف سے دفع تھا پھر یون نہین فرمایا کہ راودتہ زلیخا یعنی زلیخانے اسکو اپنی طرف لبھایا اور اگر یہ کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے مریم کے کسی عورت کا نام نہین فرمایا اسی سے ادب سیکھا گیا کہ عورتون کا نام نہ لیا جاوے اور مریم کی نسبت کافرون نے نعوذ باللہ تعالیٰ جورو اور بیٹا ہونے کا کفر بکا تھا تو باندیون کی طرح نام ذکر کردیا اور تمام مخلوقات تو شان حضرت خالق عزوجل کے سامنے غلام و باندی سے کمتر ہین بہرحال اگر نام لیا تو یون بھی نہین فرمایا کہ راودتہ امراۃ العزیز۔ عزیز کی جورو نے اسکو لبھایا تو اسمین نکتہ یہ ہی کہ اس خواہش کا باعث یہ ہوا کہ وہ اسکے گھر مین ہر وقت رہتا تھا اور حال یہ تھا کہ اسکو آدھا حسن ملا تھا اور بقول مشہور رباني الوجود سے من شعفۃ الشجن۔ مخلوقات مین جو جو عشق کا زعم اُٹھائے ہوئے ہی اور بعض حکمانے تمام موجودات مین محبت ثابت کردی ہی یعنی جو چیز ہے اسکو کسی دوسری چیز سے خواہش و محبت ہی پھر جو مخلوق کسی اپنے مثل مخلوق کے طلب مین ہے وہ کافر برباد ہی جبکہ اُسکو عقل ہو اور اسمین ایک اشارہ آنحضرت علیہ السلام کے کمال پاکیزگی پر ہے کیونکہ زلیخا خود حسن مین مشہور تھی اور باوجودیکہ ہر وقت اسکے گھر مین ہر طرح قدرت رکھتے تھے اور خود وہی دل و جان سے طالب تھی پھر بھی کمال منزہ و پاک ہے اور دل مین خواہش بھی نہین آئی اور یہ بہت اعلیٰ مرتبہ ہی قتادہ رحنے کہا کہ یہ عورت عزیز مصر کی جورو تھی۔ ابن زید رحنے فرمایا کہ جب آنحضرت پورے مرد ہوگئے تھے تب اس عورت نے ایسی خواہش کی۔ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ۔ اور سب دروازے بند کردیئے۔ اغلق الباب اغلاق سے نہین بلکہ تغلیق سے غلقت فرمایا جس سے زبان عربی مین دلالت ہوتی ہی کہ خوب مضبوط بند کیا تھا اسی سے گمان کیا گیا کہ قفل دیدیئے تھے واللہ اعلم اور ابواب سے دلالت ہی کہ آگے پیچھے کئی دروازے تھے اور شاید یہ مراد ہو کہ سب طرف کے دروازے بند کئے ولیکن سیاق مابعد سے قول اول کو ترجیح ہوتی ہی بہرحال اُسنے سب دروازے خوب بند کردیئے وَقَالَتْ۔ اور اسکے بعد آنحضرت سے بولی۔ هَيْتَ لَكَ۔ ابو عمرو و عاصم و اعمش و کسائی نے ہَیْتَ بفتح اول و سکون دوم و فتح سوم

پڑھا بروزن کیف ولیت - یہی حفص رح وابن عباس وابن جبیر وحسن ومجاہد وعکرمہ کی قرأت ہو - اس کے معنی ان ائمہ سلف نے یہ بیان کئے کہ یہ
عورت اسکو اپنی طرف بلاتی ہو اور علی بن ابی طلحہ وعوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اسکے معنی یہ لے - اور یہی زر بن حبیش وعکرمہ وحسن
وقتادہ نے بیان کئے اور حسن سے مروی ہو کہ یہ سریانی زبان کا کلمہ ہو اور سدی رح نے کہا کہ قبطی زبان ہے اور بخاری رح نے عکرمہ سے
ذکر کیا کہ حورانیہ کلمہ ہو اور ابو عبید یعنی قاسم بن سلام نے کہا کہ کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور ابو عبید نے کہا کہ مین نے حوران
کے ایک عالم سے پوچھا تھا اُسنے کہا کہ ہان ہماری بولی ہو اور حق یہ ہو کہ اب یہ کلمہ عربی فصیح ہے شاید دونون زبان کا توارد ہو یا شاید
پہلے کسی اور زبان کا ہو - اور ابن مسعود رح نے قریب قریب قرأتین پڑھتے سنکر فرمایا کہ تم کو جس طرح علم ہونچا ہو پڑھو لیکن اختلاف
کی نیت سے بچو اور یہ کلمہ تو ایسا ہے جیسے کوئی تم مین سے ہلم وتعال کہتا ہے تعال کے معنی ادہر آ اور ہلم آ کے یہ ہے - ابن کثیر رح نے ذکر کیا
کہ ابن عباس رض و ابو وائل و ابو عبد الرحمن السلمی وعکرمہ وقتادہ رح سے روایت کی جاتی ہو کہ انھون نے ہِئت بکسر اول و ہمزہ بجائے یار
اور ضم تار پڑھا اور معنی یہ بیان کئے کہ مین تیرے لیئے آراستہ ومہیا ہوئی ہون - اور ابو عمرو اور کسائی اس قرأۃ سے انکار کرتے تھے
اور ابن جریر نے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ انھون نے کہا کہ ہیت بفتح اول و آخر پڑھو اور درمیان مین ہمزہ مت لا - اور
ابو اسحق نے بفتح اول وکسرہ آخر پڑھا اور یہ غریب ہو اور دوسرون نے جنمین عامہ اہل مدینہ ہین بفتح اول وضم آخر پڑھا - اور لکھا کہ
ایک جماعت نے بکسر اول وضم آخر پڑھا اور ابو عبید نے نقل کیا کہ ہیت جمع وتثنیہ نہین ہوتا پس ہیت لک و ہیت لکما و ہیت لکم و
ہیت لکن ولہن یکسان بولتے ہین - بالجملہ معنی کلمہ سے مراد یہ ہو کہ عورت نے حضرت یوسف ع کو اپنی طرف نزدیکی کیلئے بلایا قَالَ
مَعَاذَ اللّٰهِ - اے اعوذ باللہ معاذا مصدر معنی فعل ہے حضرت یوسف نے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہون انتہا درجہ کی پناہ
یعنی اس کام سے جسکی طرف تو مجھے بلاتی ہے - اِنَّهٗ بیشک جس نے مجھے خریدا ہے یعنی تیرا شوہر وہ - رَبِّیْ میرا پرورش کرنیوالا ہے
اَحْسَنَ مَثْوَایَ - بہت خوبی سے اپنے یہان مجھکو رکھا چنانچہ عورت کو حکم دیا تھا کہ اکرمی مثواہ الخ پس عورت کو وہی یاد دلاکر
عذر کیا کہ مین اس احسان کے عوض اسکے ساتھ بدی نہین کرسکتا اور یہ عورت کی سمجھ کے موافق عذر ہو اور ارشاد ہو کہ بیشک
خدا کے حق کا خیال ضرور ہے اور اسمین اشارت ہو کہ درحقیقت آنحضرت علیہ السلام عزیز مصر کے مملوک نہ تھے اور آزاد کی بیع
جائز نہین ہے - اور صحیح حدیث مین ثابت ہو کہ آزاد آدمی کے دام کھانا کبیرہ گناہ ہو - اگر کہا جائے کہ قولہ تعالیٰ وشروہ بثمن بخس مین
شراء کی تصریح ہو اور یہ حقیقت مین بیع ہو اور مجاز پر محمول کرنا ضروری نہین ہے اور ایسے ہی قولہ اشتراہ من مصر مین حقیقی اشترا سے
مجازی پر محمول کرنا تاویل ہوگی اور صحیح حدیث مین حضرت سلمان رض کا خریدنا اور اسکا قصہ معجزہ معروف ہو تو جواب یہ ہو کہ یہ ظاہری عقد
بیع ہو اور باطنی نہین ہو لیکن اسمین یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس صورت مین سلمان کا آزاد کرنا صحیح نہ ہوگا اور حق ولار ثابت نہوگا حالانکہ
آزاد شدہ ہونا معروف ہو اور تحقیق یہان یہ ہو کہ بندہ جن احکام سے مکلف ہو وہ اسی قدر پر ماخوذ ہو جو ظاہری حواس سے متعلق ہین
اور سلمان رضی اللہ عنہ زمانہ فترت مین دست بدست ماخوذ ہوکر فروخت ہو چکے تھے اور اُن کے ساتھ احکام بیع کے متعلق ہو چکے تھے
پس اُنکا خریدنا صحیح ہو اور یون ہی مین نے شیخ محقق استاد رحمہ اللہ سے سنا ہو اور سلمان کا اپنا آزاد ہونا بیان کرنا اگرچہ در واقع
صحیح ہو لیکن جنکے قبضہ مین تھے اُس پر حجت نہ تھا اسلئے کہ اقرار خود حجت قاصرہ ہو خود مقر پر حجت ہوجاتا ہے غیر پر متعدی نہین ہوتا ہے
اسیواسطے ائمہ حنفیہ ودیگر فقہا کے نزدیک اگر کوئی آدمی ایک لونڈی لایا اور اسکو مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور باندی چپ رہی

پس مشتری نے خریدا اور اسکو ام ولد بنایا یعنی اپنے تصرف مین لایا جس سے اولاد ہوئی پھر باندی نے اقرار کیا کہ مین آزادہ ہون
تو اس سے کچھ نہ ہوگا اور مرد پر حرام کرنے کا الزام نہ ہوگا بلکہ جو اولاد ہوئی وہ صحیح النسب ہوگی اور اگر مشتری نے اسکی تصدیق کی تو بھی
اولاد کے حق مین کچھ مضر نہین ہے ہان آیندہ اُس سے اجتناب کریگا اور اس کی نظیر بکثرت مسائل ہین جنمین یہ تصریح موجود ہے کہ اس کا
مبنی ظاہر پر ہے اور جو کچھ احکام متعلق ہو چکے وے سب صحیح ہین مثلاً مشتری نے کسی دوسرے سے اسکا نکاح کرادیا تو مشتری کو مہر کھانا
حلال ہوا اور یہی اصل شرع مین اکثر دائر وسائر ہے چنانچہ مثلاً ایک شخص زید نے ایک عورت ہندہ سے نکاح کیا اور وہ پہلے کہہ چکا تھا کہ اگر مین اس سے
نکاح کرون تو اسکو طلاق ہے پھر مرد نے ایک عالم سے فتوی پوچھا وہ ایسی طلاق کو واقع نہین جانتے تھے اُنھون نے حلت کا فتوی دیا پس
مرد مدت تک اسکے ساتھ رہا اور کئی اولاد ہوئین پھر عورت کو خبر ہوئی تو اُسنے قاضی سے نالش کی اور قاضی کی رائے مین اسمین
حنفی مذہب حق تھا اُسنے وقوع طلاق کا فتوی دیا تو اولاد حلال ہوگی اور مرد پر زناکاری وغیرہ کی حد واجب ہوگی اور نظائر اسکے
بکثرت کتاب القضاء اور کتاب المحاضر والسجلات اور بکثرت کتاب الشروط مین مبین ہین اسکو فتاوی ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ سے تحقیق کرو جب
یہ بات تحقیق ہوگئی تو حضرت یوسف کا یہ کہنا کہ انہ ربی احسن مثوای یعنی عزیز مصر میرا سید وآقا ہے مجھے اچھی طرح پرورش کیا ہے
یہ قول صحیح ہے اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ پیغمبر سے یہ بعید ہے کہ اسکو اپنا مربی فرمائے بلکہ معنی یہ ہین کہ انہ یعنی بیشک
وہ اللہ تعالی۔ ربی میرا رب ہے احسن مثوای اُسنے مجھے اچھا ٹھکانا دیا یعنی بھائیون کی شرارت حسد کی آفت سے نجات دیکر اس منزلت پر پہنچایا
مین اُسکی نافرمانی مین زنا وحرامکاری نہین کرسکتا ہون۔ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ بیشک جو ظلم کرتے ہین یعنی نیکی کی جگہ بدی کرتے
ہین اور حکم الٰہی کے برخلاف کرتے ہین وے ظالم ہین تو اُن کو فلاح نہین ہوتی ہے اگر مین ایسا کرون تو مین بھی ظالم ہو جاونگا اور فلاح نہ پاؤنگا
ف وفی العرائس قولہ تعالی وراودتہ التی ہو فی بیتہا الآیۃ۔ سر باطنی پہلے عشق کی کشش سے اپنے معدن کی طرف چلا لیکن درمیان
مین طبیعت آڑے ہوگئی پس بسبب لاعلمی وبے تمیزی کے بھٹک کر شہوت کی طرف جھکا اور دروازے بند کئے۔ چاہا کہ عشق چھپا رہے اور یہی
غیرت عشق اُسکو مقتضی ہوتی ہے لیکن عشق مثل مشک کے چھپتا نہین ہے وہ کس قدر فاش ہوگیا اور شبلی نے کہا کہ سب دروازے بند کردئے
اور سب لگاؤ کاٹ دیئے اور پوری ہمت اپنے مقصود کی طرف پھیری اور چاہا جو چاہا ولیکن یوسف علیہ السلام پر قدس نبوت غالب
ہوئی وقال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای ۔ اشارت ہے کہ رب تبارک وتعالی نے آدمی کو احسن تقویم پر پیدا کیا اور ازل مین اسکو برگزیدہ
نظر کیا جیسے یوسف؈ کو نبوت ورسالت سے ممتاز کیا اور تاویل الاحادیث کا علم دیا۔ روایات کثیرہ ہین کہ پہلے حضرت یوسف؈ پر حسن
تمام عورتون کیلئے فتنہ ہوگیا تھا آخر جب نبوت ورسالت عطا ہوئی تو ہیبت وجلال کا لباس چھایا۔ اقول اسکو اکثر مفسرین نے لکھا
ہے۔ قال الشیخ۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے ولی نعمت کا خیال کیا یعنی عزیز مصر کا اکرام دیکھکر
اس خیانت سے انکار کیا اور حضرت ولی نعمت حقیقی یعنی رب تبارک وتعالی کا خیال نہ کیا تھا اسی سبب سے قصد کے فتنہ مین پڑے
کما قال تعالی لقد ہمت بہ وہم بہا یعنی فی الجملہ زلیخا کی طرف میلان ہوا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ بھی نہین ہے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ
اللہ تعالی کا خیال نہ تھا کیا یہ نہین دیکھا کہ پہلے ہی فرمایا معاذ اللہ ولیکن عورت مذکورہ اُسوقت کافرہ تھی اُس سے ایسا عذر کیا
جسکو وہ بھی تسلیم کرتی تھی اور یہ جو بیان کیا کہ آنحضرت نے اُسکی طرف میلان کیا تھا یہ صریح نہین ہے بلکہ صحیح نہین ہے چنانچہ بیان ہوگا
قال الشیخ اور حضرت استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ انہ ربی احسن مثوای یعنی میرے رب تبارک وتعالی نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے اس حال پہ

مخلوق کر کے عزیز مصر کا دل مجھ پر مہربان کیا حتی کہ اُسنے اکرمی مثواہ کا حکم دیا تو مجھے عصیان نہین لائق ہے پھر شیخ نے کہا کہ آگے اشارہ ہے کہ
نظرت بشری و نفس امارہ سے ہروقت نبی و پیغمبر تک ہوشیار رہتے ہین۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ

اور البتہ عورت نے فکر کیا اُسکا اور اُسنے فکر کیا عورت کا اگر نہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی — یون ہی ہوا اسواسطے ہٹا دین اُس سے برائی

وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝

اور بیحیائی — البتہ وہ ہے ہمارے چنے بندون مین

اسمین آنحضرت علیہ السلام کے کمال عفت کا بیان ہے درحقیقت نعمت حسن عفیف ہو ورنہ اکثر لوگ جن کی ظاہری صورت مرغوب و باطنی اوصاف قبیح ہوتے ہین اُنکو سچی نظر سے دیکھو تو ایسا سبزہ ہین جو ایسے گھورے پر اُگا ہو جہان نجاست ڈالی جاتی ہو ہمیشہ مرد پاکیزہ مزاج ایسون کو اسی نظر سے دیکھتا ہے اور قابل تعظیم واجلال وہ ہین جنہین اوصاف یوسفی مین سے ہو چنانچہ جب نے زلیخا نے دروازے مضبوط بند کر دیئے اور تمام آرائش سے اُنکو اپنی طرف بلایا تو اُنھون نے اپنی پاکیزگی سے صاف کہا کہ معاذ اللہ یعنی مین ہرگز ایسی حرکت نکرونگا مگر اپنے اوپر بھروسا نہ کیا کیونکہ نفس تو بدی کا امارہ ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی کیونکہ بشریت مقتضی ہے کہ مبتلا ہو جاوے چنانچہ قولہ اصب الیہن سے یہ خوف ظاہر ہے پس جب پناہ مانگی تو ظاہر ہے کہ وہ عورت زبردستی پر آمادہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ اس آیت کی تفسیر مین اقوال بہت ہین اور اکثر ان مین سے ائمہ سلف سے روایت کئے جاتے ہین لیکن سراج المنیر مین خطیب نے اور کبیر مین رازی نے و دیگر مؤلفین نے ان روایات کے ثبوت سے بالکل انکار کیا ہے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جو فن حدیث مین امام حافظ ہین اسطرح انکار نہین کیا لہذا مین بعض روایات نقل کرنے مین مضائقہ نہین دیکھتا علاوہ اسکے مؤلفین نے جو وجہ انکار بیان کی وہ کچھ نہین ہے۔ واضح ہو کہ بالاجماع والاتفاق سب کے نزدیک صحیح ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کسی فعل فاحشہ کے مرتکب نہین ہوئے تھے و لیکن اختلاف اسمین ہو کہ آیا قصد فرمایا تھا یا نہین تو یہان تین قسم کے اقوال ہین اول یہ کہ ہان قصد کیا یہان تک کہ اوپری باتون سے تجاوز کر کے فرج کی بیٹھک بیٹھے تھے پھر برہان الٰہی سے الگ ہو کر بھاگے اور یہ قول حد سے افراط ہو دوم یہ کہ خالی قصد کیا تھا سوم یہ کہ دل ہی دل مین باتین بنائین اور ایک جماعت نے کہا کہ نہین بلکہ برخلاف اسکے قصد بھاگنے کا کیا تھا اور بیان اقوال سے پہلے لفظ ہَمّ کے معنی معلوم کرنا چاہیئے۔ عرب بولتے ہین کہ ہَمّ بالامر یہب اس بکام کا قصد و اسکے کرنے کا عزم کیا ہو۔ حدیث مین ہو لقد ہممت ان آمر فتیتی۔ مین نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے غلامون کو حکم دون الحدیث فی تخلف الجماعۃ ہم بمعنی غم واندوہ و منہ قولہ ان قریشا اہمہم شان المرأۃ المخزومیۃ۔ یعنی قریش کو اندوہ مین ڈالدیا تھا بنی مخزوم کی عورت کے واقعہ نے کیونکہ اسکی چوری ظاہر ہو گئی تھی۔ و منہ الحدیث وکفاہ اللہ ما اہمہ۔ بالجملہ یہان ہم مراد قصد ہو پس یہ معنی ہین قولہ ولقد ہمت بہ۔ اور البتہ قصد کیا عورت نے اسکا وہم بہا۔ اور قصد کیا اُسنے عورت کا پس بعض نے کہا کہ عورت نے اس سے اختلاط کا قصد کیا یعنی دھینگا مشتی سے اور اُسنے قصد کیا عورت کے مارنے کا۔ اور بعض نے کہا کہ عورت سے بھاگنے کا و لیکن زبان عربیہ سے خلاف ہو اور گویا اتفاق اس بات پر ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے عورت کا قصد کیا جیسا کہ نص ظاہر ہے پھر ان لوگون مین اقوال ہین کہ یہ قصد بجانب عورت کے کس طرح تھا کیونکہ حرام طور پر قصد کرنا دل کا زنا ہو اور خفاجی رح نے سب

وجوہ بیج یہ پسند کیا کہ عورت نے اسکی خواہش کی اور اُسنے عورت کی خواہش کی مگر یہ اشتہار و رغبت بدین معنی نہ تھی کہ بالفعل اسکا اثر مترتب ہو
اور یہ قول امام رازی رحؒ نے ذکر کیا ہی چنانچہ آگے آتا ہی۔ اب مین ہر سہ اقوال مذکورہ بالا کو بتلخیص مناسب ذکر کرتا اور صحیح و ضعیف کو علیحدہ
کرتا ہون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ سراج مین ہی کہ بعض نے اس مقام پر علماء سلف سے عجیب اُلٹی پلٹی باتین روایت کین
کہ مثلاً اُنھون نے کہا کہ عورت مذکورہ نے جب خوب آراستہ ہو کر اسقدر الحاح کیا اور قصد کیا تو اُسنے بھی عورت کا قصد کیا یہان تک کہ
کمر بند کھولا اور عورت کیساتھ قربت کی بیٹھک پر بیٹھے اتنے مین آواز آئی خبردار اس عورت سے دور رہو مگر کچھ فائدہ نہ ہوا پھر دوبارہ
سنی اور تیسری بار مگر اثر نہوا چوتھی بار حضرت یعقوبؑ کی صورت دانتون مین اُنگلی دبائے ظاہر ہوئی تو بھاگے اور بعض نے کہا کہ سینہ پر ہاتھ مارا تو شہوت
جاتی رہی اسیوجہ سے اور بھائیون کے بارہ بارہ بیٹے ہوئے اور اُن کے صرف گیارہ ہوئے اور بعض نے کہا کہ چھت مین زنا کی مذمت کی آیات
نظر آئین اور بعض نے کہا کہ اس سے بھی اثر نہوا آخر اللہ تعالی نے جبرئیلؑ سے فرمایا کہ جاکر خبر لے میرا بندہ ڈوبتا ہے تو اُنھون نے آواز دیکر
کہا اے یوسف یہ کیا کرتے ہو غرضکہ اسی طرح کے اقوال مروی ہوئے اور ہر گز ان بزرگون مین سے کسی سے کچھ بھی صحیح نہین ہی اور باہم یہ اقوال
خود متناقض و متکاذب ہین امام رازی نے بھی تطویل کے ساتھ نقل کر کے سب کو رد کر دیا۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہان لوگون
کے اقوال مختلف ہین اور ابن عباسؓ و مجاہد و سعید و ایک جماعت سلف سے یہان وہ کچھ مروی ہی جو ابن جریر وغیرہ نے روایت
کیا مگر اللہ تعالی جانے کہ ان اخبار کا کیا حال ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے ان روایات کو بالکل متروک کر دیا کچھ نقل نہین فرمایا
اشارہ ہی کہ ان مین سے کچھ ثبوت نہین ہی اور شیخ نے اُن کو قابل ذکر بھی نہین سمجھا اور بیشک یہ قابل ذکر بھی نہین ہین لیکن چونکہ
بے بضاعت فارسی تفسیر والون اور قصص والون نے جنکو صحیح و سقیم کی تمیز نہین ہی ایسی روایات کو لکھکر شائع کر دیا ہے لہذا مین نے بضرورت
ملخص لکھکر عموماً آگاہ کر دیا کہ ان مفسرین سلف سے موافق ان مؤلفین علماء کے قول کے کچھ ثابت نہین ہی پس کسی کو حلال نہین ہی
کہ ان روایات پر اعتقاد کرے یا غرہ ہو کر وعظ وغیرہ مین بیان کرے۔ بالجملہ لفظ ہم سے اگرچہ لغوی معنی یعنی قصد کرنا مراد
ہے لیکن بالیقین وہ قصد ایسا نہ تھا جیسا ان بعض راویون نے سمجھا اور اسکو سلف صالحین کی طرف منسوب کر دیا اور ظاہرا
معلوم ہوتا ہی کہ یہودی جو بحکم حدیث صحیح ایک قوم بہتان باندھنے والی بیباک ہی ان مین سے بعض نے یہ حرکت کی ہو واللہ اعلم
اب بیان اس بات کا کہ قصد سے صحیح مراد کیا ہی تو جمہور سلف و خلف سے صحیح روایات مین یہی مذکور ہین کہ بمقتضائے طبیعت بشری
آنحضرت علیہ السلام نے بھی اس عورت کی خواہش کی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی مجمل بیان ہے اسکی توضیح کرنے سے اصلی مقصود ظاہر ہوگا
اور توضیح یہ ہی کہ قصد و خواہش دو طرح کی ہوتی ہے ایک یہ کہ آدمی اپنے اختیار سے کسی چیز کی طرف قصد کرے جیسے ہر روز آدمی
اپنی خواہش کے موافق طعام کا قصد کرتا ہے اور دوم قصد بغیر اختیار کے اور وہ اسطرح ہوتا ہی کہ دل مین خود بخود جی چاہنے والی
کوئی بات آجائے یا طبیعت بشری خود بخود کسی طرف جھک جاوے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام بغوی یعنی معالم التنزیل کے مصنف نے
بعض اہل تحقیق سے نقل کیا کہ حضرت یوسفؑ کے قصد سے مراد خطرات نفس ہین۔ امام رازی رحؒ نے کہا کہ جیسے سخت گرمی مین
روزہ دار آدمی سرد ٹھنڈا پانی دیکھے اور اسکی طبیعت خود بخود اسکے پینے کی طرف میل و قصد کرے ولیکن وہ اپنے اختیار سے اپنے
دین کے خلاف سمجھکر اسکو روک دیتا ہی یا جیسے نوجوان تندرست قوی آدمی کے سامنے ایک خوبصورت نوجوان عورت آراستہ
و پیراستہ ہو کر متعرض و آمادہ ہو تو اسکی طبیعت بے اختیار ہو کر اسکی طرف رغبت کرتی ہی مگر وہ اپنی عقل کے اختیار سے خیال

کرتا ہے کہ اس فحش و حرام ایک دم کی لذت و دائمی غضب الٰہی مین پڑنا روا نہین ہے تو دل ہی دل مین جھگڑے و کشمکش مین پڑجاتا ہی پس جبکہ اپنے خوف الٰہی اپنے آپکو روکا تو اسکی بندگی کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے اسی مضمون کو بیضاوی نے اس طرح بیان کیا کہ آنحضرت علیہ السلام کے قصد سے مراد بے اختیاری قصد ہی کہ طبیعت کا میل کرنا اور شہوت و عقل مین جھگڑا ہونا اور یہ اختیاری قصد نہین ہی اور بالاتفاق جو چیز کہ انسان کے اختیار مین نہین ہی اُسپر اللہ تعالیٰ نے حکم امر و نہی کا نہین دیا ہے اور اختیاری بات یہان یہ ہی کہ ایسے میل و خواہش کے آنے پر اس فعل کو نہ کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے ثواب کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ ثعلب رحمہ اللہ نے کہا کہ زلیخا نے قصد کیا تو وہ چاہتی تھی کہ اسکو واقع کرے اور اصرار کرتی تھی اور آنحضرت علیہ السلام نے جو قصد کیا وہ بغیر عزم تھا اسکو واقع کرنا نہین چاہتے تھے بس یہ قصد محض نفس کے خطرات دباتین ہوتین بالجملہ انبیا علیہم السلام کی شان سے ایسا قصد البتہ نہین ہوتا جسکو واقع کرنے کا عزم ہو اور ایسا قصد جو خطرات کے قسم سے ہی وہ معصوم ہونے مین مضر نہین ہی آیا نہین دیکھتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود تنصیص کی بقولہ وما اُبری نفسی ان النفس لامارة بالسوء۔ یعنی نفس اندر ہی اندر بُرے خطرات لاتا ہے اور اس سے بڑھکر حضرت سرور عالم سید المرسلین و خاتم الانبیا اجمعین کا ایک مرتبہ کا ذکر جو بعض سنن مین مروی ہی اگرچہ اسناد بہت قوی نہو لیکن خطرات نفس کے ثبوت مین جو نص سے ثابت ہین کافی ہی کہ ایک مرتبہ اچانک ایک عورت پر نظر پڑی تو اسی وقت اُٹھکر حضرت ام المومنین زینب کے حجرۂ پاک مین تشریف لیگئے اور جب باہر آئے تو بالون سے پانی کے موتی ٹپکتے تھے اور ارشاد فرمایا کہ عورت امتحان و فتنہ ہین انکے آگے پیچھے شیطان چلتا ہی تو جب کوئی تم سے خطرہ پائے تو اپنی عورت سے جو اسکے نکاح مین ہی قربت کرلے کہ وہ خطرہ دل پر رہنے نہ پاویگا پس درحقیقت زنا سے بچنے کا ثواب انھین مردون کیلئے ہی جو خواہش کے باوجود خوف الٰہی و تعظیم حکم اللہ عزوجل ممنوع فعل سے باز رہتے ہین ورنہ جو ہیجڑا ہو وہ خواہش ہی کیا کریگا پھر ہم اور ورع مین صاف فرق ہی اور دونون کا ثواب علیحدہ ہی چنانچہ صحاح مین حضرت ابوہریرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بدین معنی مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہی کہ اذا ہم عبدی بحسنة الحدیث جب میرا بندہ قصد کرے کسی نیکی کا تو اسکے لیئے ایک نیکی لکھو پھر اگر اسکو کرے تو اسکے لئے دس گونہ ثواب لکھو اور اگر کسی بدی کا قصد کرے مگر اسکو نہ کرے تو اسکے لئے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس نے میرے ہی خوف و طاعت سے چھوڑی ہی اور اگر اسکو کر گزرے تب اسکے لئے ایک بدی لکھو۔ کما فی روایة من الصحیحین اور یہ خاص واقعہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش آیا تھا وہ بڑے مرتبہ کا تھا کیونکہ اُنھون نے قصد نہین کیا مگر جبکہ ایک نہایت خوبصورت عورت نے جو اس ملک مین بے مثل تھی کمال زینت و طمانیت کے ساتھ در پردہ اور بے حجاب ان سے خواہش بصد تمنا اظہار کی۔ اور انکار کی صورت مین اپنے اوپر صدمات کا خوف تھا پھر بھی عفت کے ساتھ رہے اور یہ سب فضل الٰہی ہی لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔ اگر یہ نہوتا کہ اُسنے دیکھا اپنے رب کے برہان کو یعنی رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یقینی روشن دلیل کو اگر وہ نہ دیکھتا تو جو اسکے دل مین خواہش ہوئی تھی اسکو پوری کرتا۔ مگر اُس نے اپنے رب کی توحید و عظمت وغیرہ کمالات کبریائی پر روشن دلیل دیکھ لی بس باز رہا۔ اور ابو عبید سے ابو حاتم نے روایت کی کہ اس آیت پر ابو عبیدہ نے مجھ سے کہا کہ یہان تقدیم و تاخیر ہے یعنی ولقد ہمت بہ ولولا ان رای برہان ربہ لہم بہا یعنی عورت نے تو اسکا قصد کیا اور اُسنے اگر برہان رب تبارک و تعالیٰ نہ دیکھا ہوتا تو عورت کا قصد کرتا یعنی اُسنے عورت کا قصد ہی نہین کیا۔

شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ زبان عربی کی راہ سے اس قول مین تامل ہو واللہ اعلم اور لکھا کہ اس برہان مین بھی اقوال ہین جسکو آنحضرتؑ نے دیکھا چنانچہ ابن عباس و سعید و مجاہد و سعید بن جبیر و محمد بن سیرین و حسن و قتادہ و ابو صالح و ضحاک و ابن اسحق وغیرہم نے کہا کہ وقت قصد کے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھی کہ دانتون تلے انگلی دابے منع فرماتے ہین اور ایک روایت مین ہے کہ سینہ پر ہاتھ مارا کہ شہوت ان کے ناخنون سے باہر ہوگئی اور ایک روایت مین قطفیر یعنی عزیز کا خیال دیکھا اور محمد بن کعب القرظی نے کہا کہ چھت مین تین آیات لکھی دیکھین - ان علیکم لحافظین کراماً کاتبین - ماتکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الآیۃ - افمن ہو قائم علی کل نفس بما کسبت الآیۃ - اور کہا گیا کہ چوتھی آیت - ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ ومقتاً وساء سبیلا - اوزاعی نے کہا کہ کتاب الٰہی کی ایک آیت دیوار پر دیکھی جو اس کام سے روکتی تھی ابن جریرؒ نے کہا کہ صحیح بات یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات و نشانیون مین سے کوئی نشانی دیکھی اور قطعی دلیل نہین کہ کون آیت تھی شاید تصویر یعقوبؑ ہو اور شاید فرشتہ جبرئیلؑ کی صورت ہو اور شاید لکھی آیت ہو پس مطلقاً چھوڑنا ٹھیک ہے مترجم کہتا ہو کہ علماء سلفؒ سے جو اقوال مذکور ہوئے عجیب ہین اور ان مین سے بعض اقوال اسپر مبنی ہین کہ قصد خیانت کیا تھا تو آیت دیکھکر باز رہے اور شان نبوت جو اعلیٰ و اکرم ہے کہ جہان کے حکماء اس پر نور بصیرت کے سامنے اندھے ہین اس سے ان اقوال کو مناسبت بہت ہی کم ہے اور ان اقوال کے حق مین جو کچھ رازی و خطیب وغیرہ نے کہا وہ اقرب الصواب ہے۔ اور خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکھا کہ ان اقوال و قصص کی باتون مین ایسی حالتین ہین کہ انکا بیان کرنا شان نبوت کے لائق نہین ہو اور چھوڑ دینا بہتر ہے باوجود اسکے یہ سب اقوال محض بے اصل ہین اور اسپر طرہ یہ ہو کہ نص قطعی و اسکے اشارات سے بالکل خلاف ہین اور یون کیون نہین کہتے کہ برہان رب تبارک و تعالیٰ وہ علم نبوت تھا جس سے قطعی جانتے تھے کہ یہ فعل حرام و منکر و فحش ہو اسی پر اعتقاد کرنا واجب ہو مترجم کہتا ہے کہ ائمہ سلف و خلف و علماء متعمدین سے صحیح تفسیر فقط اسطرح ثابت ہو کہ قولہ ولقد ہمت بہ - عورت مذکورہ نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ قصد قربت کیا یعنی دل مین اسکو ٹھان لیا اور بڑی کوشش سے ایسا واقع ہونا چاہتی تھی - وہم بہا - اور آنحضرت علیہ السلام کے دل مین خواہش کا خطرہ آگیا جسکو وہ واقع کرنا ہرگز نہین چاہتے تھے باوجودیکہ اسباب امتحان کے سخت تھے اور نہایت مشکل موقع تھا لولا ان رای برہان ربہ - اگر یہ نہوتا کہ اپنے رب کی نشانی جو کھلی ہوئی نورانی حجت تھی دیکھی تھی تو موقع ایسا تھا کہ مبتلا ہو جاوین ولیکن اللہ تعالیٰ نے انکو برہان توحید و کبریائی دیدی تھی جس سے انھون نے نجات پائی اور معاذ اللہ کہنے کی برکت ظاہر ہوئی کیونکہ اپنے نفس پر بھروسا نہین کیا کذالک یون ہی ہم نے اسکو برہان دکھلایا اور پناہ دی یا یون ہی ہم نے اسکو ثابت قدم فرمایا لنصرف عنہ السوٓء والفحشآء - تاکہ ہم پھیر دین اس سے برائی کو اور بہت قبیح بات کو یا زنا کو یعنی مستقیم رکھنا و طاعت پر ثابت قدم و پاک کہنا حضرت خالق عز و جل کے قبضۂ قدرت مین ہو وہی اپنے خالص بندون کو سلامت رکھتا اور قبول فرماتا اور جو چاہتا ہو وہ کرتا ہے۔ انہ من عبادنا المخلصین - بیشبہ وہ ہمارے مخلص بندون مین سے ہو اور قرآن مین منصوص ہو کہ شیطان کو فرمایا - ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی میرے بندون پر تجھے کبھی کچھ بھی قابو نہین ہو - اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آنحضرتؑ نے حرام قصد اور عورت کو شہوت سے چھونا وغیرہ خراب باتین جو قصہ کہنے والے بیان کرتے ہین کچھ نہین کیا تھا یہ محض افترا ہے بلکہ وہ بالکل پاک ہو اور دل مین خطرہ آنا جو بے اختیاری ہو وہ معصیت ہی نہین ہو اور شیخ ابو السعودؒ کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے کہ انھون نے اس مضمون کو آیت کریمہ سے صاف نکال لیا اسطرح کہ اگر آنحضرت علیٰ نبینا

وعلیہ الصلوۃ والسلام نے سوء وفحشاء کی طرف قصد کیا ہوتا تو خود اس سے پھیرے جاتے اور یون کہا جاتا کہ لنصرف عن السوء والفحشاء تاکہ ہم اسکو پھیردین سوء وفحشاء کی طرف سے یعنی سوء وفحشاء کی طرف جاتا ہے وہان سے اسکو موڑ دین ولیکن یون نہین تھا بلکہ سوء وفحشاء کو شیطان رجیم انکی طرف لاتا تھا تو حضرت رب العزۃ ذوالعظمۃ والکبریاء جل جلالہ نے دور ہی سے اُن کی طرف سے شیطان کو مع سوء وفحشاء کے ردکر دیا اور وہ خائب وخاسر مطرود ہوگیا پس قطعی ثابت ہوگیا کہ آنحضرت نے سوء وفحشاء کا کچھ قصد نہین کیا تھا اگر سوء وفحشاء نے انکی طرف شیطان پر سوار ہوکر قصد کیا تھا تو اُن سے یہ دونون مع شیطان کے رد کی گئین اسلئے کہ شیطان کو بندگان حضرت خلاق العلیم عزوجل پر کچھ قابو نہین ہے ۔ والحمد للہ رب العالمین ف فی العرائس ۔ قولہ تعالی ولقد ہمت بہ وہم بہا الآیۃ ۔ قصد زلیخا سابق ہوا اور حسن یوسف کا جذب ۔ سابق ہوا اور قصد زلیخا بجانب معدن حسن یوسفؑ تھا کیونکہ اسکا عشق واسکا حسن دونون کا صدور وسعدن ازلی سے تھا اور دونون جمال قدم کی صفات سے ہین پس جب قلب زلیخا بجانب حسن یوسف منجذب ہوا اور قصد زلیخا کو ہیجان ہوا تو قصد یوسفؑ کو بھی اُسکے عشق کی اہلیت وحسن کی جانب ہیجان ہوا پس دونون قصد یکے در دیگرے مختلط ہوگئے پس جوہر کو بجانب جوہر اور فطرت کو بجانب فطرت اور طبیعت کو بجانب طبیعت اور انسانیت کو بجانب انسانیت اور روحانی کو بجانب روحانی اور الٰہی کو بجانب الٰہی ہیجان ہوا پس جملہ یوسف دو قصد ہوکر متحیر ہوے حتی کہ دونون کا تشخص وخیال وسواد وعقل وقلب وروح وسر باطن یکے در یکے ہوگیا پس دونون قصد مین کوئی قصد متہم نہین کر سکتے حالانکہ اصل الجواہر نور ارادہ ہے اور اصل فطرۃ فعل ارادہ ہے اور اصل الطبیعہ مباشرت قدرت ہے اور اصل انسان وجود معجون قہر ہے اور روحانی مباشرت لطف ہے اور یہی سر نفس امارہ ہے اور از اصل روحانی تا مباشرت لطف اور از اصل الٰہی تا تجلی جمال وظہور ذات در صفات اور ظہور صفات در افعال ہمہ وحدت ہے پس نظر عین الجمع مین دونون عشق کی اصل اور دونون ہمتون کی بنیاد تجلی ذات وصفات وافعال کے معنی مین سے ہے پس جب تو نے اسکو معلوم کر لیا تو دونون شخص کو ایک شخص اور دونون روح کو ایک روح اور دونون قلب کو ایک قلب اور دونون قصد کو ایک ہمت اور دونون سر کو ایک سر اور دونون کل کو ایک کل دیکھے گا اور اس کل کا صدور ایک کل سے ہے اور یہی کل تمام علل کی علت ہے اور تمام چیزون کے لئے معلل اور دونون جہان کا پیدا کرنے والا ہے اور یہی جملہ اصول کے لئے اصل ہے پس مذموم یہان کون ہے اور رغائب حقیقت اسرار اشارہ مین قدس معرفت ہے کہ اشارہ کیا کہ ابتدا اسی سے ہے اور انتہا اسی کی طرف ہے اور مین تم درمیان مین ہین اپنے لطف سے ہمین درمیان سے گرادے جب فعل سے فعل کے واسطے بوصف فعل تجلی فرمائی تو عشق بشہوت ہوگیا اور جب صفت کیلئے صفت سے بوصف صفت تجلی فرمائی تو عشق بشہوت روحانی سوا نفسانی کے ہوگیا ۔ اور جب ذات کیلئے ذات سے بوصف ذات تجلی فرمائی تو عشق ازلی مقدس از اسرار حرکات جمیع شہوات ہوگیا کیونکہ اسکا عشق ازلی بلا علت ہے پس پہلے ہمت وحرکت فعل بفعل ہے اور یہان مقام امتحان ہے کیونکہ امر سے مخالفت ہے اور درمیانی ہمت تجلی صفت بصفت ہے اور وہان مقام التباس ہے اور انتہا بر تجلی ذات بذات ہے اور یہ مقام قدس ہے امتحان سے نجات اور حدثان سے طہارت ہے پس جبتک حضرت یوسف علیہ السلام ابتدا اور وسط مین رہے تب تک محل امتحان والتباس مین معرض عتاب مین تھے پھر جب تجلی ذات بذات مین آئے تو انوار ذات نے دونون مقام کو سلب کر لیا

اور اگر یہ نہوتا تو برابر عتاب امتحان مین پڑے رہتے اور تصدیق اسکی یہ ہر قولہ تعالیٰ لولا ان رآی برہان ربہ کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء یس جو برہان حضرت یوسف علیہ السلام پر ظاہر ہوئی تو وہ ظہور ذات قدیم بلا پردہ منزہ از علت حلول و مباشرۃ حدوث تھا اور یہ ظہور موجب ہر کہ حدوث کو قدم سے جدا کردے اور وہان حدوث کا تعلق و شائبہ نہین رہتا ہے یہ مقام صرف تجرید و تفرید و توحید ہر وہان مقام التباس سے نجات ہر اور قولہ کذلک لنصرف عنہ السوء الخ ظہور آثار فحش و برائی کے اسرار تابیعت ارواح و اجسام پر اور بعض کی حرکت بعض کی جانب بصفت محبت و الفت و مودت و ہوائے نفسانی و شہوت سماتی و حیوانی و جسمانی پر ہر اور یہی عالم امتحان ہر اور امر و نہی و تکلیف و عبودیت یہین سے ظاہر ہے پھر عالم اس امر سے مخالفت کرنا بھی ازراہ علم و عقل کے سوء و فحشا ہر اور حقیقت مین وہان علت فحش و سوء کی کچھ بھی نہین ہر کیونکہ یہ مواضع مقادیر ازلیہ ہین اور وہان ہمہ تن خوبی ہی خوبی ہر۔ اقول ایک حقیر مثال جس سے کچھ عقل کو عروج ہو یون کہنا چاہیئے کہ مثلاً سنکھیا بذات خود ایک پاک چیز ہے حتی کہ بدن پر اسکا استعمال حلال ہر اور کوئی عیب نہین ہے اور اگر اسکو بدن کے اندر استعمال کیا جائے جس سے ہلاکت ہر تو خودکشی و عیب ہے اور یون ہی دنیا کی جو چیز کہ نہایت عیبدار دکھلائی دے اسکے جہات خوبی کے بھی موجود ہین اور بعض جہات بدی کے ہین اور خود اس مسئلہ مین دیکھو کہ عورت کی طرف قصد مقاربت درحالیکہ وہ اجنبیہ بلا عقد نکاح ہر محض فحش و سوء بہت بدتر ہر اور جب بعد نکاح کے اسکی طرف قصد ہو تو بہت پسندیدہ ہے جبکہ نیت صالح ہو اسیواسطے بعض علماء مفسرین نے آنحضرت علیہ السلام کے زلیخا کی طرف قصد کرنے کے معنی مین کہا ہے کہ قصد یہ کیا تھا کہ اگر اس سے نکاح ہوتا تو خوب تھا اور ظاہر ہے کہ بنکاح ایسے قصد مین کچھ بھی عیب نہ تھا بلکہ اس صورت مین عدم قصد سے عیب پیدا ہوتا ہے اور اسی واسطے اہل الحق کا دستور صحیح ہر کہ دنیا مین کسی چیز کو بنظر حقارت و عیب نہین دیکھتے ہین کیونکہ بنظر حقیقت وہ مقادیر ازلیہ ہین ان مین کچھ عیب نہین ہر اور جس شخص کو تقدیر ازلی نظر نہ آدے وہ خود سوء و فحشاء مین لتھڑا ہوا ہوتا ہے تو وہ بھلا کیا کسی دوسری چیز کو سوء و فحشاء کہے گا۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشیخ و واضح ہو کہ جب عارف مقام توحید صرف سے پستی مین رہا اور درمیان ہی مین التباس و امتحان سے نہ نکلا تو دیدار قدم سے حجاب مین پڑا رہگیا قدم ازل تک نہین پہونچا اور یہ پردہ اسپر خود سوء و فحشاء ہے اور اس فحش سے بڑھکر کون عیب ہوگا کہ دور راندہ ہوا ستم مین حیران ہوا اور اصل الاصل وصل الکل تک پہونچنے سے محتجب ہو پس اس عیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خالص حضرت یوسف علیہ السلام سے دور فرمایا چنانچہ انکی ہمت عالیہ تمام مقامات امتحان و التباس و احتجاب و سوء و فحشاء سے ترقی کرکے دیدار صفات و ذات تک پہونچی اس صفت سے کہ خودی سے فانی اور بقاء حق باقی تھے تو اللہ عزوجل نے انکی تقدیس سوء و فحشاء سے بیان کرکے بعد انکا اخلاص (پاکیزگی کردیا) اپنی منت و احسان کے ساتھ فرمایا بقولہ انہ من عبادنا المخلصین یعنی موحدین مرسلین و انبیاء کاملین مین سے تھا۔ قولہ لقد ہمت بہ و ہم بہا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ زلیخا نے اسکی طرف شہوت کا قصد کیا اور اسنے عورت کو زجر و نصیحت کا قصد کیا یعنی بدلیل قولہ معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای۔ اور کہا کہ قولہ لولا ان رآی برہان ربہ یعنی یہ قصد زجر نہ ہوتا اگر برہان نہ دیکھتا اور کہا کہ برہان باہر نہ تھی بلکہ ان کے دل مین حق کی طرف سے واعظ تھا اور وہ واعظ ہر بندہ کے دل مین ہوتا ہے اور کہا کہ زلیخا نے تو چاہا تھا کہ اپنا جمال یوسفؑ پر ظاہر کرے مگر خراب نیت سے اسکو لباس مکروہ پہنایا تھا پس اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے اسکو محجوب کردیا اور برہان عالی اور حق ظاہر دکھلایا کہ اسوقت سوائے حق کے ان کو کچھ مشاہدہ نہ تھا اور کہا کہ اگر مشاہدہ برہان نہ ہوتا تو زلیخا پر نظر فرماتے قال المترجم

اہل حق رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ بغیر مشاہدہ برہان حق کے بشری نظر کو تلبیسات شیطانی سے دوری بتکلف ہوتی ہو اور اکثر دن کو نجات نہیں ہوتی ہے اور جب ایمان صادق ہوا تو محبت الٰہی عزوجل کے سامنے ہر مخلوق کا حسن غیر مرغوب ہو اور امام غزالی وغیرہ نے نقل کیا کہ روایت کیا گیا ہے کہ ایک مانہ کے بعد جب لیخا ایمان لائیں اور معرفت الٰہی حاصل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے تنہائی اختیار کی حتی کہ آنحضرت علیہ السلام اگر بستر پر بلاتے تو صبح سے شام کا اور شام سے صبح کا عذر کرتی تھیں اور آخر کہا کہ مجھے آپ کی محبت بسبب عدم معرفت حضرت خالق عزوجل کے تھی اب میں اسکا عوض نہیں چاہتی ہوں تب آنحضرت علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے آگاہ فرمایا ہے کہ تجھ سے میرے دو فرزند ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ نبی بنا دیگا تو کہا کہ اچھا اگر حضرت عزوجل کی رضا ہو تو میں بسر و چشم اُسکی بندگی میں حاضر ہوں۔ فافہم۔ اور شیخ جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام سے طبیعت بشریہ نے حرکت کی اور اختیار سے اُسکو معاونت نہیں پہونچی اور آدمی میں اگر پیدائشی فطرت جوش کرے تو کچھ مذموم نہیں ہے، ولیکن شہوت کو خود اختیاری سے جوش دینا مذموم ہے اور اگر معصیت کو عمل میں لاوے تو ملامت و عذاب کے قابل ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصد بطریق مذمت نہیں بیان فرمایا بلکہ بطریق مدح ہو۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ لنصرف عنہ السوء یعنی سوء الہم۔ بدی کا قصد کرنا اور موافقت کا فحش دونوں دور کر دیئے۔ شیخ جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ جو بندے اپنے خالق کو محبوب ہیں اُن سے پہلے باطنی خلوص و صفائی ہمت و ارادت ظاہر ہوتی ہو پھر ان کے افعال خاص ہوتے ہیں پس جسکا باطن صاف نہ ہوا اسکے افعال کبھی پاک نہ ہوں گے۔ القصہ جب برہان الٰہی سے حضرت یوسف علیہ السلام مستغرق تھے تو عورت کی خواہش کے موافق کچھ قصد نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی جیسے ایمان والے بندے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خائف اور اپنے نفس سے پناہ مانگتے رہتے ہیں اگرچہ قبول و نماز و عبادت کے مرغوب ہونے میں پہلے سب کے بدبرہان الٰہی تعالیٰ سے حلاوت ہوتی ہے پس جب عورت کی طرف سے اصرار دیکھا تو وہاں سے بھاگے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ۚ قَالَتْ

اور دونوں دوڑے دروازے کو اور عورت نے چیر ڈالا اُسکا کرتا پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے پاس بولی

مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ هِيَ

اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید پڑے یا دکھ کی مار یوسف بولا اسی نے

رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ

اُسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنا جی اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے اُس کا کرتہ پھٹا آگے سے

فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ

تو عورت سچی ہے اور وہ ہے جھوٹا اور اگر ہے اُس کا کرتا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی

وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ

اور وہ ہے سچا پھر جب دیکھا عزیز نے کرتا اُسکا پھٹا پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا

إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ۝ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ

البتہ تمہارا فریب بڑا ہے یوسف جانے دے یہ مذکور اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ

ع ۳ ۱۳

إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ۝

یقیناً، ہے کہ تو رہی گنہگار تھی

جب حضرت یوسف بھاگے تو عورت ان کے پیچھے دوڑی وَاسْتَبَقَا اور دونوں نے سبقت کی۔ اَلْبَابَ۔ دروازہ تک لیکن دونوں کے استباق مین مقصود علیحدہ تھا حضرت یوسف تو چاہتے تھے کہ سبقت کرکے نکل جائین اور اس فتنہ سے چھوٹین اور عورت چاہتی تھی کہ سبقت کرکے روک لون جانے نہ دون۔ اور شاید کہ قولہ ہمت بہ و ہم بہا۔ مین بھی ہر ایک قصد کا مقصود علیحدہ ہو۔ اور یوسف علیہ السلام اگرچہ بڑے تیز بھاگے مگر لیکن دروازے بند تھے تو کھولنے مین دیر ہوگئی اور کعب احبار رحمہ اللہ نے اخبار یہود سے روایت کی کہ دروازون مین قفل تھے بحکم الٰہی وہ قفل برابر کھلتے چلے گئے پس دیر خالی دروازے کھولنے مین ہوتی گئی۔ اور کہتے ہین کہ سات دروازے تھے آخر عورت نے باہری دروازے پر آنحضرت کی قمیص پیچھے سے پکڑ پائی اور زور کرنے مین وہ قمیص پیچھے سے پھٹی تو ٹکڑا عورت کے ہاتھ رہ گیا کما قال تعالیٰ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ۔ اور نوچ لی عورت نے قمیص یوسف کی پیچھے کی طرف سے۔ اور حضرت یوسف رہا ہوکر نکل جانا چاہتے تھے کہ ناگاہ وہان یہ معاملہ پیش آیا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ۔ اور دونون نے پایا اس عورت کے سید کو یعنی شوہر کو نزدیک اس دروازے کے یعنی باہری دروازہ جسکے بعد کوئی دروازہ نہ تھا وہان دونون کو عورت کا شوہر ملا اور عورت اپنے شوہر کو جیسے فارسی مین خاوند یعنی خداوند کہتی ہے ویسے عربی مین سید کہتی ہے اور غلام و باندی بھی اپنے آقا کو سید کہتے ہین مگر یہان اول صیغہ اَلْفَيَا تو تثنیہ فرمایا یعنی دونون نے پایا اور دوسرا سیدہا نہین بلکہ فقط سیدہا فرمایا تو اسوجہ سے کہ علم الٰہی مین درحقیقت عزیز مصر حضرت یوسف کا سید نہ تھا اور نہ آپ اسکے مملوک تھے اگرچہ ظاہر مین لوگ بسبب نہ جاننے کے آپ کو اسکا مملوک خیال کرتے تھے اور یہی ظاہری برتاؤ کے لیے آپنے بقولہ انہ ربی کہا تھا اور کہتے ہین کہ عورت کا شوہر قطفیر عزیز مصر وہان اس عورت کے چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی کے ساتھ بیٹھا باتین کرتا تھا چنانچہ مروی ہے کہ دونون نے دروازے کے اندر لڑ جھگڑ کی اور دھینگا مشتی اور قمیص پھٹنے کی آواز سُنی تھی۔ مگر ظاہر سیاق اور اشارہ لفظ اَلْفَيَا یہ ہے کہ وہ اسوقت اتفاق سے مل گیا پس عورت کو رنج و ملال مین فضیحت کا غم و خوف ہوا اور ڈری کہ شاید یوسف اس سے مل گئے ہین ساتھ لگا ہے ضرور انھون نے کہدیا ہوگا پس جھوٹتے ہی خود پیش قدمی کر گزری اور بہتان دھر باندھا۔ قَالَتْ۔ اور کہنے لگی اپنے شوہر سے کہ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا۔ کیا سزا ہے ایسے مرد کی جو تیرے اہل خانہ کے ساتھ بدی کا قصد کرے۔ تیری اہلیہ کہکر اُسکو آبرو کا بڑا غصہ دلایا اور اپنی نسبت یہ ظاہر کیا کہ مین تیری ہی جورو ہون سوائے تیرے کسی سے تعلق نہین ہے ولیکن دل مین تو آنحضرت علیہ السلام کی محبت بھری تھی صاف نہ کہا کہ اُسنے ایسا چاہا تھا اسکی کیا سزا ہوگی بلکہ علی العموم ایک لطیف اشارہ سے کہا۔ پھر یہ بھی ڈری کہ شاید اسکی زبان سے نہ نکلجاوے کہ وہ قتل کیا جاوے یا بدی کے قصد سے وہ زبردستی کوئی حرکت واقع ہونا سمجھکر غیظ و خشم مین قتل کرے تو خود ہی خفیف کرکے یہ سزا بیان کی کہ۔ إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ۔ مگر یہی سزا کہ وہ قید کیا جاوے اور شاید یہ غرض ہو کہ گھر مین اپنی ہی حفاظت مین قید کراؤن تو بھاگنے بھی نہ پاوے۔ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ یا کوئی دُکھ کی مار دیا جاوے اور شاید یہ غرض ہو کہ ایک دفعہ کچھ تکلیف بضرورت اُٹھاکر پھر انکار و گریز نہ ہوگا۔ خطیب وغیرہ نے کہا کہ محبوب کا دُکھ بھی عاشق نہین چاہتا ہے اسواسطے پہلے اسکی سزا قید بیان کی

اور چاہا کہ وہ ہمیش و ایک دو بطور زجر کے قید کیا جاوے اور حبس دوام منظور نہ تھا کیونکہ جب دوام قید منظور ہوتی ہے تو جملہ فعلیہ اسطرح نہیں
لاتے ہیں آیا نہیں دیکھنے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا تھا کہ لاجعلنک من المسجونین یعنی دائمی قیدیوں میں سے تجھے
بھی کرونگا۔ القصہ عورت اسطرح کہ بیٹھی حالانکہ آنحضرت کے دل میں اسوقت تک افشائے راز کا کچھ ارادہ نہ تھا مگر لاچاری سے انکو
اپنی پاکی و عورت کا فریب ظاہر کرنا پڑا۔ قَالَ يُوسُفُ نے جواب دیا کہ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي ۔ وہی مجھے لبھاتی تھی۔ شرم سے بصیغہ
غائب بیان کیا حالانکہ وہ اسوقت سامنے حاضر تھی یوں نہیں کہا کہ ہذہ راودتنی یا انک راودتنی۔ اسی نے خود ایسا چاہا یا تو نے خود ایسا
چاہا تھا کیونکہ جب وہاں گناہ نہ تھا تو شاید انکی جانب شبہہ ہوتا پس حیادار کو اس سے شرم ہوتی ہے تو اس قصہ کا ذکر ہی نہیں چاہتے
تھے اور جب بضرورت بیان کیا تو بھی شرم سے اس عورت کو غائبہ قرار دیکر کہا کہ میں نے کچھ نہیں چاہا بلکہ اسنے خود مجھ سے ایسی درخواست
کی تھی اور اس موقع پر حالت خود شاہد تھی چنانچہ عورت ساتوں سنگار سے آراستہ اور تنہائی میں انکو لئے ہوئے پھر دروازے پر شاہزادی
کیونکر آئی اگر پکڑنے نہیں آئی اور بھلا غلام کو یہ جرأت کہاں اور بھلا اتنی ماما اصیلوں میں غلام کو طاقت کب ہو سکتی ہے اور بھلا
ایسے شخص کو جو نہایت حیادار شرمیلا مدت سے معلوم تھا ف حدیث صحیح میں منع آیا ہے کہ جوان عورت کسی جوان آدمی کے ساتھ
تنہا خلوت میں بیٹھے اگرچہ وہ مرد اسکا بھائی کیوں نہ ہو۔ یہ خوف اہل ایمان کے حق میں زیادہ ہے کیونکہ شیطان انھیں کی فکر
میں رہتا ہے بخلاف کافروں کے کہ انکا کفر خود کافی ہے اب ایسے فعل کیلئے وسوسہ دلانے کی حاجت نہیں اسی لئے اہل ایمان
جب سے کہ سب ضعیف الاعتقاد ہیں تو بہ نسبت کافروں کے انمیں بداخلاق و بداعمال زیادہ پائے جاتے ہیں کیونکہ شیطان انسے اعتقاد
ایمان بھی سلب کرنا چاہتا ہے اور وے بسبب ضعف کے اسکا وسوسہ جلد قبول کرکے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں خصوص عورتوں
کے دل میں اسکا گھر ہے۔ اللھم ثبتنا علی الصراط المستقیم ۔ القصہ جب عزیز نے یہ سنا تو شہادت و تحقیق کی ضرورت ہوئی۔ مگر حق عزوجل
نے آنحضرت علیہ السلام کے لیے نہایت قوی شاہد اپنی قدرت سے پیدا کر دیا کہ جس سے انکی پاکی و طہارت پر یقین واثق ہو گیا
اور یہ واقعہ ہونے سے پہلے جسقدر پاکیزہ خیال کیے جاتے اُس سے بھی زیادہ ظاہر ہو گئے چنانچہ فرمایا ۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا
اور گواہی دیدی ایک گواہ نے جو اس عورت کے ناتے داروں میں سے تھا کہ إِن كَانَ قَمِيصُهُ ۔ اگر ہوئے قمیص یوسف کی
ایسی حالت پر کہ قُدَّ مِن قُبُلٍ ۔ تو چری گئی ہو آگے کی طرف سے فَصَدَقَتْ عورت نے سچ کہا ۔ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ
اور یوسف جھوٹوں میں سے ہوگا یعنی یوسفؑ کی قمیص دیکھو اگر آگے سے پھٹی ہو تو عورت سچی و یوسفؑ جھوٹا ہے وَإِن كَانَ
قَمِيصُهُ ۔ اور اگر ہووے یوسف کی ایسی کہ قُدَّ مِن دُبُرٍ تو چری گئی ہو پیچھے کی طرف سے فَكَذَبَتْ تو عورت جھوٹ بولی
وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۔ اور یوسف صادقین میں سے ہے جب دیکھا گیا تو بیشک حضرت یوسف صدیق علیہ السلام سچے تھے ف
سچ ہمیشہ سچ ہوتا اور بالا رہتا ہے اگرچہ ظاہری صورت کچھ مشکل نظر آوے اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آدمی سچ بولتا ہے اور ہمیشہ اسی کا قصد مصمم رکھتا ہے یہانتک کہ
اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکا لقب صدیق لکھا جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا قصد رکھتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کذاب لکھا جاتا ہے اور حدیث
صحیح میں ثابت ہے کہ آدمی مال بیچنے میں بڑھانے کیلئے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے یہ بڑا سخت گناہ ہے اور جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہ میں بڑا سخت شمار فرمایا ہے۔ بالجملہ
زبان کی خوبی و منفعت سے زیادہ آدمی اُسکے آفت سے بچے جیسے آلہ تناسل سے نسل و نیک اولاد کی نیت کم اور فائدہ کم ہے
بلکہ اسکی آفت سے بچنے کا قصد زیادہ ہے اسیواسطے حدیث میں ثابت ہے کہ جو کوئی مجھ سے ضمانت کرے کہ اپنے جبڑوں کے

بیچ والی چیز اور اپنی ٹانگون کی بیچ والی چیز کو نگاہ رکھیگا تو مین اسکے لئے جنت کا ضامن ہون پس جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا زبان کی آفتون مین سے بڑی ہین - واضح ہو کہ اس گواہ کے عمر مین لوگون نے دو مختلف اقوال نقل کئے ایک یہ کہ داڑھی والا مرد تھا اور دوسرا یہ کہ گہوارہ کا لڑکا تھا - اور ابن عباس رض سے عکرمہ وغیرہ نے قول اول روایت کیا اور عوفی نے قول دوم روایت کیا اور ایسا ہی حسن بصری رح سے دونون قول مروی ہین اور ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ ہرنی تھی اسکو اللہ تعالیٰ نے گویا کیا اور مجاہد رح سے بھی مروی ہو کہ وہ آدمی ہی نہ تھا یہ عجیب ہے - ظاہر البعض راویون سے سہو ہوا یا سمجھ مین فرق ہوا اور شاید بات یہ ہوگی کہ پہلے عزیز مصر کے دروازے پر ملنے کے وقت جو شخص ساتھ تھا اور وہ بادشاہی مصاحبون مین سے زلیخا کا رشتہ دار تھا اور مرد دانشمند تھا اسنے حضرت یوسف کی صداقت پر گواہی دی ہوگی اور جب اسمین عورت نے گفتگو کی تو ایک طفل نے گواہی دی جسکا آیت مین ذکر ہے پس حضرت ابن عباس رض مجاہد وعکرمہ وحسن رح وقتادہ وسدی ومحمد بن اسحاق وغیرہم ایک جماعت نے پہلے گواہ کا ذکر جو بعض قصص واخبار سے معلوم ہوا ہے بیان کیا ہوگا اسکو راوی نے شاہد کی تفسیر سمجھ لیا واللہ تعالیٰ اعلم کیونکہ خود ابن عباس رض وحسن بصری سے وضحاک وسعید بن جبیر اور ہلال بن یساف اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ گہوارہ کا بچہ تھا اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شیخ ابن جریر رح نے اسی کو اختیار کیا مگر صواب یہ ہو کہ یون کہنا چاہئے جیسے سہیلی رح نے کہا کہ یہی صحیح ہے اسلئے کہ اسمین تو صریح ایک حدیث آئی ہو جس کو ابن جریر نے ابن عباس کی روایت سے آنحضرت صلعم سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچپن مین چار نے کلام کیا ہے ماشطہ دختر فرعون کا بیٹا اور یوسف کی سچائی کا گواہ بچہ اور جریج راہب کی پاکی والا گواہ بچہ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام - اور شارح مین لکھا کہ اس حدیث کو امام احمد نے مسند مین روایت کیا ہو - یہ حدیث صحیح ہے اور جب یہ حدیث خود ابن عباس سے روایت ہے اور صحیح ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ انھون نے شاہد یوسف کی تفسیر مین کبھی کہا ہو کہ داڑھی والا مرد تھا اور کبھی کہا ہو کہ ہرنی جانور تھی جو بحکم الٰہی بولتی تھی اور مجاہد نے کبھی داڑھی والا مرد بیان کیا اور کبھی کہا کہ وہ آدمی ہی نہ تھا - ہان یہ ہو سکتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم وقدرت سے بچہ نے کلام کیا اور گواہی دی اسی طرح وہان آواز غیب بھی آئی ہو کہ یوسف سچا ہو جسکو مجاہد بیان کرتے ہین اور ہرنی بھی بولی ہو جس کو ابن عباس کہتے ہین اور یہ راوی سے غلط ہوا کہ اسنے سب کو شاہد کی تفسیر سمجھ لیا ورنہ ان ائمہ سلف سے صحاح احادیث مین ثقات حفاظ راویون سے تجربہ کا اندازہ ہو چکا ہے کہ انکے کلمات علوم ہوتے ہین اور ہرگز ایسے مختلف اقوال سے اشتباہ نہین ہو سکتا کیونکہ جسنے غور کیا ہو وہ جانتا ہو کہ اکثر تفاسیر مین بعض بے سمجھ راویون سے غلطی ہوئی کہ سلف نے جو حالات یہود کی زبانی نقل کئے انکو بھی راوی نے تفسیر مین داخل کر دیا اور کہین انکا مطلب کچھ ہو اور خود کچھ اور سمجھ لیا لہذا ہم کو حضرات سلف کی طرف سے یہ گمان کبھی درست نہین ہو کہ انھون نے شاہد کی تفسیر مین ایسے متناقض ومتخالف اقوال بیان کئے ہون گے - بھلا یہ تو دیکھو کہ شاہد کی تفسیر مین راوی نے کہا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ جانور ہرنی تھی جسکو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمائی حالانکہ صریح آیت مین شاہد من اہلہا منصوص ہو یعنی وہ گواہ اس عورت کے کنبہ والون مین سے اسکا ناتے دار تھا تو بھلا کوئی احمق یہ گمان کر سکتا ہو کہ حضرت ابن عباس حبر الامۃ فقیہ مفسر جنکے علم وفضل پر اتفاق ہو انکو اتنا نہ معلوم ہوا دلیل ہذا - مجاہد رح بھی نہ جانے کہ وہ آدمی ہی نہ ہوگا تو عورت کا رشتہ دار کیونکر ہوگا پس صریح معلوم ہوا کہ ان بزرگون نے اسوقت کی گواہی دینے والونکو

سب کو بیان کیا کہ قطفیر کا ساتھی اور رشتہ دار جو بادشاہی مقرب جوان آدمی تھا اُسنے بھی گواہی دی لدغیب آواز آئی اور ہرنی نے بھی گواہی دی اور ایک طفل نے بھی گواہی دی جسکا ذکر قرآن مجید مین ہے کہ شہد شاہد من اہلہا اور جب ہر طرف سے حضرت یوسف کی پاکی کی آوازین آنے لگین حتی کہ طفل نے گواہی دی تو قطفیر کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت علیہ السلام پاک ہین یہ تو ان روایات کا محل ہے اور شاہد کی تفسیر خود مرفوع حدیث مین مذکور ہے کہ وہ گہوارہ کا بچہ تھا اور یہی ابن عباس و حسن وغیرہم سے مروی ہے ف اول یہ کہ گہوارہ مین بات کرنیوالے حدیث مذکور مین چار بیان ہین اور صحیحین مین فقط تین بیان ہین اور شاید وہ بدون گواہی دریافت کرنیکے بولنے والے یا اور کسی صفت کی خصوصیت سے فقط تین بچہ بیان فرمائے تو ان مین دو تو یہی عیسی ابن مریم اور جریج راہب تہمت کی پاکی بتلانے والے ہین اور تیسرا ایک بچہ جو اپنی مان کا دودھ پیتا تھا اُدھر سے خوبصورت خوش لباس سوار گزرا مان نے کہا کہ پروردگار میرا بچہ ایسا ہی کیجیو تو بچہ بولا کہ پروردگار مجھے ایسا نہ کیجیو پھر ایک مظلومہ باندی کو لوگ مارتے تھے کہ تو بدکاری کرتی ہے حالانکہ وہ بُری پاکدامن تھی تو مان نے کہا کہ الٰہی میرا بچہ ایسا نہ کیجیو تو بچہ بولا کہ الٰہی ایسا کیجیو یہ حدیث صحیحین مین مفصل مذکور ہے دونون حدیث مین ملکر پانچ ہوگئے اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا بچپن مین کلام کرنا مشہور ہے اور اصحاب الاخدود والی عورت کے بچہ کا بولنا خود صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ یہ سب اور زیادہ ہوئے اور ثعلبی نے حضرت یحیٰ بن زکریا کو شمار کیا اور شیخ مفسر سیوطی نے سب گیارہ بیان کئے اور اتقان وغیرہ مین منظوم کرکے لکھا ہے اور حضرت سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والصالحین وسلم علیہم اجمعین کو اور حضرت مریم والدہ عیسیٰ کو اور زمانہ ہادی مبارک کے طفل کو زیادہ کیا ہے اور واضح ہو کہ جریج ایک راہب تھا بہت پارسا اور ایسے شخص کے دشمن بہت لوگ فاسق شیطان کے پیرو ہو جاتے ہین اسپر تہمت لگانے کے لئے ایک بدکارہ عورت کو آمادہ کیا جسکے کسی چرواہے سے پیٹ رہا تھا اس نے وضع حمل کے بعد لوگون مین مشہور کیا کہ یہ جریج راہب کا بچہ ہے آخر لوگ ہجوم کرکے جریج کے پاس گئے ملامت کرنے لگے اس نے انکار کیا اور بیچارہ پاکدامن تھا اور لڑکے سے پوچھا کہ اے طفل تیرا باپ کون ہے اسنے جواب دیا کہ فلان چرواہا ہے حالانکہ یہ بچہ دودھ پیتا ہوا تھا اسی حدیث سے ائمہ حنفیہ نے کہا ہے کہ زنا سے جو اولاد ہو اسکا رشتہ ثابت ہوتا ہے حتی کہ جب چرواہا اسکا باپ ہوا تو جائز نہ تھا کہ مثلاً چرواہے کی بیٹی سے وہ بچہ نکاح کرتا اسی طرح قیاس کرنا چاہیئے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی حرمت نہین ثابت ہوتی ہے اور اس قصہ مین کہتے ہین کہ یہ اُسنے باطن کی بات بیان کی کہ درحقیقت اسکا نطفہ ہے اور حرمت کے احکام ظاہری ہین تو بحکم حدیث الولد للفراش وللعاہر الحجر یعنی اولاد تو جورو سے ہوتی ہے خواہ منکوحہ ہو یا باندی ہو اور زناکار کے لئے پتھر ہین جب زناکار کا نسب نہین ہوا تو حرمت بھی نہوگی مترجم کہتا ہے کہ اقوی استدلال حنفیہ ہے لہذا وہی مذہب ہے۔ اصحاب الاخدود مسلمانون کی ایک جماعت کو کافر بادشاہ نے اگلی امتون مین سے آگ بھر کر خندقون کو دوزخ بنا کر اسمین جلایا تھا کہ دین سے پھر جاوین اُنھون نے نہین مانا اور مرجانا قبول کیا چنانچہ تفسیر سورۂ والسماء ذات البروج مین انشاء اللہ تعالی العزیز الرحیم بیان آویگا تو انھین لوگون مین ایک عورت کا بچہ لیکر آگ مین ڈالا جسکے صدمہ سے عورت تڑپنے لگی اور قریب تھا کہ دین سے پھر جاوے مگر بچہ نے آگ سے آواز دی کہ اے مادر مہربان جلدی چلی آ یہان تو آگ نہین نہایت عمدہ باغ ہے بس یہ بچہ تھا جس نے کلام کیا۔ **فائدہ دوم** اس قصہ مین ایک بچہ کی گواہی پر حضرت یوسفؑ کی پاکی ثابت ہوئی اور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ گواہ جو قاضی کے نزدیک گواہی دین یا

یا نکاح مین گواہ کئے جاوین وہ عاقل بالغ آزاد آنکھون والے عادل ہون اور طفل کی گواہی قبول نہین ہی تو جواب یہ ہو کہ طفل کو
لیاقت نہین کہ وہ سمجھے اور اگر سمجھا تو قوت نہین کہ محفوظ رکھے حتی کہ قبل بلوغ کے احکام روزہ نماز وغیرہ فرض نہین ہوتے ہین
اگرچہ بیع وخرید وغیرہ عقود مین نابالغ عاقل ہمارے نزدیک معتبر ہو تو معلوم ہوا کہ قبل بلوغ کے قابل تحمل شہادت نہین ہوتا
تو ادا کے قابل بدرجۂ اولی نہ ہوگا اور گواہی سے دوسرے پر قطعی لازم کرنا اور الزام ہوتا ہو پس ایسی صلاحیت ضرور ہے اسیلئے
طفل نابالغ قاضی نہین ہو سکتا ہے اور یہ امر عادت مین قطعی ہو بخلاف شاہد یوسف کے کہ وہ خرق عادت تھا یعنی بطور
معجزہ کے خلاف عادت اتنا سا بچہ بولا تھا اگر کہا جاوے کہ اکیلا تھا اور یہان دو گواہ شرط ہین تو جواب یہ ہو کہ ہان شرع
مین کہین دو ہین اور کہین چار شرط ہین اور یہ علی العموم عادت مین قاعدہ شرعی ہو اور شاہد یوسف خلاف عادت تھا اور
معجزات مین اور جو اس قبیل سے ہون یہ شرائط ضرور نہین ہین لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ نبوت جبتک ختم نہین ہوئی تھی تب تک انبیاء کے
معجزہ کا اعتبار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی تو اب جو کوئی معجزہ کا دعوی کرے وہ کذاب مردود شیطان ہے
اور کرامت البتہ ہو سکتی ہو اور واقع ہوتی ہے لیکن اس سے شرعی حکم نہین ثابت ہوتا ہے حتی کہ اگر اب کوئی لڑکا گہوارہ مین
بولے اور ایسی بات کہے جو شرع کے حکم صریح سے یا اجتہادی سے خلاف ہو تو اسکا اعتبار ہرگز نہ ہوگا جبکہ نبی کے کشف کا
دین مین کچھ اعتبار نہین ہو اور اسکی کرامت برحق ہو اسیطرح ولی کے خواب سے شرعی حکم ثابت نہین ہوتا ہے اسپر اہل السنۃ
والجماعت کا اتفاق ہو ہان پیغمبرون کے خواب البتہ وحی ہوتے تھے تو اب ممکن نہین ہو کہ کوئی شخص پیغمبر ہووے ۔ اور قصہ مین
حضرت یوسف کے گواہ کا اعتبار اسی وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالی عزوجل نے اسکو خلاف عادت گویا کیا اور شاید کہ یہان ایسے
طور پر وقوع ہوا کہ عزیز مصر وغیرہ کو قطعی یقین ہو گیا کہ حضرت یوسف سچے و پاک ہین اسکو کچھ شبہہ نہ رہا ۔ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ
دُبُرٍ پس جب عزیز مصر نے دیکھا قمیص یوسف کو کہ نوچی گئی ہو پیٹھ کی طرف سے تو اسکو یقین کامل ہو گیا کہ یوسف سچے ہین اور
عورت کی طرف مخاطب ہو کر ۔ قَالَ ۔ بولا ۔ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۔ کہ یہ تہمت یوسف کو بیشک تم عورتون کی مکاری مین سے
ہے ۔ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۔ تمہارا کید و مکر بہت بڑا ہے ۔ کید ایسی بات کسی آدمی کے واسطے کرنا جسکو وہ مکروہ و ناگوار
رکھے اس کلام مین اشارہ ہو کہ عزیز مصر نے جو کہا وہ ٹھیک ہے کیونکہ حق تعالی نے اسکو برقرار رکھا ہے ۔ حدیث سے حکم
نکالنے مین یہ قاعدہ ہے کہ جس فعل کو آنحضرت صلعم نے کسی آدمی کو کرتے دیکھکر منع نہین کیا برقرار رکھا تو وہ بھی سنت
ہوتا ہے اسی طرح آیت مین بھی اس آیت کو مثال سمجھنا چاہیئے تو گویا حق تعالی نے عورتون کے مکر کو بڑا فرمایا ۔ بعضے علماء حکماء نے کہا
کہ مین عورتون کے مکر سے اتنا ڈرتا ہون کہ شیطان سے اتنا نہین ڈرتا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ۔ ان کید الشیطان کان ضعیفا
شیطان کا مکر کمزور ہی بعضون نے اعتراض کیا کہ یہ عالم حکیم ٹھیک نہین سمجھے اسلیئے کہ شیطان کا مکر بمقابلہ ارادۂ الٰہی کے ضعیف ہو اور عورتون کا
مکر بمقابلہ مردون کے بڑا ہے ۔ یہ اعتراض بالکل لوپوچ ہے اسلیئے کہ اللہ تعالی خالق عزوجل کے مقابلہ مین تو شیطان و اسکا مکر و تمام
جہان سب کوئی چیز ہی نہین ہو کمزور کیسا ہوتا ہے اور جب اللہ تعالی کے ارادہ کا اعتبار کرو تو عورتون کا مکر بالکل نابود و نیست ہو
پس جو کچھ اللہ تعالی نے چاہا وہ تو ضرور واقع ہوگا اس سے ہم کو بحث نہین ہے ۔ بلکہ یہان تو مخلوق کا بیان ہو تو آدمی کو چاہیئے
کہ عورتون کے مکر سے زیادہ احتیاط رکھے اور شیطان سے ہر وقت ہوشیار رہیگا مگر عورتون سے اس سے بھی زیادہ ہوشیار رہے

کیونکہ شیطان اگر خالی وسوسہ دلادے تو ہوشیار اسکو فوراً جان کر اللہ تعالی سے پناہ مانگ لیگا اور اگر شیطان نے پہلے عورت کو آمادہ کیا کیونکہ عورت اُسکا جال ہوتی ہو تو وہ ہتھیار لیکر آیا اب بہت زیادہ ہوشیاری چاہیئے ہو۔ ہان یہ البتہ ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز بڑی ہو مگر کمزور ہو لیکن حکیم جانتا ہو کہ عورت آدمی سے خود مکر نہیں ہو بلکہ شیطان کیلئے آلہ ہو کیونکہ کم عقلی سے اسکا وسوسہ جلد قبول کرتی اور آمادہ ہوجاتی ہو اسیواسطے جو مرد ایسے ہین کہ شیطانی افعال مین بڑی مستعدی سے جلد جلد آمادہ ہوتے ہین وہ عورتون کے مثل بلکہ بدتر ہین کہ مرد ہوکر عورت سے بدتر ہوگئے نعوذ باللہ من سیٔ الاخلاق والضلال۔ القصہ اس فیصلہ کے بعد اسنے حضرت صدیق علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوکر کہا۔ یُوْسُفُ اے یوسف اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا۔ منہ موڑ لو اور درگذر کرو اس بات سے یعنی تہمت کو معاف کرو اور اسکو کسی سے ذکر مت کرنا کہ لوگون مین نہ پھیلے پھر عورت کی طرف خطاب کرکے کہا۔ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ۔ اور تو اپنے گناہ سے مغفرت کی التجا کر۔ تو نے بخطا حضرت یوسف کو تہمت لگائی۔ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ۔ بیشک تو ہی تھی خطا وارون مین سے۔ بعضون نے کہا کہ طعنہ دیا کہ تو خطا وارون کی نسل سے ہے جو تجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی لیکن ٹھیک یہی ہے کہ تو خطا وار آدمیون مین سے ہو اور خاطئین جمع مذکر کہا اور خاطئات جمع مؤنث نہین کہا کیونکہ عورتین تو مکار ہوتی ہین اور واضح رہے کہ عورتون پر مکاری کا حکم بطور جنس کے ہے یعنی جنس عورتون کی بڑی مکار ہوتی ہو اس سے یہ لازم نہین ہو کہ ہر ایک عورت بڑی مکار ہو بلکہ اگر آدمی بڑا مکار ہو تو عورت کی جنس سے ہوگا۔ پس عورتون مین سے مانند حضرت مریم و حضرت سیدۃ عائشہ و حضرت فاطمہ و سارہ وغیرہ بڑی بڑی پاکدامن فقیہ عالم گذری ہین تو یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ جو عورت ہو وہ بڑی مکار ہوتی ہو حتی کہ مردون مین سے بعضے ایسے ہوتے ہین جو ہزار درجہ عورت سے بدتر ہوتے ہین اور یہ ایسا ہے جیسے کہتے ہین کہ مرد اچھا کہ عورت یعنی مرد کی جنس اچھی ہوتی ہو حالانکہ زانی چور حرامخور بدمعاش بیہودہ نکما مرد نہایت خراب ہو اور پاکدامن صالحہ نیک سیرت مطیع دیندار عورت اس سے بہت بہتر ہے۔ القصہ عزیز نے عورت کو استغفار کرنے کا حکم دیا اور اس سے زیادہ کچھ نہین کہا تو سراج مین شیخ ابوبکر الاصم سے نقل لایا کہ شوہر اس عورت کا غیرت کم رکھتا تھا کہ فقط اتنی بات پر کفایت کی۔ مین کہتا ہون کہ یہ بات کچھ نہین ہو اسیلئے کہ درحقیقت کوئی لوث واقع نہ ہوا تھا اور ہنوز پردہ ڈھکا تھا البتہ عالم الغیب جل جلالہ کو علم تھا اسنے نازل فرمایا تو قتل کرنے یا طلاق دینے مین پردہ فاش ہوتا اور اسکو یہ حالت ایک ایسے پیغمبر کی طرف پیدا ہوئی جسکا مثل نہین تھا۔ وفی قصۃ الافک قال استغفری ان الممت فتامل۔ اور قتل کی البتہ اسطرح رد ہو جیسے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر مین اجنبی مرد کو اپنی کوٹھری مین دیکھون تو تلوار سے قتل کردون۔ آپنے فرمایا الا ان سعد الغیور یعنی خبردار ہو کہ بیشک سعد بڑا غیرت والا ہے وانا اغیر منہ۔ اور مین اس سے بڑھکر غیرت والا ہون واللہ اغیر منی اور اللہ تعالی مجھ سے زیادہ غیرت والا ہو ولذلک حرم الفواحش اور اسی جہت سے اس نے فواحش کو حرام کردیا۔ علماء حنفیہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی جورو کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھے درحالیکہ دونون راضی ہون تو روا ہے کہ دونون کو قتل کردے اور اسپر کچھ قصاص نہین ہے اور کہا کہ اسی طرح اگر ذی رحم محرم کے ساتھ مانند ماں بہن و پھوپھی وغیرہ سے معاملہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت پر زبردستی کیگئی ہو تو مرد فاجر کو قتل کرسکتا ہے اور بعض نے لکھا کہ اولی یہ ہو کہ بحالت ضرورت قتل کرے اور مین کہتا ہون کہ غیرت اسکا باعث ہے مسئلہ اگر دنڈی کے بیٹے نے اسکی ماں کے پاس آنے والون مین سے کسی کو قتل کیا اور ضرورت ولباس ان لوگون کا مسلمانونکا

سعد بن عبادۃ سید الخزرج ۱۲

ہے تو کیا حکم ہوگا مترجم کہتا ہے کہ یہ ترک کا اگر اپنی ماں کو اس حالت میں دیکھ چکا تھا اور جانتا تھا اگر راضی ہوا تو جب اسنے مردانی کو قتل کیا
تو اس سے قصاص لیا جاوے اور اسلام کی حکومت و ملک میں یہ فعل روا نہیں ہے اور رنڈیوں کی نسبت اسلام کا حکم دیا جاوے
یا نہیں دیا جائے گا بلکہ ان سے وہ برتاؤ ہوگا جو کافروں کے ساتھ ہے بس میرے نزدیک جو کوئی ان کو اسلام میں داخل کرکے انسے
مسلمانوں کا برتاؤ کرے وہ بھی انھیں کے مثل ہے ایسا ہی حکم اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بقواعد شرع ثابت ہے اور استدلال
کے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم ف فی العرائس قولہ واستبقا الباب الآیۃ۔ واضح ہو کہ اول ظہور نور توحید میں آنحضرت
کو برداشت نہ ہوئی تو مقام خطر سے بھاگے اور اگر بحر توحید میں غوطہ لگاتے اور متمکن ہو کر زلیخا کو دیکھتے تو وہ پانی پانی ہو جاتی اور
شہوت انسانی کا اثر نہ رہتا اسیواسطے جب زلیخا میں اثر نہ ہوا تو ان کے بھاگنے پر وہ پیچھے دوڑی اور قمیص پھاڑ لی۔ آنحضرت تو
ابتدار توحید میں تھے اور زلیخا اپنے عشق میں انتہا کے قریب تو اسکے عشق میں توحید مؤثر ہوئی۔ اور قمیص پھاڑنا عشق
روحانی پر عشق انسانی کا غلبہ ہوا اور یہی پھاڑنا حضرت یوسف علیہ السلام کے صدق پر دلیل ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ اگر مکان
کی طرف نہ بھاگتے بلکہ اللہ تعالیٰ کیطرف بھاگتے تو کافی ہوتا قولہ تعالیٰ والفیا سیدہا لدا الباب۔ زلیخا کا سید عزیز کو قرار دیا کیونکہ یوسف علیہ السلام کا سید
حضرت خلاق علیم ہے جل شانہ اور یوسف بتوحید و تفرید آزاد از عبودیت نفس تھے اور ظاہر شریعت کی راہ سے بھی ایسا ہی
تھا پھر عشق و ملامت میں ملازمت ہو چنانچہ زلیخا نے ہر چند جرم کو آنحضرت کے ذمہ لگایا اور زبان دبا کر خالی سزا دینے کا نام لیا مگر
آخر اسی کی طرف عود ہوا۔ قولہ الا ان یسجن او عذاب الیم۔ اگر زلیخا کو عشق پورا ہوتا تو جرم آنحضرت پر نہ لگاتی بلکہ خود گوارا کرتی۔ شیخ
ابن عطار رح نے فرمایا کہ الفتی ہیجی نہ تھی اور آخر میں محبت سے مستغرق ہو کر بولی کہ الآن حصحص الحق انا راودتہ عن نفسہ۔ مترجم کہتا ہے
کہ اکابر اولیا رنے بحکم قولہ تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ اور باعتبار اس قصہ و اشارات احادیث صحیحہ کے کہا کہ محبت اعلیٰ مقامات
قرب میں سے ہے ولیکن ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ٭ این فساد خوردن گندم بود ٭ امام غزالی رح وایک جماعت
نے عشق نفسانی اور عشق روحانی و عشق ایمانی میں امتیاز بیان کر دیا ہے پس عشق نفسانی یعنی شہوانی میں جانور و آدمی
سب شریک ہیں اور وہ معیوب ہے اور عشق روحانی اکثر فلاسفہ افلاطون وغیرہ کے عشق میں تھا۔ اعلیٰ عشق ایمانی ہے ولیکن
ہر حال میں ملامت اسکے ساتھ لازم ہے پس قسم اول کی ملامت تو بفواحش و عیوب ہیں جیسے فاسقوں و فاجروں کی حرکات
میں مشاہدہ ہے اور یہ برعکس آثار ہوتے ہیں چنانچہ قسم اعلیٰ میں ہمہ تن رضائے حق عز و جل کا اختیار ملامت ہے چنانچہ فرمایا
حق عز و جل نے۔ لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم۔ یعنی اپنے رب کی عبودیت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف
نہیں کرتے ہیں کیونکہ صدق کے علامات میں سے ہے کہ رضائے محبوب ہمہ تن پسند ہوتی ہے اور اپنی کوئی خواہش مختار نہیں ہوتی
اسیواسطے ابتدار حال میں زلیخا کا صدق نہ تھا اور آخر میں صدق ہو گیا چنانچہ اسنے اپنے کو مجرم قرار دیا اور آنحضرت علیہ السلام
کو بری کیا ایسے ہی جو لوگ بندوں میں سے صادق ہیں وہ حضرت رب تبارک و تعالیٰ کی رضائے اعلیٰ میں ہر دم سرگرم ہیں
ماں باپ بیٹے دوست و آشنا سب کے سب جہاد و نصیحت و ملامت سے باز نہیں آتے کسی شخص کی ملامت سے نہیں ڈرتے ہیں
اس سے معلوم ہوا کہ محبت ایمانی میں اہل ملامت کامل التقوی بزرگوں کا نام ہے چنانچہ حضرت الانصاری رحمہ اللہ سے مصرح
منقول ہے کتاب لب نفحات میں ذیل تذکرہ بعض اکابر اولیا در شیخ الانصاری رحمہ اللہ نے افسوس کے ساتھ اسوقت کے

جاہل صوفیہ پر ملامت کی ہے کہ یہ لوگ رندی و زندقہ و الحاد و سدا سہاگ و بیہودگی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور شیطان سے محبت ہے اسکو ملامت کہتے ہین مترجم کہتا ہو کہ شاید ان بدبختون نے سوائے عشق شہوانی کے کسی عشق سے وقوف نہین پایا اس سبب سے اسی کے مناسب ملامت کو ملامت خیال کیا اللھم اجرہم حاصل یہ کہ عشق شہوت کی ملامت تو تمام مشہور ہے اور ملامتیہ فرقہ گدا گرون کا اسی قسم کا مفسد گروہ ہے اور عشق لذت ایمانی کی ملامت یہ کہ کمال تقوی و طہارت ہو حتی کہ راہ حق مین اسکو کچھ خوف ملامت کا نہ ہو کہ لوگ ہم کو اس طرح کہین گے فلیحفظ المقام واللہ تعالیٰ ہو الحکیم العلام قولہ قال ہی راودتنی عن نفسی۔ شیخ نے لکھا کہ کرم مقتضی سکوت تھا بنظر آنکہ نصیحت نہ ہو و توحید مین ترک تدبیر سے اقرب ہو کیونکہ ظہور اشیاء بقادیر ازلیہ ہو لیکن تقدیس نبوت فعل حق تعالیٰ کی عبودیت ہو لہذا گہوارہ کے بچہ نے گواہی دی لطیف اشارہ ہو کہ عورت نے محبت کا دعوی کیا اور بلا کے وقت الگ ہوئی تو کریم بن الکریم نے اپنے قول سے ملامت اسپر لازم کی۔ شیخ نے کہا کہ ملامت دعوی عشق مین لازم ہو ورنہ عشق صادق نہ ہوگا۔ اقول اسی واسطے مردان راہ حق ہر زمانہ مین کافر و مسلم یعنی دشمن و دوست سے عجیب سوانح کے ساتھ بدگوئی و ملامت برداشت کرتے ہین ولیکن شرع مقدس و طریقہ سنت و رضائے حق تعالیٰ مین کمال تقوی کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہین جب حجت قاطعہ سے صدق نبوت ظاہر ہوا تو عورت کے شوہر نے کہا کما حکاہ اللہ تعالیٰ انہ من کیدکن ان کیدکن عظیم۔ شیخ نے کہا کہ عورتون کے مکر اور کید سے مراد یہان انکا کرشمہ و ناز و عشوہ و زلفون کا لہرانا و خوش ادائی و دلربائی سے حرکات انداز اور زینت لباس و لطافت گفتگو اور ناز سے بھول مارنا اور اسپر حسن کی ایک نقاب اُن کے چہرون پر ہو۔ بھلا شیطان کو یہ منظر ملعون صورت کا انکے مقابلہ مین کیا شمار ہو اسیواسطے قولہ ان کید الشیطان کان ضعیفا۔ مکر شیطان کو کمزور اور مکر زنان کو عظیم قرار دیا۔ حدیث مین ہو کہ ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء یعنی مین نے اپنے بعد کوئی فتنہ نہین چھوڑا کہ وہ عورتون سے زیادہ بڑھکر مضر ہو مردون کے حق مین یعنی اُمت کو آگاہ فرمایا کہ تمہارے لئے سب سے بڑا فتنہ عورتین ہین اور فرمایا النساء حبائل الشیطان شیطان کے جال یہ عورتین ہین۔ اقول اس زمانہ مین تو مرد مومن کو یہ بدیہی نظر آتا ہے۔ کچھ دلیل کی حاجت نہین ہو۔ شیخ نے کہا کہ حسن فعل الٰہی عزوجل یہ ہو کہ عورتون کے چہرون و طبائع پر ایک نقاب حسن ازل ہو کہ طبائع مردان اسطرف منجذب ہوتے ہین اور یہی اصل عظیم ہو اسی وجہ سے انکے کید کو عظیم فرمایا ہے۔ جب یہ خبر فاش ہوئی تو زلیخا کی ہمجولیون و ہمرازون نے لالچ کیا ولیکن ظاہر مین زلیخا کو ملامت کا بہانہ کیا چنانچہ اسکو اللہ تعالیٰ نے حکایت فرمایا بقولہ

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ

اور کہنے لگین کئی عورتین اس شہر مین عزیز کی عورت خواہش کرتی ہو اپنے غلام سے اسکا جی فریفتہ ہوگیا اس کی محبت مین

اِنَّا لَنَرٰىهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ

ہم تو دیکھتے ہین وہ بہکی ہے صریح پھر جب سنا اُسنے انکا فریب بلا ذا بھیجا اُن کو اور طیار کی

لَهُنَّ مُتَّكَـًٔا وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ

اُنکے واسطے ایک مجلس اور دی اُن کو ہر ایک کے ہاتھ مین چھری اور بولی یوسف نکل انکے سامنے پھر جب دیکھا اُس کو

اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝

دہشت میں آگئیں اُسکی اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیاں حاشا للہ نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہے بزرگ

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ

سو یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا تم نے مجکو اسکے واسطے اور میں نے چاہا اُس سے اُسکا جی پھر اُسنے تھام رکھا

وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ

اور مقرر اگر نہ کریگا جو میں اسکو کہتی ہون البتہ قید پڑیگا اور ہوگا بعزت یوسف بولا اے رب مجکو قید پسند ہو اس بات سے

اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

جس طرف مجکو بلاتیان ہیں اور اگر تو دفع نکرے مجسے انکا فریب تو مائل ہو جاؤن اُنکی طرف اور ہوجاؤن بے عقل

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

سو قبول کرلی اُسکی دعا اُسکے رب نے پھر دفع کیا اُس سے اُنکا فریب البتہ وہ ہی سننے والا خبردار

القصہ جب یہ خبر فاش ہوئی کہ عزیز کی جورو اسطرح چاہتی ہے اور حکمت الٰہیہ نے حضرت یوسفؑ کی پاکی اور طفل کی گواہی سے کرامت عام مشتہر فرمائی تو امراء و رؤسا کی عورتون میں یہ تذکرہ پھیلا وقال تعالیٰ۔ وَقَالَ نِسْوَةٌ ۔ نسوۃ جماعت زنان اس کا واحد بلفظ نہیں بلکہ امراۃ آیا ہے اور تانیث غیر حقیقی ہی لہذا فعل قالت ضرور نہیں روایت ہی کہ پانچ عورتین سرغنہ تھین ساقی کی جورو باورچن۔ داروغہ اصطبل کی بیوی۔ اور داروغہ جیل خانے کی بیوی اور شاہی حاجب کی عورت یعنی ابدر کہا عورتون کی ایک جماعت نے۔ فِي الْمَدِيْنَةِ ۔ جو اس شہر میں تھین یعنی مصر میں اور بعض نے کہا کہ شہر عین الشمس ایا ن تھین اِمْرَاَتُ الْعَزِيْزِ ۔ امراۃ رسم الخط بتا رکشیدہ یہان ہی عزیز بادشاہ ولقب وزیر مصر اور ایسے شخص کی جورو کا قصہ سننے کی طرف توجہ زیادہ ہوگی۔ المعنی کہ عزیز مصر کی جورو۔ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۔ مراودت کرتی ہے اپنے غلام کو اسکے نفس سے یعنی زلیخا چاہتی ہے کہ اُسکا زرخریدہ اُس سے مانوس ہو حالانکہ وہ بھاگتا ہے۔ فتی نوجوان۔ قتادہ۔ نوخیز عورت۔ اور فتاہا وفتاک وفتای اسکا تیرا میرا غلام یعنی وہ اپنے غلام کنعانی سے بُری حرکت چاہتی ہے۔ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۔ درحالیکہ مشغوف کرلیا اُسنے اس عورت کو از راہ محبت کے یعنی شغاف قلب جو پردہ دجلی رقیق ہی وہان تک عورت کے دل پر اسکی محبت بیٹھ گئی اور یہ پردہ پھاڑ کر دل پر پہونچ گئی۔ ضحاک از ابن عباسؓ شغف بغین معجمہ عشق شدید اور شعف بعین مہملہ اس سے کم اور شغاف دل کی جھلی ہے۔ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ ہم سب تو اس عورت کو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا دیکھتے ہیں اور ضلال عرب والے عشق کو بھی کہتے ہیں تو شاید یہ معنی ہون کہ ہم اسکو عشق میں مدہوش سمجھتے ہیں ولیکن اول ظاہر ہی بقرینہ قولہ۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ ۔ پس جب سنا زلیخا نے اُن کا مکر۔ مراد مکر سے قول ہے کیونکہ اس قول سے چاہتی تھین کہ کسی طرح یوسف کو دیکھین کیونکہ ان عورتون نے بظاہر کہا تھا کہ فلانی عورت اپنے غلام پر ایسی ریجھی دمری جاتی ہے ہم تو اسکو دیوانی سمجھتے ہیں اور مطلب یہ تھا کہ ہم کو تحقیق کرو ہم دیکھ لیں۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ قرآن میں جہان مکر ہے اس سے عمل مراد ہی پس معنی قولہ تعالیٰ مکر اللہ یعنی فعل اللہ۔ اگرچہ فعل الٰہی ایسی طرح پر ہو کہ بدکار ظالم بندون کے فعل کے مقابلہ میں خفیہ بصورت مکر ہو۔ رازی نے کہا

کہ یا یہ ہو کہ زلیخا نے ان کو اپنے اسرار سے آگاہ کیا تھا اسکو انھون نے فاش کیا۔ یا۔ اُنھون نے خفیہ غیبت کی۔ مترجم کہتا ہے کہ عورتون نے بلحاظ موقع حالیہ کے اس کلام سے کوئی مکر چاہا تھا مثلاً زلیخا کا یوسف سے ترک تعلق اور گھر سے بدر کرنا یا اُن مین سے کسی کو دیدینا وغیرہ جسکو زلیخا سمجھ گئی بس صحیح ہوا کہ جب زلیخانے ان عورتون کا مکر سنا تو۔ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ۔ اُن عورتون کو بلوا بھیجا۔ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً۔ اور مہیا کر رکھا انکے لئے متکا۔ ابن عباسؓ وسعید بن جبیرؒ ومجاہدؒ وحسنؒ وسدیؒ وغیرہم نے فرمایا کہ متکا وہ مجلس جسمین فرش بچھے دگا وتکیہ آراستہ ہون اور چاقو چھری سے کاٹ کر کھانے کی چیزین مہیا ہون جیسے ترنج وغیرہ۔ کذا فی تفسیر الحافظ۔ واعتدت اے اعددت ومعنی اعداد کے سامان مہیا کرنا اور سراج مین متکا کی تفسیر خالی ایسے طعام سے ذکر فرمائی جو چاقو چھری سے کاٹا جائے اور ایسے طعام کو متکا اسوجہ سے کہتے ہین کہ اترائے ہوئے لوگ تکیہ دیکر اُسکو کھاتے ہین اور اصل متکا وہ چیز ہے جسپر تکیہ دین جیسے گاؤتکیہ وغیرہ اور حدیث مین تکیہ دیکر کھانے سے ممانعت فرمائی ہو کمانی الصحاح ولیکن اصوب وہی تفسیر ہے جو سابق مین مذکور ہوئی کہ مراد متکا سے مجلس گاؤتکیہ وغیرہ سے آراستہ ہو اور فرعونیون کے رواج مین شاید یہ ہوگا کہ ترنج وغیرہ فواکہ کی دعوت مین ایسی تکیہ دار مجلس آراستہ کرتے ہون گے پس متکا مجلس اس امر کو متضمن ہو کہ اسمین چھری چاقو سے کاٹ کر کھانے کی چیزین بھی مہیا ہوتی ہین اسی واسطے فرمایا۔ وَّاٰتَتْ اعطت۔ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا۔ اور دیدی زلیخا نے ہر ایک عورت کو اُن مین سے ایک چھری۔ قال الحافظ۔ یہ طریقہ زلیخا کی طرف سے عورتون کے مکر کا جو دیکھنا چاہتی تھین مقابلہ ہے یعنی صریح زخم کی حجت سے زلیخا کی معذوری کا اقرار کرین چنانچہ جب یہ سامان ہوگیا تو۔ وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ۔ اور زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو فرمایا کہ نکل کر ان عورتون پر ظاہر ہو پہلے سے حضرت یوسفؑ کو فرزندانہ خیال عزیز سے بلباس شاہانہ آراستہ کر کے تنہا مقام پر چھپا رکھا تھا اب حکم دیا تو ظاہر ہوئے۔ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ۔ سو جب ان عورتون نے آنحضرت کو دیکھا تو بڑا بزرگ شان والا جانا اسکو۔ یعنی عظمت واجلال شان یوسفؑ کی ان پر طاری ہوئی اور کمال حسن وہیبت شان اصلی نبوت ازلی کی اور لباس تاج شاہانہ ظاہری سے ان پر دہشت طاری ہوئی کہ جس سے خود فراموشی کی نوبت پہونچی۔ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ۔ اور لگین کاٹنے اپنے ہاتھون کو۔ یا کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ۔ شیخ حافظؒ نے کہا کہ اکثر دن کا قول ہو کہ ترنج سے چھری طے ہوکر ہاتھون پر پہونچی اور بیہوشی وحیرت سے اسی طرح وہ عورتین رہتے گئین حتی کہ ہاتھ زخمی ہوگئے اور مجاہد وقتادہ سے مروی ہو کہ بعضے ٹکڑے کٹ گرے اور زید بن اسلم سے روایت ہو کہ جب عورتین دعوت کھاکر فارغ ہوئین تو زلیخانے تنقل کے طور پر ترنج مع چھری ہر ایک کے سامنے رکھوائی اور فرمایا کہ کیا تم یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو۔ بولین ہان تو کہلا بھیجا کہ یہان آؤ جب عورتون نے دیکھا تو عظمت وہیبت طاری ہوئی اور متحیر رہ گئین پھر حکم دیا کہ جاؤ تاکہ سامنے سے آتے اور جاتے دونون ہیئت سے دیکھ لین اور یہ عورتین اس حالت مین چھری اپنے ہاتھ پر چلائے گئین جب آنحضرتؑ چلے آئے تو انکو درد محسوس ہوا اور غلغلہ برپا ہوا تب زلیخانے کہا کہ ایک نظر اس آفتاب جمال کو دیکھنے سے تمھارے حواس کی آنکھین اسقدر نابود ہوگئین بھلا تم مجھے کیونکر ملامت کرتی ہو۔ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا۔ تب کہنے لگین حاش للّٰہ یعنی پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ تو آدمی نہین ہو۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔ نہین ہو یہ شخص مگر ایک بزرگ فرشتہ۔ الغرض اے سیدہ زلیخا ہم کبھی ملامت نہ کرین گی کیونکہ آدمی تو ایسا کیا بلکہ اس سے مشابہ بھی کبھی نہین دیکھا گیا ہو یہ آدمی نہین ہوسکتا بلکہ کوئی فرشتہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ

نے متمثل فرمایا ہی واضح ہو کہ حضرت یوسف کا جو حسن تھا بیان سے باہر ہے اور احادیث مین بعض روایات مین ہی کہ حسن مین سے نصف و بعض مین دو تہائی فقط آنحضرت کو دیا گیا تھا اور باقی مین تمام مخلوق ہی اور ظاہر اصریح روایت نصف کی ہے اور سا قول دو تہائی ہی اسطرح کہ ایک تہائی حسن کا اُنکی دادی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ملا تھا جیسا کہ حدیث مین آیا اور یہ میراث بھی حضرت یوسف کو ملی اور خود نصف حسن انکو ملا تو مجموعہ دو تہائی ہوگیا واللہ اعلم - بالجملہ انکا حسن سوائے دیکھنے والون کے دوسرون کے قیاس سے باہر ہی کیونکہ اُنکا مشابہ دوسرا نہ تھا جسپر حواس کی قوت کو دوڑاوین اور ادنیٰ بات یہ تھی کہ جب سوار ہو کر چلتے تو چہرہ کی روشنی سے دیوارین روشن ہو جاتی تھین - اب یہان ایک وہم یہ ہوتا ہے کہ ظاہرا عورتین اسوقت توحید آلہی اور فرشتہ کی قائل تھین حالانکہ تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم بت پرست تھی تو اسکا جواب کئی طرح پر ہی اوّل یہ کہ حاشا للہ کلمہ تنزیہ و تعجب ہے جسکو عرب بولتے ہین پس ان عورتون کے کمال تعجب کے کلمہ کو عربی کے ایسے کلمہ سے تعبیر فرمایا اور فرشتہ سے تشبیہ نظر عرف معروف ہی اگرچہ بنظر ایمان انکو اعتقاد نہ ہوا اور ممکن ہی کہ حضرت ابراہیم و دیگر انبیاء کی تعلیم و تلقین سے اثر عام اقوام تک پہونچا اگرچہ ان قرنون کی طرف بعثت نہ ہو یا بت پرستی اُن مین بعد اسلام کے پھیلی ہو اور یہ امر صاف مشاہدۂ حالیہ سے ظاہر ہوتا ہی جواب دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اقرار اور فرشتہ کا اقرار اُنکی طرف سے تحقیقی تھا اور اُنکی بت پرستی کو اس اقرار سے کچھ مخالفت نہ تھی دیکھو کفار عرب کو بھی اللہ تعالیٰ کا اقرار تھا باوجود بت پرستی کے اور ملائکہ کو بنات اللہ بطریق کفر و انکار کہنے سے فی الجملہ انکا اقرار تھا - بالجملہ کفر کی ملتین طرح طرح کی ہین اور اُنکا یہ اقرار واقعی ہوتا کچھ محل وہم نہین ہی اور جواب سوم درحقیقت دوسری قرأۃ کا اختیار ہے اور وہ یہ ہی کہ بشرا باء کی جارہ اور شرا بمعنی خریدہ ہے پس قولہ ما ہذا بشرا یعنی یہ شخص تو خریدا ہوا غلام نہین ہے اس کی شان غلامی کی نہین ہی - ان ہذا الا ملک کریم - ملک بکسر لام پڑھو یعنی یہ شخص تو بادشاہ بزرگ ہی خفاجی رح نے کہا کہ یہ قرأۃ براہ روایت و درایت دونون طرح صحیح ہی - اگر کہا جاوے کہ ان عورتون نے کیونکر جانا کہ فرشتہ اس صفت کا ہوتا ہی تو جواب یہ کہ محض اعتقاد جو ان کے دل مین مرتکز تھا یا خیال خوبی جو بجانب ملائکہ ہو سکتا ہے اس امر کا باعث ہوا جیسے بھوت پریت و شیطان کی نسبت نہایت قبیح صورت ہونے کا خیال راسخ ہوتا ہی پس یہان مانند کشاف معتزلی کے کوئی شخص یہ زعم نہ کرے کہ بشر سے فرشتہ کی صورت افضل ہی بلکہ اس بحث مین نہ پڑے کہ فرشتہ اچھا کہ آدمی اچھا کیونکہ دین مین یہ کوئی مسئلہ نہین ہی - اگر کہا جاوے کہ یہ فضل حضرت یوسف ؑ کے ساتھ مخصوص تھا تو جواب یہ ہی کہ ہان مگر یہان نظر دو طرح پر ہے اوّل آنکہ کسی شے کی خوبی جو درحقیقت ہی اور دوم آنکہ ظہور کسی خوبی کا دنیاوی آنکھ کی قوت پر تو جاننا چاہیے کہ نظر دنیاوی ایک صنعت قدرت کاملہ آلہی تعالیٰ ہے اور اسپر امتحان کا اندازہ ہی چنانچہ روح کو یہ آنکھ نہین دیکھ سکتی اور عصائے موسیٰ کو آنکھ دیکھتی تھی مگر اسکی حقیقت کو کچھ نہین پہچانتی تھی حالانکہ درحقیقت وہ فرعون کیلئے اژدہا ہو جاتا تھا اور یہ حال حواس کا اہل عقل پر خوب واضح ہے پس اب سنو کہ حضرت یوسف ؑ کے ساتھ یہ مخصوص تھا کہ ظہور نصف حسن کا ہوا اور ممکن ہی کہ درواقع کسی بندۂ خاص کو اُن سے زیادہ حسن عطا فرمایا گیا لیکن صفت ظہور اس نظر کیلئے عام نہ ہوئی ہو اور اکابر اہل الحق اسی پر ہین کہ آنحضرت سید الانبیاء والمرسلین یعنی مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ اجمعین مین کمالات بروجہ اتم و اکمل تھے اور آپ جملہ انبیاء و مرسلین سے افضل تھے ولیکن اس فرد نا پائدار کے ظہور مین حکمت آلہیہ جس طرح مقتضی ہوئی ظہور ہوا اسیواسطے آپکا دیدار ایک معجزہ خاص تھا جس سے حضرات

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بحکم طوبیٰ لمن رآنی الحدیث کے جو حاصل ہوتا تھا وہ کمال کبھی کسی طرح اب ممکن نہیں ہو اور جس سے
طائفات کافرہ مبعدین کی صریح نفی فرمائی بقولہ تراہم ینظرون الیک وہم لایبصرون ۔ اور سعدی علیہ الرحمہ نے خوب کہا ہے گر نہ بیند بروز
شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ٭ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وجمیع الانبیاء والمرسلین کا حسن وجمال اعلیٰ واکمل تھا اگرچہ اندھوں
کو نظر نہ آوے ۔ فافہم واستقم ۔ وہہنا اشارات لطیفۃ لایسعہا المقام بل لاتحملہا الکلام ۔ القصہ ان عورتون نے اس حسن ظاہری پر ایک
نادرست نظر سے ایسی کیفیت دیکھی اور یہ حالت طاری ہوئی کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا ہاتھ کاٹ ڈالے اور درد محسوس نہوا اور بالآخر
انھون نے خام خیالات پر اُسکو آدمی نہ جانا بلکہ فرشتہ تجویز کیا اور زلیخا کا عذر معقول جانا ۔ قَالَتْ ۔ زلیخا نے ان عورتون سے
کہا کہ ۔ فَذٰلِكُنَّ ۔ اے فہذا ۔ اور کن ضمائر خطاب ہوتی ہین جنکے لئے موقع اعراب نہیں ہوتا اور اشارہ ذلک بجائے ہذا کے لغرض
تفخیم شان ہو جیسا کہ بلاغت عرب مین معلوم ہوا ایسی ہی ہو سا الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۔ وہ شخص جسکے عشق مین تم نے مجھے ملامت کی تھی یعنی
مین ایسے حسن سے بے اختیار وبے صبر ہون ۔ بالجملہ یہ عذر ایسا صریح تھا کہ معذوری کا مرتبہ یقین سے بھی بڑھ گیا لہذا زلیخا نے اپنے
واقعہ کی تصریح کر دی قولہ ۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۔ اور بیشک مین نے اسکو اسکی ذات کی چاہت مین
پھسلایا تھا مگر اسنے عصمت وپاکدامنی اختیار کی یعنی صحیح واقعہ جسکا شہرہ ہوا یہی ہو کہ مین نے ہی اس سے مراد چاہی لیکن
اسنے بجائے لوٹ کے عصمت کو چاہا پس اس حسن صورت کاملہ کے ساتھ اسمین حسن سیرت صادقہ ایسی اعلیٰ مجتمع ہو ۔ پھر دھمکایا
اور کہا وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ ۔ اور اگر اس نے نہ کیا وہ جو مین اسکو حکم دیتی ہون ۔ زبان دبائے ہوئے اشارے سے حکومت
کی بولی مین فحش بات سے پرہیز کرکے کہا کہ اگر میرا کہا نہ مانیگا تو لَيُسْجَنَنَّ ۔ ضرور قید کیا جائے گا ۔ یعنی ایسی تدبیر کرونگی کہ
قید مین پڑکر مجبور رہے ۔ وَلَيَكُوْنًا ۔ اے لیکونن مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۔ یا ہو جائیگا ذلیل وخوار غلامون یا نوکرون میں سے یعنی اس
رتبہ سے گراکر خوار کرونگی ۔ یہی تکبر باوجود اس عشق کے زلیخا کی راہ مین خار ہو گیا حتی کہ آنحضرت علیہ السلام جدا ہوئے اور وہ
خود خوار ہوکر بعد ایک مدت کے آنحضرتؑ کی نوازش سے سرفراز ہوئی ۔ واضح ہو کہ عبارات مفسرین صریح ہین کہ زلیخا نے قولہ
ولئن لم یفعل ۔ بطریق دھمکی کے حضرت یوسف کو سُناکر انکی موجودگی مین کہا ولیکن اسمین مضائقہ نہیں کہ اُسنے فقط
عورتون سے بطور تمہید وتدبیر کے کہا ہو اور شاید کہ ان عورتون سے اپنی مراد کیلئے استعانت چاہی ہو اسطرح کہ آنحضرت علیہ السلام
نے کہا تھا کہ معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای یعنی اپنی پرورش کرنیوالے عزیز مصر کی جورو سے بلحاظ مربی ہونے کے یہ کام نکرینگے
تو یہ عورتین طالب ہون پھر انکی تلویث کے بعد کام آسان ہو چنانچہ بعض مفسرین نے قصہ روایت کیا کہ ان عورتون مین سے
ہر ایک نے زلیخا کی حیلہ گری واشارہ سے آنحضرت علیہ السلام سے تخلیہ مین یہ خواہش ظاہر کی اور ہر طرح کی زینت ومکر ولجاجت وحیلہ
کا خاتمہ کر دیا تھا ۔ اور کلام مابعد مین اسطرف اشارہ بھی نکلتا ہے چنانچہ جب یہ صورت معاملہ نظر آئی تو ۔ قَالَ ۔ دعا کی حضرت یوسف
نے ۔ رَبِّ ۔ اے میرے پروردگار ۔ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ ۔ قیدخانہ مجھے زیادہ پسند ہو یعنی وہی مجھے منظور ہو ۔ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ
اِلَيْهِ ۔ اس کام سے جسکی طرف یہ عورتین مجھے بلاتی ہین ادب سے دعا مین یہ حال حضرت علام الغیوب جل کبریاؤہ کی درگاہ مین عرض
کیا اور بعض نے کہا کہ عورتون نے زلیخا کیلئے سفارش کی تھی اسوجہ سے عورتون کے جمع کا صیغہ بیان کیا ۔ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ
كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ ۔ اور اگر اے پروردگار تو نہ پھیر دیگا میری طرف سے ان عورتون کے مکر کو تو مین مائل جاؤن گا

ان عورتون کی طرف سے اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۔ اور ہوجاؤن گا جاہلون مین سے ۔ یہ آیت صریح ہو کہ خیر کو پہونچانیوالا اور بدی و برائی کو دور کرنے والا حضرت خالق عزوجل ہو اور آدمی کافر ہو یا مومن سب کے امور اسی کے قبضۂ قدرت مین ہین ولیکن جسکے لئے ایمان کا حصہ نہین ہو وہ اپنی تدبیر کا بھروسا کرتا اور جو مراد ملی اسکو نتیجۂ تدبیر خیال کرتا ہے اور مومن تدبیر سے گریز نہین کرتا ولیکن اسپر اعتماد نہین کرتا ہے پس جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ عورتین یا تو مراد چاہتی ہین یا میرے لئے قیدخانہ تو خیال ہوا کہ اول مین دنیا کی مذمت و آخرت کا عذاب عظیم مگر کچھ لذت ۔ اور دوم مین دنیا کی مدح اور آخرت مین ثواب جمیل مگر کچھ کرا ہت تو دوم اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے قیدخانہ طلب کیا ۔ حالانکہ طول مدت سے گھبراکر رہائی چاہی تھی جیسا کہ آیندہ آویگا انشاء اللہ علماء نے کہا کہ محنت امتحان پر دلیری نچاہیئے اگر قیدخانہ نہ مانگتے تو بلا قید کے خلصی پاتے اسیواسطے حدیث صحیح مین بلا وصبر سے پرہیز کرکے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنے کا حکم مروی ہے اور بعض روایات مین دنیا و آخرت کی سلامتی و عافیت مانگنے پر تحریض ہی اور آیت مین دلالت ہو کہ معصیت کیساتھ جہالت کی صفت ہوتی ہے کیونکہ حکمت سے ارتکاب قبیح نہ ہوگا لہذا جو کوئی معصیت و قبیح افعال و نافرمانی خالق عزوجل کا مرتکب ہو اگرچہ ظاہری حواس سے تیز ہوش اور لوگون مین زیرک مشہور ہو وہ کبھی عقلمند حقیقی نہین ہو مترجم کہتا ہے کہ عوام بلکہ خواص بلکہ علماء روقت کے نزدیک حواس کا اندازہ و عقل کا منارہ بالکل خلط و مشتبہ ہوگئے ہین ۔ اور ان دونون مین فرق یہ ہو کہ علم ریاضی یعنی حساب و جبر و مقابلہ و اقلیدس و علم مثلث و علم طبعیات و موسیقی و تمام کلین مانند کپڑا بننے و سینے وغیرہ کے وریل و تاربرقی وغیرہ جو نتیجہ ریاضی ہین سب حواس سے متعلق ہین اور تدبیر انتظام ملکی بھی اسی کا اثر ہے اور اسمین دخل دماغ کے بطن کی غزاز اول کو جو محل قوت تخیلیہ ہے بہت زیادہ ہو اور یہ قوت بدن کی تروتازگی و رطوبت و خون کی زیادتی و جوش نمو خصوصاً ایام طفولیت مین زیادہ ہوتی ہے اسی واسطے گرم ملکون خصوصاً جوانی کے زمانہ مین جب انتعاش حرارت سے اس رطوبت مین کمی آجاتی ہو اس قوت مین وہ بات نہین رہتی جو ابتدا مین تھی اور یہ مقام فلاسفہ یونان نے بہت مشرح ثابت کیا اور کہا کہ ریاضی کی تعلیم اسیوجہ سے اطفال کو شروع مین دیجاتی تھی ۔ مین کہتا ہون کہ اب بھی وہی جاری ہو اور صاف مشاہدہ ہوا کہ طفولیت مین یہ فنون بہ نسبت جوانی کے اچھی طرح آتے ہین پھر عقل کا مرتبہ اس سے بلند ہے اسکو کسی شکل و تصویر سے مدد کی ضرورت نہین ہو اسیواسطے فلاسفۂ یونان نے ایام کودکی مین آلہیات کے مسائل بالکل تعلیم نہین دیئے بلکہ لکھا کہ قوت تخیلیہ و واہمہ جبتک قوی ہو عقل کی قوت کو ترقی نہوگی یعنی ظہور آثار صاف نہ ہوگا کیونکہ اسمین مادیات کی بالکل ضرورت نہین ہو اور قوت مذکورہ سوائے مادیات کے مجردات سے بحث نہین کرسکتی مثلاً وجود امور عامہ مین سے ہو کہ افراد امکان بالمعنی الاعم کو فی الجملہ عام ہے اور جیسے معلول مقتضی علت تامہ ہو وغیرہ ذلک من المسائل اور یہین سے تم دیکھتے ہو کہ بڑا مدبر بڑا ریاضی دان و بڑا نئی ایجادین کرنیوالا جب اس سے کوئی مسئلہ آلہیات کا پوچھو تو سخت جہالت کا جواب دیتا ہے اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ دنیاوی چیزون مین بڑی ترقی کرنیوالے مسئلہ آلہیات و آخرت مین بالکل جاہل ہین لیکن یہ افسوس ہو کہ عوام کی نظر مین یہ لوگ بڑے عقیل ہین حالانکہ صحیح اسقدر ہو کہ بڑے قوی حواس کے لوگ ہین ۔ اب ہم کہتے ہین کہ ایسے فنون جاننے والا درحقیقت عقلمند نہ ہوگا وہ کبھی حکیم نہین ہے تو اس سے معاصی و خالق عزوجل کی نافرمانی حتی کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے منکر ہونا بھی سرزد ہوگا اور جو شخص ان حواس سے تجاوز کرکے عقل سے فائز ہوا وہ راہ حق مین مستقیم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ حدیث مین آثار قیامت مین ہو کہ دنیا ان کیلئے آراستہ ہوگی اور یہی انکا عین مقصود ہوگا ۔ اور صم بکم ملوک الارض ہونگے یعنی

روئے زمین کے بادشاہون کو عقل سے بہرہ نہ ہوگا بلکہ حواس مین نہایت قوی و تیز اور حاکم بادشاہ ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے مثل مترجم کے بتوفیق الٰہی سبحانہ تعالیٰ مذکورۂ بالا تمام فنون ریاضی و منطقیات و فلسفہ و مسائل عقلیات بطور فلاسفہ حاصل کیئے اور اللہ تعالیٰ نے اسکو قرآن مجید و احادیث پاک و علوم وحی سے سرفراز فرمایا اور اپنی رحمت سے فیض الہام و ہدایت خاصہ جو ان علوم مین سمجھ کا نام ہے عطا فرمایا ہے وہ شخص ضرور میرے بیانات کو صاف آئینہ کے مثل روشن دیکھے گا واللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سواء السبیل والحمد للہ رب العلمین۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عاجزی سے دعا فرمائی کہ اے رب میرے تو ہی مجکو بچا دیجیو اور مجھے میرے نفس پر مت چھوڑیو ورنہ جہالت سے مین انکے مکر مین مبتلا ہوجاؤنگا پس مجھے قیدخانہ جو چندروزہ تکلیف ہو اس لذت سے جسکا انجام دائمی عذاب ہو زیادہ محبوب ہے۔ شیخ حافظ رحمہ نے ذکر کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عالی عصمت عطا فرمائی اور نہایت فضل سے انکو محفوظ فرمایا اور یہ کمال کا اعلیٰ مقام ہے کہ خود عالم جوانی مین بڑھتے ہوئے جوش شباب مین کمال خوبصورت اور انکو ایسی خوبصورت بلاتی تھی جو اسوقت ان پر سردار تھی نہ بھی عزیز مصر کی بیوی اور تمام زمانہ مین خوبصورتی مین مشہور۔ مال بھرا ہوا۔ جمال یہ کچھ۔ اسپر انکی حاکمہ تھی اور تمام عورتین اسکی طرف سے سفارشی اور منت سماجت بیحد اسپر بھی اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے خوف سے نافرمانی چھوڑکر قیدخانہ مانگا۔ حدیث صحیحین مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سبعۃ یظلہم اللہ فی ظلہ الحدیث یعنی سات آدمی ایسے ہین کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے سایہ مین رکھے گا اُسدن کہ کچھ سایہ نہ ہوگا سوائے سایۂ حق عزوجل کے یعنی بروز قیامت (ایک) امام و بادشاہ عادل (دوم) نوجوان جو عبادت الٰہی مین پرورش ہوا (سوم) جو شخص مسجد سے نکلا اور اس کا دل مسجد مین لگا ہوا ہو حتی کہ وہین لوٹ کر آجاوے (چہارم) دو شخص جنھون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے باہم محبت پیدا کی اسی پر دونون یکجا اور اسی پر متفرق ہوئے (پنجم) وہ شخص جس نے صدقہ دیا اور اسقدر چھپایا کہ اسکے بائین ہاتھ کو خبر نہ ہوئی کہ اسکے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا (ششم) وہ مرد جس کو منصب جمال والی عورت نے بلایا اور اُسنے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا ہون (ہفتم) وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو تنہائی مین یاد کیا پس اسکے آنسو جاری ہوئے مترجم کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اعلیٰ مصداق اسی کرامت کے تھے جو ششم مین مذکور ہے صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا مولانا محمد وآلہ وصحبہ وعلی اخیہ یوسف وجمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ وسلم علیہم اجمعین جب آنحضرت نے دعا کے طور پر قید کی پسندیدگی ظاہر کی۔ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ تو قبول کرلیا اسکے واسطے اسکے پروردگار نے فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ۔ پس پھیر دیا اُسکی طرف سے ان عورتون کا مکر یعنی عصمت پر ثابت قدم رہے اور قیدخانہ کی مشقت برداشت کرلی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکو لوث سے بچایا۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ بیشک اُسکا پروردگار خوب سنتا جانتا ہو۔ دل کا اخلاص و حسن نیت اسپر روشن ہو اور دعا آواز سے و خفیہ دل سے سب سنتا جانتا ہو۔ ف فی العرائس قولہ وقال نسوۃ فی المدینۃ الآیۃ۔ ملامت سے انکا مقصود دیدار حضرت یوسف علیہ السلام تھا اور فراست سے انھون نے یہ بات بتلائی کہ محبت یوسفی زلیخا کے سویداے دل تک پہنچ گئی ہو اور صورت شغاف قلب کی ایک لطیف رقیق جھلی ہو اسکے بعد عالم کثافت ہو اور اسکے بعد عالم لطافت ہو پس دل مقام نفس و ہوی و وسواس ہے اور دیگر مقام عقل و روح و فرشتہ ہو پس عالم کثافت تو شہوت نفسانی کا مقام ہے اور مقام لطافت عشق روحانی کی جگہ ہے

اور واضح ہو کہ عشق روحانی مین کوئی علت ہوائے نفس و شیطان کی نہین ہوتی ہو۔ قال المترجم امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہم نے کہا کہ
فرق دونون کا اکثر اسوجہ سے پوشیدہ ہوجاتا ہو کہ عشق نفسانی و روحانی مین طبیعت مقہور ہوتی ہے اور وہی جانب قوی ہوجاتی ہے
ولیکن نشان اسکا یہ ہو کہ شہوت نفسانی مین تناسب اعضاء و رنگ و اقتضاء حاجات پر نظر ہوتی ہے اور شہوت روحانی مین روحی
صفات پر نظر ہوتی ہو مثلاً معشوق کے جسم پر نظر شہوت ہو اور اخلاق پر نظر عشق روحی ہو الی آخر ما قالوا۔ اور مترجم نے عشق ایمانی
کو بہ تبعیت بعض اکابر کے سابق مین بڑھایا اور مفصل ذکر کر دیا ہو۔ فاللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ پھر جب محبت کا اثر منظر روح
تک پہونچا اور روح الروح سے مل گیا تو عالم رحمانی مین پہونچا اور متمکن ہوکر ماسوائے حق عز و جل کے سب وسائط سے چھوٹ گیا اور یہی
حب اللہ جل سلطانہ ہو۔ قولہ انا لنراہا فی ضلال مبین۔ چونکہ اس مقام پر پہونچکر عالم کثافت کے غلبہ سے استغراق ہوتا ہو تو ضلال کہا گیا یعنی
محبت مین ایسے مستغرق ہو کہ کسی ملامت کا اثر اسپر نہین ہوتا ہو اور سلامتی پر التفات نہین کرتی ہو۔ جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ محبت کی کیا
علامت ہو فرمایا کہ قرآن مجید مین آیا کہ قد شغفہا حبا۔ اور کہا کہ جفائے حبیب کو وفا خیال کرے۔ سمنون رح نے کہا کہ شغف محبت یہ کہ
قلب اس سے اسقدر بھر جاوے کہ دوسری چیز کی جگہ باقی نہ رہے۔ شبلیؒ نے اسکو نہایت محبت بیان کیا۔ بعض نے کہا کہ ایسی حالت
کہ بیان مین آنا ممکن نہ ہو۔ سری سقطیؒ نے کہا کہ سوائے محبوب کے کچھ مطلوب نہو اور ملامت بے اثر ہو۔ جعفرؒ نے کہا کہ شغاف مثل ابر
غلیظ کے قلب پر چھایا کہ کوئی اور نظر نہ آیا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ وجد و محبت مین شوق تازیانہ ہو۔ جعفر بن محمد رح نے کہا کہ عشق ضلال ہے
بقولہ فی ضلال مبین یعنی عشق ظاہری مین بعض نے کہا کہ غلبہ عشق مین اسکی عقل گم ہوگئی قولہ فلما سمعت بمکرہن۔ زلیخا نے ان کو
بھی مبتلائے بلا کرنا چاہا۔ واعتدت لہن متکا۔ اقسام طعام و ترنج و چھری دیدیا کہ مشغول ہون اور ناگاہ آفتاب سالت حسن یوسفی سے
چکر اکر مسلوب ہون۔ قالت اخرج علیہن یعنی انکے اسکو تاج و خلعت سے آراستہ کر دیا تھا اور چونکہ عورت کو دیکھکر اپنا چہرہ چھپاتے
تھے تو دونون ہاتھون پر طباق رکھدیا تھا کہ کشادہ چہرہ دیکھین پس ناگاہ آفتاب نکل آیا کہ عورتین بہیوش متحیر ہوگئین۔ قولہ فلما
راینہ اکبرنہ۔ نور عظمت الٰہی سے ہیبت ناک ہوکر عقل و حواس سے غافل ہوگئین وقطعن ایدیہن۔ انکو عظمت مین تحیر ہوا بخلاف
زلیخا کے کہ اسکو چہرہ یوسفی سے دوسری طرح دیدار ہوا اسی لیئے یہ عورتین تحیر و ہیبت مین پڑ گئین اور زلیخا عشق و محبت مین
مسلوب ہوئی ورنہ کبھی مراودت نکرتی۔ قولہ وقلن حاش للہ الخ۔ اس عظمت و شان سے فرشتہ خصلت بلکہ فرشتہ پاک از شہوات یقین
کرلیا اور چونکہ محل قدس مین نہ پہونچی تھین تو مجانست سے فرشتہ کو خارج رکھا اور ہیبت سے نگاہ کی کیونکہ جمال یوسفی پر نور
چمکتا تھا و فی الحدیث مررت لیلۃ اسری بی السماء فرایت یوسف۔ قیل فکیف رأیتہ۔ قال کالقمر لیلۃ البدر۔ یعنی شب معراج مین
آپنے یوسف کو مثل چودھوین رات کے چاند کے دیکھا۔ ابو فردہ نے کہا ہو کہ جب مصر کے کوچون مین چلتے تو چہرہ کے روشنی سے
در و دیوار منور ہوجاتے تھے جیسے سورج و پانی و آئینہ کی چمک پڑتی ہو۔ وہب رح نے کہا کہ محل کی چالیس عورتون مین سے نو عورتین
مرگئین اور عارفین کو یہ مقام التباس ہو لیکن مضائقہ نہین ہو کیونکہ بالاتفاق سب یقین جانتے ہین کہ او تعالیٰ جل شانہ ہر تشبیہ
و حلول وغیرہ سے پاک ہو اور یہ جو منصور یعنی حسین بن منصور سے تشبیہ کا کلمہ مروی ہو اس سے تشبیہ مراد نہین ہو پھر واضح ہو کہ تفاوت
اثر دیدار ان عورتون و زلیخا مین ظاہر ہے کہ عظمت و ہیبت سے از خود رفتہ ہوگئین اسیواسطے زخم کے اثر سے الم نہ معلوم ہوا حالانکہ
زلیخا کو اگر ایک چیونٹی کاٹتی تو اسکو محسوس ہوتا۔ بعض نے کہا کہ عورتون نے حسن پاکیزہ خالی از شہوت ملاحظہ کیا۔ جعفرؒ نے کہا کہ

ہیبت نبوت نے وہ روک دیا جو ان عورتوں نے چاہا تھا۔ ابو سعید خراز نے کہا کہ شاہدہ میں جو غائب ہوا اپنے نفس سے جدا ہو اسکو معلوم نہیں ہوتا کہ اسپر کیا گزر لیا۔ ابن عطار رح نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے دیدار میں مدہوش و متحیر ہو کر ہاتھ کاٹ گئیں۔ یہ ایک مخلوق نے دوسری مخلوق کا مشاہدہ کیا تھا تو بھلا تمکو کیا گمان ہے جبکہ مخلوق پر دیدار خالق عز و جل سے کچھ انکشاف ہو تو کیوں تجھے انکار ہے ایسے امور کا جو انکے حالات سے تغیرات ہوتے ہیں بعض نے کہا کہ تائید الٰہی تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کیواسطے عصمت کی محافظ تھی اسلیواسطے ان میں سے کسی نے اسکو بنظر شہوت نہ دیکھ پایا سہل رح نے کہا کہ ان ہذا الا ملک کریم یعنی بصورت انسان اور بصورت فرشتہ ہے محمد بن علی رح نے کہا کہ یعنی یہ شخص ایسا نہیں ہے کہ مباشرت کا قصد کرے بلکہ مکرم پاکیزہ ہے کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا بعض روایات میں ہے کہ اہل مصر کو چار ماہ تک کچھ غذا نہیں ملی بلکہ جب بھوکے ہوتے تو آنحضرت علیہ السلام کا چہرہ دیکھ لیتے تو بھوک جاتی رہتی تھی جب یہ کیفیت ہوئی تو آنحضرت علیہ السلام وہاں سے گذر رہے۔ پھر جب عورتوں کو ہوش ہوا تو۔ قالت فذالکن الذی لمتننی فیہ۔ اقرار لیا کہ یہاں ملامت کی گنجائش نہیں ہے اور عشق ہر کسی اندازہ سے باہر ہے۔ نصرآبادی رح نے کہا کہ عشق میں عذر غیر معقول ہے اور کامل عشق سوائے معشوق کے کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا ہے۔ پھر چاہا کہ خود یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی بیان کرے۔ قولہ ولقد راودتہ عن نفسہ الخ یعنی وہ درحقیقت سب تہمتوں سے پاک ہے باطن میں ظاہر سے زیادہ خوبصورت ہے۔ قولہ ولئن لم یفعل ما آمرہ۔ حضرت یوسف کو دھمکایا ولیکن جو کوئی بعنایت الٰہی ممتاز و مؤید ہو اور خاص بندہ محبوب ہو اسپر شہوات شیطانی کا غلبہ کیونکر ہو سکتا ہے ولیکن زلیخا کا یہ قول صرف بباعث غلبہ محبت و عشق تھا بعض اہل الحق نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کچھ تکلیف قید و مشقت کی پہونچی تھی وہ درحقیقت زلیخا پر امتحانات ہوتے تھے جس سے غلبہ عشق میں زیادتی ہوتی جاتی تھی اور اسی کی بلاؤں میں سے کچھ ادھر ادھر کی مشقت آنحضرت علیہ السلام کو بھی چھو جاتی تھی یعنی زلیخا پر ایک بلا کا پورا ہونا اسی طور پر ہوتا کہ کچھ مشکل آنحضرت کو بھی لاحق ہو جیسے قید خانہ میں جانا وغیرہ۔ **قال المترجم** اگر وہم ہو کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام پر تکلیف طاری نہ تھی حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناقب حضرت یوسف کے طور پر بتواضع فرمایا کہ اگر حضرت یوسف ؑ کی سی دراز قید مجھپر ہوتی تو بلانیوالے کا کہنا مان لیتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قید ایک مشقت تا زمانہ دراز تھی تو جواب یہ ہے کہ شیخ مذکور کی غرض یہ نہیں ہے کہ حضرت یوسف کو کلفت نہ تھی کیونکہ قیدی سے اقرار لیا تھا کہ بادشاہ سے مجھ بیگناہ کی رہائی کے واسطے سفارش کرے بلکہ غرض یہ ہے کہ تکلیف مقصود نہ تھی چنانچہ حکیم عالم با حادیث صحیحہ واقف ہے کہ اصلی ماہیت کیسا تھ آثار بقدر طاعت و معصیت ہیں اور آنحضرت علیہ السلام خ۔ پیغمبر معصوم تھے اور اصلی ماہیت کے آثار سے مراد میری یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کا قید ہونا درحقیقت نعمت تامہ ہے گو بصورت قید ہو اور فرعون کی بادشاہت درحقیقت بلا ہے اگرچہ بصورت بادشاہت ہو وعلی ہذا دنیا میں جو سرفرازی و دولت ہے وہ بظاہر صورت کچھ معتبر نہیں ہے بلکہ بدلائل شریعت ایک آنکھوں والا پہچان سکتا ہے۔ شیخ نے کہا کہ بالجملہ یہ واردات آنحضرت علیہ السلام پر تتمہ بلاء زلیخا کی شدت تھی۔ پھر جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ عورتیں مکاری سے مجھے زلیخا کی اطاعت و اسکی خواہش کی قبولیت پر معین و داعی اور بجائے میری اعانت کے معصیت خالق پر زلیخا کیلئے ملتجی ہیں تو اپنے پاک معبود حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے التجا کی اور تضرع کے ساتھ دعا کی کہ قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ الی قولہ اصب الیہن۔ یعنی اے میرے رب پاک مجھے تیری معصیت کے سامنے

یہ قید خانہ بڑھکر پسند ہی بہ نسبت اس لذت حرام وشہوت نفس کے جو مجھکو تجہ سے محجوب کرے اور انوار روحانیہ وآثار ربانیہ پر پردہ ہوجاوے اور یہ بول چال مین محاورہ ہی ورنہ مراد یہ ہی کہ مجھے دعوت زلیخا کچھ بھی پسند نہین ہی بلحاظ نور عقل وبصیرت ایمان کے۔ اور نیز قیدخانہ کی پسندیدگی اسوجہ سے بڑھی ہوئی تھی کہ تنہائی مقام انس وخلوت ومناجات ومشاہدت ہی اور مجھے اپنے نفس کی خواہش سے تیری رضامندی ہی مختار ہی اسمین ایک لطیف اشارہ ہی کہ مجھے قید خانہ بحق زلیخا زیادہ محبوب ہے کیونکہ اس سے اسکا عشق دوچند ہوکر جسمانی ونفسانی سے منتقل بروحانی ہوجائے گا جبکہ آتش عشق جلاکر اسکو خاک اکسیر کردیگی کیونکہ تروتازگی جسم کثیف موجب جوش شہوات جسمانی ہی اور قولہ والا تصرف عنی کیدہن یعنی اگر اپنے قدیمی حکم سے جو تو نے میرے حق مین معصوم رہنے کا جاری فرمایا ہے مجھے ان عورتون کے مکر سے اور بن ٹھنکر مکر وعشوہ وناز وغمزہ سے لبھانے سے نہ بچاوے تو مین اپنے نفس پر بھروسہ نہین کرسکتا کہ وہ انکی طرف میلان کرجاوے پھر تو مین تیری رضامندی کے عوض شہوات نفس مین گرفتار ہوجاؤن یعنی کسی کو نہین چاہیئے کہ اپنے نفس پر بھروسہ کرے ورنہ نفس اماره بڑے معاصی کا خواہشمند ہوتا ہے اور دعا کرے کہ رب میرے مجھے نفس کے حوالہ مت کیجیو اور جو کوئی کہ مخالفت نفس پر قابو پاوے وہ حق عزوجل کا شکر ادا کرے کہ یہ حفظ الٰہی اسکے حق مین تقدیر ازل تھی والحمد للہ رب العالمین۔ پس جاہل وہ کہ قرب الٰہی پر شہوت نفس کو مقدم رکھے اور نیز جاہل وہ کہ اپنے نفس سے آگاہ نہ ہو اور نیز جاہل وہ کہ نفس کے حظوظ مین گرفتار ہوکر باطنی عقوبات سے بیفکر ہوجاوے شیخ واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کلام کے اسرار سے ہی کہ عورتین مجھے حسن لذت کی طرف بلاتی ہین اسکا مجھ سے مسلوب کرلینا بھی خواہش نفس درانئی رہنے سے زیادہ محبوب ہے قال المترجم یہ غرض نہین کہ نامردگی بہتر ہے کیونکہ ہجڑے کو عفت کا ثواب کیا ہووے جبکہ خواہش ہی نہین ہی بلکہ مراد یہ کہ باوجود بقائے خواہش کے ان عورتون سے کام دل حاصل کرنے سے اجتناب کرنے کو زیادہ محبوب کردیا اور شرم وحیا یا اسکے مثل خصلت کو غلبہ دیدیا۔ فافہم۔ وقیل من العفۃ ان لا تقدر۔ یعنی عدم قدرت بھی منجملہ عفت سے ہی پس سامان نہ دینا از جانب حق عزوجل ہی تو تعریف اسی پاک حق سبحانہ تعالیٰ کے واسطے ہی۔ بعض نے فرمایا کہ یوسفؑ نے وہم کیا کہ قید خانہ اُن کو فتنہ سے نجات دیدیگا حالانکہ اُسنے بڑے فتنہ مین پھنسایا جبکہ آنحضرت علیہ السلام نے قیدی سے کہا کہ تو اپنے بادشاہ سے میرا حال بیان کرنا۔ قال المترجم یعنی ساقی وباورچی بادشاہ کے قید تھے جب ساقی نے رہائی پائی تو آپنے اُس سے سفارش چاہی تاکہ بادشاہ ان کو قید سے رہائی دیدے پس بعض اکابر کا مطلب یہ ہی کہ شان نبوت کے مناسب یہ نہین تھا کہ غیر کی طرف نظر رکھتے چنانچہ اسی وجہ سے اور چند سال قید مین پڑے رہے اور یہ قصہ عنقریب آویگا ولیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت علیہ السلام کی طرف سے یہ امر صرف ایک خطرہ تھا جسپر اسقدر مواخذہ ہوا حالانکہ عموماً ہم لوگ اس سے کروڑون درجہ بڑھکر خطرات بلکہ افعال کرتے ہین اور اندھے وبیعقل معذور فرمائے جاتے ہین۔ اللہم عفرانک انک انت ارحم الراحمین۔ شیخ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ آنحضرت علیہ السلام نے دعا کی کہ مین فواحش زنان مصر ولذات عیش کو ترک کرتا ہون اور قید خانہ اختیار کرتا ہون چونکہ کمال توحید یہ ہی کہ خود کسی امر کو اختیار نہ کرے بلکہ ہر حال مین یہ چاہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی جو مرضی ہو وہی مجھے پسند ہی جبکہ رضائے حق عزوجل حاصل ہے اسی وجہ سے کام بگڑ گیا اور اگر قید خانہ اختیار نہ کرتے تو امید تھی کہ بغیر اس امتحان قید کے فواحش سے معصوم ومحفوظ رہتے جیسے ابتدائے مراودت کے وقت معصوم رہے۔ شیخ جنید نے کہا کہ دعائے آنحضرت علیہ السلام فوراً قبول ہوئین

ظاہرا یہ حکمت ہو کہ جنھون نے تعدی وظلم کرنا چاہا تھا اُن کے دفعیہ مین اپنی محتاجی بجناب باری تعالیٰ بیان کرکے اپنے اوپر نشان عشق ظاہر ہونے کا خوف کیا جس سے سوائے عصمت کے کوئی پناہ نہین ہو تو قبولیت سے تائید فرمائی گئی اور مکر و تسلط شیطان دور کر دیا گیا اور امتحان مین پورے اُترے واللہ تعالیٰ اعلم۔ القصہ عورتون کی طرف سے یہ شورش ہوئی اور آنحضرت علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی چنانچہ اسکا اثر ظاہر ہوا۔ کما قال عز وجل۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ۝

پھر یون سوجھا لوگون کو وہ نشانیان دیکھے پر کہ قید رکھین اُسکو ایک مدت

ثُمَّ۔ پھر اس واقعہ کے بعد۔ بَدَا لَهُمْ۔ ظاہر ہوئی یہ رائے ان لوگون کو یعنی عزیز مصر و اسکے صلاح کارون کو۔ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ بعد ازانکہ اُنھون نے نشانیان دیکھ لین کہ لَيَسْجُنُنَّهُ مرد اس عبرانی کو قید رکھین حَتَّىٰ حِينٍ۔ ایک مدت تک۔ یعنی اتنی مدت تک کہ لوگ جو بدگوئی اس معاملہ مین حضرت یوسف کے حق مین کرتے ہین وہ گفتگو موقوف ہو جاوے۔ سوال ہوا کہ ان لوگون نے یوسف کے حق مین نشانی بلکہ گواہی سُن لی کہ وہ پاک ہو پھر کیون قید کیا گیا تو جواب یہ دیا گیا کہ ہان لیکن زلیخا کی وجہ سے عورتین اُلٹا الزام لگاتی تھین اسلئے آنحضرت کے حق مین ظاہر مین بدگوئی ہوتی تھی۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ زلیخا نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ عبرانی لوگون سے کہتا ہو کہ زلیخا نے مجھے لبھایا تھا اسلئے مین فضیحت ہوتی ہون اور نکلکر اپنی برأت بیان نہین کر سکتی تو تم یا تو مجھے نکلنے دو کہ مین اپنا عذر بیان کرون یا اسکو قید کرو تاکہ فضیحت نہ پھیلے تب عزیز نے اسکو قید کر دینا مصلحت دیکھا تاکہ یہ گفتگو بند ہو جائے۔ انتہی کلامہ۔ شیخ حافظ نے ذکر فرمایا کہ ظاہر یہ ہو کہ ان لوگون نے آنحضرت کو اسی بنا پر قید لیا تھا کہ اُسنے اپنی مربیہ کو لبھانا چاہا تھا کیونکہ آخر قصہ مین جب بادشاہ نے اپنے واسطے رہا کرکے لینا چاہا تو آنحضرت علیہ السلام نے انکار کرکے کہا کہ پہلے تحقیق کر لیا جاوے کہ مین بیگناہ قید ہوا ہون اور مین نے کچھ بھی خیانت نہین کی اور زلیخا نے آخر کہا کہ اب سچی بات صاف کھل گئی کہ مین نے ہی اسکو لبھایا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر بیشک قوی ہو اور بات یہ معلوم ہوتی ہو کہ در اصل تو گواہیون وغیرہ سے اُنکو آنحضرت کا پاک ہونا معلوم ہوتا تھا لیکن اس زمانہ مین کہانت وغیرہ کے اعتقادات سے عورت نے مشتبہ کر دیا اور لوگ مذبذب ہو گئے علاوہ اسکے یہ بعید بھی چھپ نہین سکتا کہ عورتین دیکھکر فریفتہ ہوتی جاتی ہین اور باہم عورتون مین بھی فساد و فتنہ ہوگا اور گھر گھر یوسف کا قصہ ہو گیا حتیٰ کہ بہت سی نشانیان ایسی دیکھی گئین کہ بحکم قبولیت دعا و تقدیر ازلی کے انکو بھی رائے ٹھیک معلوم ہوئی کہ چند روز کیلئے قید کر دینا چاہیے۔ واضح ہو کہ فعل بدا کا فاعل حذف ہو کر لیسجننہ کا جملہ اسکے قائم مقام ہوا اور خود جملہ فاعل اس وجہ سے نہین ہو کہ جملات ایسے ہو نہین سکتے ہین پھر اس قید کی مدت مین بہ دو روایات پانچ و سات و بارہ ہین اور امام رازی نے کہا کہ ہم اس سے بیکار بحث نہین کرتے ہم کو اتنا معلوم کہ کچھ مدت قید رہے کیونکہ اصلی غرض تو علوم روحانی و پاک کرنا نفس امارہ کا ہو وہ ہم کو سب اسیقدر بیان سے حاصل ہو جاتے ہین اور حدیث صحیح سے اتنا ثابت ہو کہ دراز مدت تک قید مین پڑے رہے حیث قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ لو لبثت طول لبث یوسف لاجبت الداعی[۱]

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي

اور داخل ہوئے بندی خانہ مین اُسکے ساتھ دو جوان کہنے لگا ان مین سے ایک مین دیکھتا ہون کہ مین نچوڑتا ہون شراب اور دوسرے نے کہا مین دیکھتا ہون

ع ۴
۱۴

أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ○

کہ اُٹھا رہا ہون اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہین اسمین سے بتا ہمکو اُسکی تعبیر ہم دیکھتے ہین تجکو نیکی والا

وَدَخَلَ مَعَهُ اور داخل ہوئے یوسفؑ کے ساتھ۔ السِّجْنَ۔ قیدخانہ مین فَتَيَانِ۔ دو جوان بھی۔ یعنی جب یوسفؑ قیدخانہ گئے تو قیدخانہ مین انکے ساتھ دو جوان اور بھی قید کردیئے گئے اُن کا جرم بعضے راویون نے بیان کیا ہے چنانچہ ذکر کیا قتادہ رح نے کہا کہ بادشاہ کے دونون ملازم خاص تھے ایک تو شراب وغیرہ پلانے والا تھا اور دوسرا شاہی باورچی تھا۔ محمد بن اسحاق رح نے فرمایا کہ شراب پلانیوالے کا نام نبدا اور دوسرے کا مجلت تھا۔ اور شیخ سدی رح نے کہا کہ بادشاہ نے دونون کو اس تہمت پر قید کردیا تھا کہ طعام و شراب مین زہر دینے کی سازش کرتے تھے چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حال قیدخانہ مین مشہور ہوگیا تھا کہ بڑے جوانمرد بامروت نہایت سچے وامانت دار خوش خلق بڑے عابد زاہد ہین اور خوابون کی تعبیر خوب بتاتے ہین اور تمام قید والون کے ساتھ احسان وحسن خدمت وبقدر وسعت سلوک کرتے ہین تو جب یہ دونون قیدی داخل ہوئے اور اُن کی ملاقات سے مشرف ہوئے تو سب باتین بیان سے بڑھکر دیکھین اور آپ کی محبت مین ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہردم آپ کی خدمت مین رہتے اور کہتے کہ یاحضرت واللہ ہم تو آپ کو دل وجان سے چاہتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے لیکن مین وہ شخص ہون کہ جس نے مجھ سے محبت کی مین اسکی محبت سے کسی بلا مین مبتلا ہوگیا چنانچہ میری پھوپھی نے پیار کیا تو مجھے ضرر پہونچا اور میرے باپ نے تو مجھے ایذا پہونچی اور زلیخا نے تو مجھے قیدخانہ ملا۔ وے بولے کہ آپ معاف فرمادین کہ ہم تو بے اختیار مین محبت نہین چھوڑ سکتے پھر ان دونون نے ایک رات خواب دیکھا اور صبح کو آنحضرتؑ سے بیان کیا۔ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے اپنے دیکھا کہ مین نچوڑتا ہون شراب یعنی بادشاہی ساقی بولا کہ مین نے یہ خواب دیکھا کہ مین انگور نچوڑتا ہون انگور کو عربی مین عنب کہتے ہین چونکہ عنب سے خمر بنتی ہے مجازاً خمر سے عنب مراد کیا جیسے کہتے ہین کہ شیرہ نچوڑو اور مراد یہ ہوتی ہے کہ انگور نچوڑکر شیرہ نکالو۔ وَقَالَ الْآخَرُ۔ اور دوسرا بولا کہ إِنِّي أَرَانِي۔ مین اپنے آپکو دیکھتا ہون کہ أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا لادے ہون اپنے سر پر روٹی کہ تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ۔ اسمین سے چڑیان کھاتی ہین یعنی پرند اس روٹی سے جو مین سر پر لادے ہون نوچ نوچ کر کھاتے ہین جب دونون اپنا اپنا خواب بیان کرچکے تو درخواست کی کہ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ۔ اے یوسف ہم کو ہمارے خواب کی تاویل سے آگاہ فرمادے اور تاویل مآل کار یعنی اس خواب کا انجام کار کیا ہوگا اور تعبیر کے معنی عبارت وبیان مین لانا پس مآل کار کو بیان کردینا تعبیر ہے چونکہ ان دونون کو آنحضرت علیہ السلام کے علم وتقوی پر اعتماد تھا تو اُن سے اصلی مقصود پوچھا چنانچہ خود کہا کہ۔ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ۔ ہم یقین کرتے ہین تجکو کہ تو نیکوکارون مین سے ہے شیخ حافظ رح نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے اپنے استاد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ اُنھون نے پڑھا۔ انی ارانی اعصر عنبًا۔ اور ضحاک نے کہا کہ عمان کے لوگ عنب کو خمر بولتے ہین مترجم کہتا ہے کہ شاید حضرت ضحاک رح کی روایت سے یہ غرض ہے کہ یہ آیت اہل عمان کے لغت پر ہے تو اس صورت مین مجاز نہ ہوگا اگرچہ اہل حجاز کے محاورہ پر مجاز فصیح ہے حتی کہ اردو فارسی مین بھی ایسا محاورہ فصیح ہے۔ پھر لکھا کہ عکرمہ رح نے بیان فرمایا کہ ساقی بولا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ مین نے انگور کا ایک درخت بویا وہ بڑھا اور پھلا اور خوشے لٹکے اور مین نے انکو نچوڑکر اپنے بادشاہ کو پلایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے

تعبیر دی کہ تو قیدخانہ مین تین روز رہیگا پھر نکالا جائے گا اور بادشاہ کو شراب پلا دیگا۔ مترجم کہتا ہر یعنی آخر مین بعد تھوڑی دنکو کے یہ تعبیر بیان کردی تھی اور محسن لغت مین احسان کرنے والا اور شاید یہی اُنکی مراد ہو کیونکہ آنحضرت علیہ السلام قید خانہ والون سے نیکی و صبر کی نصیحت و خبرگیری و خدمت کرتے رہتے اور عبادت مین بھی مشہور رہتے تو ممکن ہے کہ احسان سے اعلیٰ درجہ کا زاہد عابد مراد لیا ہو اگرچہ وہ معنی جو حدیث سے ثابت ہین کہ اسطرح بندگی مین قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور نہین تو اسطرح کہ وہ داللہ اسکو دیکھتا ہر اس معنی کی حقیقت سے یہ قیدی واقف نہین تھے اور تیسرے معنی محسن کے یہ بھی زبان عرب کا بول چال ہر کہ فلان محسن ذلک یعنی اس کام و صنعت مین فلان شخص نہایت اچھی لیاقت رکھتا ہر تو گویا اُنھون نے اقرار کردیا کہ ہم تجھکو خوابون کی تعبیر دینے مین بہت اچھا لائق جانتے ہین۔ قال المترجم اس آیت سے ظاہر ہے کہ کافر کا خواب بھی ٹھیک ہوتا ہے کیونکہ یہ دونون اسوقت تک کافر تھے اور صنعت الٰہیہ انسان کی اندرونی قوتون مین عجیب شان کے ساتھ ہے کہ باطن مین یہ واقعہ جو آخر کو ظاہر ہوا ان دونون نے پہلے دیکھ لیا اگرچہ باطن سے جاہل ہوکر کچھ جان نہین سکتے تھے اور یہ بھی عجب ہر کہ باورچی نے اپنے قتل ہوجانے اور گدھ و چیل وکوے کی نوچ نوچ کھانے کی تصویر اسوقت دیکھ لی۔ پھر دیکھو کہ صحیح حدیث مین آیا کہ خواب صالح نبوت کے چھتیس جزون مین سے ایک جزو ہر تو وہم ہوگا کہ ان کافرون کو کہان سے نبوت کا جزو ملا اور جواب یہ ہر کہ حدیث کے معنی رویا صالحہ سے متعلق ہین اور یہان رویا صالحہ نہ تھی۔ خلاصہ یہ ہر کہ اُن کے خواب کا مآل کار صرف دنیاوی امور تھے اور بندہ مومن کو آخرت باقی کے خواب نظر آتے ہین لقولہ تعالیٰ لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا الآیۃ۔ علاوہ اسکے کافر کے اندر ہر ایک چیز ودیعت ہر اگرچہ اُن کے قلوب خالی ہونے سے انوار آخرت نظر نہین آتے تو دنیوی امور مین انکی شارکت ہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سراج مین لایا کہ حضرت یوسفؑ نے اُن کے خواب کی تعبیر دینے مین کراہت کی اسلیئے کہ ایک کیواسطے موت بھی لہذا پہلے ایک تمہید کے ساتھ ایمان کی دعوت فرمائی۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي

بولا نہ آنے پاویگا تمکو کھانا جو ہر روز تمکو ملتا ہے مگر بتا چکونگا تمکو اسکی تعبیر اسکے آنے سے پہلے یہ علم ہے جسکو سکھایا

رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ○

میرے رب نے میں نے چھوڑا دین اس قوم کا کہ یقین نہین رکھتے اللہ پر اور آخرت سے وہ منکر ہین

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ

اور پکڑا مین نے دین اپنے باپ دادون کا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا ہمارا کام نہین کہ شریک کرین اللہ کا کسی چیز کو

ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ○

یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگون پر لیکن بہت لوگ بھلا نہین مانتے

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ۔ فرمایا کہ نہین آویگا تمھارے پاس وہ کھانا جو تم کو رزق دیا جاویگا۔ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ۔ مگر آنکہ مین تم کو اسکی تاویل سے خبردار کردونگا۔ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا۔ قبل ازینکہ تمھارے پاس آجاوے یعنی تمہید کی کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم حاصل ہر کہ جو کھانا تمھارے واسطے رزق ہر اسکے تم تک پہونچنے سے پہلے مین تم کو اُسکے سب حال سے آگاہ کردونگا۔ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي۔ یہ ایسی بات ہر جو میرے رب نے مجھے تعلیم فرمائی ہے بعضے مفسرین نے کہا کہ طعام

مرزوق سے خواب کا کھانا مراد ہو تو معنی یہ ہوے کہ خواب مین اگر تم ایسا کھانا دیکھو جو تمکو آخر کسی وقت ملنے والا ہو تو مین خواب مُسکر
تمکو بتلا دونگا کہ ایسا ایسا کھانا تمکو ملیگا حالانکہ ہنوز وہ تم کو ملا نہوگا اور بعض مفسرون نے کہا کہ جاگنے کا روزانہ کھانا مراد ہو یعنی جو کھانا تمکو
آج یا کسی وقت ملیگا مین تم کو اُسکے ملنے سے پہلے اُسکا رنگ وزن و وقت و مقدار و کیفیت بتلا دونگا جیسے حضرت عیسیٰ نے کہا تھا۔ اُنبئکم
بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ اور چونکہ اس زمانہ مین جادو کا زور بڑھا تھا اسلئے اُنکو صاف سمجھا دیا کہ یہ جادو سے نہین ہو بلکہ میرے رب نے مجھے
سکھلا دیا ہو اب اس فضل کی وجہ بیان کی اور ان کو ایمان کیطرف بلایا بقولہ۔ اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّۃَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ
ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ۔ مین نے چھوڑ دی ملت ایسے لوگونکی جو یقین نہین لاتے اللہ تعالیٰ پر اور روے آخرت سے بالکل منکر ہین یعنی یہ فضل الٰہی مجھپر یون ہوا کہ
مین نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب جانا اور آخرت کو برحق مانا اور جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ سے منکر و آخرت سے کافر ہین اُنکی ملت کو کبھی نہین لیا چھوڑے رکھا
اور یہ مطلب نہین ہو کہ پہلے مین اس ملت پر تھا پھر چھوڑ کر مومن ہوگیا پھر تبلایا کہ مجھے فقط ایمان ہی نہین بلکہ نبوت خاندانی ہو۔ وَ اتَّبَعۡتُ
مِلَّۃَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ۔ اور مین نے پیروی کی اس ملت کی جو میرے باپ دادے کی ہو یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ
پردادا اور اُنکے بیٹے اسحق و انکے بیٹے یعقوب کی سنت پر چلا اور اگر کوئی کہے کہ وہ خود نبی تھے تو جواب دیا گیا کہ ہان لیکن شریعت عبادت وہی
رہی جو صحف ابراہیم مین نازل ہوئی تھی جیسے توریت بعد عیسیٰ تک رہی اور چونکہ وہی اسحق و یعقوب کی شریعت رہی اسلئے انکا بھی ذکر کیا
اور اچھا جواب یہ ہو کہ یہان آپ ان قیدیون کو توحید پر یقین دلاتے تھے اور توحید سب پیغمبرون کی یکسان ملت ہو اسمین کچھ تغیر نہین ہو سکتا
اسیواسطے آنحضرت نبینا صلوات اللہ علیہ وسلامہ کو حکم ہوا۔ فبھداھم اقتدہ یعنی انبیاء سابقین کی اقتدا کر و یعنی توحید مین ورنہ آپ سب
افضل تھے اور اس پر دلالت کرتا ہو۔ قولہ۔ مَا کَانَ لَنَاۤ اَنۡ نُّشۡرِکَ بِاللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ۔ ہم لوگون سے کبھی ٹھیک نہین ہو سکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی چیز کو شریک بناوین۔ بلکہ ہم توحید کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب نرالا ہے کوئی اسکا شریک نہین ہو اور اسکے سوائے سب چیز
اسی نے پیدا کردی ہو حتی کہ جو علم تاویل و تعبیر مجھے حاصل ہو اُسی کا پیدا کیا ہوا ہو۔ ذٰلِکَ۔ یہ دین توحید۔ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ عَلَیۡنَا
اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل مین سے ہو ہم پر بھی۔ وَ عَلَی النَّاسِ۔ اور قوم کے باقی لوگون پر بھی کیونکہ ہم نے اسکی توحید پہچانی اور دوسرونکو
معرفت سکھلائی تو سبنے نجات پائی اور آخرت کی نعمتون سے سرفراز ہوے تو در اصل یہ فضل ہمپر اول و بالذات آگیا ہے اور باقی قوم پر
رجوع ہے۔ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ۔ ولیکن قوم مین سے بہتیرے اس نعمت کا کچھ شکر نہین کرتے کہ ایمان لادین بلکہ
ناشکری و انکار کرتے ہین جب اپنی حالت پاکیزہ و تعبیر و توحید ظاہر کر دیا تو اب آگے اُنکو ایمان کی جانب دعوت فرمائی۔ اور اس سے ظاہر ہو کہ حسن تدبیر کے ..
کہ ایمان کیطرف لانین شان انبیاء ہو اس زمانہ کے لوگونکی طرح یہ کہنا النو ہو کہ جسکی قسمت مین ہوگا ہو جائیگا۔ دیکھو تعبیر سے پہلے ان کو ایمان سکھلایا۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَیۡرٌ اَمِ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ ؕ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ

اے رفیقو قیدخانہ کے بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر یا اللہ اکیلا زبردست کچھ نہین پوجتے ہو سوائے اسکے

اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡہَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ

مگر نام ہین کہ رکھ لئے ہین تم نے اور تمہارے باپ دادون نے نہین اُتاری اللہ نے اُنکی کوئی سند حکومت نہین ہو کسی کی

اِلَّا لِلّٰہِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝

سوائے اللہ کے اُسنے فرما دیا کہ نہ پوجو مگر اُسی کو یہی ہے راہ سیدھی پر بہت لوگ نہین جانتے۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ۔ اے دونون ساتھی قیدخانہ کے یعنی دونون میرے ساتھی جو قیدخانہ مین ہو یا بوجہ سکونت کے انکو قیدخانہ کیطرف منسوب کردیا جیسے اصحاب الجنۃ واصحاب النار وہ لوگ جو جنت ودوزخ مین رہین گے یا جنت ودوزخ مین باہم ساتھ ہوگئے ہین بہرحال ان دونون قیدیون کو ایسے لفظ سے خطاب کیا جس سے انکا دل دنیا سے ہٹ جاوے اور فرمایا ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ ۔ ہمزہ اول استفہام اور ارباب جمع رب کی معنی پالنے والا اور معبود کے معنی مین مستعمل ہے اور کبھی خالق وحافظ کے معنی لئے جاتے ہین جیسے رب النوع کا لفظ یونانی کا فر ایک ایسی چیز مجہول کا نام رکھتے تھے جسکو اس نوع کا خالق وقائم رکھنے والا جانتے اسیوجہ سے اسکی تصویر بناکر قربانی وغیرہ چڑھاتے تھے اور یہان بھی رب کا اطلاق اخیر معنی مین مناسب ہے یعنی پوچھا کہ بھلا بتاؤ کہ جداجدا چند متفرق معبود اچھے ۔ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔ یا کہ اللہ تعالیٰ جو زبردست سب پر غالب ہے وہ اچھا ہے ۔ ارباب متفرق عمدہ کلمہ سب طرح کے باطل معبودون کو شامل ہے حتی کہ چھوٹے بڑے پتھر چاندی سونے وغیرہ کے جوان کو بھی اور کالی دیوی دبھوانی وسیح وآفتاب تارے وجن وغیرہ کو بھی شامل ہے اب اگر کوئی کہے کہ ارباب متفرقہ تو در حقیقت مخلوق وجمادات وغیرہ ہین اُنسے مقابلہ اللہ تعالیٰ کا کیونکر ہوسکتا ہے کہ یہ اچھے یا وہ تو جواب یہ ہے کہ سمجھانے کا طریقہ یہ عمدہ ہے کہ جو کوئی جس اعتقاد پر ہے اسکو اسکے اعتقاد پر جہان بھٹکا ہے وہین تنبیہ کرے چنانچہ دونون قیدی تو بت پرستی کے قائل تھے کسی بت کو بھیک پہچانیوالا اور کسی کو روزی دینے والا اور کسی کو کسی طرح قدرت والا سمجھتے تھے تو ان بتون کو باطل وناکارہ کہنے سے انکا نفس شرارت پر آمادہ ہوجاتا اسیواسطے قریش کے بتونکو بُرا کہنے سے صحابہؓ کو منع کردیا تھا کہ یہ جاہل اسکے مقابلہ مین اللہ عزوجل کی جناب مین گستاخی کرینگے مگر قیدیون کو آہستہ سمجھایا کہ تم سوچو کہ یہ بت ایسے ہی لیکن اللہ تعالیٰ تو جہان کا خالق اور سب ہی قدرت ہے جو وہ چاہے وہی ہو کہ وہ سب جہان سے غالب قاہر ہے تو پھر متفرق ارباب مین سے ہر ایک کی خوشامد کرنا تمکو پسند ہے یا ایک زبردست سب سے قوی رب والا اچھا ہے اب سچا وصاف انصاف والا ضرور کہدیگا کہ بیشک اس سے کیا فائدہ کہ ہم ستر دروازہ بھٹکے پھرین اب یا وہ غور کریگا تو فوراً جان جائیگا کہ جب وہی زبردست سب پر غالب ہے تو یہ کیسے ہوگا کہ جو وہ نہ چاہے وہ ہوجاوے یا جو وہ چاہے وہ نہ ہونے پاوے بلکہ قدرت وطاقت فقط اُسی کیلئے رہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ہر طرح کا نفع وضرر وہی دیتا ہے کسی کے کئے کچھ نہین ہوسکتا پس جہالت سے منہ پھیرلیگا اب آگے اسکو صفات باری جل سلطانہ کی معرفت حاصل ہوجائیگی تو عارف ہوجائیگا کہ کمتا وعبادت وحکم تو اسی کا ہوا باقی سب بنائی باتین رہ گئین چنانچہ فرمایا ۔ مَا تَعْبُدُوْنَ ۔ نہین پوجتے تم دونون وتمھارے طریقہ والے سب لوگ مِنْ دُوْنِهٖ سوائے اللہ تعالیٰ کے اِلَّاۤ اَسْمَآءً مگر کچھ نامون کو یعنی حق عزوجل جو حقیقی سچا معبود ہے اسکے سوائے جو تم دوسرے کو پوجتے ہو تو وہ فقط نام بادھوائی ہین کہ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ ۔ ارباب معبود اور دیوتا انکا نام رکھ لیا تم نے وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمھارے باپ دادون نے یعنی حقیقی چیز نہین ہین محض خیالی ہین مثلاً ایک بھول ہے کہ اسکے سامنے کوئی کپڑا سکھلاوے کہ وہ آفتاب ہے تو یہ محض بے حقیقت خیالی بات ہے اور خشک ہوجانا کپڑے کا ہو تو عادت آفتاب سے ہوجائیگا اگرچہ یہ جاہل اپنے فرضی بھول کی طرف سے سمجھے تو ایسے ہی باطل معبود درحقیقت معبود ہونے مین محض خیالات ہین اسیواسطے فرمایا کہ تمنے نام رکھ لئے ہین ۔ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۔ کچھ بھی ان نامون کے ساتھ اللہ تعالیٰ حقیقی خالق نے حجت نہین نازل فرمائی یعنی عبادت تسلیم وگردن جھکانا حکم الٰہی کا ہوتا اگر اُسنے حکم دیا ہوتا کہ چند افعال انکی خدمت مین کئے جاوین ورنہ عبادت تو اُسی خالق کیلئے ہے لہذا آلہ بہ تعظیم کی جانب نماز ادا کرنے مین طاعت الٰہی ہے حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہین دیا کہ تم ان بتون وغیرہ کی خدمت کرو ۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ حکم تو کسی کی شان نہین سوائے اللہ تعالیٰ کے تو اگر تمھارے نفس وخیال نے کچھ حکم لگایا تو خود اپنے آپ کو کسی کا بندہ

بنایا اور یہ محض خبط ہی حکم نہین ہی چونکہ حکم باسوائے حق عزوجل کے کسی سے ہو نہین سکتا۔ روایت ہی کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
کے ساتھ امیر المومنین حضرت خلیفہ چہارم علی کرم اللہ وجہہ نے صلح بطریق تحکیم اقرار دی تو ایک گروہ بنو تمیم کا خارجی ہوگیا کہ خلیفہ برحق کیطرف
سے مذکری تحکیم بے معنی ہی اور قولہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ سے حجت تصور کی جب آنحضرت علیہ السلام نے سنا تو فرمایا کہ کلمہ حق کے معنی
نہین سمجھے۔ رواہ الائمہ۔ واضح ہو کہ دنیا مین باہمی معاملات مین جو احکام جاری ہوتے ہین وہ جبتک مطابق شریعت آلہی ہین تب تک
احکام صفہ و در حقیقت حکم آلہی ہین اور جب مخالف ہوئے تو ہیچ ہین اسیواسطے جو قوانین کہ مخالف وحی آلہی ہون وہ ظلم ہین و لہذا حکم
قولہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون۔ ان احکام پر عمل کرنا فسق اور انصاف دیکھنا اور رضامندی کو کفر ہی اور تفصیل
تحت آیت کریمہ مذکور ہو چکی ہی۔ اور یہین سے کہا گیا کہ وکالت خلاف قوانین شرع حرام ہے اگرچہ کفر مین تامل ہی جیسا کہ وہان بیان
ہو چکا مسئلہ جو وکالت کہ خلاف شرع خرید فروخت و نکاح و رہن و نالش وغیرہ مین ہو حرام ہی بدلیل نص و بدلیل آنکہ سعایت
بظلم ہی ظلم ہی کیونکہ ظلم کی معاونت منع ہی۔ فی السراج وغیرہ۔ حکم یہ ہی کہ کسی امر مین بمقتضائے حکمت فیصلہ دینا۔ اقول حکمت علم ہی
جو حق عزوجل کے سوائے کوئی مخلوق نہین جان سکتی ہی جسکو حق تعالیٰ نے بطریق وحی کے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا ہی اور جہان کہین
حلت و حرمت مین اختلاف ہی جیسے شریعت توریت مین جہاد فرض تھا اور شریعت انجیل مین منسوخ ہوا یا شراب کی حلت و حرمت تو یہ
حکمت بالغہ آلہیہ کے موافق ہی لہذا غیر منسوخ اب نہین منسوخ ہو سکتا کیونکہ علم آلہی قدیم و ازل سے تا ابد بالکل حاوی ہی اگر کہا جاوے
کہ فقہاء اختلاف عصر و زمانہ سے احکام مین مغائرت کیونکر لیتے ہین تو جواب یہ ہی کہ یہ انہین مقامات مین مخصوص ہی جنہین شرع نے بندون کو مختار
کیا ہی یا انکے اختیار و پسند پر مبنی ہوا ہی مثلاً شاہی زمانہ مین ریشمی کارچوبی کام زینت تھا اور اب عیب ہے تو بنائے اختیار لباس ہی جسمین شرع
نے کوئی قید محصور نہین فرمائی ہی بس مرجان سب کا یہی ہی کہ حکم وہی معتبر ہی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہی۔ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ
اُس نے حکم دیدیا کہ بندگی مت کرو کسی کی سوائے اسکی۔ یہ حکم سب سے مقدم ہی اور یہی ایمان توحید ہی عبادت کے معنی تحت قولہ اتخذوا احبارہم
ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم الآیہ۔ بیان ہو چکے ہین خلاصہ یہ ہی کہ کسی کا حکم لینا و خدمت کرنا اسطرح کہ جیسے اللہ تعالیٰ
کا حکم ہی یہ بھی عبادت ہی جسکا موقع ہی کہ اہل یورپ اپنے بڑے پادری سے روزے ٹالدینے کا حکم حاصل کرتے ہین۔ دیکھو یہ معجزہ قرآنی
تمھاری آنکھون کے سامنے موجود ہی۔ والحق کہ عبادت کسی کی نہین سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ ذٰلِكَ۔ یہ جو کچھ بیان ہوا کہ حکم و عبادت مخصوص
بحق تعالیٰ ہے اَلدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ یہی ٹھیک دین ہی جسمین کچھ کجی نہین ہی وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ۔ ولیکن بہتیرے لوگ یعنی جو کافر ہین لَا یَعْلَمُوْنَ
اسکو نہین جانتے ہین پس کج راہ کو اختیار کرتے ہین یا تو کھلم کھلا جیسے بت کو دیوتا وغیرہ مانا اور مسیح مین الوہیت بتلائی اور یا جہالت سے جیسے اعتقاد
کیا کہ فلان کی درح ہم کو بیٹا دیگی اور اگر نذر نیاز نہ کی تو مٹا دیگی۔ یہان تک انکو ایمان و توحید سکھلائی اور اسمین بڑا فائدہ یہ تھا کہ دونون
قیدیون مین سے ایک کا زمانہ آخر ہو چکا تھا اور موت آدمی کو سخت ناگوار ہوتی ہی پس اگر پہلے اُسکی موت کی خبر دیتے تو بدحواسی مین پھر
ایمان کا کلمہ نہ سنتا اور نہ سمجھتا پس کمال شفقت سے چاہا کہ دنیا کے قید خانہ سے رہائی پاوے تو ایمان کی بدولت جنت میں آرام
اٹھاوے ورنہ زیادہ سخت و شدید عذاب کی قید مین پڑجاویگا معرفت مخلوق آلہی پر شفقت کرو۔ فی الحدیث۔ زمین والون پر رحم کرو
تم پر آسمان والا رحم فرماویگا۔ رواہ اصحاب الصحاح۔ جو کوئی فسق و فجور و گمراہی مین پڑا ہوا اسپر ترس کھاؤ کہ یہ آگ مین جاتا ہی اگرچہ اِترا رہا ہی معرفت
شیر میں راہ شیطان کی ہی کما صح فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ و فی الحدیث الدنیا سجن المومن ایمان والے کیلئے دنیا قید خانہ ہے۔

معرفت جہالت نجاننا اور بقولہ لا یعلمون کا انجام کفر ہے لہذا علم قرآن و حدیث فرض ہے جب آپ ایمان تعلیم فرما چکے تو دونوں قیدیوں کے خواب کی تعبیر انکو اسطرح سنائی کہ کسی خاص کی تعیین نہ فرمائی تاکہ دل نہ دکھے۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ

اے رفیقو بندی خانے کے ایک جو ہے تم دونوں میں سو پلا دیگا اپنے خاوند کو شراب اور دوسرا جو ہے سو سولی چڑھے گا پھر کھا لینگے جانور اُسکے سر میں سے

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ

فیصل ہوا کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے اور کہدیا اُسکو جسکو اٹکلا کہ بچے گا اُن دونوں میں میرا ذکر کریو

عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝

اپنے خاوند پاس بھلا دیا اُس کو شیطان نے ذکر کرنا اپنے خاوند سے پھر رہا قید میں کئی برس

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ - اے میرے دونوں قیدخانہ کے ساتھیو - دونوں کے خوابوں کی تفصیلی تعبیر یہ ہے - اَمَّآ اَحَدُكُمَا تم دونوں میں سے ایک شخص تو - فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا - اپنے رب یعنی سردار کو شراب پلا دیگا - یہ وہی ساقی تھا جسنے دیکھا کہ انگور کا شیرہ نچوڑتا ہے - یہ تعبیر خوشی کے ساتھ ملی ہوئی مقدم کر دی وَاَمَّا الْاٰخَرُ - اور رہا دوسرا - فَيُصْلَبُ تو وہ سولی دیدیا جائے گا - فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ - تو کھائیں گی چڑیاں اسکے سر میں سے یعنی گدھ و کوے وغیرہ نوچ نوچ کھا دیں گے - یہ وہی ہے جسنے دیکھا تھا کہ میں سر پر روٹیاں لادے ہوں اسمیں سے پرندے نوچ نوچ کھاتے ہیں اور چونکہ اسکے حق میں سولی و موت تھی اسواسطے تعبیر کو مجمل کر دیا کہ تم میں سے ایک ایسا ہوگا - پھر حکم ازلی آلٰہیہ کو محکم بیان فرمایا بقولہ قُضِيَ الْاَمْرُ - پوری ہو چکی وہ بات - الَّذِيْ فِيْهِ جس کی نسبت - تَسْتَفْتِيٰنِ - تم دونوں پوچھ گچھ کرتے ہو یعنی یہ حکم الٰہی قدیم جاری ہو چکا ہے کسی بہانہ و حیلہ سے بدل نہیں سکتا ہے - اپنے انجام کا فکر کرو - اسمیں تنبیہ ہے کہ ایمان پورا کر لو کہ انجام اچھا ہو - فقہ خواب صحیح و اسکی تعبیر درست ہو وہ تین قسم کا ہوتا ہے ایک خواب انبیاء علیہم السلام اور وہ وحی ہے حتیٰ کہ مثل وحی کے اسکی تعمیل واجب ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا اور اسکا برتاؤ کیا - یہ کبھی جیسا دیکھا ویسا ہی بلا تعبیر ہوتا ہے جیسے یہی خواب اور کبھی تعبیر کے ساتھ جیسے خواب یوسف علیہ السلام اور یہی کے چھتیس جزو میں سے ایک جزو خواب مومن یعنی حقیقی ایمان والے کا خواب ہے ولیکن یہ وحی نہیں اور نہ اسپر عمل کرنا خلاف شرع یا جدید تشریع میں جائز ہے مثلاً کسی نے دیکھا کہ اسکو حکم دیا جاتا ہے کہ کوئی معصیت کرے یا مغرب کی دو سنت کو فرض سے پہلے پڑھے یا ایک مجلس قوالی وغیرہ کی جمع کرے تو ایسے امور میں کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ درجہ نبوت تک نہیں پہنچ سکتا تاکہ حکم شرع اسپر نازل ہوئے چنانچہ مصرح یہ حکم کتب اصول میں مذکور ہے پھر مومن کا خواب دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو امور آخرت سے متعلق ہے اور یہی ایک جزو خواب نبوت ہے اور دوسرا وہ جو امور دنیاویہ سے متعلق ہے وہ قسم دوم ہے اس قسم میں مومن و کافر شریک ہوتے ہیں حتیٰ کہ صاحبان یوسف نے اپنا اپنا حال دیکھ لیا تھا - قسم سوم جو درحقیقت خواب نہیں بلکہ شیطانی احلام ہیں اور اسی قسم سے وہ خواب ہے جو حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ ایک نے بیان کیا کہ گویا اسکا سر جدا ہو کر گرا اور بھاگا اور یہ اسکے پیچھے دوڑا - ایسے احلام کی نسبت حدیث میں حکم ہے کہ جس کروٹ ہو تو تین مرتبہ تھتکار دے اور اعوذ باللہ پڑھکر کروٹ بدل لے اور کسی سے ذکر نہ کرے اسکو کچھ ضرر نہ پہونچے گا اور حدیث میں منع ہے کہ جاہل یا دشمن

ع ۵
۷
۱۵

یا دشمن یا بد سرشت سے خواب بیان کرے۔ بمعرفت احکام آلہی جو واقع ہونے ہیں سب ازلی ہیں حتی کہ جو کچھ کل کے روز واقع ہوگا سب حکم
آلہی ازلی ہے جل سلطانہ و عز برہانہ۔ واضح ہو کہ علم آلہی میں ازل سے ابد تک سب حاضر ہے تو جو کچھ مقدر ہے وہ واقع ہوگا و لیکن بندہ کو نہ چاہیئے
کہ طریقۂ عبودیت سے سرتابی کرے اور کہے جو ہونا ہے گا وہ ہوگا۔ میں اسی پر بیٹھا رہونگا کیونکہ وہ کیونکر جانتا ہے کہ کیا ہوگا اور کہاں سے
جانا کہ مجھے بیٹھا رہنا چاہیئے اور کچھ کوشش نہ کرنا چاہیئے حتی کہ نماز اور روزہ سب ترک کرے کیونکہ جنتی و دوزخی مقدر ہیں۔ استفسار
حکم شرعی مانگنا چونکہ پیغمبر برحق سے تعبیر چاہی تھی وہ حقیقی جواب تھا۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ قال الثوری
عن عمارة بن القعقاع عن عبد اللہ (یعنی ابن مسعود رض ۱۲) قال لما قالا ما قالا واخبرہما قالا ما راینا شیئا فقال قضی الامر الذی فیہ تستفتیان۔ ورواہ محمد بن
فضیل عن عمارة عن ابراہیم عن علقمة عن ابن مسعود بہ۔ یعنی سفیان ثوری رحمہ اللہ نے روایت کی عمارہ بن قعقاع سے انھوں نے
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جب دونوں قیدیوں نے اپنا اپنا استفسار بیان کیا اور حضرت یوسف نے دونوں کو خبر دی
تو دونوں کہنے لگے کہ ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا ہے تو یوسف ؑ نے کہا کہ جسمیں تم حکم پوچھتے ہو وہ حکم جاری ہو چکا۔ اسی قول کو محمد بن فضیل
نے عمارہ سے اسنے ابراہیم سے اسنے علقمہ سے اسنے حضرت ابن مسعود رض سے روایت کیا پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ مجاہد و عبد الرحمن
بن زید بن اسلم وغیرہم نے بھی اسکی یوں ہی تفسیر کی ہے اور اسکا حاصل یہ ہے کہ جس نے کوئی جھوٹ خواب بیان کیا اور اسکی تعبیر دیگئی
تو تعبیر سے لازم ہو جاتا ہے واللہ تعالی اعلم۔ اور لکھا کہ امام احمد نے اسناد کے ساتھ معاویہ بن حیدہ سے اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ الرؤیا علی رجل طائر مالم تعبر فاذا عبرت وقعت یعنی خواب آدمی پر طائر ہے جبتک تعبیر نہ دیا جائے پھر
جب تعبیر دیا گیا تو واقع ہو جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اس روایت پر کچھ کلام نہیں کیا حالانکہ اسمیں چند وجوہ سے کلام ہے اول یہ کہ
نص میں بصورت خواب مذکور ہے اگرچہ احتمال انکے کذب مقولہ کا ہو۔ دوم یہ کہ تاویل کا وعدہ آنحضرت علیہ السلام نے دیا اور یہ خواب کو اس عبارت
میں بیان کر دینا ہوتا ہے جو سوال لیہ ہے پھر اگر خواب ہی نہ تھا تو ایک خبر غیب بطریق وحی ہوگی نہ خواب کی تعبیر۔ سوم آنکہ آنحضرت ؑ
نے اسپر امتنان آلہی ظاہر کیا کہ ذلک مما علمنی ربی یعنی تعبیر خواب جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے تو جب خواب ہی نہ تھا تو ان دونوں کو
زیادہ بد اعتقادی ہوگی جیسے تندرست آدمی کسی حکیم سے نبض شناسی کا تجربہ کرے اور وہ بخار کا نسخہ لکھدے۔ چہارم جب
بادشاہ نے خواب دیکھا تو ساقی کو تعبیر خواب کا اعتقاد حضرت یوسف کی جانب بوجہ ہو جاتا اگرچہ صلاحیت و پرہیزگاری کا اعتقاد
اور دیگر امور کا ہونا مثلاً دنیا میں بہت پرہیزگار و صالح ہیں مگر تعبیر خواب میں سب مشہور نہیں ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت
یوسف ؑ کو یہ صفت بطریق خصوصیت عطا ہوئی تھی۔ پنجم جبکہ آنحضرت علیہ السلام نے انسے کہا کہ تمھارے رزق سے پہلے میں اسکو
بیان کر دونگا تو اولی یہ تھا کہ پہلے انکا یہ دروغ بیان فرماتے اور پھر کہدیتے کہ و لیکن واقع یوں ہوگا۔ الحاصل مترجم کو اللہ تعالی عفو
فرمائے جزم و یقین ہے کہ ایسے روایات سہو و باطل ہیں انکا ذکر کرنا روا نہیں ہے اور صحیح یہی ہے کہ دونوں قیدیوں نے حقیقت میں
خواب دیکھا تھا اور چونکہ خواب کی تعبیر سے آپنے ایک کے حق میں موت دیکھی تو تعبیر دینے سے پہلے اپنی نبوت اسپر قوی کر کے ایمان کھلایا
پھر جو ہونا تھا اسکو بیان کر دیا اور تاکید کر دی کہ اسمیں فکر بچاؤ کی بیفائدہ ہے یوں ہی حکم سابق ہو چکا ہے اور یہ جو شیخ رحمہ اللہ
نے اسکا حاصل نکالا کہ دروغ خواب تعبیر سے واقع ہو جاتا ہے یہ ایسی بات ہے کہ اسکے لیئے قطعی دلیل چاہیئے ورنہ قابل التفات نہیں
ہے جس سے عوام ہزاروں شکوک میں مبتلا ہوں ہاں البتہ جھوٹ خواب بیان کرنا باحکام احادیث صحیحہ بڑا گناہ ہے تو ممکن ہے کہ گناہ کیلئے

یہ سزا ہو جائے حالانکہ اس موقع پر اس وجہ سے بھی موافق نہیں کہ دوسرا بھی جھوٹا ہوتا حالانکہ اُسنے نعمت پائی۔ اور یہ جو شیخ نے امام
احمد کی روایت معاویہ بن حیدہ قشیری سے تقویت دی تو وہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ وہ رویا سے متعلق ہے اور یہاں تو دعوی ہے کہ
رویا کا وجود ہی نہ تھا پھر کیا چیز طائر رہیگی اور کس کی تعبیر واقع ہو جائیگی۔ پس صحیح یہی ہے کہ ان دونوں نے خواب دیکھا تھا جس کی
آپ نے تعبیر دی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مسند ابو یعلی موصلی سے حضرت انسؓ کی مرفوع روایت ذکر کی الرویا لاول عابر۔
یعنی خواب کی تعبیر وہ ہوتی ہے جو سب سے پہلے تعبیر دینے والا تعبیر دیوے یعنی دوسرے تعبیر دینے والے کا کچھ اعتبار نہیں ہے تعبیر وہی
ہوئی جو اول نے دیدی۔ آدمی کو چاہیئے کہ جھوٹ نہ بولے کہ میں نے ایسا خواب دیکھا۔ اگر دیکھے تو کوئی مرد صالح متقی عقیل تلاش
کر کے اُس سے خفیہ بیان کرے اور تعبیر پر جلدی و اصرار نہ کرے۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں کی تعبیر دیدی اور
فرمایا کہ نجومیوں و کاہنوں کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے اور آگاہ کر دیا کہ یوں ہی واقع ہونے کا وقت مقرر ہو چکا ہے
فقہ عام لوگوں سے برتاؤ رکھنا نیکی کے ساتھ بڑا ثواب ہے لیکن انکے حقوق کا بھلائی سے لحاظ رکھنا اور اپنے آپ کو بچانا اور ظاہر
و باطن اپنے دل کو خطرہ سے محفوظ رکھنا ضرور ہے چنانچہ آگے کا حال سنو۔ وَقَالَ۔ اور کہا یوسفؑ نے لِلَّذِي دونوں قیدیوں میں سے
فقط اس شخص سے کہ ظَنَّ جسکے حق میں ظن یعنی یقین کیا تھا کہ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا۔ ان دونوں میں سے یہ رہائی پاویگا یعنی ساقی
سے کہا کہ۔ اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ۔ میرا ذکر کرنا اپنے رب یعنی بادشاہ کے پاس۔ ظاہرا یہ غرض تھی کہ جیسے موقع و قریب ہو تو بادشاہ سے
بیان کرنا کہ ایک مرد صالح ناحق قید ہے تاکہ تیرے ذریعہ سے میری رہائی ہو جاوے خصوص جبکہ ساقی کا اعتبار بڑھ گیا تھا۔ روایت
سے کہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ارکان سلطنت و شاہی خاندان والے اس بادشاہ سے ناراض ہوئے اور باورچی و ساقی سے سازش
کی کہ کھانے و پانی و شراب میں زہر دیدو چنانچہ دونوں نے اقرار کر لیا ولیکن بوقت پر ساقی نے نمک حرامی سے توبہ کی اور فوراً حاضر ہوا
اور عرض کیا کہ اے بادشاہ یہ کھانا آپ نہ کھاویں اسمیں زہر ہوگا تو باورچی نے کہا کہ اس شراب میں بھی ہوگا آپ نہ پییں۔ بادشاہ
نے حکم دیا کہ تم دونوں کھاؤ پیو۔ چونکہ شراب صاف تھی ساقی نے فوراً پی لی۔ اور کچھ نہ ہوا مگر باورچی نے کھانے سے انکار کیا تو وہ
کھانا ایک کتے کو دیا گیا جو کھاتے ہی مر گیا چونکہ سازش میں شرکت دونوں کی ظاہر ہوئی تھی بادشاہ نے دونوں کو قید کیا
پھر تین روز یا زیادہ کے بعد ساقی کو اعزاز کے ساتھ اپنے کام پر بحال کیا اور باورچی کو سولی دیدی اور یہی واقعہ حضرت یوسفؑ
نے اول سے بیان کر دیا تھا۔ پس حضرت یوسفؑ نے چاہا کہ ساقی کے ذریعہ سے بادشاہ کے حکم سے مجھے رہائی مل جائے حالانکہ قید کی
خود درخواست کی تھی ولیکن قید و مشقت سخت ہوتی ہے خصوص جبکہ پانچ برس گذرے تھے اسیواسطے حضرت سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وعلیہم وسلم نے بتواضع فرمایا کہ لو لبثت فی السجن طول لبث یوسف لاجبت الداعی یعنی یوسفؑ اولو العزم رسول تھے کہ صابر و ثابت قدم رہے
اسیواسطے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دیا ہے کہ آدمی کبھی امتحان و سختی پر دلیری نہ کرے اور ہمیشہ سلامت و عافیت چاہے ہم لوگ
اپنے نفوس کے مکائد یاد رکھیں کہ انسان ذرا سے پرہیز و ممانعت پر تلملاتا ہے اور بے صبری کر کے اول سے زیادہ بدتر حالت پر ہو جاتا ہے اور
فرشتہ صفت پیغمبر صادق حضرت یوسف صدیق علیہ السلام سے عبرت و نصیحت حاصل کریں کہ کہاں ہم لوگ خزف ریزہ اور کہاں وہ جوہر
نفیس گرانمایہ کہ جو چیز خود مانگی تھی یعنی قید خانہ اُس سے گھبرائے اور ایک ساقی سے وسیلہ رہائی چاہا حالانکہ امور مقدر ہیں اور قید کی دعا
کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا تھا اسکے سوائے دوسرے پر نظر کرنا دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے نظر ہو اور چونکہ اسنے

دنیا مین ظاہر اسباب کی پابندی کا قاعدہ جاری فرمایا ہو تو ظاہری اعضا کو ان اسباب مین مشغول کر دے تو حقیقت مین غیر کی طرف نظر نہ ہوئی
اور یہ جائز ہے حتی کہ فوج و لشکر و سامان و ہتھیار مہیا کرے اور فتح و نصرت اللہ تعالی کی طرف کرے۔ دوم یہ کہ دل کی نظر چوک جاوے اور جسوقت ظاہری اعضا
کو اسباب مین لگاتا ہو اُسوقت ساتھ ہی دل کی نظر بجانب خالق عز و جل نہو اگرچہ دل کی نظر ان اسباب پر بھی نہو تو یہ بات کمال صدق و ایقان کے مرتبہ مین یہ
ایک چوک ہے اور ادنی درجہ والون کیلئے کرم الٰہی عفو فرماتا ہے اور ایک تیسری صورت یہ ہے کہ ظاہر اور باطن نظر ان اسباب پر ہو اور قسیم کفر سے ملی ہوئی ہے
حتی کہ اگر دل کی نظر اس اعتقاد پر جم کر یہی سبب یا اسکے مثل کوئی سبب مؤثر ہوگا تو صریح کفر ہے ورنہ شدت غفلت و گناہ ہے۔ اللھم غفرانک۔ پس شاید کہ حضرت
صدیق علیہ السلام کی نظر اسوقت چوکی ہو اور میرے نزدیک یہ بھی بعید ہے اور شاید کہ نظر ہو۔ لیکن خلاف درخواست قید کے جو اللہ تعالے سے عرض تھی
اسوقت درخواست رہائی اس سبب کی طرف جھکا لی اور یہی بات جناب کبریا جل شانہ مین ناگوار آئی۔ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّهٖ
پس بھلا دیا اس قیدی ساقی کو شیطان نے ذکر کرنا یوسف کا اپنے مالک کے پاس یعنی اللہ تعالی نے حضرت یوسف کی درخواست اس طریقہ
سے ناپسند فرمائی اور شیطان کو قابو دیدیا کہ وہ ساقی کی یاد پر مسلط ہو گیا حتی کہ مدت تک اسکو یوسف کا ذکر کرنا اپنے بادشاہ پاس
یاد نہ آیا۔ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ۔ تو پڑے رہے حضرت یوسفؑ قیدخانہ مین کچھ برسون۔ بضع کی تعداد تین سے اوپر دس سے
کم ہوتی ہے اور اکثر روایات مین سات برس بیان ہوئے ہین اور تحقیق اللہ تعالی کا علم ہے۔ اور بارہ برس کی روایت بھی آئی ہے لیکن
اسطرح کہ پانچ برس پہلے اور سات برس یہ ملا کر بارہ برس ہوئے جو تفسیر مذکور ہوئی ایک جماعت مفسرین کا قول ہے اور بعضون نے
ضمیر انسا مفعول راجع بجانب یوسفؑ قرار دی تو ترجمہ یہ ہوا کہ بھلا دیا یوسف کو شیطان نے اپنے رب کا بیان کرنا تو پڑا رہا قیدخانہ مین
کچھ برسون تک حکم ہے کہ ہر کام کا ہونا انشاء اللہ تعالی کے ساتھ رکھے یعنی سمجھے کہ اللہ تعالی نے چاہا تو ہوگا شاید کلمہ اسطرح ملا کر نہ کہا ہو
اور شاید کہ اپنے رب کی طرف درخواست مین چوک ہوئی۔ امام محمد بن عمر رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا کہ یہی قول ٹھیک ہے کہ شیطان نے
یوسف کو ذکر رب تعالی بھلا دیا کہ اُس ملعون نے اپنے مانند ایک آدمی سے استعانت چاہی اور یہ ایک غفلت اُنکو پیش آگئی۔ مترجم کہتا ہے
کہ نہیں اس درجہ تک غفلت میری اعتقاد سے باہر ہے اور جو کوئی اہل عرفان و توحید کی حالت سے واقف ہے وہ ایسا قیاس نہین کر سکتا
یہ تو ہم لوگون پر قیاس ہے وہان تو ایسی حالت کی گنجایش نہین خصوص ایک پیغمبر رسل و نبی صدیق کی شان مین کیا موقع ہے ہان
یہ کہ طریقہ درخواست اول مرسل تھا اور اب اسناد ل طریقہ سے ہوا جو ایک قسم کی بھول ہے۔ پھر امام رازی نے لکھا کہ کسی مخلوق سے مدد
لینا کسی ظلم کے دور کرنے مین عام لوگون کیلئے شریعت مین جائز ہے لیکن بہت سی باتین عام کے حق مین نیکیان سمجھی جاتی ہین اور
مقرب لوگون کے حق مین یہ باتین درجہ گناہ پر ہوتی ہین پس صدیق کی شان یہ ہے کہ سبب پر بالکل نظر نہ کرین بلکہ ہر تن مسبب الاسباب پر
نظر رکھین اور بالکل اُسی کی شان مین مشغول ہو جاوین اسیواسطے یوسف علیہ السلام اتنی بات پر ماخوذ ہوئے مگر یہان
اللہ تعالی نے اس قدر کہ اُنکے حق مین بطریق تعریف بیان فرما دیا کہ وہ بالکل حق تعالی کی شان مین مشغول تھا حتی کہ ایک مرتبہ اسنے
ایسا کیا تو ماخوذ ہوا اور اگر کوئی کہے کہ شیطان کو کہان سے پیغمبر پر یاد الٰہی بھلا دینے کا قابو مل سکتا ہے اسکا جواب یون پایا جائے
کہ یہ بھلاوا ایک خطرہ تھا اور شیطان کو یہ قابو نہین دیا گیا کہ دل سے یاد الٰہی چھڑا دے یا بھلا دے۔ **قال المترجم** یعنی خطرہ آنا
روا ہے جیسا کہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اور سابق مین یہ بحث مفصل گذری ہے واضح ہو کہ مسئلہ
یاد الٰہی جل شانہ اسوجہ سے مشکل ہو گیا کہ ہنوز قلوب جو کدورات و شہوات و ردیات سے ملط ملط ہین وہ خیال اس صاف باطن کی

حالت کاملہ تمہین جو باتوں اولی ہو جیسے انبیاء و مرسلین یا محکم اولیت کے ساتھ ہو تو بجست ایمانی مین صاف ہوا ہو جیسے اولیاء کیونکہ جو ہنوز لتمہ
ہے وہ تو قصد کرتا ہے کہ یاد کرے مگر الفاظ آتے ہین وہ بھی بشفقت توجہ کہ آنًا فانًا تغیر ہو جاتا ہے اور وہان تفصیل سے حصول ہے
اور الفاظ سے معانی اور خارج سے باطن اور انتہا یہ کہ اپنا یا دین لانا شکل پھر قیاس کی صورت کیا ہو سکتی ہو۔ اب مین کہتا ہون کہ
حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یاایہا الذین آمنوا لاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانساہم انفسہم اولئک ہم الفاسقون ۔ مومنون کو مخالف طریقہ
فاسقین بتلایا کہ فاسق اپنے رب کو بھولے ہوتے ہین تو خود کو بھولائے جاتے ہین کیونکہ اپنے نفس کو پہچانتے تو رب کو پہچانتے
اور یہی آیت اصل ہو اس قول عارفانہ تابعیؒ کے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔ پس جو راہ شرع نے بتلائی یعنی جس طریقہ پر زندگی کرنا چاہئے
اسپر قیام بہر دوام سے نفس کی شناخت ایمانی سے یاد الٰہی کا ظہور ہوتا ہے تو نسیان ممکن نہین ہے اسیواسطے حدیث صحیح مین ہو کہ یذکر اللہ
فی کل احیانہ یعنی آنحضرت علیہ السلام ہر حال و وقت مین اپنے رب کو یاد رکھتے تھے ۔ امام بخاری رحمہ نے بیت الخلاء کے وقت ذکر کے مسئلہ کا
استدلال اس حدیث سے کیا اور میرے نزدیک اشارہ کر دیا کہ یاد الٰہی زبان سے پڑھنے پر نہین ہو اور بعضے لوگ جو بیٹھا نے پاخانہ
کے وقت ذکر الٰہی سے اپنے کو علحدہ کرتے ہین وہ غلطی کرتے ہین وہان کوئی وقت علحدگی نہ تھی حالانکہ بالاتفاق بیت الخلاء و غسلخانہ
وغیرہ کے وقت قرأت قرآن منع ہو جب یہ معلوم ہو گیا تو سمجھا اعتبار کرنا چاہیئے کہ اگر ضمیر انساہ راجع بجانب یوسف علیہ السلام ہو تو
بھی نسیان سے نفس فراموشی مراد نہین ہو کیونکہ یہ تو عام مومن مین نہین ہو سکتی بلکہ طریقہ معاملت مین نظر کی چوک یا شغل گو شئہ
خاطر ہی جو بالکلیہ بشان حق عزوجل ہونا چاہیئے تھا پس اُنسے مواخذہ ہوا کہ کتنے برس تک قید خانہ مین پڑے رہے ۔ مترجم کے
نزدیک اولیٰ یہ ہو کہ ضمیر مذکور راجع بجانب ساقی ہو بقرینہ قولہ وادکر بعد امۃ الآیۃ ۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ ۔ شیخ نے لکھا کہ یہی قول
مجاہد و محمد بن اسحاق و بہتون کا ہو اور لکھا کہ حضرت یوسف کی طرف ضمیر مذکور راجع ہونا بھی مجاہد و ابن عباس و عکرمہ و غیرہم سے
ابن جریر نے روایت کیا اور ایک حدیث بھی آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اگر یوسف نے یہ کلمہ نہ کہا ہوتا جو کہا تو قید خانہ مین اتنی
مدت نہ پڑے رہتے جتنی مدت رہے بوجہ اسکے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسری کی طرف سے رہائی چاہتے تھے ۔ شیخ نے کہا کہ یہ
روایت تو ضعیف ہو کیونکہ سفیان بن وکیع راوی و ابراہیم بن یزید جعفی بہت ضعیف ہین اور حسن و قتادہ سے یہ قول مرسل بھی روایت
ہوا لیکن یہان مرسل قبول نہین ہو سکتی ہے ۔ قال مجاہد و قتادہ لفظ بضع تین سے نو تک ۔ قال وہب بن منبہ ایوب کی بیماری سات
برس اور یوسف کی قید سات برس ہی اور بخت نصر کا عذاب سات برس رہا ۔ الضحاک عن ابن عباس بارہ سال قید رہے ۔ ظاہر مراد یہ کہ
کل مدت بارہ مجموعہ پانچ و سات کا تھا ۔ امام رازیؒ نے کہا کہ سوائے اسقدر حصہ کے جو فرقان حق مین منصوص ہو باقی باتین بنو اسرائیل
سے سنی گئین تو انکا سچ و جھوٹ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ۔ مترجم نے کہا کہ مقصود نفس کی تہذیب واسطے آخرت و بقائے دائمی کے ہو اسطرح
کہ اشارات و صریح بینات آلٰہیہ سے مکائد نفس و شیطان و اسکی راہون سے آگاہ ہو کر راہ راست پر مہذب ہو اور وہ اسقدر نصوص
مین خواہ صریح خواہ اشارت کیساتھ اور اکثر بتوضیح احادیث و صحیح اقوال صحابہ رضہ موجود ہو پھر باقی باتون سے دنیاوی حیات و کانون
کی لذت سے بیکار تضییع اوقات مین کیا حاجت و کیا فائدہ ہو ۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ف ۔ عرائس البیان مین ان آیات
کے کچھ اشارات جو ادنیٰ درجہ مین معرفت کیلئے مفید ہین بیان ہوئے انکو سن لینا چاہیئے ۔ قولہ انا نراک من المحسنین احسان جب صفت
خلق ہو تو معنی یہ ہین جو حدیث مین مذکور ہو کہ صل من قطعک و اعط من ظلمک و احسن الی من اساء الیک یعنی ناتا جوڑ جس نے تجھسے

کاٹا ہو اور عفو کر دے جس نے تجھ پر ظلم کیا ہو اور نیکی کر جس نے تجھ سے بدی کی ہو۔ اور جب صفت معرفت ہے تو بحکم حدیث الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر گویا تو اسکو دیکھتا ہے سو اگر تو نہین دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ پس یہان مشاہدہ کرنیوالا عالم ملکوت کا اور بکشف معائنہ کرنے والا انوار جبروت کا گویا بنظر قولہ تعالیٰ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین ۔ اے من المحسنین۔ کیونکہ مشاہدہ صرف اس عالم کے بعد اُس عالم مین اہل توحید کو ہے اور جب احسان صفت بادی ہے تو معنی عالم بحل مشکلات نفوس و عجائبات قلوب اور عارف بدقائق اعمال و حقائق اعمال۔ ابن عطا نے کہا کہ فقرا کی طرف مائل بہ احسان و نکوئی وانس و مصاحبت۔ ابوبکر بن طاہر نے کہا کہ عذر کرنیوالے کا عذر نہین رد کرتا اور قول شافعی و ایک جماعت سلف کا قول ہے کہ جو عذر کرے اسکا عذر قبول کرنا چاہیئے اور رد کرنا حماقت ہے شیخ نے کہا کہ ایمان کے شرائط مین سے ہے کہ جو بدی کرے اسکے ساتھ مکافات کے بجائے نیکی کرے بعض نے کہا کہ محسن جو تعبیر خواب کا عالم ہو اقول یہ تفسیر خاص ہے۔ ابوبکر الوراق نے فرمایا کہ جو محنت و سختی کے وقت بھٹکے نہین بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاوے۔ یوسف بن الحسین نے کہا کہ جو کوئی دوستون کی خاطر اپنی خواہش چھوڑ دے اقول دوست سے مراد وہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھے پس پہلے سے دیکھ بھال لے جلید رح نے فرمایا کہ جو حقائق امور نفس سے آگاہ ہو۔ قولہ واتبعت ملۃ آبائی ابراہیم واسحٰق ویعقوب۔ کمال توحید باتقدار انبیاء و رسل ہر صلے اللہ تعالیٰ علی نبینا وآلہ وعلیہم اجمعین۔ اتباع انکی راہ شوق پر چلنا اسطرح کہ سر باطن صاف نورانی و روح ملکوتی و نیت صادق و انفاس پاک و نفس طاہر و عقل عالم باحکام الٰہیہ و اسرار و آثار عبودیت قائم رکھے حسن ادب کی رعایت سے اول حضرت ابراہیم خلیل پھر اسحٰق پھر یعقوب کا ذکر فرمایا حالانکہ اشارت یہ تھی کہ خلت مین اتباع خلیل اختیار کرتا ہون اسکے ساتھ ہی محبت و حلم و سخاوت و مہمان نوازی اور قضا و قدر پر رضامندی اور بیقراری بشوق باری تعالیٰ و آہ و زاری مین اور کمال توحید کیساتھ قدیم کو حوادث سے منزہ رکھنے مین حضرت ابراہیم کا متبع ہون کیونکہ حنیف مسلم و غیر محب الآفلین تھے اور ساتھ ہی صدق و ایقان و مشاہدہ آیات و التباس مین طالب حق ہونے و انقیاد و حنیفیت سہل مین انکا مطیع ہون پھر اسحٰق علیہ السلام کی اتباع اس امر مین کہ درگاہ ربوبیت پر اپنی جان قربان کی اور اپنے والد علیہ السلام کی فرمانبرداری پر حاضر و قائم رہے اور اتباع یعقوب اس امر مین کہ صبر جمیل و حزن طویل و گریۂ دائم و تحمل امتحانات قضا مین قائم ہین۔ **قال المترجم** اہل بیان کیواسطے یہان ایک ضروری نکتہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہوئے تو بہت صغیر تھے حتی کہ اسکی مدت کے بعد بلوغ کو پہونچے ہین تو علم شرائع انکو صرف بالہام و وحی الٰہی پہونچنا متصور ہے مع ہذا ان کو دعوئے اتباع ابراہیم و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام ہے تو تا دب بآداب وحی کو عین ان کی اتباع قرار دیا پس بہت سی باتین اس سے معلوم ہوئین اول یہ کہ زندہ ہونا حضرت متبوع کا شرط نہین ہے۔ دوم یہ کہ چند انبیاء علیہم السلام کی اتباع ایک ساتھ متحقق ہوتی ہے ولیکن ظاہری احکام کی اتباع صرف ایک ہی کی ہوگی سوم یہ کہ انکشاف مقامات مین تابع اپنے متبوع کا ہمسفر ہوتا ہے۔ چہارم متبع باعتبار وصول بمقام متبوع کے اتباع رکھتا ہے جسکی کفالت لطف رحمت حق عز و جل سے ہوتی ہے پس اگر عالم یا قدر ضرورت ادب سیکھا ہو اصفات جمیلہ حمیدہ مین انبیاء و صالحین کی اقتدا سے وصول برضائے حق عز و جل کا قصد کرے تو پیر کی بھی ضرورت نہین ہے جبکہ نیت صادق و طرق آداب سے ٹھیک واقف ہو اور سب بھلائیون کی جڑ یہ ہے کہ جملہ خواہش منحصر برضائے حق تعالیٰ رکھے اور سب برائیون کی جڑ یہ ہے کہ شہوات و خواہشون کا متبع ہو یا محل ہو حتی کہ جنت کی خواہش و دوزخ کا

خوف ایک پورا باعث ہونا قاتل ہے اور صحیح ہی جو فرمایا کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ دنیا کی خواہش سب برائیون کی جڑ ہی اور دنیا کو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ لہو ولعب ہے یعنی اسکو بقا نہین ہی اور دل کو یاد آلہی سے لاہی وغافل کردیتی ہی اور پوری ماہیت تحت قولہ انما مثل الحیوۃ الدنیا کما انزلناہ للآیۃ۔ اور تحت قولہ واضرب لہم مثل الحیوۃ الدنیا الآیۃ تلاش کرو پس آسایش وآرام ودل لبھانیوالے اسباب اس دنیا پر فریفتہ ہین۔ فافہم واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ باب خوب سمجھ لو کہ متابعت کرنا خالص مریدوان کی صفت ہوتی ہے اور جس شخص نے اخلاق وعادات مین پیروی نہ کی وہ کسی وقت کبھی متبوع کے درجہ پر نہین پہونچے گا قولہ ما کان لنا ان نشرک باللہ من شئی۔ طریقہ آبائی جسمین اتباع کی ہو۔ اسکی اصل یہ ہی کہ قدیم کو تمام حوادث سے منزہ وپاک جانا وسمجھا یعنی محبت والقیاد آلہی جل شانہ مین کسی غیر جانب التفات نہین ہی۔ اقول وفی الحدیث یا غلام احفظ اللہ یحفظک۔ یعنی ہر طرح مؤثر اوتعالیٰ ہی تو کسی چیز مین غیر پر نظر نہین چاہیے پس اللہ تعالیٰ بندے کیلئے ہر طرح کفایت ورعایت فرماتا ہے۔ پھر بیان کردیا کہ یہ طریقہ حاصل کرنے سے اب پیدا نہوگا بلکہ سابق ازل مین حق عزوجل نے اختیار فرمایا ہے۔ فی قولہ ذلک من فضل اللہ علینا۔ یہ سب صفات جمیلہ جنکو حق عزوجل پسند فرماتا ہی ہم لوگون کو محض فضل آلہی سے حاصل ہوئے ہین وقولہ علی الناس یعنی ہم پر یہ فضل ہی اور ہم اور لوگون کے واسطے فضل آلہی ہین۔ قولہ ولکن اکثر الناس لایشکرون۔ جو فضل ہم سے ظاہر ہی اسکے شکر ہے سے اکثر لوگ غافل وجاہل ہین۔ اقول لہم قلوب لایفقہون بہا۔ اسوجہ سے جہالت وغفلت ہی کہ اسکا ادراک بذریعہ قلوب ہے اور تاوبے کے ہوا رغالبہ ہین اُن سے ادراک ہو نہین سکتا تو جاہل ومنکر ہین قال الشیخ ابو عثمان رح نیک صالحین کی پیروی کرنے اور ابرار کی بزرگی کا اعتقاد رکھنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے شیخ ابو عثمان مغربی نے کہا کہ فریب شیطان ونفس سے بچا ہوا بے کھٹکے راستہ یہ ہی کہ بزرگان صالحین کی اقتدا کرے کیونکہ صالحین نے بھی یہی کیا ہے کما قال تعالیٰ الحکایۃ عن یوسف الصدیق علیہ السلام واتبعت ملۃ آبائی الآیۃ۔ واسطی رح نے کہا کہ فضل پر نظر اچھی ہی اور متفضل پر نظر اس سے اچھی ہے پھر متفضل پر نظر اچھی ہی اور اس نظر سے فنا سب سے اچھی ہی ابو علی جوزجانی نے کہا کہ وہ شخص سب سے زیادہ اچھے حال مین ہی جس نے اپنی ذات کو فضل ومنت ونعمت کے نیچے دبا ہوا جانا اور اپنے عمل وسعی ولیاقت کو کچھ خیال نہ کیا کیونکہ یہ باطل ودروغ خیال ہی اور وہ صحیح وراست ومستقیم ہی قولہ یا صاحبی السجن ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ اسمین متفرقون سے اشارہ کیا کہ جو چیز متعدد ومنقسم ہو وہ حادث ہی قدیم نہین ہوسکتی بلکہ قدیم حق عزوجل وہی ہے کہ وہان انقسام وتعدد کو راہ نہین ہی اور اسکے واحد ہونیکے یہ معنی نہین ہین کہ اسکو ایک کلمہ عدد گنتی عارض ہی ہرگز ہرگز نہین اسکے معنی یہ ہین کہ وہی ہی ویسا کوئی نہین ہی وہان شرکت محال ہی۔ عوام اس بات کو بہت کم سمجھتے ہین جبکہ اللہ تعالیٰ بے مثل وبے مانند ہی تو وہی رب قاہر ہوا اور سب مخلوق اسکے قبضۂ قدرت مین مقہور رہی یعنی جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہی حتی کہ اگر زید سے چاہا کہ وہ تمام رات عبادت پر قائم رہے تو وہ برابر قائم رہے گا۔ پس یہ اسکی صفات ہین قولہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون۔ یہ نہین جانتے کہ فلان چیز سے روزی حاصل ہونا اور فلان سے یہ ہونا اور وہ ہونا اور یون نہونا وغیرہ جہالت کی نظر ہین بھلا کبھی حادث بھی قدیم ہوسکتا ہی بلکہ قدیم وہی وحدہ لاشریک ہی اور جملہ حوادث ہین اور جو حرکات ان حوادث سے صادر ہوتے ہین خواہ وہ نافع ہون یا مضر ہون سب مقہور تحت قدرت ہین۔ شیخ ابو عثمان مغربی نے یہان ایک عجیب اشارہ فرمایا کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ انسان پر غیر کا حال کھل جاتا ہی اور اپنا حال چھپ جاتا ہی تم دیکھو کہ بزرگ مرتبہ

حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے قیدیوں کو فرمایا کہ اارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ پھر دوسرے وقت ایک قیدی سے کہا کہ اذکرنی عند ربک۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت فضیل سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو فرمایا کہ اس آیت کو یاد رکھ۔ **قال المترجم** شیخ ابو عثمان کے قول کا یہ مطلب ہے کہ جب تقدیر الٰہی میں کوئی امر جاری ہوتا ہے تو ایک پردہ ایسا حائل ہوتا ہے کہ آدمی باوجود علم کے غفلت کے پردہ میں چھپ جاتا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے استعاذہ میں فرمایا۔ وسوء القضاء یعنی قضائے مکروہ سے جو بذات خود محبوب ہے پناہ مانگی اور فرق یہ ہے کہ جو امر محبوب کسی بندہ کو پہونچا مگر نظر اسکی فضل الٰہی پر نہیں ہے تو وہ اسکے واسطے درحقیقت وبال ہوگی جبکہ اسنے شرک کیا اور جو مکروہ کسی بندۂ صالح کو پہونچا اور اسکی نظر حق تعالیٰ پر راضی ہے تو یہ نہایت درجہ ثواب کی نعمت ہے کیونکہ جو امر محبوب ہے اس میں تو ایک راحت نفس کی بھی بندہ صالح کو مل گئی اور مکروہ میں سراسر عوض آخرت رہا تو ثواب زیادہ ہوگا۔ فافہم۔ قولہ اذکرنی عند ربک فانساہ الشیطان ذکر ربہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلام میں وہ موقع بیان فرمایا جسمیں حضرت صدیق علیہ السلام اپنے خاص بندہ کا امتحان فرمایا ہے اور صورت یہ واقع ہوئی کہ شان معرفت کے بجائے قلب یوسفی پر نکرت کا ایک پردہ دیا تو دریائے ناپیدا کنار نکرت میں ایک لحظہ غوطہ کھایا اور معرفت سے موصوف ہونے کے ساتھ ایک حجاب پیش آیا اور یہ شان ورائے طور عقل عوام ہے کیونکہ اس حالت کی کیفیت وہی سمجھ سکتا ہے جو فی الجملہ اہل باطن میں سے ہو بالجملہ یہ کیفیت عبارت میں اسطرح لائی جاتی ہے کہ وصف معرفت سے موصوف ہونے کی حالت میں نکرت میں ہوگئے پس جب ذات بمثل و بیمثال قدیم نے امتناع فرمایا اور بندۂ خاص عارف کو مشاہدۂ جمال قدم سے محجوب فرمایا تو رسم طبیعت و عالم صورت میں پھنس گئے پس مثل اہل صورت کے اسباب ظاہری کی راہ چلنے لگے حالانکہ یہ حالت لحظہ سے بھی کم واقع ہوئی **قال المترجم** اسقدر قلیل مدت شیخ نے آیت کے لطیف اشارہ سے نکالا ہے اور وہ یہ ہے کہ قولہ وقال للذی ظن انہ ناج منہما کو اللہ تعالیٰ نے علیحدہ مستقل آیت نہیں فرمایا بلکہ اسی کلام کا ایک ٹکڑا ہے کہ ذیل کی گفتگو میں سرزد ہوا تھا۔ فافہم فانہ لطیفۃ جدا۔ قال الشیخ پھر جب انوار قدم نے قلب یوسفی پر طلوع فرمایا اور فیض کرم نے انکی دستگیری کی تو محل امتحان و کید شیطان کو سمجھ گئے اور ذکر انسان سے رجوع کرکے درگاہ کبریائی پر عجز و انکسار سے سر رکھا۔ **قال المترجم** اگر کسی کو شبہ ہو کہ شیخ نے انکا رجوع کرنا کہاں سے معلوم کیا اسواسطے کہ آیت میں اسکا ذکر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں آیت میں مذکور نہیں ولیکن اہل دل بالیقین جانتے ہیں کہ یہ حالت عارف کیلئے نہیں رہ سکتی ہے اور یقین کیلئے قطعی دلیل قولہ تعالیٰ والذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذاہم مبصرون ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں گذر چکا پس کوئی شک نہیں کہ حضرت یوسف اہل تقویٰ میں سے تھے بلکہ متقین کے سردار تھے تو بعد خطرۂ شیطانی کے فوراً انکو تذکر ہوا ہوگا جبکہ عوام مومنین کا یہ حال ہے تو پیغمبر مرسل کا ضرور ہوگا اور مواخذہ بطریق مدح صرف محل امتحان تھا۔ فافہم۔ قال الشیخ اور جب اللہ تعالیٰ بندۂ عارف کے حق میں زیادہ معرفت و قرب و منزلت چاہتا ہے تو اسکو ایک لحظہ غفلت میں ڈالدیتا ہے پھر اسپر تجلی فرماتا ہے تاکہ اپنے نسیان سے نادم اور نہایت تیزی سے مزید عرفان کی جستجو میں سرگرم ہو جاوے گویا کہ یہ غفلت زیادہ یاد کا باعث ہو جاتی ہے اور رہا مواخذہ تو جسکو زیادہ قرب ہے اسکو اہتمام زیادہ و مواخذہ و بلا زیادہ ہے۔ **قال المترجم** کوئی یہ گمان نکرے کہ قرب زیادہ محل الم ہے کیونکہ دنیاوی عمر ایک لحظہ سے کم ہے ؎ کہ دنیا ہمین یکدمی بیش نیست ؛ غم و خرمی پیش درویش نیست ؛ پس ہر مواخذہ و بلا درحقیقت اصل عیش و کمال انعام ہوتا جاتا ہے اسیواسطے کثرت سے اکابر وہ گزرے ہیں جو انعام و راحت پہونچنے کے بجائے غم و اندوہ و مکروہ پہونچنے پر زیادہ خوش ہوتے تھے کیونکہ یہ خالص ثواب دائمی راحت ہے اور یہ وہی سمجھیگا جسکو حق تعالیٰ اپنے قرب

ومنزلت عطا فرمائی ہو ورنہ مترجم تو ناقل ہو۔ واللہ اعلم۔ **قال الشیخ** دیکھو ایک لمحہ غفلت پر چند سال تک قید کا مواخذہ فرمایا گیا ولیکن
واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان چند سال قید سے حضرت یوسفؑ کے حق مین کمال تربیت وکامل لیاقت نبوت کی تعلیم اس خلوتخانہ مین رکھکر
ارادہ فرمائی تھی حالانکہ نفس یوسفی تبلیس شیطان یہ چاہتا تھا کہ اسیوقت قید خانہ سے خارج ہوکر اس کمال سے محروم ہوجاوین لیکن
حق تعالیٰ اپنے خالص بندون کی خود تربیت فرماتا ہو پس خلوت مین انس وتمکین وقوت سلوک مین استقامت وبیداری عطا فرمائی اور
تو یہ نہین دیکھتا کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ابتدائے نبوت مین غار حرا مین تنہائی کے ساتھ عبادت اختیار فرمائی۔
قال الشیخ قولہ فانساہ الشیطان الآیۃ۔ مین احتمال یہ بھی ہوسکتا ہو کہ یوسفؑ نے قیدی سے کہا کہ اذکرنی عند ربک یعنی بادشاہ سے
میرا ذکر کرنا اور مقصود یہ تھا کہ بادشاہ سے میری تعریف بیان کرنا کہ وہ مجھے پہچانے اور مین اسکو ایمان کی ہدایت کرون اور وہ عذاب
الٰہی سے رہا ہو اور ثواب پاوے اور مین عموماً اس طریقہ سے توحید پھیلاؤن اور امر معروف ونہی منکر سے لوگون کو راہ راست پر لاؤن
پھر شیطان کا بھلانا اس معنی مین ہو کہ حضرت یوسفؑ کو سابقہ تقدیر الٰہی یاد نہ رہا کہ ہنوز بادشاہ کے ایمان لانے کا وقت نہین آیا ہے
تو بادشاہ کے وقت ایمان تک قید مین رہے پس یوسف علیہ السلام کا نسیان سابقہ تقدیر ازلی سے تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ **مترجم**
کہتا ہے کہ یہ توجیہ شیخ کی طرف سے علمائے ظاہر سے مشابہ واقع ہوئی حالانکہ معنوی امور سے تسکین وطمانیت کے بعد ایسی اضطرابی
توجیہ کی کچھ ضرورت نہین ہو بخلاف علمائے ظواہر کے کہ زیادہ نظر انکی عوام کی فہمائش پر رہتی ہو یا معنوی مدارک سے غفلت ہوتی ہے
تو خواہ مخواہ غیر مطمئن طور پر مضطربانہ توجیہات سرزد ہوتی ہین مگر جو کوئی کہ معنوی اسرار وحقائق سے واقف ہوا وہ ہر مقام پر جہان عموماً اضطراب
کی گفتگو کی جاتی ہے نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ یقین کرتا ہے۔ فاستقم۔ واسطیؒ نے کہا کہ اے لوگو اپنے نفوس کے پیچیدہ قاعدون
سے ہوشیار رہو جو بے محل دلیری سمجھاتا ہو ایسا نہ ہو کہ حکمت الٰہیہ بطور پاداش کے تم کو خبردار فرمائے کہ اسطرح بندے وتمام
مخلوقات اسکی مملکت مین عاجز ہین۔ اقول شاید غرض یہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نفس نے بذریعہ ساقی کے رہائی کی
خواہش کی تو اللہ تعالیٰ نے مدت تک اُن کو عاجز ہوکر قید مین رہنا دکھلایا۔ بعض نے کہا کہ قولہ اذکرنی عند ربک یعنی تاکہ وہ جانے
کہ ضرر ونفع کا اختیار اسکو بالکل نہین ہو اور جملہ امور موکول بتدبیر الٰہی ہین پس کسی غیر پر اعتماد نہ کریگا اور دلیل پس قولہ فانساہ
الشیطان ذکر ربہ الآیۃ ہو۔ **مترجم** کہتا ہو کہ جہان تک میرے خیال مین آتا ہے اس بزرگ کے قول کی جو اس مقام پر بظاہر بالکل
بے ربط معلوم ہوتا ہے یہ توجیہ نفیس ہو کہ بادشاہ نے دونون قیدیون کو مقید کرکے اپنے اختیار سے ایک کو پھانسی اور دوسرے کو
رہائی دیدی ضرور ہو کہ یہی خیال بادشاہ کو بلکہ تمام لوگون کو ہوگا اور عموماً ایسا ہی خیال ہوتا ہے کہ حاکم نے فلان کو رہا کیا اور
فلان کو یہ کیا اور وہ کیا۔ تو قیدی سے حضرت یوسفؑ نے نمایش کردی کہ دیکھ مین نے تم دونون کے خواب کی تعبیر دینے سے پہلے
ایمان توحید سکھلایا اور سمجھایا کہ اصل مین اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک سب مخلوق پر قادر وقاہر ہے جو وہ چاہتا ہو وہی ہوتا ہو
پھر خواب کی تعبیر مین کہہ دیا کہ ہر ایک کے حق مین یہی حکم ہوچکا ہو تو اس سے معلوم ہوگیا کہ بادشاہ کے فعل سے پہلے یہ امر حکم
الٰہی مین مقدر تھا بلکہ بادشاہ اسی حکم پر مقہور تھا حتیٰ کہ اسکے سوائے وہ اور کچھ نہ کرسکا تو ساقی سے کہا کہ تو بادشاہ کو متنبہ کردینا
کہ مجھے فلان صدیق سے جو قید خانہ مین ہو صاف معلوم ہوچکا تھا کہ تجکو ضرور ایسا کرنا پڑیگا وہی ہوا تو خواہ مخواہ تجھے خود کچھ اختیار
نہین ہو جو حکم الٰہی ہوتا ہے وہی ہوتا ہے تاکہ بادشاہ توحید پر مستقیم ہوکر اپنے خیالات شرک سے اجتناب کرے۔ **وقال المترجم**

یہ حکمت نہایت نفیس ومتین ہی فافہم واستقم واللہ تعالیٰ اعلم۔ نصرآبادیؒ نے کہا کہ ذکر رب سے پہلے اپنا ذکر کیا تو شیطان نے قیدی سے یہ غرض بیان کرتے وقت ذکر الٰہی سبحانہ تعالیٰ بھلا دیا بعض اکابر نے کہا کہ دیکھو انبیا علیہم السلام کو تو ایک جیونٹی برابر بات پر ماخوذ فرمایا کیونکہ انکو حضوری ومنزلت ہے اور اُن پر ایک خاص عنایت کی نظر ہی اور دوسروں پر چونکہ یہ نظر نہیں ہی تو اس سے کرورد رجہ زیادہ گستاخی پر عفو کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہان یوسف علیہ السلام کو کیسے ماخوذ فرمایا ہی شیخ نے کہا کہ میرے دل مین القا ہوا کہ یہان شیطان نے یوسف علیہ السلام کو یاد سے نسیان دلایا اور رب عزوجل نے ذکر یاد کو کسی کو نہین بھلایا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کیونکہ تمام وجود یوسفی ہر سانس مین مستغرق مشاہدہ ہی پس ذکر اس مقام پر محل توکل ورضا ہی اور یہ نہین ہوتا کہ جو کوئی درجہ توکل سے ساقط ہو وہ یاد حق عزوجل سے بھی ساقط ہو کیونکہ توکل تو مقامات کے اسباب مین سے ہی اور عارف کا حال یہ ہی کہ وہ حالات مین سیر کرتا ہی اور یہ بھی نہین ہوتا کہ وہ حقیقت توکل سے محجوب ہو جائے کیونکہ حقیقت اسکی وحدانیت حق عزوجل ہی پس وحدانیت کا علم اور یہ کہ وہ ہر مخلوق پر قادر قاہر ہی ہر دم ضروری ہے اور کبھی نہین ہو سکتا کہ انبیا اہل یقین سے محجوب ہون۔ **قال المترجم** سابق مین جو معنی مین نے نسیان الٰہی عزوجل کے محتمل بیان کئے ہین الحمدللہ کہ انکی تائید اس کلام شیخ سے نکلتی ہی اور حاصل اسکا میرے خیال مین یہ ہی کہ یاد حق عزوجل بھول جانے کی شان یوسف علیہ السلام مین کوئی صورت نہین ہی بلکہ جو بیان کلام بمنزلہ ارسال کے بدون ذکر انشاء اللہ تعالیٰ کے ہوا اور یہ ایک حد ہی کہ شیطان کو وہان تک مجال دیگئی ہی کیونکہ اسرار تو محل تصرف شیطان نہین ہین اور اگر تجکو وہم ہو کہ قوی حدیث سے ثابت ہی شیطان دونون کندھون پر سے سونڈ دل تک دوڑاتا ہی اور ذکر الٰہی سے سونڈ ہٹاتا ہے تو جواب یہ ہی کہ یہ بیان عام فہم اس مضغہ گوشت کا ہی جو اسرار کے حکم مین نہین ہی اور دل لطیفہ الٰہیہ وہ دوسرا ہی ہان ظہور لطیفہ کا محل یہی مضغہ ہی اسیواسطے قولہ ان فی الجسد لمضغۃ الحدیث میں اس مضغہ کی تعریف بیان فرمائی ہے کیونکہ لطیفہ الٰہیہ کا بیان اگرچہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آسان تھا ولیکن شک نہین کہ وہ قیامت تک کے عوام کے واسطے بہت مشکل ہو جاتا حالانکہ آیات واحادیث عام ہین اور یہین سے تجھے معلوم ہوگا کہ معجزہ ان آیات واحادیث مین یہ بھی ہی کہ تا قیامت تمام افہام وعقول کے احاطہ کئے ساتھ یہ کلمات بلاغت معجز نظام ہین فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ القصہ وہ قیدی جسکو سولی کی تعبیر دی تھی قتل ہوا اور ساقی بدستور اپنے عہدہ پر گیا ولیکن بھولا رہا اُتنے مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کا کچھ ذکر اپنے بادشاہ سے نہ کیا اور ایک مدت قید مین گذری یہانتک کہ جب حضرت یوسف اس خلوت مین کامل ہوئے اور حق تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے صدیق پیغمبر علیہ السلام کو سرفراز فرماوے تو یہ واقعہ ہوا جو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ

اور کہا بادشاہ نے مین خواب دیکھتا ہون سات گائین موٹی انکو کھاتیان ہین سات دبلی اور سات بالیین

خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ

ہری اور دوسری سوکھی اے دربار والو تعبیر کہو مجھسے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر کرتے

قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ۝

بولے یہ اُڑتے خواب نہین اور ہم کو تعبیر خوابون کی معلوم نہین

وَقَالَ الْمَلِكُ ۔ اور کہنے لگا بادشاہ ۔ یعنی مصر کا جو سب سے بڑا بادشاہ تھا اور عزیز مصر اگرچہ بادشاہی لقب رکھتا تھا مگر وزیر تھا اور بادشاہ کو فرعون کہتے تھے اور نام اسکا ریان بن الولید بیان ہوا ہی غرضکہ اس بادشاہ نے اپنے وزراء و ارکان دولت کو جمع کر کے جو خواب دیکھا تھا اسکو اسطرح بیان کرنا شروع کیا گویا کہ ابھی دیکھ رہا ہے چنانچہ کہا کہ ۔ اِنِّیْٓ آدمی مین دیکھتا ہون سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ ۔ سات گائیان فربہ موٹی تازی ۔ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ ۔ ان کو کھائے جاتی ہین سات دُبلی بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ بادشاہ اس خواب سے بہت دہشتناک ہوگیا تھا کہ اسنے دیکھا کہ ایک خشک نہر سے سات موٹی تازی گائیان نکلین اور اسی نہر مین سے سات دُبلی لاغر ڈانگر نکلین پس دُبلیون نے موٹیون کو نگلنا شروع کیا یہانتک کہ کھا گئین ۔ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ ۔ اور دیکھتا ہون سات بالیان سبز یعنی دانہ آگئی ہین مگر ہنوز خشک کاٹنے کے قابل نہین ہوئی ہین ۔ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۔ اور دوسری سات بالیان خشک بس خشک بالیان اُن سبز بالیون پر لپٹ گئین اور غالب آگئین ۔ یہ خلاصہ خواب تھا ۔ بقرات جمع بقرہ گائے ۔ سمان جمع سمینہ چربی و گوشت سے بدن کی موٹائی کو سمن کہتے ہین اور سمینہ مؤنث بسبب گائے کے ولیکن اسمین مذکر کی جمع بھی سمان آتی ہی یقال رجال سمان و نساء سمان ۔ اور قولہ یاکلھن اے یبتلعھن یعنی کھائے جاتی ہین ۔ مراد نگلے جاتی ہین ۔ عجاف یہان عجفا کی جمع ہی جو بقرہ کی صفت ہی اور عجفا دہ گائے جو ڈانگر دُبلی رغال ہو اور قیاس عجفا کی جمع کا عجف ہی جیسے حمراء کی جمع حمر آتی ہی ولیکن سمان کے وزن پر عجاف لایا گیا کیونکہ یہ اُسکا نقیض ہی اور بلاغت عرب مین قرار پایا ہی کہ نظیر و نقیض کو دوسرے پر محمول وا سکے وزن پر لاتے ہین اور سنبلات خضر و سنبلات یابسات کا تفصیلی حال نہین لکھا کہ خشک غالب ہوگئین اسوجہ سے کہ دُبلی و موٹی گائیون کے عجیب واقعہ بیان کر دینے سے انکے عجیب واقعہ کی تفصیل کی حاجت نہ رہی یعنی ان مین بھی وہی حال ہوا کہ سبز غائب ہوگئین اور خشک لگین ۔ جب بادشاہ اپنا یہ واقعہ بیان کر چکا تو وزیرون کو خطاب کیا کہ ۔ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اے میری جماعت خاص اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ مجھے فتوی دو میرے خواب کے بارے مین ۔ یعنی میرے خواب کی تعبیر بیان کر دو ولیکن خواہ مخواہ علم نہین دیا بلکہ کہا ۔ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۔ بشرطیکہ تم لوگ خواب کی تعبیر دیا کرتے ہو یعنی تمھین اگر تعبیر خواب کا علم ہو تو میرے خواب کی تعبیر بیان کر دو فقہ اگر کسی نے خواب دیکھا اور اسکو ایسے شخص کے سامنے بیان کرنا چاہا جسکا حال و قوت نہین رکھتا ہی یا اسپر پورا اعتماد نہین ہے تو اس سے شرط کرنے کہ اگر تم کو تعبیر خواب کا علم ہے تو بیان کرو بلکہ اس زمانہ مین تو ہر شخص کو یون ہی تعبیر پوچھنا چاہیئے تاکہ جاہل آدمی خراب تعبیر نہ دیوے اور جب شرط کر لی تو خراب تعبیر سے کچھ ضرر لاحق نہ ہوگا کیونکہ اسنے خلاف شرط کی نادانی کی تعبیر دیدی القصہ وزیرون نے جہالت کا جواب دیا چنانچہ ۔ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۔ کہنے لگے کہ یہ اضغاث احلام ہین ۔ اضغاث جمع ضغث بضاد منقوطہ و غین منقوطہ و ثاء مثلثہ ایک مٹھا ہری و سوکھی گھاس کا یا قمیون کا اور مراد یہان یہ کہ کئی طرح کی چیزین خلط ملط ہین ۔ احلام جمع حلم بالضم حاء غیر نقطہ و سکون لام جو سونے مین نظر آوے اور اکثر پریشان خواب کو کہتے ہین اور عموماً کافرون و مشرکون مین یہ اعتقاد ہی کہ دماغ حالت خواب مین بھی متحرک رہتا ہی تو بیداری مین جو صورتین آدمی کے خیال مین نقش ہو کر جمع ہین انھین کو لوٹ پوٹ کیا کرتا ہے اور کبھی دماغ مین کوئی مادہ فاسدہ ہوتا ہے اسکی کیفیت عجیب طرح سے نظر آتی ہی جیسے کوئی شخص سادہ پانی پی گیا یا نزلہ کی شدت ہی یا بلغم بڑھ گیا ہے تو دیکھے گا کہ دریا مین پیرتا ہے یا مینھ برستے مین کھڑا ہی یا جیسے شراب و خیر پی کر سویا اور تیزی سے صفرا پیدا ہوا تو آگ وغیرہ خواب مین دیکھے گا یا کوئی رنگین سُرخ مادہ ہے تو خون کے ہولناک واقعات

دیکھے گا تو اُن کے نزدیک یہ احلام ہیں جنکی کوئی اصل سوائے اسکے نہیں ہوتی ہے۔کلیہ یہ گمان صحیح نہیں ہے ہان یہ صحیح ہے کہ اگر ایسے اسباب ہون تو اسطرح احلام نظر آوینگے ولیکن یہ کہنا کہ بس خواب ہمیشہ یہی احلام ہوتے ہین غلط ہے اور تحقیق اوپر گزری کہ جو لوگ دنیا کے خیالات مین گھرے ہین اور کافر ہین یا گنہگار مسلمان ہین انکو کبھی ایسے احلام نظر آوینگے اور کبھی دنیاوی واقعات آیندہ کے صحیح نظر آوینگے جبکہ روح دماغی کو روح اصلی سے کوئی جھلک مل جاوے اور رہے وہ لوگ جن کی روح اصلی صاف ہے تو انکو دنیا کے آیندہ واقعات بھی صحیح نظر آتے ہین اور اکثر آخرت یا اسکے متعلقات خواب صحیح نظر آتے ہین لیکن کبھی تاویلی ہوتے ہین اور کبھی صریح ہوتے ہین القصہ وزیرون نے یہی کہا کہ یہ تو مختلط پریشان دماغی خیالات ہین۔ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ۔ اور ہم لوگ پریشان خواب کی تاویل سے آگاہ نہین ہین ف یعنی بادشاہ سے عذر کیا کہ ہم کو ایسے احلام کی تعبیر کا علم نہین ہے۔ چونکہ بادشاہ کو اضطراب تھا اور ہول سے اسکو تشویش رہی اور وہان ساقی حاضر تھا اسکو یاد آ گیا حالانکہ وہ ایک مدت تک بھولا رہا تھا پس اُس نے اجازت چاہی کما قال تعالیٰ

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ○ يُوسُفُ أَيُّهَا

اور بولا وہ جو بچا تھا اُن دونین اور یاد کیا مدت کے بعد مین بتاؤن تم کو اُسکی تعبیر سو تم مجکو بھیجو جاکر کہا یوسف اے

الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ

سچے حکم دے اس عذاب مین سات گائین موٹی اُنکو کھاوین سات دبلی اور سات بالین ہری

وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ○

اور دوسری سوکھی کہ مین لیجاؤن لوگون پاس شاید اُنکو معلوم ہو

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا اور کہنے لگا وہ شخص جس نے دونون قیدیون مین سے رہائی پائی تھی یعنی شراب پلانے والا ساقی اس مجلس مین بولا کہ قیدخانہ مین ایک مرد صالح فاضل بڑا عالم عابد ہے مین نے اور باورچی نے اپنے اپنے خواب بیان کئے تھے تو اُسنے نہایت صحیح تعبیر دی جسمین ایک حرف کا فرق نہ تھا ویسا ہی واقع ہوا۔ وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ۔ اور یاد آیا اُس کو بعد ایک اُمت یعنی زمانہ دراز کے۔ اتنے عرصہ تک وہ بتقدیر الٰہی حضرت یوسفؑ کو بھولا رہا۔ ایک قرأۃ مین امہ بکسر اول وآخر ہا بمعنی نسیان ہے اے تذکر بعد نسیان۔ اسکو بھولنے کے بعد یاد آیا اور ایک قرأۃ مین اِمّۃ در آخر تا رفوقانیہ اول کسرہ ہے بمعنی نعمت۔ اول دونون قرأتین جید ہین بحسب المعنی۔ حاصل آنکہ ساقی نے ایک مدت کے بعد یاد کرکے کہا کہ۔ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ مین تم کو اُسکی تعبیر سے آگاہ کرونگا۔ ظاہر یہ ہے کہ اُسنے اسوقت حضرت یوسفؑ کو نہین بتلایا بلکہ کہا فَأَرْسِلُونِ سو تم لوگ بجھے بھیجو یعنی رخصت دیدو تو مین جاکر خبر لاؤن کیونکہ مروی ہے کہ قیدخانہ خاص دار السلطنت مین نہ تھا بلکہ دوسرے شہر مین تھا کذا ذکرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ غرضکہ انھون نے بھیجا اور ساقی حاضر ہو کر محبت کے الفاظ مین حضرت یوسف سے یون عرض کرنے لگا۔ يُوسُفُ اے حضرت یوسف۔ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ۔ اے بڑے سچے۔ أَفْتِنَا ہمکو تعبیر بتلا دو فِي۔ اس خواب کے بارہ مین۔ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ سات گائیان موٹی تازی ہین کہ۔ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ اُنکو کھائے جاتی ہین سات دُبلی ڈانگر گائین۔ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ اور سات بالیان سبز ہین۔ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ اور دوسری سات خشک ہین۔ واضح ہو کہ اس سے معلوم ہو گیا کہ خواب کی تعبیر دریافت کرنے کیلئے دوسرے شخص کو بھیجنا جائز ہے اور اس کام کیلئے سفر کرنا جائز ہے اگرچہ شرعی قصری مسافت نہو یا ہو۔ اور ایلچی کو چاہیئے کہ

ٹھیک انھین الفاظ مین خواب بیان کرے جو بھیجنے والے نے کہے ہین کیونکہ تعبیر مین قیاس و تخمین درست نہین ہے تو کبھی نہین اطمینان ہو سکتا کہ ایک حرف کی تعبیر سے کیا فرق ہو گیا بلکہ وہی الفاظ ادا کرے۔ لَعَلِّیٓ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ ۔ اُمید ہی کہ مین لوگون کے پاس واپس جاؤن قبل کسی واقعہ کے۔ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ اور اُمید ہے کہ وہ لوگ جان لیوین یعنی اس خواب کی تعبیر قبل وقوع کے یا آپ کی شان و منزلت جس سے رہائی ہووے جیسا کہ پہلے وصیت فرمائی تھی۔ اس مرتبہ حضرت صدیق علیہ السلام نے اس سے کوئی درخواست نہین فرمائی کیونکہ اول مرتبہ عتاب آمیز خطاب ہو چکا تھا۔ فی الحدیث۔ اچھا خواب فرشتہ کی جانب سے ہوتا ہے اور مکروہ پریشان غم دنیا از جانب شیطان ہی اور شاید اسکے معنی یہ ہین امور قضا و قدر سے فرشتہ اچھائی کو بطریق خواب کے آدمی کے دل مین الہام کرتا ہی یا اسکے معنوی و برزخی تصویر دکھلا دیتا ہے اور مکروہ مین دشمن شیطان کا غم دینا مقصود ہوتا ہے پھر واضح ہو کہ یہ امر کبھی ظاہر نہین ہو سکتا کہ یہ جو دیکھنے والے نے دیکھا ہی وہ خوشی ہی یا غم ہے لہذا جو لوگ کوئی خواب دیکھکر پریشان ہو جاتے اور اسکو برا سمجھنے لگتے ہین یہ اُنکی جہالت ہے اسلئے کہ ان کو علم تعبیر نہین دیا گیا جس سے اُنھون نے بھلائی و برائی پہچان لی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند کا ذبح دیکھا اور وہ ذبح عظیم سے فدیہ و بلا عظیم یعنی نعمت عظمیٰ تھی علی احد التفسیرین فافہم۔ صدیق وہ شخص جو بڑا سچا ہووے پس اگر یقین و حسن نیت و کمال ایمان و کمال تصدیق احکام الٰہی و نبوت حضرت رسالت پناہی و کمال صدق معاملات مین ہو تو وہ اصطلاحی صدیق ہے جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے کہ ان کے مثل امت مین دوسرا فرد اسوقت نہین ہو سکتا تھا اور اگر خاص خاص امور مین ہو تو انھین امور کی راہ سے صدیق ہوگا اور جو شخص سچ بولنے مین مستقیم ہو وہ بھی صدیق ہی چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ آدمی سچ بولتا ہی اور سچ ہی بولنے کا قصد رکھتا ہی یہانتک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہان صدیق لکھا جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا ہی اور قصد جھوٹ بولنے کا رکھتا ہی یہان تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہان کذاب لکھا جاتا ہی فت۔ و فی العرائس قولہ یوسف ایہا الصدیق صدیق اسوجہ سے کہا کہ غیب کے حالات کامل پورے پورے سچائی کے ساتھ بوحی و الہام بیان فرماتے تھے اور مکاشفہ سے سچ جانتے۔۔ اور عجائب خبرین اپنے سچے مکاشفہ سے بیان فرماتے تھے اور صدیق وہ ہی جو صدیقیت مین مستقیم ہو یعنی صدق کا درجہ اسکو استقامت کے ساتھ حاصل ہو کہ اسمین کبھی حرکت کرے اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ دل پر انوار تجلی نے ظہور کیا اور صدق حاصل ہوا پھر بہار انوار یقین و عرفان نے ظہور کیا یہان تک کہ اسمین یہ ملکہ مستقیم ہو گیا اور خلاصہ اسکا یہ ہوتا ہی کہ ایک حالت یکسان ہی اور سچائی کے ساتھ احوال یکسان صحیح رہین۔ شیخ ابو حفص نے فرمایا کہ صدیق وہ ہوتا ہے کہ جس طرح ظاہر مین ہی ویسا ہی باطن مین ہو یعنی ظاہر و باطن مین کچھ فرق نہو اور مترجم کہتا ہو کہ مراد یہ ہی کہ ظاہر مین صلاحیت و تقوی کا اظہار ہو ویسا ہی باطن مین ہو۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ صدیق کا ادنی درجہ ہی لہذا جیسے متقی کیلئے درجات ہوتے ہین ویسے ہی صدیق کے لئے بھی مدارج درجات ہین چنانچہ جو کوئی اسلام لایا اگرچہ وہ گنہگار رہو بہ نسبت مشرک کے کافر کے متقی ہی کیونکہ اسنے شرک کرنیسے اتقا رکیا یا دائمی عذاب الیم سے پرہیز کیا۔ اور بعض نے فرمایا کہ صدیق وہ ہی کہ جس کے قول و فعل و عزم و نیت اور لوگون کے ساتھ اسکے معاملات اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکے عہد و پیمان سب سچ ہون مترجم کہتا ہی کہ جس کے معاملات و افعال مین خطا واقع ہو جائے لیکن وہ ہمیشہ سچائی کا قصد و عزم رکھتا ہو تو اسکا حکم معلوم نہین ہوا اور ظاہرا حدیث شریف متذکرہ بالا سے وہ بھی صدیق ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بعض نے فرمایا کہ صدیق وہ ہی جسکے قول و فعل موافق ہون اور جو حالت اپنی ظاہر کرے ویسا ہی باطن مین بھی ہو اور مترجم کہتا ہو کہ ظاہرا یہ شرط ہوگی کہ ظاہری افعال اسکے سب صلاحیت پر

ہوں فسق وفجور نہ ہوں پس منافق وہ ہے کہ ظاہر میں صالح و باطن میں فاسق ہو اور یا اسکی تاویل وہی ہو جو اوپر مترجم نے متقی کی نظیر میں ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔ شیخ ابن العربی رحمہ اللہ نے کہا صدیق کی مثال میں حقیقی ایک فرد حضرت ابوبکر الصدیق ہیں کہ دوسرا صدیق انکے مثل نہیں ہوسکتا ولیکن صفت یہ ہوگی کہ وہ دونوں جہان کو دیدار حق پر قربان کردے چنانچہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر یعنی اپنے صدیق سے پوچھا کہ تم نے اپنے واسطے کیا باقی رکھا ہے یعنی گھر کے تمام مال و متاع میں سے سب خیرات کیا کچھ اپنے واسطے باقی رکھا ہے وہ کسقدر ہے تو جواب میں عرض کیا کہ میں نے اپنے واسطے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کو رکھ لیا ہے۔ قال المترجم ہذا استنباط جید۔ واللہ اعلم۔ القصہ

جب خواب بیان کیا تو حضرت صدیق نے تعبیر مع تدبیر بیان فرمائی۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝

کہا تم کھیتی کروگے سات برس لگ کر سو جو کاٹو اسکو چھوڑ دو اسکی بال میں مگر تھوڑا جو کھاتے ہو

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝

پھر آویں گے اس پیچھے سات برس سختی کے کھا جاویں جو رکھا تم نے انکے واسطے مگر تھوڑا جو روک رکھو گے

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ۝ ع

پھر آویگا اس پیچھے ایک برس اسمیں مینہ پاوینگے لوگ اور اسمیں رس نچوڑیں گے۔

ع ۱۶

قَالَ حضرت صدیق علیہ السلام نے تعبیر خواب کو اسطرح فرمایا کہ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ کھیتی کروگے سات برس۔ اور کہا گیا کہ بمعنی امر ہے ازرعوا یعنی سات برس تم کھیتی کرو لیکن امر کو بصیغہ مضارع بیان کیا اور یہ مبالغہ ہے جیسے قولہ تومنون باللہ والیوم الآخر وتجاہدون الآیۃ۔ اور غرض مبالغہ کی یہ ہے کہ اسوقت جس کام کا حکم دیا جائے وہ مخاطب کو کیا معلوم کہ ہوگا یا نہ ہوگا تو خوب یقینی کردیا کہ ضرور تم ایسا کروگے اگرچہ تمہارے دل میں اسوقت یہ بھی ہو کہ یہ کرنے کا حکم دیتا ہے ہم نہ کریں گے یا شاید کریں یا نہ کریں تو وحی الٰہی تعالیٰ سے غیب کا حال بیان کردیا کہ کرو اور تم ضرور ایسا کروگے اگر سمجھے وہم ہو کہ یہ تو بعارالبول چال ہے کہ غیب کا حال جب کوئی پیغمبر برحق بیان فرماتا ہے تو یہی معنی ہیں کہ ایسا ہوگا تو اسکو صیغہ امر کیوں کہتے ہو تو جواب یہ ہے کہ خود آگے فرمایا کہ فذروہ اسکو چھوڑ رکھو اور یہ صیغہ امر ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں بھی یہی مراد ہے ورنہ تقریر خوب مربوط و مناسب نہ ہوگی بخرضکہ فرمایا کہ کھیتی کروگے سات برس۔ دَاَبًا بسکون الف اور ایک قراۃ میں بفتحتین حال ہے دائبین یعنی متوالیین درحالیکہ پے در پے ہوگا یعنی ہمیشہ کی عادت کے موافق ایسا کرو اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے یہ کہ برابر کوشش سے یہ کام کرنا چاہیئے پس دَاَبًا مفعول مطلق ہوسکتا ہے کہ تدابون دابا۔ یا تقدیر ادابوا الزراعۃ دابا۔ اور دونوں کیلئے یہاں قرینہ ہے پہلے قول کا قرینہ تو ظاہر ہے کہ علم غیب کے خبر دینا بطریق مبالغہ یوں ہوا کہ تم سات برس برابر زراعت کروگے اور دوم کا قرینہ یہ ہے کہ آیندہ قصہ میں بادشاہ نے یہ کام مُعین کے حوالہ کردیا کہ جس کوشش سے آپ چاہتے ہیں خود اہتمام فرمایئے۔ سراج میں لکھا کہ یہ سات موٹی تازی گائیوں اور سات سبز بالیوں کی تعبیر ہے۔ پھر بیان ایک تدبیر نظر شفقت جو انبیاء علیہم السلام کی عادت ہوتی ہے بیان فرمائی کہ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖ پس جو تم کاٹو یعنی گیہوں یا جوار باجرا وغیرہ جو کھیتی پک کر کاٹو تو اسکو چھوڑ رکھو اسی کی بالیوں میں یعنی تاکہ وہ خراب نہ ہوجاوے اور گھن وغیرہ نہ لگجاوے کیونکہ وہ اپنی بال میں خوب رہیگا اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ یا استثنا اسقدر قلیل مقدار کے اسمیں سے نکالو جو تم کھاؤگے یعنی جس اناج میں سے کھانا مقصود ہو اسمیں سے بقدر حاجت دانہ صاف کرالو

اور باقی بالیون مین رہنے دو۔ پھر تعبیر شروع کی ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ - پھر آوینگے بعد ان سات برسون کے جنمین کھیتی کروگے اور
سات برس شِدَادٌ سخت یعنی قحط کے کہ بالکل خشکی ہوگی کچھ تازگی نہوگی۔ یہی سات خشک بالیان وسات دُبلی گائیان ہین جو موٹیون
وسبز کو نگلے جاتی تھین یَّاْكُلْنَ - یہ ساتون قحط کے سال کھا جاوینگے مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ - وہ سب جو تم نے اُنکے لئے پہلے ذخیرہ کررکھا تھا
یعنی پہلے سات سال کا کھیتی کا ذخیرہ اور ہری بھری بالیان۔ ان برسون کو کھا جانے والا بیان کیا تاکہ جلد سمجھ مین آجاوے کہ سات دُبلیان
سات موٹیون کو کھائے جاتی تھین۔ حالانکہ ان برسون مین لوگ ہی اپنا ذخیرہ کھاتے تھے اور مترجم کہتا ہو کہ ہر چیز عالم مین کھانیوالی ہے
اور ہر چیز دوسرکیلئے ماکول غذا ہے اور یہ حقیقت بیان مین اسواسطے نہین آتی ہو کہ ہم لوگون کی سمجھ اسقدر رکتی و پاکیزہ وصاف نہین ہے
ولیکن یہ یاد مین رہنا چاہئے تاکہ وقت پر دل مین دلیل روشن ہو جاوے الغرض کہا کہ یہ قحط کے سال ان سب برسون کو کھا جاوینگے جو
پہلے موجود تھے - اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ - باستثنائے قلیل مقدار کے ذخیرہ مین سے جو تم بیجون کی غرض سے محفوظ کررکھو یعنی
آخری حد پریشانی وناامیدی کی یہان تک ہوجائے گی کہ صرف بیجون کی قدر بمشکل بچا دیگا کہ اگر آئندہ سال قحط ہو تو بالکل فاقہ
ہوجانے کا خوف ہو ولیکن رحمت الٰہی عز وجل نے اپنے مخلوق کو باقی رکھا چنانچہ فرمایا - ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ - پھر اسکے بعد
یعنی ایام قحط کی مصیبت کے بعد آویگا ایسا ایک سال کہ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ - جسمین غیث دیئے جاوینگے لوگ - غیث کثرت سے باران
جو پیداوار کیلئے نہایت مفید ہوئے بعض نے کہا کہ یغاث از غوث بمعنی فریادرسی ہو تو معنی یہ ہونگے کہ اس سال مین بندون کی دستگیری فرمائی
جاویگی یعنی حق تعالیٰ قحط زدہ لوگون کی فریاد پر ان کو رحمت عطا فرماویگا ولیکن دل اول ہی ہو بدلیل قولہ - وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ - اور اس
سال مین لوگ شیرہ نچوڑین گے اور کہا گیا کہ یعصرون بادلون کے مینہ سے بوجھل ہونے کے اشتقاق مین ہو یعنی سحابات معصرات
ان پر سایہ کرین گے ف یہان قولہ ثم یاتی من بعد ذلک عام الآیۃ - کو تعبیر خواب مذکور سے تعلق نہین ہے بلکہ خواب کی تعبیر تو سات
سال فراخی وسات سال قحط پر تمام ہوگئی اور یہ سال نہایت فراخی کا آنحضرت علیہ السلام نے بطریق بشارت کے ذکر فرمادیا۔ بیضاوی
وغیرہ نے ذکر کیا کہ شاید اس قرینہ سے کہ عادت الٰہی جاری ہے کہ بعد سختی کے راحت عطا فرماتا ہو مگر مترجم کے نزدیک یہ امر بہت
مستبعد ہو خصوص قطعی خبر غیب مین کہ وہان اٹکل دو وجہ سے حرام ہے اول اخبار غیب اور دوم قطعی بیان اٹکل سے۔ فافہم۔ اور لکھا کہ شاید
اس قرینہ سے قحط کی انتہار فراخی پر ہوتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ہان قحط کی انتہار فراخی پر معلوم ہے مگر یہ صفت کیونکر معلوم ہوئی
کہ فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون۔ علاوہ ازین قحط کا خاتمہ فراخی پر ہونا ان لوگون کو بغیر بتلائے معلوم تھا کیونکہ یہ مقدمہ تو بدیہی
ہے کہ قحط ختم ہوا تو اسکا نقیض آیا۔ اور لکھا کہ اور شاید وحی سے معلوم کرکے بتلایا ہو اور مین کہتا ہون کہ صریح صاف بات یون فرمائی
جائے کہ بدلیل قولہ یعلمک من تاویل الاحادیث اور بدلیل قولہ تعالیٰ ذلک مما علمنی ربی۔ یہ سب بتعلیم الٰہی سبحانہ تعالیٰ واقع ہوا ہو ف
قولہ تزرعون سبع سنین دأبا - سے معلوم ہوا کہ آدمی کو عالم اسباب مین بدون نظر کرنے سبب کے یا اسپر اعتماد کرنے کے کوشش کرنا چاہیئے
اور بحکم قولہ فذروہ فی سنبلہ - سے معلوم ہوا کہ تدبیر کرنا اصلاح کی غرض سے مامور بہ ہو اور یہ تقدیر سے منافی نہین ہو بلکہ حسن نیت پر
ثواب ملیگا اور قولہ الا قلیلا مما تاکلون - ہدایت وارشاد ہو کہ کھانے پینے مین اسراف سے فضول خرچ نہ ہو اور یہ حکم کلام الٰہی مین صریح
منصوص ہو اور واضح ہو کہ کھانے کی تین صورتین بیان ہوئی ہین اول تین لقمہ اور یہ صالحین اتقیا کے آداب مین ہو۔ دوم تہائی پیٹ
کھانا اور تہائی پانی اور تہائی سانس یعنی یاد الٰہی کے لئے خالی چھوڑنا اور یہ ایک حدیث مین منصوص ہو اور اسی پر عموماً اہل ایمان کا عمل رہا

سوم شکم سیری سے کم اور یہ مباح ہی چہارم شکم سیری کو بعض نے حرام کہا اور بعض نے یہ حد مباح کی قرار دی اور سیری سے زائد حرص کو حرام کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور موٹائی کے لئے کھانا دو طرح کا ہے اول پسندیدگی موٹائی و پہلوانی کی تو یہ بحکم حدیث یحبون السمانۃ ۔ اور بحدیث یشیع فیھم السمن کے حرام ہی اور صحیح حدیث میں ہی کہ قیامت کے روز بڑا موٹا لحیم شحیم لایا جائے گا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی قدر مچھر کے پر کے برابر نہ ہوگی اور دوم لاغری و ضعف کے دور کرنے کیلئے بغرض اصلاح دماغ و درستی حواس و قوت عبادت کے ہو تو یہ جائز اور بعض صورتون مین مستحب اور جسپر جہاد فرض ہو اسپر واجب ہے ۔ اور ابراہیم بن ادہم اور ایک جماعت صالحین سے مروی ہے کہ کھانے مین اسراف نہین ہی یعنی جسقدر لوگ کھاوین یا اُنکو کھلاوے اسراف نہین ہی ورنہ فتاوی وغیرہ مین شکم سیری وغیرہ کا مسئلہ صحیح ہے اور حدیث صحیح مین ہی کہ مومن ایک آنت مین کھاتا ہی اور کافر سات مین کھاتا ہی یہ اشارہ اسکے حرص کا ہی قولہ الا قدمتم لہن ۔ مین جواز ہے کہ آدمی کسی قحط ضرورت کیواسطے کچھ ذخیرہ رکھ چھوڑے اور واضح ہو کہ زیادہ بحث اسکی قولہ الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ الآیۃ مین گذر چکی ہی اور زکوٰۃ ادا کرنے پر محمول ہونا اکثرون کا قول ہی اور بعض نے تورع کی راہ سے مطلقاً ذخیرہ سے اجتناب فرمایا ہی اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم سونا و چاندی کچھ ذخیرہ نہین فرماتے تھے اور بحرین سے جو کثیر مال آیا اسکو اُسی روز تقسیم فرما دیا ایک درم بھی نہین رکھا اور برابر آپ کا یہی دستور تھا اور اس مقام پر اناج کے ذخیرہ کا ذکر ہی تو صحیح حدیث سے ثابت ہی کہ آنحضرت صلعم اپنے عیال کیلئے ایک سال کا روزینہ رکھ دیتے تھے اور یہین سے کہا گیا کہ جو کوئی زراعت کا پیشہ کرے ایک سال کا قوت رکھے اور نوکر ماہواری ایک ماہ کا اور کرایہ والا بدستور کرایہ کی سہ ماہی یا ششماہی یا ماہواری چنانچہ عموماً دستور تو اس زمانہ مین ماہواری ہی اور قولہ الا قلیلاً مما تحصنون سے نکلا کہ عیال کی تنگی ایسی صورت مین جائز ہی کہ نفقہ سے عام ضرر لاحق ہو بدلیل اسکے کہ احسان خاص طریقہ سے نگہداشت ہی ۔ اور بعض روایات مین ہی کہ جو کوئی عاشورا کے روز اپنی عیال پر وسعت دیوے اللہ تعالیٰ سال بھر اسکے لئے وسعت فرماتا ہی ولیکن شیخ ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوع کہا اور لکھا کہ حضرت امام المومنین حسین بن علی علیہما السلام کے قاتل یزیدیون نے اسکو بنایا ہی اور بعض متاخرین نے کہا کہ نہین اسکی قوت ثابت ہوئی ہی ۔ اور عاشورا کے روز شکریہ کا روزہ تو صحاح مین منصوص ہی پس اگرچہ آنحضرت صلعم کو شہادت جگر گوشہ نبوت حضرت امام حسین علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام کی اطلاع تھی مگر اسکی تعزیت کا کوئی طریقہ آپ سے مروی نہین ہی اور عوام جو اس روز نصف روز کا روزہ رکھتے ہین یہ بدعت حرام ہی اور بعضے بوجہ فاقہ حضرت امام رضہ کے دو روز نوین و دسوین کا روزہ رکھتے ہین اور اس نیت سے بھی حرام ہی اور پوشیدہ نہین کہ دنیائے ملعونہ سے باکرام شہادت فرشتون کے پرون پر تاج شاہانہ کے ساتھ سلطنت آخرت کے تخت پر بیٹھنے کیلئے جانا محرم کی دسوین تاریخ کو واقع ہوا تھا پس جو آخرت پر آنکھون دیکھنے سے زیادہ یقین رکھتا ہی وہ اپنے سرتاج حضرت امام کیلئے شکر ادا کریگا اور پلید یزید اور اُسکے گروہ کی خواری پر افسوس کریگا کہ مردود ہوے اور اس سے زیادہ واویلا اور بدعات منکرہ سب آخرت سے انکار و دنیاوی حیات پر جان نثار ہونے پر مبنی ہین اور حضرت امام رضہ کی اقتدار کا اگر خیال ہی تو پہلے اس امر کو دیکھئے کہ حضرت سید اہل الجنۃ علیہ السلام نے کسطرح دنیا کو ترک کیا اور آخرت کو اختیار کیا ۔ اور کس استقلال سے شربت شہادت پر متواتر روزہ افطار فرمایا اور کس طرح حضرت خلاق علیم کے حفظ و رعایت پر اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کو چھوڑا اللھم اجعلنا من احبہ واتبعہ وفاز فوزاً عظیما ۔ اور واضح ہو کہ حکمت آلٰہیہ قحط و فراخی مین کسی قیاسی قاعدہ پر ہمکو معلوم نہین ہو سکتی ہان البتہ زکوٰۃ جب روکی جاوے یا زنا کیا جاوے تو قحط و خشک سالی اور وبا پیدا ہوتی ہی جیسا کہ بعض نے استنباط کیا ہی لیکن ظاہر

نہین ہو کہ ان دونون وجہ کے سوائے قحط وبا ہووے کیونکہ حکمت آلہیہ ادراک بشر سے خارج ہے۔ اگر وہم ہو کہ عموماً جن ملکون مین زکوۃ کا اعتقاد وعمل ہی نہین ہو یا زنا ایک خلاف قانون یا علانیہ ہونا خلاف تہذیب سمجھنے کے سوائے کچھ خیال نہین کیا جاتا ہو وہان تو کبھی ایسا نہین ہوتا ہے تو جواب یہ ہو کہ یہ وہم فقط نادانی سے پیدا ہوا ہو اسکو سمجھنا چاہیئے کہ کفر کے لئے تمام دنیا وما فیہا سب وقف ہے اور اسلام کے لئے بقدر عبادت وجواز شرع کے مباح ہے اور بانتہ نیت کفر کے حرام ہے تو جو لوگ اسلام لائے یا ابھی کافر ہین مگر اُن پر کوئی پیغمبر حق بھیجا گیا تو ان کو بحالت فسق وفجور یا سرکشی کے ایسی چیزون سے تنگ پکڑا جاتا ہے تاکہ عبادت وطاعت پر قائم رہین یا اسلام لاوین جیساکہ قولہ تعالیٰ ولوان اہل القری آمنوا الآیات سابقہ ولاحقہ مین قرآن مجید کے اندر مصرح منصوص ہو کہ اگلی امتون کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوا اور جب وے بالکل کافر ہونے پر اصرار کر گئے یا جو اسلام میں تھے بحقیقت نکل گئے نام صورت کے مسلمان رہ گئے تو انکا آخرت کا حصہ بھی اللہ تعالیٰ انکا خالق رب العالمین انکو دنیا مین دیدیتا ہے حتی کہ ان کو بہت زیادہ فراخی اور وسعت حاصل ہوجاتی ہو پھر موت کے وقت انکی گرفتاری سخت وشدید ہو لقولہ تعالیٰ فاخذناہم بغتۃ فاذاہم مبلسون۔ توحاصل یہ ہوا کہ جن لوگون کی صورت فقط مسلمانون کی سی ہو اور دل انکا کافرون کے مشابہ یا مثل ہو تو انکی زکوۃ نہ دینے سے یا ان مین زنا پھیلنے سے اس باعث سے قحط یا وبا نہ ہوگی ہان کسی حکمت خاصہ سے آوے تو اسکا علم حق تعالیٰ عزوجل کو ہو اور اسی طرح جن ملکون مین محض کفر واسپر اصرار ہے اور وہان ایمان کا وجود ہی نہین ہو تو ان کافرون پر بھی انکے دنیاوی چال چلن کے موافق آسودگی فراخی وتندرستی ہوگی اور دنیاوی چال چلن سے یہ غرض ہو کہ لوگون پر انکی حکومت اگر ظلم وجبر کی ہوگی تو ظالم کو روز بروز تنزل ہوتا ہے اور اگر لوگون کو آرام دینے اور اُنکے رزق کشادہ کرنے وہر طرح حفاظت کرنے کے طور پر ہوگی تو وے آسودہ وتندرست رہین گے پھر جو چیز اُنھون نے اختیار کی تھی یعنی دنیا اسکا خاتمہ انکی زندگی پر ہو پس فوراً جان نکلتے ہی سخت عذاب مین پڑجاوین گے اور یہ جو مین نے ذکر کیا ہو یہ آیات واحادیث مین مصرح موجود ہو پھر یہ جو ہم نے کہا کہ قحط وفراخی کی حکمت خاص علم آلہی مین ہو اسکا اشارہ بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت کا جو فرعون تھا وہ مرد عادل وآخر مسلمان ہوگیا اور سات سال فراخی وسات قحط کے دئیے اور پھر ایک سال نہایت فراخی کا دیا اور جب قریش نے آنحضرت صلعم سے متواتر انکار کیا تو آپنے بددعا فرمائی کہ اے پروردگار انپر سات برس کا قحط مثل ہفت سالہ قحط یوسف علیہ السلام کے اُتار دے چنانچہ یہی ہوا حتی کہ لوگون کی نظرون مین آسمان دھوان دھار معلوم ہوتا تھا وقال تعالیٰ۔ یوم تاتی السماء بدخان مبین الآیۃ۔ اور ایسے ہی یہود مدینہ بسبب ناحق عداوت کے باوجود معرفت کے قحط وبلا مین گرفتار ہوئے جیسے دولتمندی پر نازان تھے خسر الدنیا والآخرہ ہوگئے اور سابقین امتون پر اصرار کفر کی حالت مین بہت فراخی دیدی لقولہ فتحنا علیہم ابواب من السماء الآیۃ۔ اور واضح ہو کہ جس طرح فسق وفجور سے مسلمانون پر سختی ہوتی ہو اسی طرح حسن طاعت وعبادت واخلاص نیت واختیار آخرت وترک لذات دنیا کی صورت مین تمام دنیا انکے پیچھے پیچھے لگادی جاتی ہو اور وے اسکو پھٹکارتے رہتے ہین اور جو کوئی ایمان کسی قدر ضعف کے ساتھ رکھتا ہو یعنی فسق کرتا اور دنیاوی عیش بھی چاہتا ہو تو وہ دونون جگہ یعنی دنیا وآخرت دونون کی نعمت سمیٹتا ہو لہذا دنیا کے پیچھے دوڑتا ہو اور وہ اس سے بھاگتی ہے پس قدر مقدر پاتا ہے اور اوقات ضائع کرتا ہو بالآخر اسکو آخرت کا حصہ دیا جائیگا اور یہ سب فضل آلہی ہو جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب مین کہتا ہون کہ تمام ثروت جواہرات سونا چاندی گھوڑے ہاتھی مکان واسباب جملہ چیزین جن پر ناموری وعزت دنیاوی منحصر ہے حالت قحط مین محض بیکار رہین جبکہ کچھ پیداوار نہ ہو اور پیداوار

کی صورت مین درحقیقت انسان کا حصہ اسمین سے اسی قدر ہے کہ کچھ قلیل اپنے پیٹ مین ڈالے یعنی اسی قدر کہ جسقدر اہل مصر کی نسبت فرمایا تھا کہ
الا قلیلا مما تاکلون - پھر جو کچھ پیٹ مین ڈالا وہ بھی کچھ دیر تک لٹے رہا پھر ایک نجس شکل مین بہا دیا کہ درحقیقت اسکے واسطے کوئی تجارت نہین
ہی آیندہ وہ ہیچ ہے کچھ تعلق اس سے نہین رکھتا اور جو کچھ ایک ہی آدمی نے خیال کیا کہ عمدہ جوہر اسکے بدن کا جزو ہو گیا وہ سالہا سال
جمع کر کے آخر گڑھے مین دبا گیا اور ایسا بدبودار سڑا کہ زندہ اُسکے سونگھنے سے قریب مرگ ہو جاوے اللھم غفرانک فانا لجاہلون - اور
حدیث مین ہے کہ آدمی بکا کرتا ہے کہ میرا مال میرا مال اور ہے اسکے مال سے کیا سوائے اسکے جو کھا کر برباد کیا یا پہنکر پھاڑ دیا اور یا خیرات کر کے
اپنے لئے ذخیرہ کر لیا اور مترجم نے مقدمہ فتاوی مین اس حدیث کی فقہ کو بتفصیل نفیس بیان کر دیا ہے - فافہم واللہ الہادی الی سبیل الرشاد والقصہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے اسکو تعبیر دیدی اور وہ رخصت ہو کر چلا گیا اور بادشاہ وغیرہ سے بیان کیا تب بادشاہ نے طلب کیا - کما قال تعا-

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ
اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اسکو میرے پاس پھر جب پہونچا اُس پاس بھیجا آدمی کہا پھر جا اپنے خاوند پاس اور پوچھ اُس سے کیا حقیقت ہے ان عورتون کی
الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ
جنہون نے کاٹے ہاتھ اپنے میرا رب تو ان کا فریب سب جانتا ہے کہا بادشاہ نے عورتون کو کیا حقیقت
اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ
تمہاری جبکہ تم نے پھسلایا یوسف کو اُسکے جی سے بولیان حاشاللہ ہم کو معلوم نہین اُس پر
مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ
کچھ برائی بولی عورت عزیز کی اب کھل گئی سچ بات مین نے پھسلایا تھا اسکو اسکے جی سے اور وہ تو
الصّٰدِقِیْنَ ۝ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۝
سچا ہے یوسف نے کہا یہ اسواسطے کہ وہ شخص معلوم کرے کہ مین نے چوری نہین کی اس عزیز کی چھپکر اور یہ کہ اللہ نہین چلاتا فریب دغابازون کا

وَقَالَ الْمَلِكُ - اور بادشاہ نے کہا کہ ائْتُوْنِیْ بِهٖ - میرے پاس اسکو لے آؤ - شاید یہ غرض ہو کہ مین خود اسکی زبان سے سنون یا
ایسے نیک آدمی کا اکرام کیا جاوے جیسا کہ بیضاوی و سراج وغیرہ مین مذکور ہے اور ظاہر یہ ہے کہ قید سے رہائی دینی مقصود تھی یعنی اسکو
قید سے رہا کرو اور یہ منزلت دو کہ میرے دربار مین حاضر ہو کہین چلا نہ جاوے اسیواسطے یہ ہوا کہ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ - جب بادشاہ
کا ایلچی خواہ ساقی ہو یا اور کوئی ہو یوسف پاس آیا یعنی بلانے کو آیا چونکہ اسمین رہائی مضمر تھی لہذا قَالَ یوسف نے کہا کہ ارْجِعْ
لوٹ جا - اِلٰی رَبِّكَ اپنے آقا کے پاس - فَسْئَلْهُ - اور اس سے دریافت کر یعنی بطور میرے پیغام کے اُس سے پوچھ کہ - مَا بَالُ
النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ - کیا حقیقت ہے ان عورتون کے حال کی جنہون نے کاٹ ڈالے تھے اپنے ہاتھ - یہاں چند
باتین سمجھنا چاہیئے اول یہ کہ جو شخص بلانے آیا تھا اُسکے ساتھ نہین گئے بلکہ یہ سوال پیش کیا اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ سے روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نحن احق بالشک من ابراہیم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتی الآیۃ - ویرحم اللہ لوطاً
لقد کان یاوی الی رکن شدید ولو لبثت فی السجن طول ما لبث یوسف لاجبت الداعی - یعنی ہم زیادہ مستحق ہین شک کے ابراہیم کی
بنسبت جبکہ انہون نے کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی اور رحم فرمائے اللہ تعالی لوط پر کہ البتہ ٹھکانا لیتا تھا رکن شدید کی جانب اور اگر

مین قید مین پڑا رہتا اسقدر دراز مدت کہ یوسف پڑا رہا تھا تو بلانیوالے کا کہا مان لیتا علمار نے لکھا ہی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالی عزوجل کی عظمت وکبریائی اور اسکے امتحان کی بڑائی وبزرگی کے مقابلہ مین تواضع کے طور پر اگلے انبیائے اولوالعزم کے مصائب امتحان مین ثابت قدمی بیان فرمائی یعنی یہ مقولہ آپکا بطریق تواضع ہی جو صفت محمود ہی ورنہ دوسری صحیح حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالی کی راہ مین جو مصائب مجھ پر گذرے وہ کسی پیغمبر پر نہین گذرے ہین اور تجھے یہ وہم نہو کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن مین کیڑے ہوگئے تھے کیونکہ معاملات آلہی وخطرات نفس وطرق قبولیت ایسے باریک ہین کہ ظاہری صورتین جن کو ہم لوگ بہت مصیبت سمجھین وہ ہنوز کسی متقی اہل دل سے دریافت کے قابل ہین چنانچہ نظیر اسکی جہاد ہی کہ تلوار سے کفار کے ساتھ مقاتلہ کرنے کی سختی کو چھوٹا کہا اور ہر وقت نفس وخطرات شیطان سے مجادلہ کرکے راہ مستقیم پر استقامت کو بڑا جہاد فرمایا ہی حالانکہ ہماری نظر کا آدمی اسکے برعکس خیال کریگا فافہم اور امام احمد کی روایت مین ابو ہریرہؓ کی حدیث اسطرح ہی کہ اگر بجائے یوسف کے مین ہوتا تو جلد ہی سے بلانا قبول کرلیتا اور اپنی بریت کا عذر نہ ڈھونڈھتا اور عکرمہ سے مرسل روایت ہی کہ مین تعجب کرتا ہون یعنی مجھے اللہ تعالی کا انعام جو یوسف پر ہوا تھا بھلا نظر آتا ہی کہ اچھا صبر وکرم کیا اور اللہ تعالی اسکو بخشے کہ جب اس سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو ذاتی کرم سے بتلادی اور اگر بجائے اس کے مین ہوتا تو نہ بتلاتا یہان تک کہ پہلے شرط کرلیتا کہ مجھے قید سے نکالو اور مجھے تعجب آیا یوسف اور ان کے صبر وکرم پر اسکو اللہ تعالی بخشے جبکہ اسکے پاس بادشاہ کا ایلچی بلاتے آیا تھا اور اگر بجائے اسکے مین ہوتا تو دروازے کی طرف سے آگے ہوتا لیکن یوسف نے یہ چاہا تھا کہ تہمت سے اسکا چھٹکارا ہوجاوے مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین ہر بار فرمایا کہ اللہ تعالی اسکو بخشے اور یہ لطیف اشارہ اہل دل وصاحب فہم فقیہ کیواسطے ہی جسکو اس حدیث کی حکمت دریافت ہو جسمین اپنی پاکیزہ ذات کے واسطے ظاہر مین انکسار فرمایا ہے حالانکہ خود افضل الرسل تھے اور شان توحید مین قید از جانب حق عزوجل دنیائی بھی از جانب حق عزوجل اور برات باعلان حق عزوجل ہی کیونکہ قلوب قبضۂ قدرت آلہیہ مین ہین کوئی خطرہ خود نہین کرسکتے ہین اسیواسطے متقی مرد صالح کے حق مین طویل حدیث مین یہ مضمون ہی کہ لوگ اسکے ساتھ ابتدا مین عداوت کرتے ہین یعنی شیطان ان لوگون کو برانگیختہ کرتا ہی حتی کہ محل امتحان وآزمایش مین اسکو ہر طرف سے پریشانی ہوتی ہی یہان تک کہ جب وہ استقامت پر قائم رہتا ہے تو درجۂ احسان پر فائز اور اللہ تعالی کے حکم سے فرشتہ ندا فرماتا ہی کہ فلان بندے کو اللہ تعالی محبوب کہتا ہے تو آسمان والون کی طرح زمین والے بھی اسکو دوست رکھین پس اسکی محبت کا بیج تمام شائستہ قلوب مین جم جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ قلوب عداوت یا محبت مین حکم آلہی عزوجل اپنے خالق کے مسخر ہین پس محل امتحان سے جہان تک جلدی ہوسکے مبادرت کرنا چاہیئے فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب- بالجملہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ایلچی کے ساتھ نہ جانا اس غرض سے تھا کہ لوگون کے دلون مین کوئی شبہہ تہمت کا نہ رہے کیونکہ ابتدا مین طفل گہوارہ کی شہادت وغیرہ سے لوگون کے دلون مین استحکام تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بری ہین چنانچہ قولہ امرأۃ العزیز تراود فتاہا عن نفسہ قد شغفہا حبا سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ الزام زلیخا پر لگاتے تھے لیکن پھر جب خاص لوگون نے مشورہ کرکے ان کو قید کیا تو احتمال ہوا ہوگا جسکے دفع ہونے اور پوری بریت ظاہر ہونے کی غرض سے جانے مین عذر کیا جیسا کہ حدیث مذکورۂ بالا سے یہ توجیہ ظاہر ہوتی ہی- یہان سے بعض علمار نے کہا کہ تہمت سے بچنا اور مواقع تہمت سے گریز کرنا انسان پر لازم ہی اول بیشک مواقع تہمت سے بچاؤ مین بہت صلاح اور بے پروائی مین بڑے مفاسد ہین کیونکہ لوگ اسکی غیبت وتہمت سے گنہگار ہونگے جسکا یہی باعث ہوگا تو

یہ بھی معصیت کا شریک بلکہ خود سبب ہو گیا اور اگر عالم ہی تو اسکی اقتدا مین فتور ہو گا اور صحیحین مین حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کا قصہ مذکور ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف مین شام کو بغرض دیدار آنحضرت صلعم تشریف لائین اور تاریکی مین دو مرد صحابہ نے آپکو ام المومنین سے باتین کرتے دیکھکر واپس ہونے کا قصد کیا تو آپنے انکو آواز دیکر بلوایا اور فرمایا کہ یہ عورت صفیہ ہی یعنی میری پاک بی بی اور تم سب کی پاک مان ہی تو انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی شان مین ہم کو شبہہ ہوتا پس آپنے موقع تہمت سے اسقدر اہتمام کیا اور نہایت پیار شفقت سے ایسا کہا کیونکہ شاید شیطان کسی وقت غفلت پاکر ان دونون کے دلون مین کچھ دغدغہ دیتا جس سے یہ نتیجہ بہت سخت پیدا ہوتا کہ اللہ تعالی کے پاک مقدس پیغمبر افضل الانبیاء والرسل بلکہ خیر الخلائق اجمعین کی طرف ایسے وسوسہ سے اُنکے قلوب بہت بگڑ جاتے جسکی اصلاح بہت دشوار ہو جاتی تو آپنے کمال شفقت سے چاہا کہ ان پر شیطان کسی طرح قابو نہ پاوے اور اسی پر مبنی ہے مسئلہ فقہ کہ جو شخص مسجد مین ہوا اور اذان دی گئی اور لوگون مین معروف نہین ہی کہ یہ فلان شخص کسی دوسری مسجد کا امام ہی یا مانند اسکے تو اسکو نماز پڑھنے سے پہلے نکلنا نہین چاہیئے تاکہ اسکی نسبت تہمت نہو کیونکہ تہمت کے موقع سے پرہیز واجب ہی اور اسی پر مبنی ہی یہ مسئلہ و اسکے نظائر کہ کسی مومن و عالم کو روا نہین ہی کہ شراب خانہ مین جاوے اگرچہ اسکی نیت اسکے قبیح جلسہ دیکھنے کی ہو اور علی ہذا عالم ایسی مجلس مین شریک نہین ہو سکتا جہان ممنوعات ہون اور اسی وجہ سے آجکل نکاح کی دعوتین یا ایسی دعوت جسمین ممنوع فعل ہو رد کرنا جائز بلکہ بعض صورتون مین واجب ہی دوسری بات اس مقام پر یہ ہی کہ حضرت یوسف علیہ السلام بطریق ظلم کے قید تھے ولیکن نکلنے سے انکار کیا تو مسئلہ معلوم ہوا کہ مظلوم اگر انفصال و تحقیق مقدمہ تک مشکل کے ساتھ طاعت پر صبر کرے اور تحقیق کا امر لیوے تو جائز ہے۔ تیسری بات قولہ ارجع الی ربک۔ سے معلوم ہوا کہ آقا و سردار کو رب کہنا بطریق مجاز جائز ہے یعنی ظاہری صورت مین جسکے ذریعہ سے پرورش ہوتی ہو اسکے ساتھ غریب پرور وغیرہ کا استعمال جائز ہی جبکہ یہ نیت ہو کہ درحقیقت یہی دینے والا اور پرورش کرنیوالا ہی اور جو لوگ نہایت تعظیم سے کسی کو موثر سمجھتے ہین اُنکے حق مین حرام کیا بلکہ قریب کفر ہی اسیواسطے متقی علماء نے اس زمانہ مین لوگون کو اس لفظ کی اجازت نہین دی کیونکہ عوام کے دلون مین تعظیم بھری ہوئی ہے چوتھی بات یہ ہی کہ آپنے ایلچی کو کہا کہ بادشاہ سے دریافت کر کہ اُن عورتون کی کیا شان ہی حالانکہ ظاہر یہ تھا کہ یون کہتے کہ عورتون کے مقدمہ کی تحقیقات کرے تو سراج مین لایا کہ قولہ فاسالہ اس سے دریافت کر اور سوال کر۔ دو معنی کو محتمل ہی ایک تو پوچھنا و مانگنا اور دوم طلب کرنا و جستجو کرنا تو لفظ ما بال النسوة اچھے موقع پر واقع ہوا کیونکہ یہ لفظ کسی چیز کی ماہیت و حقیقت دریافت کرنے مین مستعمل ہی پس جب ایک چیز مانگی اسطرح کہ اسکی حقیقت کا سوال کیا تو ضرور اس خیال سے کہ جاہل نہ کہلاوے تحقیقات کرنے پر آمادہ ہو گا بخلاف اس کے اگر یون کہتے کہ اس سے کہہ کہ تحقیقات کرے تو غالب گمان یہ تھا کہ وہ بالکل پروا نہ کرتا بلکہ ناگوار جانتا کیونکہ اسکے دماغ مین بادشاہی تمکنت تھی۔ پانچوین بات یہ ہی کہ آنحضرت علیہ السلام نے اُن عورتون سے تعرض کیا جنھون نے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے اور زلیخا سے تعرض نکیا اور یہ کمال کرم و رعایت حقوق ہی اور اس ضمن مین برأت حاصل ہونا عمدہ طریقہ ہی واضح ہو کہ جن عورتون نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے انھون نے حضرت یوسف کو مع طرز معاشرت زلیخا کے معائنہ و مشاہدہ کیا تھا اور غلبہ ہیجان عورتون کی طرف سے اس مقدمہ سے ظاہر تھا گویا جرم خیانت مین ہاتھ کاٹنے گئے تھے اسواسطے انھین عورتون کو تحقیقات کیلیے متعین کر دیا۔ اِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ۔ میرا پروردگار ان عورتون کے مکر سے خوب آگاہ ہی۔ اشارہ ہی کہ ان عورتون کا مکر بڑا خطرناک ہے۔ اور ان عورتون نے مکر بہت زور دیا تھا کہ اپنی سیدہ یعنی زلیخا کا کہنا تجھے ماننا چاہیئے ورنہ تو قید مین تکلیف اٹھاویگا۔ اور بعضون نے کہا کہ ربی سے مراد بادشاہ ہی یعنی اسکو خود یہ قصہ معلوم ہی ولیکن یہ قول

مستنکر ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ اپنے مظلوم قید ہونے کی شکایت کے طور پر کہا کہ خدائے تعالیٰ خوب آگاہ ہے کہ ان عورتوں نے میرے ساتھ بڑے
بڑے مکر کیے اور اس طرح مجھے قید ہونا پڑا تاکہ آئندہ اگر قید سے رہا ہو کر بادشاہ کے قرب میں سکونت ہو تو اسکے خاندان کی عورتوں یا انھیں
پہلی عورتوں سے نجات رہے اور بار دگر اسی فتنہ میں پریشانی نہ ہو الغرض ایلچی واپس آیا اور اس نے بادشاہ سے وہ سوال بیان کیا تب
بادشاہ نے عورتوں کو جمع کرکے یہ مقدمہ دریافت کیا۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ کہا کہ اے عورتو تمہاری کیا شان تھی یعنی یہ بڑا خطرناک واقعہ کس طرح
یوسف کی طرف سے انجام پذیر ہوا تھا۔ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۔ جبکہ تم نے یوسف کو اسکی ذات سے اپنی طرف لبھایا تھا
یہاں سے ظاہر ہے کہ بادشاہ کو اصل امر قطعی بیقین تھا کہ خواہش کرنے والیاں یہی عورتیں خود تھیں اور یوسفؑ نے کچھ بھی نہیں چاہا تھا
اسی واسطے اس نے یہ سوال ہی نہ کیا کہ تم نے یوسفؑ سے خواہش کی تھی یا یوسفؑ نے تم سے کچھ چاہا تھا بلکہ یہی کہا کہ تم نے چاہا تھا
ولیکن دریافت یہ کیا کہ شاید ان عورتوں کی خواہش کرنے اور اصرار کرنے و دھمکانے و ڈرانے اور ہر طرح کے مکر و فریب کرنے پر کوئی
بات آنحضرت علیہ السلام کی طرف سے سرزد ہوئی ہو تو بتلا دیں کہ انجام کیونکر ہوا چنانچہ مترجم کی اس تقریر پر دلیل یہ جواب ہے جو
عورتوں نے دیا کہ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ کہنے لگیں ماشاء اللہ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۔ ہم نے اسمیں کوئی بدی نہیں دریافت کی یعنی بکھنا تو درکنار بلکہ دریافت کرنے و جستجو
کرنے سے بھی ہمکو کوئی برائی اسمیں نہیں معلوم ہوئی قولہ من سوء نکرہ تحت نفی اور حرف من سے ہر فرد و ہر صغیر و کبیر برائی کی نفی ہو گئی یعنی کسی قسم کی بدی خواہ چھوٹی ہو یا
بڑی ہو کسی طرح سے ہمکو اسمیں دریافت نہیں ہوئی چونکہ زلیخا کو دریافت ہو گیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے میرا تذکرہ اس درمیان سے فقط میری آبرو کا لحاظ
کرکے اظہار نہ کیا تو اسنے جوش محبت سے اس نیکی کے عوض نیکی کرنی چاہی قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ عزیز کی جورو یعنی زلیخا بولی کہ اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ
اب سچائی خوب صاف کھل گئی۔ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ ۔ میں نے ہی یوسف کو اسکی ذات سے لبھایا تھا۔ اُس کی طرف سے
کوئی برائی نہیں ہے یہ عورتیں سچ کہتی ہیں کہ ان کو اسمیں کوئی بدی معلوم نہیں ہوئی اور اب میں بھی کہتی ہوں کہ ۔ وَاِنَّهٗ
لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ اور وہ بے شبہ سچے آدمیوں میں سے ہے یعنی بہت سچا ہے کیونکہ جو لوگ سچے معلوم و متعین ہیں ان میں سے
ہونا اظہار اس امر کا ہے کہ یقینی سچا ہے۔ سراج وغیرہ میں لایا کہ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے
ہم و قصد وغیرہ کچھ بھی واقع نہیں ہوا جیسا کہ بعضے اہل ہوی و ہوس فرقہ حشویہ میں سے ایک خبر خاص علیہ السلام کی شان میں گمان کرتے
ہیں مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا کہ ابن جریرؒ نے اپنے اسناد کے ساتھ عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب
یوسف نے کہا کہ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ الآیۃ تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ نہ اسوقت کہ جب آپنے کچھ قصد کیا تھا تو یوسف علیہ السلام
نے کہا کہ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ الآیۃ ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسناد اس روایت کی حسن ہے ولیکن باوجود اس روایت کے مترجم کا زعم ہے کہ
کوئی برائی حضرت یوسف پر منفی جیسا کہ صریح قولہ ما علمنا علیہ من سوء سے ظاہر ہے اور روایت ابن عباسؓ میں ہم بتشدید میم سے مقصود
وخدشہ خاطر و خطرات ہیں جو بلا اختیار محل امتحان میں خطور کرتے ہیں اور آدمی لحظہ لحظہ ان کو دور کرتا رہتا ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ ارادہ کیا کہ
اس عورت کیساتھ کوئی فعل ممنوع کیا جائے جیسا کہ عوام نے زعم کیا ہے حتی کہ قصہ خوانوں نے اپنے اپنے قصہ میں عجیب عجیب بوسا
سے بیہودہ گوئی کی کہ عورت کا ازاربند کھولا اور اپنا ازاربند کھولا اور کسی نے اور بڑھ کر کہا کہ اس مقام پر تفلیہ کیا اور سامان تیار کیا اور کسی نے
اور تجاوز کیا کہ دونوں عورت کے چار زانو کے درمیان بیٹھے۔ نعوذ باللہ من تلک الخرافات ۔ اور اگر روایت مذکورہ کے یہ معنی فرض
کیے جاویں تب بھی روایات متروک کی جاویں گی۔ اگر کوئی کہے کہ فعل سے پہلے قصد عفو ہے اور مجرد زعم سے روایات ترک نہیں

ہو سکتی ہیں خصوص جبکہ صحابی کی روایت تفسیر میں بمنزلہ مرفوع کے ہے تو جواب یا جاوے کہ حدیث صحیح کے موافق نیکی کے قصد پر ایک ثواب
ہے تو مقابلہ میں بدی کا قصد مستحق ایک گناہ کا ہے اگرچہ عام رحمت آلہیہ نے اسکو عفو کر دیا ہے پس معصوم پیغمبر سے اسکا ارتکاب ممنوع ہے خصوص جبکہ
عوام پر خواص کا قیاس محض جہالت ہے اور یہ امر محقق مدلل ہے مجرد زعم نہیں ہے اور یہ جو کہا کہ تفسیر صحابی حکم مرفوع رکھتی ہے تو اسکے معنی یہ ہیں
کہ جو احکام توقیفی ہوں یعنی قیاس کو دخل نہوا اور سابق قصہ پر محمول نہ ہو وہاں مرفوع کا حکم اسلیئے ہے کہ ضرور سنکر روایت کیا گیا اور یہان تو
یہ قصہ صریح مرفوع میں کہیں مذکور نہیں ہے اور اکثر باتیں بنو اسرائیل و یہود سے لی گئی ہیں پس یہان سے تو متعین ہے کہ یہ روایات اہل کتاب
سے ہے جنکی نسبت حضرت عبداللہ بن سلام نے شہادت دی کہ یہودی ایک بہتان باندھنے والی قوم ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث مین
مصرح ہے لہذا اس روایت پر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن پاک مہیمن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی صفت بیان فرمائی ہے تو جس طرح
اسمین مذکور ہے وہی صحیح ہے اور جو اہل کتاب نے تغیر و تبدیل کر کے بنایا وہ تحریف باطل ہے حتی کہ سلیمان علیہ السلام کو جادوگر کہتے چلے آتے تھے
حالانکہ وہ مثل داؤد علیہ السلام کے پیغمبر تھے جسکو قرآن مجید نے صاف ظاہر کر دیا۔ مترجم کو جو امر ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ہمّ سے
مراد خطرہ ہے جو ہمیشہ دفع کرتے جاتے تھے کیونکہ اس صورت میں ثواب جمیل و جزیل ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ القصہ جب ایلچی کی زبانی بادشاہ
نے عورتوں کا حال دریافت کرنا سنا اور ان عورتوں سے تفتیش کیا بلکہ مکرر اپنی فراست کے موافق تحقیق و اقرار بحلف لے لیا تو ایلچی واپس
گیا گویا یہ پیغام دیا کہ عورتوں کا یہ حال ہے اور تم نے اسکو کیوں دریافت کیا اور علیٰ ہذا اسپر کیوں موقوف کہا تو حضرت یوسف ؑ نے جواب دیا
ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ۔ یہ امر اسواسطے مین نے پوچھا کہ وہ شخص جسنے مجھے بطور فرزند پرورش کیا تھا اور وہان بادشاہ
کے پاس وزارت پر مامور ہے اور میں جاتا تو ضرور اس سے میرا سامنا ہوتا اور اسی نے مجکو یہان قید کیا تھا وہ میرے پیٹھ پیچھے یقیناً
جان لیوے کہ میں نے ہرگز اسکی خیانت نہیں کی تھی جسکا مجھپر الزام عورتوں نے لگایا۔ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ
اور اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا خیانت کرنیوالوں کے مکر کو۔ یعنی جو کوئی کسی کے کام میں یا کسی امانت میں خیانت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے
مکر کو پورا و ٹھیک رواں نہیں ہونے دیتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ذلک لیعلم الخ۔ اس صورت میں حضرت یوسف کا مقولہ ہوا اور اوپر کی
آیت زلیخا کا مقولہ ہے تو اسمین ربط ساقط ہوگا تو جواب یا جاوے کہ نہیں بلکہ قرینہ جب صاف ہوتا ہے تو عبارات حذف ہوتے ہین
جیسے قولہ انا انبئکم بتاویلہ فارسلون یوسف ایہا الصدیق الآیۃ۔ میں ہے چنانچہ تقدیر کلام اسطرح ہے کہ فارسلون فاجابوہ الی ذلک فارسلوہ
فجاء الی یوسف فکلمہ یا یوسف ایہا الصدیق یعنی جب ساقی نے کہا کہ مجھے بھیجو تو انھوں نے کہنا مان لیا اور اسکو یوسف کے پاس بھیجا
وہ یہان آیا اور یوسف سے مخاطب ہو کر عرض کرنے لگا کہ یوسف اے میرے بڑے راست گو الی آخرہ اسی طرح یہان ہے کہ بادشاہ
نے اُنکو بلوایا اور آپنے اسکا جواب نہ دیا بلکہ ایلچی سے کہا کہ بادشاہ سے ان عورتوں کا حال دریافت کرلا۔ پس ضرور ہے کہ دریافت
کی حکمت پوچھی جاوے کہ تم نے کیوں دریافت کیا کیونکہ یہ تو بادشاہ کو معلوم تھا کہ عورتوں ہی نے یوسف کو فریب سے اپنی طرف بلایا
تھا تو اس عجیب واقعہ کا انجام یوسف کی طرف سے کیونکر ہوا یعنی اسکی طرف سے بھی کوئی خواہش کسی طرح ظاہر ہوئی یا نہیں
تو انھوں نے صاف کہدیا کہ ہرگز ہرگز نہیں حاشا للہ اسکی طرف سے تو ہمارا دیکھا گیا بلکہ ہم کو کچھ معلوم بھی نہیں ہوا ہے اور
زلیخا نے کہدیا کہ اب تو سچی بات سب پر کھل گئی جب یہ حال تھا تو ایلچی مکرر گیا اور اُس نے پوچھا ہوگا کہ یہ کیوں دریافت کیا گیا
اور مترجم نے اوپر اشارہ کیا کہ یہان ضرور اس امر کا خطرہ ہوگا کہ اول میں تو وزیر کی نزدیکی سے اسکی جورو اور دیگر عورتوں سے

یہ شفقت بیڑا تی ہی اوراب بادشاہ بلاتا ہی تو وہان بھی ایسے محاظرہ مین قدم رکھنا پڑیگا علاوہ اسکے عزیز مصر وہان موجود ہی جسنے مجھے قید کیا تھا پس خیانت کا الزام اسکی خاطر مین شل اور لوگون کے جو مصلحت قید مین شریک تھے موجود ہوگا پس اس تحقیقات کرانے کا فائدہ اور اپنی غرض بیان کر دی فافہم واللہ اعلم یہ تفسیر جو مذکور ہوئی ایک جماعت مفسرین کا قول ہی اور عکرمہ سے تا ابن عباسؓ سے یہی ثابت کیا جیساکہ اوپر مذکور ہوا اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہاکہ شیخ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے فقط اسی کو نقل کیا ہی کوئی اور معنی نہین نقل کئے اور شیخ ابن کثیرؒ کا ظاہر کلام مشعر ہے کہ زیادہ مشہور و بہت مناسب و نہایت لائق یہ معنی ہین کہ قولہ ذلک لیعلم الآیۃ زلیخا کا کلام ہو وہ کہتی ہی کہ چونکہ اسوقت مین حق بات عام طور پر کھل گئی کما قالت الآن حصحص الحق ۔ تو مین اقرار کرتی ہون کہ بیشک مین نے ہی اسکو فریب سے لبھایا تھا اور مین یہ بھی کہتی ہون کہ انہ لمن الصادقین ۔ وہ سچا ہے کہ اسنے ہرگز کچھ قصد نہین کیا بلکہ مین نے یہ قصد کیا و لیکن ابتدائے وقت مین حضرت یوسف علیہ السلام کے بارہ مین ایسی پرہیزگاری و تقوی کا خیال سب لوگون کے دلون مین نہ تھا پس اگر زلیخا اسوقت حق بات کہتی تو ضرور لوگ اتہام کرتے کہ جب یہ خود خواہش کرتی تھی تو جبر کرا ضرور حادث ہوا ہوگا ۔ پھر کس کس سے عذر کیا جاتا اور اب حق بات صاف کھل گئی تو مین نے اقرار کر دیا اور موافق بیان یوسفؑ کے اور مطابق ظاہر حال و اعتقاد کے جو اسکی جانب کمال تقوی و طہارت کا عام طور پر سب کے دلون مین ہی مین بھی تصدیق کرتی ہون اور یہ اسواسطے کہتی ہون کہ عزیز کو یہ معلوم ہو جاوے کہ مین نے در پردہ اسکی خیانت نہین کی یعنی کوئی امر واقع نہین ہوا جیسا کہ یوسفؑ کی طہارت و تصدیق براءت سے ظاہر ہی اور جو شخص خائن ہوتا ہی اسکے مکر کو سرسبزی نہین ہوتی ہی اور جو شخص اللہ تعالی کی امانت اور بندون کی امانت ادا کرتا ہی وہ دنیا و آخرت مین فلاح پاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآن پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ — ۱۳۳۷ھ

۱۸۵۸ء — ۱۹۱۹ء

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۲۱-اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور